الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ

الخطیب الجلیل

علی

الجامع التفسیر الحدیث الجمیل

علامہ عبد الجلیل

183 ای بی

فہرست

صفحہ	مضامین	نمبر شمار

نمبر شمار	مضامین	صفحہ

مسجد شرف الدین امروہ اندر باد۔

~~0307-8338~~

عبد الجلیل 183 ابا جی

0301-6583941

التقریر الجلیل علی الجامع التفسیر الحدیث الجمیل

تنویر الیقین فی معجزات
الرسول الامین

علامہ شیخ محمد حافظ ریاوی

میراں بھیکی کا ڈاکٹر 225

اپنی نگاہوں کو ایک چہرے کا پابند رکھو۔

ہر صورت پر مر جانا توہین وفا ہوتی ہے۔

عاشق [illegible] 0308-6597120

عبدالجبار انصاری 0309-5474508

ممتاز ساحی 363

0307-6833894

لوح و قلم کے مالک زہرا کے چین سے
قسمت میں جو نہیں ہے وہ مانگو حسین سے

Idris temadc 1m

ایڈیشن کا دوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقابیس المجالس

ملت اسلامیہ کے عظیم سکالر فاضل جلیل خطیب باکمال

حضرت علامہ عبدالجلیل صاحب مدظلہ العالی چک

۱۸۳ / ای - بی

Mabbas

۱۳ - ۰۷ - ۲۰۰۶

تعلیم القرآن برکا شیر

۱۹-۹-۲--۴

1 ا۔ شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْہُدٰی مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی کَافَّۃِ الْمَخْلُوْقَاتِ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَاَوْضَحَ دِیْنَہٗ عَلٰی سَائِرِ الْاَدْیَانِ بِالدَّلَائِلِ الْوَاضِحَاتِ وَالْمُعْجِزَاتِ الْبَاہِرَاتِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ وَرَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَاحِبِ الْاَنْوَارِ السَّاطِعَاتِ وَکَاشِفِ الظُّلُمَاتِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہِ الطَّاہِرَاتِ اَمَّا بَعْدُ = بسم اللہ الرحمن الرحیم ۰ واذ اخذنا من النبیین میثاقھم ومنک ومن نوح وابراہیم = احزاب آیت ہے = آیت ھذا میں اس مخصوص عہد کا ذکر ہے۔ جو حضرات انبیاء علیہم السلام سے لیا گیا۔ اس اوپر کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ اور لوگوں کو اسی کی طرف عبادت کیلئے بلائیں۔ اور ایک دوسرے کی مدد کریں۔ اس میں یہ نکتہ قابلِ غور ہے۔ کہ پہلے النبیین کا لفظ ذکر فرمایا۔ اس لفظ کے عموم میں تمام انبیاء شامل ہیں لیکن باوجود اس کے پانچ رسل علیہم السلام کا ذکر علیحدہ کیوں بیان فرمایا۔ مفسرین فرماتے ہیں۔

تعمیم کے بعد تخصیص فرمائی۔ اس لئے کہ یہ اصحاب شریعت اصحاب کتب اور اولعزم رسول ہیں۔ ان رسل علیہم السلام میں نبی علیہ السلام کا ذکر مقدم کیوں ہوا۔ اس لئے کہ ذکر میں تقدیم آپکی تعظیم کیلئے ہے۔ اور یہ بتانے کے لئے کہ اگرچہ بعثت کے اعتبار سے آپ تمام انبیاء علیہم السلام سے آخر میں ہیں لیکن اولیت کے اعتبار سے ابھی تخلیق بشر کا سلسلہ شروع نہیں ہوا۔ لیکن حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق سب سے پہلے تھی۔ آپ نے فرمایا۔ کنت اول الناس فی الخلق واٰخرھم فی البعث رواہ سعد عن قتادۃ مرسلًا (مظہری) ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ آپ کا ذکر مقدم اس لئے ہوا۔ لتقدمہ فی الرتبۃ او لتقدمہ فی الوجود آپ رتبہ میں بھی سب سے افضل ہیں۔ جملہ کائنات سے انبیاء افضل انبیاء سے رسل افضل اور آپ سارے رسولوں سے افضل

؎ سب سے اعلیٰ واولیٰ ہمارا نبی سب سے بالا ووالا ہمارا نبی۔

اور آپ وجود میں بھی مقدم۔ آپ کا فرمان اول ما خلق اللہ روحی۔ وفی الروایۃ۔ اول ما خلق اللہ نوری۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ یہاں تضاد نہیں۔ روح نورانی ہوتی ہے۔ مرقاۃ ص ۱۹۴ یہاں سوال ہے۔ کہ ارواح تو ازل سے ساری مخلوق کی پہلے پیدا کی گئیں۔ آپ کی تخصیص کیسے ہے۔ صاحب مدارج فرماتے

ہیں ۔ اس کا جواب یہ ہے ۔ کہ آپ کی نبوت اور آپ کے کمالات عالم ارواح میں بھی ظاہر تھے ۔ اور ارواحِ
انبیاء نے آپ کی روح سے عالم ارواح میں فیضان حاصل کیا ۔ مدارج ۹۵/۱ ص ۱۴۳ نیز جب انبیاء
علیہم السلام کی دنیا میں جلوہ گری کا سلسلہ شروع ہوا تو آپ کی نورانیت سے فیضان کا سلسلہ بھی
جاری رہا ۔ ؎ وَکُلُّ آیٍ اَتَی الرُّسُلُ الْکِرَامُ بِھَا ۔ فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُوْرِہٖ بِھِمٖ ۔
اور ہر طرح کا معجزہ جو آپ سے پہلے ہر نبی کو ملا ۔ وہ درحقیقت حضور علیہ السلام کے نور ہی سے ملا ہے ۔
؎ فَاِنَّہٗ شَمْسُ فَضْلٍ ھُمْ کَوَاکِبُھَا ۔ یُظْھِرْنَ اَنْوَارَھَا لِلنَّاسِ فِی الظُّلَمِ = حضور علیہ السلام
مثلِ آفتاب ہیں ۔ اور دوسرے انبیاء کرام ستاروں کی مانند ہیں ۔ اور آفتاب لوگوں کے لیئے اندھیرے میں اپنے
انوار ظاہر کر رہا ہے ۔ جب تک آفتاب روح پردۂ غیب میں رہا حضراتِ انبیاء کے کواکب آپ کے
نور سے منور ہوتے رہے ۔ جب آپ کی نبوت کا آفتاب ظاہر ہوا ۔ تو وہ مخفی ہوگئے ۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ
فرماتے ہیں ۔ ؎ تو نوں رسولوں کا ہوتی رہی (بدلی) چاند بدلی سے نکلا ہمارا نبی ۔ = کئی زمانے
رسولوں کا تبادلہ ہوتا رہا ۔ مثلاً آدم علیہ السلام پھر نوح علیہ السلام ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ۔ موسیٰ
علیہ السلام ۔ دوسرا مصرعہ کا مطلب یہ ہے ۔ چاند بدلی سے نکلا ہمارا نبی ۔ جب آپ پردہ میں تھے ۔
انبیاء آپ سے فیض لیتے رہے ۔ جب آپ کا چاند نبوت کا مکہ میں طلوع ہوا ۔ تو کفر و شرک کی تاریکیاں چھٹ
گئیں ۔ اب دیکھنا یہ ہے ۔ صاحب بردہ نے آپ کو آفتاب کہا ۔ اور اعلیٰ حضرت نے آپ کو چاند کہا حقیقت
میں صحابہ نے بھی جب آپ کے حسن کو بیان کیا ۔ کسی نے کہا چہرہ چاند سا تھا ۔ کسی نے کہا ۔ چہرہ آفتاب
سا تھا ۔ محققین نے فرمایا ۔ کہ حسنِ مصطفیٰ کو سورج و چاند سے تشبیہ بطور تفہیم ہے ۔ ورنہ حقیقت
میں کائنات کی کوئی شئے آپ کے حسن کے مماثل نہیں ۔ آپ کی حقیقت کو آپ کا خالق جانتا ہے ۔
(شرح شمائل ترمذی)

-۰-

۳ ۔ میلاد النبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم

(دستخط) ۳۱ ـ ۰۷ ـ ۲۰۰۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز (توبہ) ماہ ربیع الاوّل شریف باعثِ
ایجادِ کائنات فخرِ موجودات حبیبِ کبریا ۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف کا
مہینہ ہے ۔ اس میں آپ کی آمد اور جلوہ گری ہوئی ہے ایک ایسا عظیم الشان عظیم المرتبت موضوع ہے
کہ رب کائنات نے قرآن شریف شریعتِ مطہرہ سے متعلق جملہ احکامات بیان کرنے کے ساتھ ساتھ

مسجد شریف کا اور مسجد دانبیاء کا ذکر بھی بیان فرمایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش جہاں تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا ذکر ہے۔ تو اس کے
متعلق بہت آیات بیان ہوئیں۔ یہ تسلیم ہے۔ کہ آپ جنس بشریت سے اور والدین کے ذریعے
تشریف لائے۔ لیکن جو فضائل و کمالات رب کائنات نے آپ کو عطا فرمائے۔ وہ عطا کرنے والا جانتا ہے
یا آپ جانتے ہیں۔ دیکھیے دنیا میں ہزاروں بچے پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن جس شان سے آپ دنیا میں جلوہ گر
ہوئے۔ یہ آپ کی ہی شان ہے۔ صحیحین میں حدیث ہے۔ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
ہے کہ آپ فرماتے ہیں۔ مَا مِنْ بَنِیْ آدَمَ مَوْلُوْدٌ اِلَّا یَمَسُّہُ الشَّیْطَانُ حِیْنَ یُوْلَدُ فَیَسْتَہِلُّ
صَارِخًا مِنْ مَسِّ الشَّیْطَانِ غَیْرَ مَرْیَمَ وَابْنِہَا۔ مشکوۃ باب فی الوسوسہ تو شیطان کے
مس کرنے سے چیختا ہے۔ حضرت احمد یار فرماتے ہیں۔ اس سے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مستثنیٰ ہیں
ایسے مقام پر متکلم مستثنیٰ ہوتا ہے۔ تحقیق سے ثابت ہے کہ حضور روتے ہوئے پیدا نہ ہوئے۔
(اشعۃ اللمعات) ظاہر ہے۔ جو خود روتا ہے۔ اور پیدا ہو۔ وہ دوسروں کو تسلی کیسے دے سکتا
ہے۔ وہ تو خود تسلی کا اور رحم کا محتاج ہوتا ہے۔ ثابت ہوا۔ کہ آپ تسلی دینے کیلئے آئے۔ اور
رحمت بن کر آئے۔ وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین۔ تو سوال باقی رہا کہ آپ کیسے پیدا ہوئے۔
اس کا جواب خود حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا دیتی ہیں۔ فَلَمَّا اَنْ فَصَلَ عَنْ اُمِّہٖ وَقَعَ سَاجِدًا عَلٰی وَجْہِہٖ لِلّٰہِ
تَعَالٰی وَقَالَ فِیْ سُجُوْدِہٖ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے چہرے
کے بل سجدہ میں گر گئے۔ اور اپنے سجدہ میں عرض کیا۔ اے میرے رب میری امت کو بخش دے = یہ جملہ قابل
غور ہے۔ کہ وقع ساجدا علی وجہہ للّٰہ تعالیٰ کہنا حقیقت سجدہ کی طرف اشارہ ہے۔ اور للہ تعالیٰ کہنا
اس پر دلیل ہے۔ کہ وہ سجدہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کو تھا۔ اور آپ کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل تھی کیونکہ
مسجود کی معرفت کے بغیر سجدہ متحقق نہیں۔ نیز آپ اتنے کریم آقا کہ پیدا ہوتے ہی امت کو فراموش
نہیں کیا۔ حق الوہیت کی ادائیگی کے ساتھ امت کا حق ادا کر دیا۔ جس حبیب کی دنیا میں آمد امت کے
غم میں ہوئی۔ وہ امت کو کس مقام پر فراموش نہیں کریں گے۔ جہاں تک سجدہ کا تعلق ہے۔ اس سے
قرب الٰہی نصیب ہوتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے۔ کہ اے حبیب سجدہ کرو۔ اور قرب حاصل کرو۔ تو آپکا
فرمان بھی یہی ہے۔ اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّہٖ وَھُوَ سَاجِدٌ (مشکوۃ باب السجود) جب کتاب و سنت

سے ثابت ہے کہ ہر سجدہ قرب حق کا مقتضی ہے۔ تو جس ہستی کی آمد ہی سجدہ کے حال میں ہوئی
تو اُن کے منتہائے قرب کو کون معلوم کر سکتا ہے۔ آپ کے انتہائے قرب کا مقام یہ ہے کہ جس پر
نگاہ حبیب ہو گئی۔ وہ بھی مقرب بارگاہ ہو گیا۔ چنانچہ روایت میں ہے۔ کہ جب نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
وسلم پیدا کیا گیا۔ تو اس نور سے انوار انبیاء باہر آئے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا۔ کہ نظر کرو ان انوار کی
طرف جب آپ نے نظر کی۔ تو انوارِ انبیاء کو نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈھانپ لیا۔ عرض کی یا اللہ یہ کون
ہے کہ جس کے نور نے ہمارے انوار کو ڈھانپ لیا۔ گفت اللہ تعالیٰ این نور محمد بن عبداللہ است اگر
ایمان آرید بوے گردانم شما را انبیاء مدارج ص۔ تمام ایمان لائے۔ تو انبیاء ہو گئے۔ نبوت قرب الٰہی
کا اعلیٰ مقام ہے۔ آپ کے صدقہ سے انہیں نبوت ملی۔ تو ان کے زمانوں میں بھی انہیں فیضان آپ کے نور سے
ملتا رہا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب چھپے میں گئے۔ تو حضرت عباس رضی عرض کرتے ہیں۔ ؎
وَرَدتَّ نَارَ الخَلِیلِ مُکْتَتِمًا ۔ فِی صُلْبِہٖ اَنْتَ کَیْفَ یَحْتَرِقُ ۔ تمام انبیاء کو فیض آپ سے ملا۔
ضیاء النبی ص ۴۲۹/۶ (وَلِلّٰہِ الحَمْدُ)

۳۱-۰۷-۲۰۰۶

۳ ۔ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم لقد جاءکم رسول ——— آیت ہذا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی
آمد پر دلیل ہے۔ رب کائنات نے آپ کو جن اوصاف کے ساتھ متصف فرمایا۔ ان کا ذکر اس آیت
میں ہے۔ ایک قرأت انفُسکم فاء کے ضمہ سے یہ جمہور کی قرأت ہے۔ اور بعض نے فاء کے فتح
سے پڑھا ہے۔ امام رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ ھذہ قراۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفاطمۃ
وعائشۃ۔ اس پر معنی یہ ہوگا۔ کہ آپ اعلیٰ ترین افضل ترین خاندان میں تشریف لائے۔
آپ عالی نسب تھے۔ حضرت انس فرماتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا۔ لقد جاءکم رسول من انفَسکم
بفتح الفاء وقال انا انفسکم نسباً و حسباً۔ کہ میں حسب ونسب اور میں تم
سب سے نفیس ترین ہوں۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے ممبر
پر جلوہ افروز ہو کر فرمایا۔ انا محمد بن عبدالمطلب میں محمد بن عبدالمطلب ہوں۔ یعنی آپ نے اپنے اعلیٰ
نسب اور خاندان کا ذکر بیان فرمایا۔ صحابہ کے سامنے اس میں سرکار کا میلاد خود بیان فرمانا اور یہ
اشارہ ہے۔ کہ اسلام و ایمان کی تکمیل کیلئے آپ کی شخصیت اور آپ کے نسب کا جاننا فرض ہے۔

اس کے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں۔ امام بدرالدین عینی رضی فرماتے ہیں۔ فَرْضٌ اَنْ یَّعْلَمَ الْمَرْءُ اَنَّ سَیِّدَنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ الْقُرَشِیُّ الْهَاشِمِیُّ الَّذِیْ بِمَکَّۃَ وَرَحَلَ مِنْهَا اِلَی الْمَدِیْنَۃِ ۔ انسان کیلئے یہ جاننا فرض ہے۔ کہ ہمارے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ محمد بن عبداللہ ہیں۔ قریشی ہاشمی ہیں۔ جو مکہ میں تھے۔ اور مکہ سے مدینہ عالیہ کی طرف ہجرت کی۔ اور جسے اس میں شک ہو۔ کہ آپ قریشی ہیں۔ یا یمنی ہیں یا تمیمی ہیں۔ یا عجمی ہیں۔ فَهُوَ کَافِرٌ غَیْرُ عَارِفٍ بِدِیْنِهٖ وہ کافر ہے۔ اور اسے آپ کے دین کی معرفت حاصل نہیں ہے۔

غور فرمائیں۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و خضر علیہ السلام کا ذکر بیان فرمایا کہ حضرت خضر ع کو ایک گری ہوئی دیوار بنانے کا حکم کیا۔ جو یتیم بچوں کی تھی۔ مفسرین فرماتے ہیں۔ کہ ان بچوں کے آباؤاجداد میں ایک کامل ولی تھے۔ اس وجہ سے خزانہ کی حفاظت کی گئی۔ ارشاد رب العزت ہے۔ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَکَانَ لِغُلٰمَیْنِ یَتِیْمَیْنِ فِی الْمَدِیْنَۃِ وَکَانَ تَحْتَهٗ کَنْزٌ لَّهُمَا وَکَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ج۔ مفتی احمد یار لکھتے ہیں۔ کہ وہ ان بچوں کا آٹھواں باپ تھا۔ وہ ولی تھے۔ جب بچوں کے آبائی نسب ولی کامل تھے۔ تو ان کی وجہ سے نہ صرف اس خزانہ کی حفاظت ہوئی۔ بلکہ ان کا ذکر قرآن کریم میں بیان ہوا۔ تو غور فرمائیے۔ حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہستی ہیں۔ جن کے نسب شریف از حضرت آدم جناب عبداللہ تک انبیاء کا وجود ہوا۔ تو ان کی محبوبیت اور قرب حق کا مقام کیا ہوگا۔ سرکار خود فرماتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا تھا۔ آپ کی تسبیح اس وقت تھی۔ جب کوئی اور تسبیح خواں نہیں تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ تو اس نور کو ان کی صلب میں رکھا۔ آپ نے فرمایا۔ فَاَهْبَطَنِیَ اللّٰہُ اِلَی الْاَرْضِ فِیْ صُلْبِ اٰدَمَ وَجَعَلَنِیْ فِیْ صُلْبِ نُوْحٍ وَقَذَفَ بِیْ فِیْ صُلْبِ اِبْرَاهِیْمَ علیہ السلام۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے آدم علیہ السلام کی پشت میں زمین کی طرف اتارا۔ اور مجھے نوح علیہ السلام کی پشت میں رکھا۔ اور مجھے ابراہیم علیہ السلام کی پشت میں رکھا۔ دیکھیے علم نبوت کی وسعت پیدا بعد میں ہوئی۔ لیکن خبریں پہلے وقت کی دے رہے ہیں۔ گویا آپ نے یہ اشارہ فرمایا۔ کہ گرچہ میں بظاہر سب انبیاء کے بعد دنیا میں جلوہ گر ہوا۔ لیکن حقیقت میں میں ہر نبی علیہ السلام کے زمانہ میں ان کے پاس تھا۔ بلکہ میرے نور پاک کی برکت سے تمام انبیاء کے مسائل حل ہوئے

کسی نے کیا خوب کہا۔ ؎ کشتی نوح میں نار نمرود میں بطن ماہی میں یونس کی فریاد میں۔

بتر انام نامی ذکر رسول علی ہر جگہ ہر مصیبت میں کام آ گیا۔

چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوہ تبوک کے موقع پر آپ سے اجازت لیکر دو اشعار آپ کی خدمت میں پڑھے۔ ان میں سے ایک یہ ہے۔ وَرَدْتَ نَارَ الْخَلِيلِ مُكْتَتِمًا ۔ فِي صُلْبِهِ أَنْتَ كَيْفَ يَحْتَرِقُ = نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے نار کی خاصیت بدل گئی۔ وہ نار جو تھی۔ آپ کی آمد کا صدقہ گلزار خلیل بن گئی۔ اسی طرح آپ کی دعا کی برکت سے حضرت عمار پر آگ ٹھنڈی ہو گئی۔ آپ کے فیوض و برکات سے انبیاء علیہم السلام مستفیض ہوتے رہے۔ —٥—

[signature] ۲-۸-۲۰۰۶

۴۰ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ لقد جاءکم رسول من انفسکم —— اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ تمہارے پاس رسول تشریف لائے تم ہی میں۔ من جنسکم وعلی لغتکم رسول علیہ السلام کا رسل علیہم السلام کی جنس سے تشریف لانا یہ اللہ تعالیٰ کا انسانوں پر خاص انعام ہے کہ رسول علیہ السلام کو ان کی جنس سے بھیجا۔ کفار کا یہ اعتراض اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ کہ اگر یہ رسول برحق ہوتے تو فرشتہ ہوتے یا ان کے ساتھ فرشتہ آتا۔ جو ان کی حقانیت کی تصدیق کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب احسن طریقے سے دیا۔ فرمایا۔ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ (۹ انعام) یعنی ہم رسول علیہ السلام کو رجل کی صورت میں متمثل کرتے ہیں۔ جیسے غالب طور پر جبریل نبی علیہ السلام کی بارگاہ میں دحیہ کلبی کی صورت میں متمثل ہوتے تھے۔ کیونکہ قوت بشریت فرشتے کو اس کے اصلی صورت پر دیکھنے کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ رسول خالق اور مخلوق کے مابین برزخ ہے۔ وہ خالق سے فیض لیکر مخلوق کو عطا فرماتے ہیں۔ یہ تسلیم ہے۔ کہ آپ جنس بشریت میں آئے۔ اور والدین کے ذریعے پیدا ہوئے۔ لیکن باوجود اس کے آپ میں بشری کثافتیں نہیں تھیں بلکہ نورانی لطافت تھی۔ اس کا انکار حقیقت کا انکار ہے۔ آپ کی بشریت بے مثل بشریت ہے۔ علماء نے بیان فرمایا۔ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے جب قصیدہ بردہ شریف امام کائنات کی بارگاہ میں پڑھا۔ جب اس شعر پر پہنچے۔ ع

فمبلغ العلم انہ بشر پڑھا۔ ذہن اٹک گیا۔ دوسرا مصرعہ ذہن نہیں آتا۔ تو آپ نے فرمایا
تل یا امام اس کے ساتھ یہ مصرعہ ملا دو۔ وانہ خیر خلق اللہ کلہم = قرآن پاک میں
ارشاد ہے۔ وما علمنہ الشعر آپ شاعر نہیں۔ لیکن جہاں غلام کا ذہن رک جائے۔ وہاں رہنمائی
فرما دیتے ہیں۔ آپ اوصاف خداوندی کے مظہر ہیں۔ "مصطفیٰ آئینہ ذات خدا منعکس دروے
ہمہ خوئے خدا" ۔ حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام کا ذکر کرو اور
آپ پر درود بھیجو۔ تو ایسے رہو۔ کہ گویا۔ آپ حالت حیات میں تمہارے سامنے موجود ہیں۔ اور تمہیں
دیکھتے ہیں۔ اور تمہارے کلام کو سنتے ہیں۔ زیرا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم متصف است بصفات الہیہ۔
ویکے از صفات الہی آنست کہ انا جلیس من ذکرنی۔ یعنی جب خدا کو یاد کرو۔ تو خدا موجود
ہوتا ہے۔ مصطفیٰ پر درود پڑھو۔ تو آپ موجود ہوتے ہیں۔ آپ ذات میں بے مثل ہیں۔ افعال میں
عبادات میں بے مثل ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ مجھ سے بیان کیا
گیا۔ آپ نے فرمایا۔ آدمی کا بیٹھ کر نماز پڑھنا۔ نصف نماز کا ثواب۔ فرماتے ہیں میں آپ کی بارگاہ
میں حاضر ہوا۔ تو فوجدتہ یصلی جالسا۔ جب آپ فارغ ہوئے۔ تو میں نے عرض کیا۔ کہ آپ
نے فرمایا ہے۔ کہ بیٹھ کر نماز پڑھنا۔ نصف ثواب تو آپ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ قال اجل ولکنی
لست کاحد منکم = کہ بات تو یہی ہے۔ لیکن میں تم میں سے کسی کی مثل نہیں۔ اس کی شرح میں حضرت
شیخ فرماتے ہیں۔ کہ یہ امت کا حکم ہے۔ میں اس سے مستثنیٰ ہوں۔ میں بیٹھ کر پڑھوں۔ تو بھی
مجھے پورا ثواب ہے۔ شیخ کا عقیدہ دیکھیے۔ گویا آپ نے فرمایا۔ فلا تقیسونی علی احد ولا
تقیسوا احدا علی = نہ مجھ کو کسی پر قیاس کرو۔ اور نہ ہی کسی کو مجھ پر قیاس کرو۔ میں بیان
کر رہا تھا۔ کہ آپ کی بشریت بشری کثافتوں اور نجاستوں سے پاک تھی۔ صاحب قصیدہ بردہ
فرماتے ہیں۔ ابان مولدہ عن طیب عنصرہ۔ یا طیب مبتدا منہ و مختتم۔
کہ آپ کی زمان ولادت نے آپ کے عنصر کی طہارت کو ظاہر کر دیا۔ سبحان اللہ آپ کیسے پاکیزہ ہیں۔
اول بھی ہیں۔ اور آخر بھی۔ آپ کی پیدائش اور دنیا میں جلوہ گری عام بچوں کی پیدائش سے
مختلف تھی۔ آپ کی پیدائش انوار ضیاء میں ہوئی۔ چنانچہ حضرت آمنہ فرماتی ہیں۔ ولدتہ نظیفا
ما بہ قذر میں نے آپ کو پاک وصاف جنا۔ آپ کے وجود پاک پر کسی قسم کی نجاست نہیں تھی۔

اس کے متعلق حضرت صفیہ رضہ فرماتی ہیں جسکو شیخ زادہ نے شرح عقیدہ بردہ شریف میں روایت کیا ہے۔

-۵-

۹-۸-۲۰۰۶

۵۔ اللہ کی نعمت اور شکر

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ واما بنعمۃ ربک فحدث = آیت ھذا میں اللہ تعالیٰ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے۔ کہ اپنے رب کی نعمت کو بیان کرو۔ اس کا چرچا کرو۔ ثابت ہوا۔ کہ ہر نعمت پر شکر واجب ہے۔ اور نعمت پر شکر کرنے کی حقیقت یہ ہے کہ نعمت کو منعم کی رضا میں استعمال کرنا۔ مال کی نعمت کا شکر مال کو اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات کرنا۔ بدن کی نعمت کا شکر واجبات کا ادا کرنا۔ اور معاصی سے اجتناب علم و عرفان کی نعمت کا شکر تعلیم وارشاد اور نعمت کا بیان بھی شکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام کائنات پر جس قدر انعامات فرمائے انکی حدود نہایت نہیں جہاں تک انسانی عقل کی رسائی نہیں۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف صاحب بردہ شریف یوں بیان فرماتے ہیں۔ ۵ فَإِنَّ فَضْلَ رَسُولِ اللّٰهِ لَيْسَ لَهُ حَدٌّ فَيُعْرِبَ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَمِ ۵ پس بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کو کوئی حد نہیں کہ بولنے والا اپنی زبان سے آپ کی فضیلت بیان کر سکے — نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امر الٰہی سے کچھ مخصوص نعمتوں کو وحی کے سامنے بیان فرمایا۔ منجملہ ان میں سے یہ ہے۔ کہ آپ نے فرمایا ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَبِيَدِي لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَبِيٍّ يَوْمَئِذٍ آدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ إِلَّا تَحْتَ لِوَائِي وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ - الشفاء جلد اول ص ۱۲۸۔ حدیث کی ابتداء میں۔ مشکوٰۃ $\frac{۵۵۱۲}{۲۱}$ جلد ۳ آپ نے فرمایا۔ کہ میں جب قیامت کا دن ہوگا۔ تو آدم علیہ السلام کی ساری اولاد آدم کا سردار ہونگا۔ حالانکہ دنیا میں بھی آپ کی سیادت مسلمہ ہے آدم علیہ السلام کا ذکر اس لئے کہ آپ پدر اولاد ہونے کی حیثیت سے۔ اگرچہ اولادِ آدم میں شمار ہیں لیکن فضائل و کمالات مقام قرب کے اعتبار سے آپ آدم علیہ السلام سے بھی فوقیت رکھتے ہیں۔ جس باپ کی اولاد کمالات کی حامل ہو۔ فخر کا موجب ہے۔ وہ اس والد کے لئے بھی۔ ابھی آپ پیدا نہیں ہوئے

تو آپ کے کمالات اس وقت بھی مسلّمہ تھے۔ روایت میں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جب عرش اعظم کو پیدا
کیا۔ تو اس پر نور سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا۔ جب آدم علیہ السلام جنت سے تشریف لائے
رَأَى عَلَى سَاقِ الْعَرْشِ وَعَلَى كُلِّ مَوْضِعٍ فِي الْجَنَّةِ مَكْتُوْبًا اِسْمَ مُحَمَّدٍ مَقْرُوْنًا بِاسْمِ
اللّٰهِ وَلَدُكَ الَّذِيْ لَوْلَاهُ مَا خَلَقْتُكَ بِحُرْمَةِ هٰذَا الْوَلَدِ اِرْحَمْ هٰذَا الْوَالِدَ لَوْ تَشَفَّعْتَ
اِلَيْنَا بِمُحَمَّدٍ فِيْ اَهْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاُشَفِّعْنَكَ = حضرت آدم علیہ السلام نے
عرش کے ستونوں پر اور جنت میں ہر جگہ پر اسم محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی کے ساتھ ملا ہوا لکھا
ہوا دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ آپ کا وہ بیٹا ہے۔ اگر وہ نہ ہوتے۔ تو میں تمہیں پیدا ہی نہ کرتا یا اللہ
اس بیٹے کے طفیل۔ اس والد پر رحم فرما۔ اے آدم اگر تو میری بارگاہ میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کے طفیل یا وسیلے سے آسمان و زمین والوں کے متعلق شفارش کرتا۔ تو ہم تیری
سفارش قبول کرتے۔ معلوم ہوا۔ وجود آدم علیہ السلام وجود حبیب کریم صلی اللہ علیہ
وسلم پر موقوف ہے۔ گویا۔ اگر آپ نہ ہوتے۔ تو آدم نہ ہوتے۔ آدم نہ ہوتے۔ تو ہم نہ ہوتے۔ یہ ساری
بہاریں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا صدقہ ہیں۔ اسی کے مطابق اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ نے فرمایا۔

[زمین و زماں تمہارے لئے۔ مکین و مکاں تمہارے لئے۔ چنیں و چناں تمہارے لئے۔ بنے دو جہاں تمہارے لئے۔
دہن میں زباں تمہارے لئے۔ بدن میں ہے جاں تمہارے لئے۔ ہم آئے یہاں تمہارے لئے۔ اٹھے بھی وہاں تمہارے لئے۔]

یہی حکمت معلوم ہوئی۔ (واللہ اعلم) کہ جب اللہ تعالیٰ قیامت قائم فرمائے گا۔ تمام انبیاء و رسل علیہم السلام
صحابہ کرام اولیاء ساری مخلوق وہاں جمع ہوگی۔ تو وہاں آپ کی محبوبیت کا ظہور اتم ہوگا۔ جیسا اسی
سابقہ حدیث میں۔ ما من نبی یومئذ آدم فمن سواہ الا تحت لوائی الحمد کے نیچے سب ہوں گے۔
سارے آپ کی تعریف کریں گے۔ اور آپ محمد ہوں گے۔ امام اہلسنت فرماتے ہیں۔ ع

صبا وہ چلے کہ باغ پھلے وہ پھول کھلے کہ دن ہو بھلے۔ لوا کے تلے ثنا میں کھلے رضا کی زباں تمہارے لیے۔

اور یہ نور گرامی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت میں رکھا۔ جہاں یہ نور گرامی رہا۔ تو انبیاء علیہم
السلام اس نور سے برکتیں حاصل کرتے رہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ وَرَدْتَ نَارَ الْخَلِيْلِ مُكْتَتِمًا
فِيْ صُلْبِهٖ اَنْتَ كَيْفَ يَحْتَرِقُ۔ اور یہی نور گرامی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے شکم گرامی سے بشریت محمدی ﷺ میں
جلوہ گر ہوا۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم)

9-8-2006

۰۶ ـ شانِ ولائیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ھم یحزنون ــــ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے جملہ کائنات کو انسان کیلئے پیدا فرمایا۔ یہ انسان کیلئے بڑے شرف کا موجب ہے۔ پھر ان میں سے حضراتِ انبیاء و مرسلین کا انتخاب فرمایا۔ ذاتِ الوہیت کے بعد مقام نبوت و رسالت ہے۔ پھر انسانوں میں سے جن خوش نصیب افراد کو کمالِ ایمان کے بعد غایت درجہ کا تقویٰ نصیب ہوا۔ ان کو شرعی اصطلاح میں اولیاء سے موسوم کیا گیا ہے۔ ان کی فضیلت یہ ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے خبردار اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے۔ اور نہ غم ــ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ ان کو قیامت کے دن خوف و غم کا نہ ہونے کی وجہ یہ ہے۔ کہ بعض عارفین نے کہا۔ کہ ولائیت قرب سے عبارت ہے۔ فولی اللہ تعالیٰ ھو الذی یکون فی غایۃ القرب من اللہ تعالیٰ اور اسے اللہ تعالیٰ کی معرفت میں استغراق اس حیثیت سے ہوتا ہے۔ کہ اس کے قلب میں اللہ کے ماسوا اسے کوئی چیز نہیں کھٹکتی۔ کسی چیز کا خوف و حزن شعور سے ہوتا ہے۔ تو جب ولی کامل اللہ کے نور جلال میں مستغرق ہوتا ہے۔ تو اللہ کے ماسوا سے غافل ہوتا ہے۔ تو اسے خوف کیسے ہو سکتا ہے۔ اس کی تائید حدیث شریف سے ہوتی ہے۔ ـــــ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کے نیک بندوں میں سے ایسے لوگ بھی ہیں۔ جو نہ نبی ہیں۔ نہ شہید لیکن قیامت کے دن قرب الٰہی کی وجہ سے انبیاء اور شہدا ان پر رشک کریں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بتائیے وہ کون ہیں۔ تاکہ ہم ان سے محبت کریں۔ فرمایا وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کیلئے آپس میں محبت کرتے ہیں۔ نہ ان میں کوئی رشتہ ہے نہ مالی منفعت بخدا ان کے چہرے سراپا نور ہوں گے۔ اور نور کے ممبروں پر انہیں بٹھایا جائیگا۔ ــ لَا یَخَافُوْنَ اِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا یَحْزَنُوْنَ اِذَا حَزِنَ النَّاسُ وَقَرَأَ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ ـــــ مشکوٰۃ حدیث ۴۷۹۱/۹ کتاب الآداب شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ اولیاء کی یہ صفت ہوگی۔ کہ ان کو کوئی خوف و حزن تشویش تردد نہ ہوگا۔ وہ امین فارغ البال ہوں گے۔ دوسرے انسانوں کو اپنی جان کا غم ہوگا۔ انبیاء علیہم السلام کو فکر امت ہوگا۔ اور جہاں تک اولیاء کا تعلق ہے۔ تو وہ اپنے مریدین کو بارگاہ حبیب کبریا تک پہنچ کر بے غم ہو جائیں گے۔ کہ اب خدا جانے یا مصطفیٰ جانے۔ اس لیے جب مریدین

پیرو مرشد کے دست بیعت ہوتے تو یکے بعد دیگرے یہ سلسلہ امام کائنات علیہ السلام پر منتہی ہوتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے

اس امت کے ہاتھ ہیں اولیاء کے ہاتھ میں   اولیاء کے ہاتھ ہیں غوث الوریٰ کے ہاتھ میں۔

جہاں تک محبوب کا تعلق ہے۔ آپ سے حبیب کا وعدہ ہو چکا۔ قیامت کے ہولناک وقت میں جب کوئی پرسان حال نہ ہوگا۔ اور کوئی لب کشائی نہیں کریگا۔ قرآن رب العزت کا ہے۔ یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ۝ نبا ۳۸/۳۰ صحابہ نے عرض کیا کہ آقا کوئی بھی نہ بول سکے گا۔ تو آپ نے فرمایا۔ حضرت انس ترمذی میں آپ نے فرمایا۔ اَنَا اَوَّلُ النَّاسِ خُرُوْجًا اِذَا بُعِثُوْا وَاَنَا قَائِدُهُمْ اِذَا وَفَدُوْا وَاَنَا خَطِيْبُهُمْ اِذَا اَنْصَتُوْا ۔ مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین حدیث ۵۵۱۶/۲۵ یعنی جب سب خاموش ہوں گے۔ تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کا خطبہ میں پڑھوں گا۔ اس کی شرح میں امام علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ فیکون لی قدرۃ علی الکلام فی ذلک المقام دون سائر الانام مرقاۃ ۱۱/۴۳ قیامت کے دن آپ کی محبوبیت کا ظہور اتم ہوگا۔ رب کریم سب مخلوق کو خاموش کر دیگا۔ کہ اے مخلوق سب خاموش ہو جاؤ۔ محبوب میری حمد وثنا کا خطبہ پڑھ رہے ہیں۔ تم بھی سنو اور میں بھی سنتا ہوں۔ جب آپ اللہ تعالیٰ کی تعریف کریں گے۔ تو آپ احمد ہوں گے۔ خدا محمود ہوگا۔ جب آپ مقام محمود میں جلوہ گر ہوں گے۔ تو خالق ومخلوق آپ کی تعریف کرکے حامد ہوں گے اور آپ محمد ہوں گے۔ لہٰذا تمام مومنین کی شفاعت منتہا آپ ہی ہوں گے اللہ تعالیٰ آپ کو راضی کریگا۔ اسی طرح درجہ بدرجہ اولیاء کو بھی راضی کریگا۔ اس لیئے مرید ہونا نسبت ہونا کامیابی کے لیئے مفید ہے۔ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کا لوگوں کو زیادہ مرید کرنے کا واقعہ اور اس میں حکمت اخبار الاخیار میں ہے۔

۳۱-۰۸-۲۰۰۶

سید کا مقام

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ انا نحن نحی الموتی ونکتب ما قدموا ـــ یٰسین = اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں اصول ثلاثہ یعنی توحید رسالت۔ اور حشر کا ذکر اکثر مقامات پر بیان فرمایا ہے۔ اور انہی اصول ثلاثہ کو حصول ایمان میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ مقصد یہ ہے کہ تمام اصول شریعت کا مبداء ومصدر ذات الوہیت ہے۔ اور اصل رسالت بلا واسطہ بارگاہ ربوبیت میں فیضان شریف

حاصل کرکے اپنی امت کو تبلیغ فرماتے ہیں۔ کیونکہ یہ دنیا دار التکلیف ہے۔ دار العمل ہے۔ اس میں
انسان شرعی احکام کا مکلف ہے۔ ان احکام کی مشروعیت کا تقاضا یہ ہے۔ کہ دار العمل کے بعد
دار الجزاء ہو۔ تاکہ اعمال خیر و شر میں جزا و سزا مل سکے۔ اس لیے فرمایا۔ انا نحن نحیی الموتیٰ —
ہم ہی ~~مکلف~~ قیامت کے دن مردوں کو زندہ کریں گے۔ اور پھر فرمایا نکتب ما قدموا — انسان
کے تمام اعمال سے اللہ تعالیٰ با خبر ہے۔ لفظ آثارھم میں دو قول ہیں۔ اول یہ کہ اس سے مراد
آثار حسنہ۔ علم سکھانا کتاب تصنیف کی۔ جانا فی سبیل اللہ کوئی چیز وقف کرنا۔ اچھا
طریقہ رائج کرنا۔ یا برا طریقہ رائج کرنا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ
سُنَّۃً حَسَنَۃً فَعُمِلَ بِھَا بَعْدَہٗ کُتِبَ لَہٗ مِثْلُ اَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِھَا وَلَا یَنْقُصُ مِنْ اُجُوْرِھِمْ
شَیْئٌ وَمَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃً سَیِّئَۃً فَعُمِلَ بِھَا بَعْدَہٗ کُتِبَ عَلَیْہِ مِثْلُ
وِزْرِ مَنْ عَمِلَ بِھَا وَلَا یَنْقُصُ مِنْ اَوْزَارِھِمْ شَیْئٌ شرح مسلم ص ۳۴۱ اور
ایک قوم نے کہا۔ آثارھم سے مراد مسجد کی طرف ان کے قدم یہ بھی نامہ اعمال میں لکھے
جاتے ہیں۔ اللہ رب العزت ان قدموں سے بھی باخبر ہے۔ حضرت قتادہ رض فرماتے ہیں: اے
انسان تیرے وہ قدم جن کو ہوا مٹا دیتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ان سے باخبر ہے۔ تو دوسرے
اعمال بطریق اولیٰ علم الٰہی میں ہیں۔ تو اے انسان کوشش کر تیرے قدم نیکی کی طرف اٹھیں
نہ کہ برائی کی طرف۔ وہ قدم بڑے بابرکت ہیں۔ جو مساجد کی طرف اٹھیں۔ ابی موسیٰ اشعری رض
روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَعْظَمُ النَّاسِ اَجْرًا فِی الصَّلٰوۃِ
اَبْعَدُھُمْ فَاَبْعَدُھُمْ مَمْشًی وَالَّذِیْ یَنْتَظِرُ الصَّلٰوۃَ حَتّٰی یُصَلِّیَھَا مَعَ الْاِمَامِ اَعْظَمُ
اَجْرًا مِنَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ ثُمَّ یَنَامُ مشکوٰۃ (باب المساجد) دوسری حدیث جابر رض
سے روایت ہے۔ مسجد کے گرد مکان خالی ہو گئے۔ بنو سلمہ قبیلہ نے جن کے گھر مسجد نبوی سے
دور تھے۔ قریب آنے کا ارادہ کیا۔ آپ نے فرمایا۔ تم مسجد کے قریب آنے کا ارادہ کرتے ہو۔ عرض کی ہاں
آپ نے ارشاد فرمایا۔ یَا بَنِیْ سَلِمَۃَ دِیَارَکُمْ تُکْتَبْ اٰثَارُکُمْ دِیَارَکُمْ تُکْتَبْ اٰثَارُکُمْ —
پہلی حدیث سے ثابت ہوا۔ نماز کا انتظار کرنا۔ امام کے ساتھ۔ یا جماعت نماز پڑھنا۔ منفرد
طور پر پڑھنے سے اجر و ثواب میں بہت بڑی ہے۔ اسی لیے فرمایا اعظم اجرًا۔ دوسری حدیث

میں آپ نے ارشاد فرمایا۔ اپنے گھروں میں رہو۔ کیونکہ جتنے قدم چل کر آؤ گے۔ زیادہ ثواب نامہ اعمال میں درج ہو گا۔ امام طیبیؒ فرماتے ہیں۔ بنو سلمہ انصار کا قبیلہ تھا۔ ان کے گھر مسجد سے دور تھے۔ رات کی تاریکی۔ موسم برسات کے وقت شدید سردی کے وقت انہیں مشقت ہوتی باوجود اس کے ساری مشقتیں برداشت کر کے مسجد میں آ کر نماز ادا فرماتے۔ رضائے الہی رضائے نبی علیہ السلام کی خاطر مسجد کو آباد کرتے۔ انہوں نے اس لئے مسجد کے قریب آنا چاہا۔ آپ نے فرمایا وہیں رہو۔ جتنے قدم چلو گے ثواب زیادہ ہو گا۔ یا تکتب آثارکم کا معنی یہ ہے۔ کہ تکتب قصتکم وحبابرکم فی العبادۃ فی کتب سیر تاکہ یہ تمہارے پاکیزہ واقعات بعد میں آنے والے لوگوں کیلئے عبادت پر حرص کا سبب ہوں فِیْهِ تَنْبِیْهٌ عَلٰی اِنَّ فِی الْحَدِیْثِ مُعْجِزَةٌ لَہٗ عَلَیْهِ السَّلَام وَاِشَارَةٌ اِلٰی اِنَّ التَّکْرَارَ لَیْسَ لِلتَّاکِیْدِ بَلْ بَشَارَةٌ اِلَی الْکِتَابَتَیْنِ مرقاۃ ص ۱۹۴ اس جملہ میں اس پر تنبیہ ہے۔ کہ تحقیق حدیث شریف میں نبی علیہ السلام کا معجزہ ہے۔ اور اس طرف اشارہ ہے۔ کہ تکرار تاکید کیلئے نہیں بلکہ قدموں کے ثواب لکھنے کیلئے لکھے جانے کی طرف بشارت ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مساجد کا شوق تھا۔ مسجدوں کو آباد کرتے تھے۔ یہی پاکیزہ کردار حضرات صوفیائے کرام کا تھا۔ کہ ان کے تمام لمحات ذکر و فکر میں گزرتے تھے۔ چنانچہ الشیخ صوفی بلانی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ اخبار الاخیار میں مذکور ہے۔ جس میں آپ کا مسجد سے متصل ہونا مرقوم ہے۔ نیز ایک آقا اور غلام کا واقعہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ باب المساجد میں مرقاۃ میں بیان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہم گنہگاروں کو مسجدیں آباد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور خاتمہ بالخیر فرمائے۔ بجاہ حبیبہ صلی اللہ علیہ وسلم

(دستخط)
۲۰۰۶-۸-۳۱

۸ — شانِ ہجرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؛ یا عبادی الذین امنوا ان ارضی واسعۃ — عنکبوت ۵۹

آیت ھذا سے قبل اللہ رب العزت نے مشرکین کا حال علیحدہ بیان فرمایا۔ اور اہل کتاب کا حال بھی۔ پھر ان دونوں کو انداز تخویف میں جمع فرما کر ان کو اہل نار قرار دیا۔ تو اس وجہ سے کفار کے بغض و عناد اور شر و فساد میں مزید اضافہ ہوا۔ تو انہوں نے مومنین کاملین کی ایذا رسانی میں سعی کی اور انہیں عبادات سے حتی الامکان روکا۔ تو اللہ رب العزت نے مومنین کو مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا۔

یا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ——— ارشاد رب العزت ہے۔ کہ اگر مقام میں عبادت کرنا تم پر دشوار اور مشکل ہے۔ تو میرا حکم یہ ہے۔ فھاجروا ولا تترکوا عبادتی بحال۔ عبادت ایسی ضروری ہے۔ کہ عبادت عبدیت کا تقاضا ہے۔ اس لیے امام راغب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اَلْعُبُوْدِیَّۃُ اِظْهَارُ التَّذَلُّلِ وَالْعِبَادَۃُ اَبْلَغُ مِنْهَا لِاَنَّهَا غَایَۃُ التَّذَلُّلِ۔ عبودیت سے مراد تذلل کا اور عاجزی کا اظہار ہے۔ اور عبادت عبودیت سے اظہار تذلل زیادہ مؤثر ہے۔ کیونکہ عبادت انتہائی عاجزی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ (یوسف) ۴۰ عبدیت کا تقاضا یہ ہے۔ کہ عبد کی پیشانی بارگاہِ الوہیت میں جھکتی رہے۔ اور اس کے وجود سے عجز کا اظہار ہوتا رہے۔ کیونکہ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو بلند درجہ عطا فرماتا ہے۔ بلندی کا حصول عجز پر موقوف ہے۔ لہذا عبد مومن رضائے الہی کی خاطر وطن اہل وعیال چھوڑ دے۔ وہاں جائے جہاں اطمینان سے عبادت ہو سکے۔ امام رازی فرماتے ہیں۔ وَبِهٰذَا نَعْلَمُ اَنَّ الْجُلُوْسَ فِیْ دَارِ الْحَرْبِ حَرَامٌ وَالْخُرُوْجَ مِنْهَا وَاجِبٌ اور اس سے معلوم ہوا۔ کہ دار الحرب میں بیٹھ رہنا حرام ہے۔ اور ایسے دار الحرب سے نکلنا واجب ہے۔ یہاں امام رازی فرماتے ہیں۔ کہ یہاں خطاب مومنین کو ہے۔ باوجودیکہ کافر بھی لفظ عبادی میں شامل ہیں۔ تو وہ فرماتے ہیں۔ کہ کافر لفظ عبادی میں داخل نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے۔ کہ جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے عبادی فرمایا۔ ان پر شیطان کا تسلط نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان اور کافر پر تو شیطان ہر وقت مسلط رہتا ہے۔ جب یہ بات ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے قول یا عبادی میں داخل نہیں۔ نیز اس نے خود اس چیز کا اقرار کیا ہے۔ کہ جب اس نے خلیفۃ اللہ فی الارض حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تو ملعون ہوا۔ تو اس نے مہلت مانگی۔ پھر اس نے کہا۔ لا اغوینھم اجمعین الا عبادک منھم المخلصین (ص) اس نے کہا۔ جب میں حضرت علیہ السلام کی بے ادبی کی وجہ سے ملعون ہوا ہوں۔ تو ان کی تمام ذریت کو گمراہ کروں گا۔ لیکن ان میں جو عباد مخلصین ہوں گے۔ ان کو میں گمراہ نہیں کر سکتا۔ صاحب تفسیر کبیر فرماتے ہیں۔ فَعُلِمَ اَنَّ الْمُکَلَّفَ اِذَا کَانَ عَبْدًا لِلّٰهِ یَکُوْنُ اَعْلٰی دَرَجَۃً۔ پس معلوم ہوا کہ تحقیق جس وقت مکلف اللہ تعالیٰ کا بندہ ہو جائے۔ تو وہ اعلیٰ درجہ پر فائز ہو جاتا ہے

ایسا اعلیٰ درجہ کہ شیطان اس پر قابو نہیں پا سکتا ۔ غالب نہیں آسکتا ۔ مسلط نہیں ہو سکتا ۔
میں کہتا ہوں ۔ جب شیطان عالم عباد کاملین پر مسلط نہیں ہو سکتا ۔ تو جو اللہ تعالیٰ کے محبوب
عبدہٗ ہیں ۔ ان کے قریب شیطان کیسے آسکتا ہے ۔ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔ ؎

؎ عبد دیگر عبدہٗ چیزے دیگر ایں سراپا انتظار او منتظر = آپ کامل فی العبدیت ہیں ۔

آپ کا مقام اللہ کی بارگاہ میں بہت بلند ہے ۔ لہٰذا اس کامل عبدیت کا تقاضا یہ ہے کہ تمام جن و
انس پر آپ کا حکم نافذ ہے ۔ چنانچہ بخاری شریف میں حدیث ہے ۔ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی
روایت کرتے ہیں ۔ فرمایا ایک سرکش جن گذشتہ شب میرے سامنے آیا ۔ تاکہ میری نماز فاسد کر دے
مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قابو دے دیا ۔ میں نے چاہا ۔ فَاَخَذْتُہٗ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَرْبِطَہٗ عَلٰی
سَارِیَۃٍ مِّنْ سَوَارِی الْمَسْجِدِ حَتّٰی تَنْظُرُوْا اِلَیْہِ کُلُّکُمْ فَذَکَرْتُ دَعْوَۃَ اَخِیْ سُلَیْمَانَ
رَبِّ ھَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ = کہ میں اس کو پکڑ کر سوچا ۔ کہ اس کو مسجد کے
ایک ستون سے باندھ دوں ۔ تاکہ صبح کو تم لوگ اس کو دیکھ لو ۔ اس وقت مجھے اپنے بھائی سلیمان
کی دعا یاد آئی ۔ خداوندا مجھے ایسا ملک عطا فرما ۔ جو میرے بعد میرے علاوہ کسی اور کو نہ ملے ۔ پس میں
نے اس کو ذلیل کر کے چھوڑ دیا ۔ مشکوٰۃ باب فی عمل الصلوٰۃ ص ۲۱۰ اس جملہ سے معلوم ہوا ۔ کہ آپ
نے اس پر قابو پالیا ۔ اور غالب آگئے ۔ لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کے پیش نظر نہیں
باندھا ۔ قوت تھی ۔ لیکن عمل میں نہیں لائے ۔ اس حدیث کی شرح میں شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے
ہیں ۔ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا ملکًا سے مراد جن و انس کی تسخیر تھی ۔ اور ان میں
تصرف کرنا ۔ جب حضرت سلیمان کا مقصود اس دعا سے اس تسخیر کو اپنے ساتھ مخصوص کرنا
تھا ۔ تو امام کائنات علیہ السلام نے اس سرکش جن میں تصرف کا اظہار نہیں کیا ۔ ورنہ بالقوۃ نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سلطنت تصرف و قوت اس سے کہیں زیادہ تھی ۔ حضرت ملا علی قاری رح
فرماتے ہیں ۔ یہ تو امام کائنات علیہ السلام کی شان ہے ۔ آپ کا تو کیا کہنا ۔ بلکہ آپ کے غلاموں نے شیطان
پر قابو پالیا ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے شیطان پر قابو پالیا ۔ صاحب تفسیر مظہری رح اس آیت کے تحت
فرماتے ہیں ۔ کہ آپ کا حکم تو جن و انس بلکہ نباتات و جمادات پر نافذ جاری ہے ۔ اس کی دلیل میں فرماتے
ہیں ۔ کہ جَاءَتْ لِدَعْوَتِہٖ الْاَشْجَارُ سَاجِدَۃً وَّ تَمْشِیْ = اللہ تعالیٰ ہم گنہگاروں کو اپنے حبیب کی اطاعت نصیب فرمائے

۹۔ معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵ علمہ شدید القویٰ ـــــــ قاب قوسین او ادنیٰ (نجم ۲۷) انہیں سکھایا سخت قوتوں والے نے پھر اس نے جلوہ قصد فرمایا۔ اور وہ آسمان بریں کے سب سے بلند کنارہ پر تھا۔ پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا۔ پھر خوب اتر آیا۔ تو اس جلوہ اور محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ تھا۔ ان آیات مبارکہ میں حضور علیہ السلام کے معراج جسمانی کا ذکر ہے۔ لفظ معراج عروج سے ہے آپ کو بلندیوں کی طرف اٹھایا گیا۔ اس لیئے احادیث مبارکہ میں بھی عرج استعمال ہوا ہے۔ لفظ علمہ شدید القویٰ سے تمام مفسرین نے علمہ کا فاعل جبرائیل علیہ السلام کو مراد لیا ہے۔ اور شدید القویٰ اور ذو مرۃ میں جبرئیل علیہ السلام کی طاقت کا ذکر ہے۔ لیکن کچھ مفسرین مثلاً امام رازی اور صاحب تفسیر مظہری نے علمہ شدید القویٰ سے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی ذات مراد لیا ہے۔ جیسے فرمایا۔ وَالْمُرَادُ بِہٖ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ الْقَوِیُّ الْمَتِیْنُ وَھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی اس جملہ سے نبی اکرم ؐ کے کمال رفعت اور علو مرتبت کا بیان ہے۔ یعنی جس وقت آپکی طرف وحی کی گئی تو آپ اپنی استعداد کی کمال رفعت اور علو مرتبت میں تھے۔ افق سے مراد کنارہ ہے۔ جو کہ دائرہ امکان کے منتہیٰ پر تھا اور اس کے ماوراء دائرہ وجوب ہے۔ جہاں سالک کے لیئے سیر قدم متصور نہیں۔ فَقَدْ وَصَلْتَ اِلٰی مَنْزِلَۃٍ لَمْ یَطْلُبْ تِلْکَ الْمَنْزِلَۃَ اَحَدٌ غَیْرُکَ لِاَنَّہٗ مُمْتَنِعٌ فِیْ حَقِّ غَیْرِکَ یعنی آپ ایسے مقام منزلت پر پہنچے کہ آپ کے سوا کوئی اس منزلت کو طلب نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہ منزلت آپ کے غیر کے حق میں ممتنع ہے محال ہے۔ حدیث شریف سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ جو کہ صحیحین میں ہے۔ آپ نے صحابہ کرام کے سامنے سفر معراج ذکر فرمایا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ میں نے آسمان اول پر حضرت آدم علیہ السلام دوسرے پر حضرت یحییٰ وعیسیٰ علیہما السلام تیسرے پر حضرت یوسف علیہ السلام۔ چوتھے پر حضرت ادریس علیہ السلام۔ پانچویں پر حضرت ہارون علیہ السلام۔ چھٹے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ اس سے ماوراء سدرۃ المنتہیٰ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ ثُمَّ عُرِجَ بِیْ حَتّٰی ظَھَرْتُ لِمُسْتَوًی اَسْمَعُ فِیْہِ صَرِیْفَ الْاَقْلَامِ۔ مشکوٰۃ باب فی المعراج ص ۱۶۲/۳ آپ نے فرمایا۔ پھر مجھے چڑھائے گئے یہاں تک کہ میں ایک ایسے بلند مقام میں پہنچا۔ جہاں فرشتوں کے قلموں کی کشش کی آوازیں میں نے سنی سبحان اللہ ایسی بلندی رب کائنات نے اپنے حبیب ؐ کو عطا فرمائی۔ اس وقت شب معراج۔

ساری کائنات آپ کے قدموں کے نیچے تھی۔ ساری کائنات نیچے آپ سب سے بلند تھے۔ جو بلندی
پر کھڑا ہوتا۔ تو نیچے کی تمام اشیاء اس کے پیش نظر ہوتی ہیں۔ امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ
فرماتے ہیں۔ معنی یہ ہے۔ کہ میں ایسے مقام پر کھڑا ہوا۔ اور اس میں میں ایسے رفعت محل میں پہنچا
کہ میں نے کائنات پر اطلاع پائی۔ شارح فرماتے ہیں۔ و هذا والله هو المنتهى الذى لا تقدم
فيه لاحد عليه مرقاة جلد ۱۱ ص ۱۵۴ اسی لیئے امام اہلسنت احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

؏ سر عرش پر ہے تیری گذر دل فرش پر ہے تیری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شئے نہیں وہ جو تجھ پر عیاں نہیں۔

اور صاحب قصیدہ بردہ شریف شب معراج آپ کی رفعت محل کے بارے میں فرماتے ہیں۔ ؏

؏ وَبِتَّ تَرْقىٰ اِلىٰ اَنْ نِلْتَ مَنْزِلَةً مِنْ قَابَ قَوْسَيْنِ لَمْ تُدْرَكْ وَلَمْ تُرَمِ۔

آپ رات ہی رات میں اوپر کی طرف پرواز کرتے گئے۔ یہاں تک کہ قاب قوسین کا بلند مقام پالیا + جہاں آج تک نہ کوئی پہنچا ہے۔ اور نہ پہنچے گا۔ ؏ یعنی آپ شب معراج ترقی کرتے گئے۔ تو آپ اس مقام پر پہنچے جسے قاب قوسین او ادنیٰ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ وہ مقام ایسا ہے۔ کہ لم تدرک ولم ترم نہ تو اس کا ادراک کیا جاسکتا ہے۔ اور نہ طلب کیا جاسکتا ہے۔ یعنی اور کوئی انبیاء ہوں یا رسل اس مقام کو طلب کریں تو نہ ملے۔ اور حبیب کی شان یہ ہے۔ کہ آپ اُم ہانی کے گھر آرام فرما ہوں۔ تو اس مقام پر پہنچنے کیلئے پیغام آجائے۔ ؏ تبارک اللہ یہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی = امام خرپوتی رح اس شعر کے تحت فرماتے ہیں۔ جب آپ مقام قاب قوسین میں پہنچے تو عرض کی مولا میری امت کیساتھ تو کیا معاملہ کریگا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اُنْزِلُ عَلَيْهِمُ الرَّحْمَةَ وَاُبَدِّلُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَمَنْ دَعَانِیْ مِنْهُمْ لَبَّيْتُهُ وَمَنْ سَأَلَنِیْ اَعْطَيْتُهُ وَمَنْ تَوَكَّلَ عَلَىَّ كَفَيْتُهُ وَفِی الدُّنْيَا اَسْتُرُ عَلَى الْعُصَاةِ وَفِى الْآخِرَةِ اُشَفِّعُكَ فِيْهِمْ (امام خرپوتی) تو فرمایا میں ان پر رحمت نازل کروں گا۔ اور ان کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دوں گا۔ اور ان میں سے جو مجھ سے دعا کرے میں اس کو لبیک کہوں گا۔ اور جو مجھ سے سوال کریگا۔ میں اُسے عطا کردوں گا۔ اور جو مجھ پر بھروسہ کرے میں اس کو کفایت کردونگا اور دنیا میں میں گنہ گاروں پر پردہ پوشی کردونگا۔ اور آخرت میں ان کے حق میں آپ کی شفاعت قبول کردوں گا۔ ؏ عرض کی شاہ سے امت گنہ گار ہے۔ بخش دے میرے مولا۔ تو غفار ہے = (آمین)

۱۰۔ رمضان المبارک

بسم اللہ الرحمن الرحیم = یا ایھا الذین امنو کتب علیکم الصیام ـــــ تتقون بقرہ ۱۸۳ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اہل ایمان کو یہ فضیلت اور شرف عطا فرمایا ہے۔ کہ یہ دنیا میں شرعی احکامات کا مکلف ہے۔ قرآن کریم میں جہاں کسی حکم شرعی کا بیان ہے۔ تو اس کے مخاطب اہل ایمان ہوتے ہیں۔ جہاں تک روزے کا تعلق ہے۔ تو یہ بھی ارکان اسلام میں ایک اہم ترین رکن ہے۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے روزوں کی فرضیت کا ذکر بیان فرمایا۔ تو اہل ایمان کو خطاب فرمایا۔ ارشاد ہے۔ یا ایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام ـــ معلوم ہوا۔ کہ فرضیت صیام کا حکم اہل ایمان کو ہے۔ تو اس عبادت پر عمل کرکے قرب الٰہی کو حاصل کرنا۔ اہل ایمان کا حصہ ہے۔ چنانچہ اسی حقیقت کے پیش نظر امام بخاری رح نے ایک باب منعقد فرمایا۔ جس میں تحریر ہے۔ صوم رمضان احتسابا من الایمان۔ (باب الایمان) یعنی طلب ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھنا ایمان میں داخل ہے۔ روزے رکھنا دلیل ایمان ہے۔ اور رمضان شریف کے روزے رکھنا ایمانداروں کی صفت ہے۔ چنانچہ امام کائنات علیہ السلام نے جب ماہ رمضان شریف کی فضیلت بیان فرمائی تو ایمان واحتسابا کی قید ملحوظ رکھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفرلہ ما تقدم من ذنبہ دوسری حدیث پاک میں آپ نے فرمایا۔ من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفرلہ ما تقدم من ذنبہ تیسری حدیث لیلۃ القدر کی فضیلت میں ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ من یقیم لیلۃ القدر ایمانا واحتسابا غفرلہ ما تقدم من ذنبہ ان تینوں حدیثوں کے راوی ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور یہ تینوں حدیثیں بخاری شریف باب الایمان میں ہیں۔ ان تینوں حدیثوں میں آپ نے بیان فرمایا۔ کہ جو کوئی ایمان واحتسابا یعنی طلب ثواب سے روزے رکھے۔ یا قیام کرے۔ یا لیلۃ القدر میں قیام کرے۔ تو اس کا معاوضہ یہ ہے کہ اس کے پہلے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ علامہ بدرالدین فرماتے ہیں۔ اگر کہا جائے۔ کہ دو لفظ ایمان واحتسابا دوسرے لفظ سے بے نیاز کرتے ہیں۔ اس لیئے کہ جو مومن ہوتا ہے۔ وہ طلب ثواب کی نیت کرتا ہے اور طلب ثواب مومن سے ہوتا ہے۔ غیر مومن کو ثواب سے کیا غرض۔ تو آپ فرماتے ہیں۔ دونوں لفظوں کا فائدہ یہ ہے۔ کہ کسی شئے کی تصدیق کرنیوالا۔ بسا اوقات اس کو اخلاص سے نہیں۔ کرتا بلکہ ریا سے اور فعل میں مخلص بسا اوقات اس سے ثواب کی تصدیق کرنے والا نہیں ہوتا۔ عینی اول ۲۴۳ تو نبی علیہ السلام تینوں حدیثوں میں اس قید کو ملحوظ اس لیئے رکھا۔ کہ کفارہ سیئات کیلئے مصدق

بھی ہو۔ اور مستحب بھی۔ کیسی عمدہ عبادت ہے۔ کہ جو کوئی روزہ رکھے۔ قیام کرے۔ بشرطیکہ
اعتقاد اخلاص اور طلب ثواب ہے۔ تو اس کے صغیرہ گناہ سابقہ بخشے جاتے ہیں۔ اور مکفرات
اگر بالاتفاق سیئات کے مقابل پڑیں تو ان کو معاف کر دیتے ہیں۔ جس وقت صغیرہ ہوں اور
اگر کبیرہ ہوں۔ تو ان کو ہلکا کر دیتے ہیں۔ ورنہ حسنات جنت میں رفع درجات کا موجب ہوں گے
امام طیبی رح نے فرمایا۔ کہ امور ثلاثہ پر ایک ہی امر مرتب فرمایا۔ وہ ہے۔ غفران ذنوب اس
پر تنبیہ ہے۔ کہ فتوحات الہیہ کا نتیجہ ہی غفران ذنوب ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے
کھلتے ہیں۔ بندے کو قرب حق نصیب ہوتا ہے۔ تو اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
انا فتحنا لک فتحا مبینا ——— وما تاخر = امت کے لیے ماتقدم من ذنبہ اور محبوب علیہ السلام
کی شان یہ ہے۔ ماتقدم من ذنبک علامہ جلال الدین محلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ یہاں لفظ ذنب
ظاہر پر محمول نہیں ہوگا۔ یہ لفظ موول ہے۔ اس کی تاویلیں کی جائیں گی۔ اس لئے قطعی دلائل سے
انبیاء علیہم السلام کی عصمت ثابت ہے۔ اس واسطے علماء نے فرمایا۔ کہ یہاں مضاف پوشیدہ ماننے
تقدیر عبادت ہے۔ ماتقدم من ذنب امتک = سوال یہ ہے۔ کہ اگر یہاں امت کے گناہ مراد ہیں
تو ان کو آپ کی طرف کیوں منسوب کیا گیا۔ گویا سرکار فرماتے ہیں۔ کہ یہ امتی میرے ہیں۔ نیز فرمایا۔
واستغفر لذنبک وللمومنین والمومنات ان کا ذنب آپ نے اپنا ذنب قرار دیا۔ گویا اللہ تعالیٰ فرماتا
ہے۔ اے حبیب گناہ تو میں بخشوں گا۔ صرف سفارش تم کر دینا۔ کیونکہ جو آپ مانگیں گے۔ میں وہ عطا
کروں گا۔ روز حشر جب ہر دل پر خوف و ہراس طاری ہوگا۔ جلال خداوندی رح کے سامنے کسی کو دم
مارنے کی مجال نہ ہوگی۔ ساری خلق خدا آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت کلیم اللہ تک دروازہ کھٹکھٹائے گی
لیکن کہیں شنوائی نہ ہوگی۔ آخر عیسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے گی۔ ان سے شفاعت کی ملتجی ہوگی۔
آپ جواب دیں گے۔ میں خود تو آج لب کشائی کی جسارت نہیں کر سکتا۔ ہاں تمہیں ایک کریم کا
آستانہ بتاتا ہوں۔ جس پر حاضر ہونے والا کبھی نامراد واپس نہیں لوٹا ہے۔

ے میرا کریم سے اگر قطرہ کسی نے مانگا دریا بہا دیئے ہیں دُر بے بہا دیئے ہیں۔

چنانچہ سب بارگاہ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوں گے۔ اور اپنی داستان غم پیش
کریں گے۔ آپ سن کر فرمائیں گے۔ انا لہا انا لہا۔ میں تمہاری دستگیری کیلئے تیار ہوں۔ آپ کرشمہ

عظیم کے قریب سجدہ میں گر جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کریں گے۔ ادھر سے آواز آئیگی یا محمد ارفع راسک۔ اے سراپا خوبی و زیبائی اپنے سر مبارک کو اٹھاؤ۔ تمہاری سنی جائے گی۔ تم مانگتے جاؤ ہم دیتے جائیں گے۔ تم شفاعت کرو ہم قبول فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم غریبوں کو نبی اکرم کی شفاعت نصیب فرمائے۔۔

۳-۹-۲۰۰۶

ا۔ شانِ قرآن

بسم اللہ الرحمن الرحیم = شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ـــــ والفرقان = اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس آیت کریمہ میں تمام مہینوں کے مابین شہر و رمضان کی مدح اور تعریف بیان فرما رہا ہے۔ اس طرح کہ اس ذاتِ وحدہٗ لاشریک نے اس ماہ رمضان کو انزال قرآنِ عظیم کے ساتھ اختیار اور مخصوص فرمایا ہے۔ اور اس کے متعلق حدیث سے یہ ثابت ہے۔ کہ اس بابرکت مہینہ میں صرف قرآن کریم کے نزول کی تخصیص نہیں۔ بلکہ سابقہ انبیاء علیہم السلام پر نازل شدہ کتب الہیہ بھی اسی مقدس مہینہ میں نازل ہوئی ہیں۔ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ صحفِ ابراہیم علیہ السلام پہلی رمضان کو نازل ہوئے۔ تورات شریف ۶ رمضان کو نازل ہوئی انجیل شریف ۱۳ رمضان کو اور قرآن عظیم ۲۷ رمضان کو نازل ہوا۔ لیکن سابقہ کتب الہیہ اور قرآن کریم کے نزول میں فرق ہے۔ کہ صحیفے اور تورات زبور انجیل عام کتابیں انبیاء علیہم السلام پر پوری یکبارگی نازل ہوئیں۔ اور قرآن کریم یکبارگی مکمل طور پر آسمانِ دنیا میں مقامِ بیت العزۃ میں نازل ہوا۔ اور یہ نزول ماہ رمضان کی لیلۃ القدر میں ہوا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ انا انزلنہ فی لیلۃ القدر وقال انا انزلنہ فی لیلۃ المبارکہ پھر حسبِ ضرورت ۲۳ سال تک نبی علیہ السلام پر نازل ہوتا رہا۔ اور قرآن کریم کو اس طویل عرصہ میں نازل کرنے کی یہ حکمت کہ حبیب علیہ السلام سے رابطہ قائم رہے ـــــ کفار جب کبھی کوئی اعتراض کرتے تو خداوند کریم قرآن پاک کے ذریعے اس کا جواب دیتا۔ اس میں نبی علیہ السلام کی عظمت شان اور بارگاہ الوہیت میں آپ کی محبوبیت کی دلیل ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔ جب کفار نے یہ اعتراض کیا۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ج۔ كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ۳۲ فرقان مزید اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ اے حبیب یہ کفار کا

جواب میں نے دیا۔ جب بھی کفار آپ پر اعتراض کریں گے۔ تو ان کے اعتراض کا جواب میں خود
دوں گا۔ فرمایا۔ وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا ۳۳ (فرقان)
یعنی قرآن کو تدریجاً نازل فرمانے میں یہ حکمت ہے۔ کہ جب کفار حق کا معارضہ کرتے ہیں۔ تو ہم
انہیں ایسا جواب دیتے ہیں۔ جو حق اور بیان میں احسن ہوتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ أَيْ بِمَا يَلْتَمِسُونَ بِهِ عَيْبَ الْقُرْآنِ وَالرَّسُولِ
معلوم ہوا۔ کہ قرآن اور صاحب قرآن میں عیب تلاش کرنا کفار کا طریقہ ہے۔ اور قرآن کی حقانیت اور نبی ع
کی محمدیت اور آپ کو بے عیب ماننا غلاموں کا طریقہ ہے۔ جیسے خلقت مبرا من کل عیب = إِلَّا
جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ إِلَّا نَزَلَ جِبْرِيلُ مِنَ اللّٰهِ تَعَالَىٰ بِجَوَابِهِمْ = علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں
یہ کیوں تھا۔ اس لیے مَا هٰذَا إِلَّا اعْتِنَاءٌ وَكَبِيرُ شَرَفٍ لِلرَّسُولِ صلی اللہ علیہ وسلم حَيْثُ كَانَ
يَأْتِيهِ الْوَحْيُ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ صَبَاحًا وَمَسَاءً وَلَيْلًا وَنَهَارًا وَسَفَرًا وَحَضَرًا وَكُلَّ مَرَّةٍ
كَانَ يَأْتِيهِ الْمَلَكُ بِالْقُرْآنِ = اور رسول کیلئے یہ اعتنا اور کبیر شرف اس لیے ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ
بزرگ و برتر کی طرف سے صبح شام رات دن سفر و حضر میں وحی آپ کی طرف آتی تھی۔ اور ہر بار فرشتہ
قرآن کریم آپ کی بارگاہ میں لاتا تھا۔ بس یہ مقام اعلیٰ ہے۔ فَالْقُرْآنُ أَشْرَفُ كِتَابٍ أَنْزَلَهُ
اللّٰهُ مُحَمَّدٍ أَعْظَمِ نَبِيٍّ أَرْسَلَهُ اللّٰهُ تَعَالَىٰ۔ پس قرآن کریم اشرف ترین کتاب ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ
نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے۔ جو کہ اعظم عظیم ترین نبی ہیں۔ جس کو اللہ نے
رسول بنا کر بھیجا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں دونوں صفتیں جمع فرمائیں۔ آسمانوں میں پہلے
اکٹھا۔ لوح محفوظ سے بیت العزۃ میں نازل ہوا۔ پھر وہاں سے زمین کی طرف نازل ہوا۔ نیز اس میں
حکمت یہ تھی۔ کہ قرآن تھوڑا تھوڑا نازل ہوا۔ تاکہ وہ آپ کے ذہن شریف میں محفوظ ہوتا رہے۔
کیونکہ پہلی کتابیں لکھی ہوئی نازل ہوئیں۔ اور قرآن پڑھا ہوا نازل ہوا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ آپ
تو کیا۔ بلکہ آپ کے غلاموں کو آپکی بارگاہ سے حفظ قرآن کی خیرات ملی ہے۔ کہ آج الحمد للہ
لاکھوں سینوں میں قرآن محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ
أُوتُوا الْعِلْمَ (عنکبوت) لہذا یہ قرآن حفظ تلاوت تفسیر میں علماء پر آسان ہے۔ صحیح
مسلم میں حدیث ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ مُنَزِّلٌ عَلَيْكَ كِتَابًا لَا يَغْسِلُهُ الْمَاءُ

تَقْرَأُهُ نَائِمًا وَيَقْظَانًا = میں آپ پر کتاب نازل کروں گا۔ جس کو پانی دھو نہیں سکے گا جس کو آپ سوتے اور جاگتے پڑھیں گے۔ اس لیے اس امت کی صفت میں ہے۔ أَنَاجِيلُهُمْ فِي صُدُورِهِمْ ان کی کتاب ان کے سینوں میں ہوگی۔ حقیقت یہ ہے۔ وہ سینے بابرکت ہیں۔ جن میں قرآن محفوظ ہے۔ وہ زبانیں بڑی بابرکت ہیں۔ جن پر تلاوت قرآن جاری ہو۔ خدا کرے اگر خوش الحانی ہو۔ تو سعادت یہ ہے۔ کہ وہ تلاوت قرآن میں استعمال ہو۔ حدیث شریف میں ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ زینوا القرآن باصواتکم مشکوٰۃ فضائل قرآن سیدنا ومولانا قطب ربانی غوث صمدانی الشیخ عبدالقادر جیلانی فتوح الغیب میں فرمایا۔ کہ عبداللہ بن مسعودؓ ایک دن کوفہ میں ایک جگہ سے گزرے تو فساق ایک شخص کے گھر میں جمع ہو کر شراب پی رہے تھے۔ اور ان کے ساتھ ایک گانے والا تھا۔ جسے زاذان کہا جاتا تھا۔ اور وہ اچھی آواز سے ڈھولک بجا رہا تھا۔ جب عبداللہ بن مسعودؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی نے سنا تو فرمایا۔ مَا أَحْسَنَ هٰذَا الصَّوْتَ لَوْ كَانَ بِقِرَاءَةِ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى كَانَ أَحْسَنَ۔ آپ نے فرمایا۔ یہ آواز کس قدر اچھی ہے۔ اگر یہ آواز اللہ تعالیٰ کی کتاب کے پڑھنے کے ساتھ ہوتی تو اس سے بھی زیادہ اچھی ہوتی۔ جب وہ زاذان نے آواز سنی تو کہا یہ کون ہے۔ تو انہوں نے کہا۔ عبداللہ بن مسعودؓ صحابی رسول ہیں اور انہوں نے یہ جملہ کہا۔ جو پہلے مذکور ہوا۔ تو ہیبت اس کے دل میں داخل ہوگئی۔ اٹھا ڈھولک زمین پر پھینک کر توڑ ڈالا۔ پھر آپ سے جا ملا۔ رومال اپنی گردن میں ڈال کر عبداللہ کے سامنے رونا شروع کر دیا۔ پھر حضرت عبداللہؓ نے فرمایا۔ کیف لا احب من احبہ اللہ۔ کہ میں اس سے محبت کیوں نہ کروں کہ جس سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتا ہے۔ اور عبداللہ کے ساتھ رہنے لگے۔ قرآن پڑھا۔ علم کا وافر حصہ حاصل کیا۔ حَتّٰى صَارَ إِمَامًا فِي الْعِلْمِ = یہاں تک کہ وہ علم میں امام ہو گئے۔ مرقاۃ جلد ۵ ص ۹ معلوم ہوا کہ صحابی رسولؐ کی صحبت کا یہ اثر ہوا کہ علم میں کمال حاصل کیا۔ اور زیور قرآن تعلیم سے بھی آراستہ کیا۔ اس لیے ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں۔ علامۃ الصادق حُبُّ الصَّالِحِيْنَ وَالدُّنُوُّ مِنْهُمْ وَتِلَاوَةُ الْقُرْاٰنِ۔ وَفِي الْحَدِيثِ لِكُلِّ شَيْءٍ مِفْتَاحٌ وَمِفْتَاحُ الْجَنَّةِ حُبُّ الْمَسَاكِيْنِ وَالْفُقَرَاءِ۔ حب درویشاں کلید جنت است۔ دشمن ایشاں سزائے لعنت است۔ اللھم احْيِنِيْ مِسْكِيْنًا وَاَمِتْنِيْ مِسْكِيْنًا وَاحْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ اے اللہ مجھے مسکینی میں زندہ رکھ۔ اور مسکینی میں موت دے۔ اور مساکین کی جماعت میں اٹھا۔

اور حقیقت میں مسکین کس کو کہتے ہیں ۔ یہ صوفیا کی اصطلاح ہے ۔ اور اللہ والوں کی توجہ خالق کائنات کی طرف ہوتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور کے نقش قدم پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے

۱۲ ۔ شان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

۳ ۔ ۹ ۔ ۲۰۰۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء (۔ فتح) اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خود شہادت دی ۔ اور آپ کی رسالت کے ذکر کے ساتھ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً خلفاء اربعہ کا ذکر خیر فرمایا ۔ خداوند قدوس عالم الغیب ہے ۔ اسے اپنے ازلی ابدی علم سے معلوم تھا ۔ کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء ان اوصاف سے متصف ہوں گے ۔ پس اس نے اس آیت میں ان کا ذکر اس طرح بیان فرمایا ۔ کہ جس میں ان کے درجے اور صفت مختصہ کا بیان ہے ۔ محمد رسول اللہ کے ساتھ الذین معہ کا ذکر فرما کر صدیق اکبرؓ کی صفت مختصہ معیت نبوی کو بیان فرمایا ۔ بعدہٗ لفظ اشداء علی الکفار سے خدا تعالیٰ نے خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق کی صفت مختصہ شدت علی الکفار کا ذکر فرمایا ۔ پھر رحماء بینھم سے حضرت عثمان ذوالنورین کی طرف اشارہ کیا ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس صفت سے ان کو عزت بخشی پھر آخر میں تراھم رکعا سجدا کے لفظ سے علی کرم اللہ وجہہ کا ذکر فرمایا ۔ جیسا کہ مفسرین کے سرتاج عبداللہ بن عباس رضؓ نے اس آیت کی تفسیر کی ۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا ۔ کَانَ کَثِیْرُ الرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ شرح الاع ص ۱۸۴ رکوع سجود کی کثرت عبادت پر دلیل ہے ۔ آپ کا آٹھ نو برس کی عمر سے لیکر تمام عمر عبادت الٰہی میں مشغول رہنا اور بالآخر عبادت الٰہی میں ہی بقول لبعض عین سجدے کی حالت میں شہید ہونا ۔ آپ کو دربار الٰہی سے رکعاً سجداً کے خطاب عطا ہونے میں کافی دلیل ہے ۔ خود حضرت علیؓ نے بطور تحدیث نعمت بیان فرمایا ۔ کہ امت محمدیہ میں سے میرے جتنی اور کسی شخص نے عبادت الٰہی نہیں کی ۔ آپ نے فرمایا عَبَدْتُ اللّٰہَ تَعَالٰی قَبْلَ اَنْ یَعْبُدَہٗ مِنْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ تِسْعَ سِنِیْنَ ۔ کہ میں نے اس امت کے عابدوں سے سب سے پہلے نو سال اللہ کی عبادت کی ان نفوس قدسیہ کو سجدہ کی حالت میں کیسی لذت حاصل ہوتی تھی ۔ جس حالت پر زندگی گزاری ۔ اسی حالت میں شہادت واقع ہوئی ۔ دیکھئے حضرت امام حسین شہید کربلا کی شہادت

میدانِ کربلا میں ہوئی - تو حالت سجدہ میں - اور حضرت علی کی شہادت ہوئی تو سجدہ کی حالت میں - کسی نے کیا خوب کہا - کہ ایسے نہ میسر شود دین سعادت بکعبہ ولادت بہ مسجد شہادت اور بلاشبہ آپ کو مسجد سے بھی بڑا لگاؤ تھا - ایک مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا - کہ اگر مجھے جنت اور مسجد میں اختیار دیا جائے - تو بجائے جنت کے میں مسجد کو ترجیح دوں گا - یہ روایت مرقاۃ باب فضائل المسجد میں ہے - یہ ثابت ہوتا ہے - کہ بفضل تعالیٰ حضرت علی کی کوئی نماز قضا نہیں ہوئی - اگر ہوئی تو آپ نے قضا نہیں پڑھی آپ نے ادا پڑھی - چنانچہ امام طحاوی نے اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی ہو رہا ہے - اور آپ کا سر علی کی گود میں تھا - فَلَمْ يُصَلِّ الْعَصْرَ حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَصَلَّيْتَ يَا عَلِيُّ قَالَ لَا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ كَانَ فِيْ طَاعَتِكَ وَطَاعَةِ رَسُوْلِكَ فَارْدُدْ عَلَيْهِ الشَّمْسَ / حضرت علی رض نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی - یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا - تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - اے علی کیا تو نے نماز پڑھ لی ہے عرض کیا نہیں - تو آپ نے عرض کی اے میرے اللہ حضرت علی تیری اطاعت میں ہے - اور تیرے رسول کی اطاعت میں ہے - تو ان کیلیے سورج کو واپس کر دے - علیہ کے لفظ سے معلوم ہوا - کہ یہ ردّ شمس صرف حضرت علی رض کے لئے دیکھیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضرت علی رض کو یہ عزت نصیب ہوئی - کہ ان کی خاطر غروب شدہ سورج نماز عصر پر لوٹایا گیا - تاکہ حضرت علی نماز قضا نہ پڑھیں بلکہ ادا پڑھیں - فرمایا ہے

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا الٹے قدم
تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا -

حالانکہ قانون یہ ہے - جب رات چھا جائے تو رات ہوتی ہے - سورج نہیں نکلتا - جب رات جاتی ہے - تو دن آتا ہے - یہ کائنات کا نظام ہے - ارشادِ خداوندی ہے - لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِيْ سابق النهار = وہ رات کا ترتیب سے آنا جانا قانونِ خدا ہے - کہ جب رات چھا جائے - تو سورج طلوع نہیں ہوتا - لیکن رات ہونے کے بعد خاص کر حضرت علی رض کی خاطر سورج نمازِ عصر پر آنا کمالِ مصطفیٰ ہے صلی اللہ علیہ وسلم - شفا شریف جلد ۱ ص ۱۸۵ شامی باب المرتدین میں ہے حضور علیہ السلام کے ہاتھ مبارک پر مردے زندہ ہو کر اسلام لائے حتیٰ کہ حضرت آمنہ خاتون اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والدین کو بھی زندہ فرما کر مسلمان کیا - مفتی احمد یار

رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ان روایتوں سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضور علیہ السلام باالعطاء کونین کے
مالک ہیں۔ دو وجہ سے ایک تو اس لیئے کہ مرنے کے بعد کسی کا ایمان قبول نہیں ہوتا۔ اور وقت کے
بعد نماز ادا نہیں ہو سکتی۔ مگر اس سلطان کی حکومت کے قربان کہ اپنے ماں باپ کو ان کی وفات
کے بعد ایمان دے کر انہیں صحابی بنایا۔ اور رب نے قبول فرمالیا۔ اور حضرت علیؓ کی گئی ہوئی نماز ادا کرا
دی۔ اور پھر لطف یہ کہ حضرت علیؓ کے سوا جن لوگوں نے نماز عصر پہلے پڑھ لی تھی۔ ان سے اعادہ نہ
کرایا گیا۔ یہ ایک ہی وقت حضرت علیؓ کے لیئے عصر ہے۔ اور دوسروں کیلئے نہیں۔ ھکذا فی الشامی
دوسرے اس لیئے کہ آفتاب آسمان پر رہتا ہے۔ مردوں کی روح دوسرے عالم کی چڑیا ہے۔ مگر حضور
علیہ السلام کی بادشاہت ان پر بھی جاری ہے۔ ادھر سے اشارہ ہوا۔ ادھر سے اطاعت ہوئی
کہ سورج ڈوبا ہوا لوٹا۔ اور والدین کی روح اس عالم سے واپس آئی۔ اشارے سے چاند چیر
دیا۔ گئے ہوئے دن کو عصر کیا۔ ہے یہ تاب و تواں تمہارے لیئے۔

نیز جس وقت حضرت علی کی شہادت ہوئی۔ ۱۷ رمضان کو ابن ملجم نے آپ کو تلوار مار کر
زخمی کر دیا۔ اور حضرت علی دو دن کے بعد شہید ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون = اللہ تعالیٰ
نے آپ کو صحابیت کے ساتھ شہادت عطا فرمائی۔ واقعہ شہادت کتب سیر میں مذکور ہے۔

۱۳۔ شانِ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ وقالوا مال ھذا الرسول ــــ فرقان پ۱۸/۱۹ ۲۰۰۶-۹-۵

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت مکہ شریف میں ہوئی۔ آپ کے بچپن اور شباب
کا زمانہ گزرا مکہ میں۔ اور چالیس سال کے بعد غار حرا کی بلندیوں پر جب جبریل علیہ السلام
وحی لیکر نازل ہوئے۔ تو آپ نے مکۃ شریف میں جب نبوت کا اعلان کیا۔ تو اکابرینِ مکہ نے آپ کے
کی نبوت و رسالت کو تسلیم نہ کرنیکی جو وجہ بیان کی۔ وہ یہ تھی۔ کہ چونکہ آپ جنس بشریت
سے ہیں۔ اور ہماری طرح ہی کھاتے پیتے ہیں۔ اور حصولِ معاش کیلئے ہماری طرح بازاروں میں
چلتے ہیں اس کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا۔ قالوا ما ھذا ــــ یعنی جب ان امور میں تم
میں اور ہم میں فرق نہیں۔ تو آپ نبی کیسے ہو سکتے۔ اور یہی اعتراض سابقہ اُمتوں کے کافروں
نے کیا۔ انبیاء علیہم السلام پر یاد رہے۔ کہ انبیاء علیہم الرسل علیہم السلام کو دنیا میں بشریت میں

جلوہ گر فرمانے میں جو حکمت تھی۔ وہ اس کو سمجھ نہ سکے۔ اس لئے نبی علیہ السلام اور دیگر انبیاء
علیہم السلام نے نہ تو بادشاہت کا دعویٰ کیا۔ بلکہ فرمایا۔ قل انما انا بشر مثلکم۔ اور بشر کا
نبوت کا دعویٰ کرنا۔ اس کے کھانا کھانے اور بازار میں چلنے پھرنے نبوت کے منافی نہیں۔ یہ تو
بشریت کا تقاضا ہے۔ اور بشریت ہی لوازم نبوت ہے۔ کیونکہ نبی بشر ہی ہوتا ہے۔ اور
افاضہ اور استفاضہ کیلئے ہم جنس ہونا شرط ہے۔ ورنہ وہی ان کی حقیقت تو وہاں تک
انسانی عقل کی رسائی نہیں۔ کافر ظالموں نے انبیاء علیہم السلام کی بشریت کو دیکھا۔ تو وہاں
نظر رک گئی۔ لیکن ان بدبختوں نے بشر ہوتے ہوئے۔ ان کے کمالات کو نہیں دیکھا صاحب
قصیدہ بردہ شریف فرماتے ہیں۔ فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِیْهِ اَنَّهٗ بَشَرٌ + وَاَنَّهٗ خَیْرُ خَلْقِ اللّٰهِ کُلِّهِمِ
+ تفسیر مظہری فرماتے ہیں۔ نَحْنُ بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ فِی الصُّوْرَةِ اَوْ فِی الدُّخُوْلِ تَحْتَ الْجِنْسِ وَلٰکِنَّ
اللّٰهَ تَعَالٰی یَمُنُّ عَلٰی مَنْ یَّشَاءُ بِالْفَضَائِلِ وَالْکَمَالَاتِ وَالْاِسْتِعْدَادَاتِ الَّتِیْ یَدُوْرُ عَلَیْهَا
مَلَکُ الْاِصْطِفَاءِ لِلرِّسَالَةِ فیوض القرآن ص ۵۰۸ قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں۔
کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء و رسل علیہم السلام بشر ہیں۔ اور تغیرات
آلام اسقام ان پر جائز ہیں۔ اور یہ امور ان میں نقص کا موجب نہیں۔ بلکہ بعض محققین
نے فرمایا۔ کہ یہ تغیرات۔ واحوال مذکورہ ان کے اجسام بشری کے ساتھ ہی مخصوص ہیں۔
اپنے ان کے بواطن تو وہ غالب طور پر امور مذکورہ سے منزہ ہوتے ہیں۔ اور وہ ملاء اعلیٰ اور
فرشتوں کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں۔ وحی لینے کے لئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ولا ینام
+ قلبی۔ نیز فرمایا۔ لَسْتُ کَهَیْئَتِکُمْ اِنِّیْ اَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ۔ کہ میں
تمہاری طرح نہیں ہوں۔ میں رات گزارتا ہوں۔ میرا رب ہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ دیکھئے ثابت
ہوا۔ کہ آپ کی نیند عام بشروں کی طرح نہیں تھی۔ بلکہ آنکھیں سوتی تو دل بیدار رہتا۔ اور
دیکھئے صوم وصال سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو روک دیا۔ کہ تم کمزور ہو جاؤ گے لیکن
آپ نے اپنے متعلق فرمایا۔ میں تمہاری مثل نہیں۔ الشفاء ص ۵۹ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ اس
حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔ اس طعام وشراب میں علماء کے چند قول ہیں۔ کہ اس سے
طعام وشراب محسوس مراد ہے۔ کہ وہ ہر شب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا۔ تو آپ کھاتے پیتے تھے۔

اور یہ کھانا پینا وصال کے منافی اور روزے کے بطلان کا موجب نہیں ہوتا تھا۔ کیونکہ موجب افطار طعام وشراب محسوس ہے۔ اور جو بطریق خارق عادت بہشت سے آئے۔ وہ مبطل صوم نہیں۔ بعض نے فرمایا۔ کہ طعام وشراب کی قوت مراد ہے۔ گویا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ مجھے کھانے پینے والے کی قوت عطا فرماتا ہے۔ شیخ محقق رحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ مختار یہ ہے۔ کہ طعام وشراب محسوس مراد نہیں۔ اور نہ ہی اس کا لازم کہ قوت اور سیرابی ہے۔ بلکہ غذائے روحانی مراد ہے۔ مثلاً معارف لذت مناجات فیضان لطائف الٰہی کہ جو آپ کے دل مبارک پر وارد ہوتے تو ان سے آپ غذائے جسمانی اور اس کے لوازم سے مستغنی ہوتے۔ اور یہ چیز محبت مجازی اور عزت حسنی میں مجرب ہے۔ چہ جائیکہ محبت حقیقی اور حسرت معنوی (اشعۃ اللمعات) اور آپکی یہی روحانیت طاقت کا اثر ہی تو تھا۔ کہ جب شب معراج مقام سدرہ پر پہنچے۔ تو جبریل ؑ نے آگے جانے سے جواب دے دیا۔ تو دیکھئے جہاں جبریل کی پرواز ختم ہوتی ہے۔ اس سے آگے حبیب کریم ؐ کا سفر جاری رہا۔ یہ آپ کی روحانی طاقت کا حال تھا۔ کہ آپ وہاں پہنچے جہاں جبریل ؑ کی عقل بھی حیران ہے۔

عقل جن وبشر کا ذکر کیا۔ عقل روح الامین تنگ وحیران ہے = عظمت مصطفیٰ ؐ کی کیسے حد ملے یہ وہ دریا ہے۔ جس کا کنارہ نہیں۔ اور یہ روحانی مقام آپ کے صدقے سے حضرات اولیائے کرام کو نصیب ہوا۔ امام الاولیاء حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے جب خیبر کا دروازہ اکھاڑا اور اسے ڈھال بنائے رکھا۔ تو اس کے متعلق امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ وَاللّٰہِ مَا قَلَعْتُ بَابَ الْخَیْبَرِ بِقُوَّۃٍ جَسَدَانِیَّۃٍ وَّلٰکِنْ بِقُوَّۃٍ رَبَّانِیَّۃٍ بخدا میں نے جسم کی قوت سے نہیں خیبر کو توڑا۔ لیکن ربانی قوت سے دروازے کو اکھیڑا = اور جب علم اسلام حضرت علی نے اٹھایا۔ تو صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ قیامت میں جو لواء الحمد جو ہوگا۔ وہ کون اٹھائے گا۔ تو نبی اکرم ؐ نے ارشاد فرمایا۔ جو دنیا میں علم اسلام اٹھاتے ہیں۔ تو قیامت میں لواء الحمد بھی وہ اٹھائیں گے۔ یہ اشارہ حضرت علی کی طرف۔ یہ امام بدر الدین عینی رحمۃ نے باب مناقب علی میں بخاری کی شرح عینی میں لکھا۔ بلا شبہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بڑی فضیلت ہے۔ اور سبحانہ وتعالیٰ بجاہ حبیبہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو نبی اکرم ؐ کی اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔ اور تمام صحابہ کرام حضرات اہل بیت اطہار اور حضرات اولیائے کرام کی محبت عطا فرمائے۔ اور خاتمہ ایمان پر نصیب فرمائے (آمین)

11-9-2006

۱۴ ۔ شانِ نماز

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ واذا سألک عبادی عنی ــــــ یرشدون بقرہ ۱۸۶ روزہ ایک ایسی
عبادت ہے ۔ جو کہ ارکانِ اسلام میں سے ایک اہم ترین رکن ہے ۔ اگرچہ ہم حکمت معلوم کرنے کے
مکلف نہیں ۔ تاہم اللہ تعالیٰ کے ہر فعل مبنی بر حکمت ہے ۔ فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ ۔ جہاں تک
روزے کا تعلق ہے ۔ علماء فرماتے ہیں ۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ یہ صبر کا مہینہ ہے ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ۔ وھو شھر الصبر اور قرآن کریم میں صبر کی ترغیب دی گئی ہے ۔ ارشادِ رب العزت ہے
واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ ۔ اس میں حکم یہ ہے ۔ کہ دنیاوی اضطراب پریشانیوں کو زائل کرنے
کے لئے ۔ صبر اور صلوٰۃ سے مدد طلب کرو ۔ علماء مفسرین فرماتے ہیں ۔ کہ صبر سے مراد روزہ ہے ۔ صبر کا
مفاد یہ ہے ۔ کہ اس سے کسرِ شہوت اور تصفیہ نفس حاصل ہوتا ہے ۔ جو کہ دونوں انقطاع
الی اللہ کے موجب ہیں ۔ اور یہ انقطاع الی اللہ ہی دعا کی قبولیت کا سبب ہے ۔ اور یہی نماز سے
استعانت تو یہ کئی قسم کی عبادت پر مشتمل ہے ۔ جو کہ نمازی کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرتی ہے
نماز ہی ایسی عبادت ہے ۔ جو کہ فَوْزٌ بِالْمَطْلُوْبِ اور عُرُوْجٌ اِلَی الْمَحْبُوْبِ کو مقتضی ہے ۔
تفسیر روح المعانی آیت ھذا ۔ جلد ا ص ۲۴۹ تو اس مہینے میں اللہ رب العزت نے مسلسل
پورا مہینہ صبر کی ترغیب دی ۔ اور رات کے وقت نماز یعنی صلوٰۃ التراویح کا اضافہ کر دیا ۔ کہ ہر
وقت میری عبادت و ذکر میں مشغول رہے ۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں فرمایا ۔ کہ اے
حبیب جب میرے بندے میرے متعلق آپ سے سوال کرتے ہیں ۔ تو میں قریب ہوں ۔ قرب کی دلیل یہ ہے
کہ جب کوئی مجھ سے دعا کرے ۔ تو میں قبول کرتا ہوں ۔ آیت کریمہ میں ۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ۔
انی قریب ۔ میں قریب ہوں ۔ یاد رہے ۔ کہ قرب و بعید جسم کی صفت ہے ۔ اللہ تعالیٰ جسم سے پاک
ہے ۔ مکان سے پاک ہے ۔ پھر قریب ہونے کا مطلب کیا ہے ۔ تو امام راغب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں
قُرْبُ اللّٰہِ تَعَالٰی مِنَ الْعَبْدِ ھُوَ بِالْاِفْضَالِ وَالْفَیْضِ لَا بِالتَّمَکُّنِ ۔ اللہ تعالیٰ کا اپنی فیضانِ رحمت
کے ساتھ بندے کے قریب ہونا نہ کہ مکان کے اعتبار سے اور دوسری جہت سے بندے کا اللہ تعالیٰ کے
قریب ہونا ۔ اَلتَّخَصُّصُ بِکَثِیْرٍ مِّنَ الصِّفَاتِ الَّتِیْ یَصِحُّ اَنْ یُّوْصَفَ اللّٰہُ تَعَالٰی بِھَا
بندے کا بہت سی ان صفات کے ساتھ مخصوص ہونا ۔ جن کے ساتھ صحیح ہے ۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کو موصوف
کیا جائے ۔ اگرچہ انسان کا ان صفات کے ساتھ موصوف ہونا ۔ اس حد تک نہیں ۔ جس کے ساتھ

اللہ تعالیٰ کو موصوف کیا جاتا ہے۔ وَ ذالِکَ قُرْبُ رُوْحَانِیْ لَا یُدْرِکُ ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قرب پر متنبہ کیا ہے۔ مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ عَلَیْہِ ذِرَاعًا مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ بَاعًا ۔ مفردات ص ۳۹۹ جو ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے۔ تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں۔ جو ایک ہاتھ میرے قریب ہوتا ہے۔ تو میں دو ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں۔ جب یہ مقام حاصل ہوتا ہے۔ تو بندہ مظہر صفاتِ الٰہیہ ہو جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات کا جلوہ اس میں نظر آتا ہے۔ جب دیکھتا ہے۔ تو ما فوق العادت دیکھتا ہے۔ جب سنتا ہے۔ تو ما فوق العادت سنتا ہے۔ حضرت غوثِ اعظم عبد القادر جیلانی کے متعلق منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے لکڑی کی نعلین پر وضو کیا۔ اور دو رکعت نماز پڑھی۔ جب سلام پھیرا۔ تو آپ نے بلند آواز دی۔ اور اپنی قبقاب کو ہوا میں چھوڑ دیا۔ وہ دونوں غائب ہو گئی۔ تو کسی نے پوچھنے کی جسارت نہ کی۔ تو چند دنوں کے بعد ایک قافلہ بلادِ عجم سے آیا۔ تو آکر کچھ نذرانہ اور بعینہ وہی کھڑاویں پیش کیں۔ تو انہوں نے کہا۔ قافلے والوں پر راہ زن نے حملہ کیا۔ اور مال لے لیا۔ تو ہم نے نیت کی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اگر سلامت رکھا۔ تو ہم کچھ نذرانہ پیش کریں گے۔ تو تھوڑی دیر کے بعد کھڑاویں بجلی کی طرح چمکیں۔ اور ان سرداروں پر ایسا برسیں۔ کہ ان کا کام تمام ہوا۔ اور انہوں نے لوٹا ہوا مال واپس کر دیا۔ معلوم ہوا۔ آپ نے بغداد میں بیٹھ کر دور دراز دیکھ بھی لیا۔ اور باذنِ الٰہی مدد بھی فرمائی۔

Rabbani

۵۔ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

بنی اسرائیل ۵۷ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ ـــــ محفوظ ژاہ ۲۰۰۶-۹-۱۱

عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہ اس کا مستحق صرف وہی ہے۔ ہر قسم کی بڑائی کبریائی۔ اس کے لائق ہے۔ اور عبادت کا مفہوم یہ ہے۔ غایۃ الذلل اور یہ صفتِ عبد ہے۔ اور یہ تذلل عاجزی انکساری اس کی بارگاہ میں ہو سکتی ہے۔ جس کے لئے غایۃ احسانی ہے۔ اور وہ ذاتِ الوہیت ہے۔ رہے کفار و مشرکین تو ان کا ہر عمل جہالت و حماقت پر مبنی ہے۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں غیر اللہ کی ~~عبادت~~ عبادت کرتے ہیں۔ اپنے مصائب و مشکلات میں غیر اللہ کو پکارتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے۔ اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ ـــــ یعنی وہ مقبول بندے جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں۔ وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں۔ کہ کون ان میں زیادہ مقرب ہے۔ اس

آیت میں مقبول بندوں سے مراد انبیاء اور ملائکہ ہیں۔ جن کی بت پرستوں نے پوجا شروع کر دی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ یہ کافر ان کی پرستش کرتے ہیں۔ اور وہ خود اپنے رب کی طرف اپنے میں سے مقرب کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں۔ اور رحمت کی امید رکھتے ہیں۔ معلوم ہوا۔ کہ زیادہ مقرب کو وسیلہ بنانا اللہ کے مقبول بندوں انبیاء و ملائکہ کا طریقہ ہے۔ علامہ قسطلانی وسیلہ کی حقیقت بیان فرماتے ہیں۔ وقد یتوسل بصاحب الجاہ إلی من هو اعلی منه کالتوسل بالمصطفیٰ۔ بے شک وسیلہ بنایا جاتا ہے۔ صاحب مرتبہ و جاہ کو اس کی طرف جو اس سے اعلیٰ ہوتا ہے۔ جیسے نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف۔ تو آیۂ کریمہ سے معلوم ہوا۔ کہ مقرب بندے زیادہ مقرب بارگاہ الوہیت کو وسیلہ بناتے ہیں۔ دیکھیے حضرت آدم علیہ السلام مقرب ہیں۔ ایسے مقرب کہ مسجود ملائکہ ہوں۔ جب ان سے خطا کا ارتکاب ہوا۔ تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فتلقیٰ آدم من ربه کلمات۔ صاحب تفسیر روح المعانی فرماتے ہیں۔ کہ کلمات سے مراد کیا ہے۔ قیل رأی مکتوباً علی ساق العرش محمد رسول اللہ وتشفع به وإذا أطلق تلك الكلمات علی عیسیٰ علیہ السلام فلتطلق الكلمات علی الروح الأعظم والحبیب الأكرم = حضرت آدم علیہ السلام نے عرش کے پائے پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا۔ تو ان کے نام کو شفیع بنایا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کلمے کا اطلاق ہوا۔ تو جو روح اعظم اور حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ان پر کلمات کا اطلاق کیا گیا۔ کیونکہ عیسیٰ و موسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام اسی نورِ اعظم کے انوار اور اسی باغ کے پھول ہیں۔ تو اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ بھی آپ کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بنانے کے قائل تھے۔ بلکہ آپ کے وسیلہ کو تسکین قلب سمجھتے تھے۔ کہ حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی طرف سے وسیلہ بن کر دعا کرتے۔ تو جب دعا کی قبولیت کے آثار براہ راست آپ کے قلب نبوت پر وارد ہوتے۔ تو اس سے جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے قلوب پر اس کا انعکاس ہوتا۔ تو ان کے قلوب بھی مطمئن ہوتے۔ اضطراب اور پریشانیاں سب ختم ہو جاتیں۔ دیکھئے غزوہ بدر میں۔ کافر ایک ہزار کے برابر۔ اور صحابہ کرام تین سو تیرہ۔ ادھر قلت۔ ادھر کثرت۔ کافر سامان سے لیس۔ ادھر بے سروسامانی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی طرف سے وسیلہ بن کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کر رہے ہیں۔ ابن عباس

روایت کرتے ہیں - نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن عرض کی - یا اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں - تو اپنا وعدہ
پورا کر - یا اللہ اگر تو چاہتا ہے - کہ ہم پر کافر غالب ہو جائیں - تو پھر زمین میں تیری عبادت نہیں ہو گی - اللهم
إِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ فَأَخَذَ أَبُو بَكْرٍ بِيَدِهِ فَقَالَ حَسْبُكَ فَخَرَجَ وَهُوَ يَقُولُ سَيُهْزَمُ
الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ = بخاری شریف المغازی ص ۵۲۱/۲ آپ نے فرمایا - جمعیت یعنی کفار شکست
کھا جائیں گے - اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے - عرض کی صدیق اکبرؓ نے بس کیجیئے - اس کے بعد آپ یہ کہتے
ہوئے تشریف لائے - عنقریب کافر شکست کھائیں گے - اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے - یہ وہم نہ کیا جائے
کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بنسبت صدیق اکبر کو زیادہ وثوق تھا - یہ قطعاً جائز نہیں - بلکہ نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کو اس پر برانگیختہ کرنے والی چیز اپنے اصحاب پر شفقت تھی - اس لیئے کہ وہ پہلا غزوہ تھا جس
میں وہ حاضر ہوئے - تو آپ نے صحابہ کی تسکین کے لیئے دعا میں انتہائی عاجزی کی - امام بدرالدین عینیؒ فرماتے ہیں
اذ كانوا يعلمون ان وسيلته مقبولة ودعاءه مستجابا جب ابوبکرؓ نے یہ مقابلہ کیا - آپ
دعا سے رک گئے - اس لیئے کہ آپ نے معلوم کر لیا - کہ آپ کی دعا مقبول ہو چکی ہے - بوجہ اس طمانیت وقوت
کے جس کو ابوبکر نے اپنے دل میں محسوس کیا - اس واسطے - آپ نے فرمایا سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ
الدبر - اور آپ نے جنگ کے وقت کنکریاں پھینکنا تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمایا - وما رميت اذ رميت ولكن الله
رمیٰ - عمدۃ القاری ص ۸۱/۱۷ -٥- ۱۱--۹-۲۰۰۶

۱۶ - شب قدر

بسم اللہ الرحمن الرحیم انا انزلنہ فی لیلۃ القدر ـــ رمضان المبارک بڑا بابرکت مہینہ ہے - اور
اس کی راتوں میں ایک شب قدر کہلاتی ہے - جو بہت بابرکت رات ہے - قرآن کریم میں اس کو ہزار
مہینوں سے بہتر قرار دیا ہے - ہزار مہینے کے ۸۳ برس ۴ ماہ ہوتے ہیں - خوش نصیب ہے وہ شخص
جس کو اس رات کی عبادت نصیب ہو جائے - اللہ جل شانہٗ کا حقیقتاً بہت بڑا انعام ہے - قدردانوں
کے لیئے - یہ ایک بہت بڑی نعمت ہے - اس کے بارے میں مختلف روایات ہیں - کہ اس انعام کا سبب
کیا ہوا - بعض احادیث میں وارد ہے - کہ نبی اکرم ؐ نے پہلی امتوں کی عمروں کو دیکھا - کہ بہت عمریں ا
آپ کی امت کی عمریں بہت تھوڑی ہیں - اگر وہ نیک اعمال میں انکی برابری کرنا چاہیں - تو نا ممکن ہے اس
سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوا - تو اس کی تلافی میں یہ رات مرحمت ہوئی - اگر کسی کو یہ رات

میسر آجائے۔ تو گویا اس نے ۸۳ برس چار ماہ سے زیادہ زمانہ عبادت میں گذارا۔ تو یہ رات اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے۔ کس قدر قابلِ رشک ہیں۔ وہ مشائخ جو فرماتے ہیں۔ کہ بلوغ کے بعد مجھ سے شبِ قدر کی عبادت کبھی فوت نہ ہوئی۔ تو لہٰذا اس کی فضیلت میں ایک مستقل سورۃ قرآن میں نازل ہوئی۔ جسے سورۃ القدر سے موسوم کیا گیا ہے۔ اور اس نام سے موسوم کرنے میں چند وجوہ علمائے کرام نے بیان کی ہیں۔ چونکہ سال بھر میں ہونے والے امور کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ اور ان کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے اسے لیلۃ القدر کہتے ہیں۔ یا اسکی شرافت اور بزرگی کی وجہ سے اس کو لیلۃ القدر کہا گیا۔ ھی لیلۃ العظمۃ والشرفا جیسے کہا جاتا ہے۔ لِفُلَانٍ عِنْدَ لا قَدْرٌ یَعْنِیْ جَاہٌ وَمَنْزِلَۃٌ ابوبکر الوراق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ اس کو ذی قدر اس لئے کہا گیا۔ مَنْ لَمْ یَکُنْ ذَا قَدْرٍ یَصِیْرُ فِیْ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ ذَا قَدْرٍ اِذَا اَدْرَکَھَا وَاَحْیَاھَا = اس لئے بلندی پر رہنے والے فرشتے زمین پر آکر اس سے مصافحہ کرتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر قدر اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ معصوم فرشتے اس سے مصافحہ کرتے ہیں۔ یا یہ وجہ ہے۔ لِاَنَّ کل عمل صالح یوجد فیھا من المومن یکون ذا قدر و قیمۃ عند اللہ لکونہ مقبولًا فیھا۔ اس کا حاصل یہ ہے۔ کہ یہ بابرکت رات ہر حیثیت سے بابرکت ہے۔ جو شخص اس میں عبادت کرے گا تو اس عبادت کی وجہ سے خود عمل اور عمل کرنے والا دونوں ذی قدر ہو جاتے ہیں۔ عمدۃ القاری صفحہ $\frac{128}{11}$ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قام لیلۃ القدر ایمانًا واحتسابًا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ بخاری شریف۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے عبادت کیلئے کھڑا ہوا اس کے پچھلے گناہ تمام معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ دیکھئے بفرمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس رات میں قیام کرنے کی کتنی قدر فضیلت ہے۔ اللہ رب العزت اپنے محبوب نبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر کس قدر رحیم ہے۔ کہ اپنے حبیب کیلئے فرمایا اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ــــــ نبی امتی میں فرق واضح ہے امتی کے لئے فرمایا۔ ما تقدم من ذنبہ اور اپنے حبیب کیلئے فرمایا۔ ما تقدم من ذنبک وما تاخر امتی کیلئے صرف ما تقدم کا ذکر ہے۔ اور محبوب کیلئے صرف ما تقدم کا ہی ذکر نہیں بلکہ تاخر کا ذکر بھی کیا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ مغفرت ذنوب۔ ذنوب کے
وجود میں آنے کے بعد توبہ یا اعمال صالحہ سے ہوتی ہے۔ لیکن آپ کی شان یہ ہے۔ کہ آپ کے جو ذنوب
ابھی وجود میں ہی نہیں آئے۔ ان کی مغفرت کا اعلان پہلے ہو رہا ہے۔ یہاں ذنب سے مراد خلاف
اولیٰ ہیں۔ ورنہ انبیاء علیہم السلام خصوصًا امام الانبیاء گناہوں سے قطعًا معصوم ہیں یہیں
ذنبک خلاف اولیٰ ہیں۔ علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ ذنب معصیت
کا غیر ہے۔ اور اس جگہ مراتب میں ایک دوسرا سے فوقیت رکھتے ہیں۔ پس معصیت سے مراد حکم
عدولی اطاعت سے انحراف امر میں مخالفت اس کا ترجمہ نافرمانی یہ تمام سے سخت ہے۔ پھر
خطا اور وہ خطا صواب۔ کی ضد ہے۔ ہندی میں اس کا ترجمہ نادرست۔ پھر ذنب یہ تمام
سے خفیف اور ہلکا ہے۔ اس کا معنا ہے۔ طیب علامہ فرماتے ہیں۔ سوال سرے سے ساقط ہے
کیونکہ آیت میں مغفرت ذنوب کا ذکر ہے۔ یعنی وہ مَا يُعَدُّ عَيْبًا بِذَاتِهِ الشَّرِيفَةِ وَ
شَأْنِهِ الشَّرِيفَةِ اور تجھے معلوم ہے۔ کہ اِنَّ حَسَنَاتِ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ پس
آپ کے ذنوب اسی قبیل سے ہیں۔ نیکوکاروں کی خوبیاں مقربین کی سیئات ہو جاتی ہیں۔ حضرت شیخ
ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اس مقام پر فرماتے ہیں۔ اِنَّ الْوَعْدَ بِالْمَغْفِرَةِ مُقْتَضَاهُ الْعَمَلُ وَالْاِجْتِهَادُ
لَا عَدَمُ الْعَمَلِ وَ تَرْكُ الْاِجْتِهَادِ اسی واسطے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے باوجود مغفرت ذنوب
کے آپ کی عبادت کے متعلق پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ افلا اکون عبدًا شکورًا معلوم ہوا مغفرت
کا تقاضا عمل میں زیادتی اس واسطے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باوجود بشارت بالجنۃ ہونے کے عبادت
کثرت سے کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بطور تحدیث نعمت فرمایا۔ کہ میں نے اسلام لانے سے لیکر
آخری لمحے تک سب سے زیادہ عبادت کی ہے۔ مقام صہبا میں ایک نماز قضا ہوئی تھی۔ نبی اکرم ﷺ کی
دعا سے غروب شدہ سورج نماز عصر پر آگیا۔ تو آپ نے ادا پڑھی۔ امام احمد رضا اسی مقام
پر فرماتے ہیں۔ ع تیری مرضی پا گیا سورج پھرا الٹے قدم ۔ تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا۔
آپ بفضلہ تعالیٰ ایمان پر زندگی کے آخری لمحہ تک ثابت قدم رہے۔ فرائض کو پابندی سے ادا کرتے رہے
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ
ان کی خدمت اور ان کے اعزاز واکرام کے لئے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ روایت میں ہے۔ کہ آپ ایک اچھا در

فروخت کرنے بازار گئے۔ چھ درہم کی فروخت کی۔ واپس ہوئے۔ تو ایک اعرابی سے اونٹنی ساٹھ درہم کی خرید کی۔ پھر وہی اونٹنی ۷۰ درہم کی ایک اعرابی کے ہاتھ فروخت کی۔ یہ صدقہ و خیرات کی برکت ہے۔

۱۲-۰۹-۲۰۰۶

۵۔ آستانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

فَاَمَّا مَنْ طَغٰى وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا۔ (النازعات) سو جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تو اس کا ٹھکانہ دوزخ ہی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آیت ھذا میں ارشاد فرمایا کہ جس نے گناہ اور طغیان میں اس قدر حد سے تجاوز کیا یہاں تک کہ کفر اختیار کر لیا۔ اور خواہشات نفس اور شہوت کی پیروی کرتے ہوئے آخرت پر دنیاوی زندگی کو ترجیح دی تو بلاشبہ ایسے شخص کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بوساطت امام کائنات صلی اللہ علیہ وسلم آداب زندگی سکھائے ہیں۔ اور اس تعلیم کا تقاضا یہ ہے۔ کہ انسان سے عجز و انکساری اور کمال بندگی کا مظاہرہ ہو۔ انسان جب اپنے مقصد تخلیق کو فراموش کر دے۔ اور دنیاوی زیب و زینت اور اس کی رنگینیوں میں الجھ جائے تو وہ نہ صرف اپنے مقصد تخلیق کو فراموش کر دیتا ہے۔ بلکہ اس کے قلب و ذہن میں فخر و غرور تکبر تحیر سما جاتا ہے۔ دیکھئے فرعون کو رب کائنات نے ہر قسم کی دنیاوی نعمتوں سے نوازا۔ حق تو یہ تھا۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر یہ ادا کرتا۔ بلکہ اس نے مقام عبودیت کو چھوڑ کر ربوبیت کا دعویٰ کر دیا۔ دنیا فی نفسہ مذموم نہیں۔ کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ نے انسان کیلئے پیدا فرمائی۔ بلکہ جو شخص دنیا سے اس قدر محبت کرے۔ اور اس میں ایسا گرویدہ مشغول ہو جائے۔ کہ آخرت سے بے اعتنائی اختیار کرے۔ اور باقی کو فانی پر ترجیح دے تو وہ مذموم ہے۔ چنانچہ ابی موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مَنْ اَحَبَّ دُنْيَاهُ اَضَرَّ بِاٰخِرَتِهٖ وَمَنْ اَحَبَّ اٰخِرَتَهٗ اَضَرَّ بِدُنْيَاهُ = کتاب الرقاق مشکوٰۃ ص ۴۹۵ جس نے دنیا سے محبت کی اس نے اپنی آخرت کو نقصان پہنچایا۔ اور جس نے دوست رکھا آخرت کو تو اس نے نقصان پہنچایا اپنی دنیا کو۔ ظاہر ہے جو شخص دنیا کو دوست رکھے اور بکثرت اس کا ذکر کرے۔ اور شغل اموال دنیا میں منہمک مشغول و مصروف رہے۔ تو وہ امور آخرت سے متعلق اعمال خیر اور عبادات الٰہی کے واسطے کب فارغ ہے۔ اور فارغ ہو سکتا ہے

اور دنیا سے ایسی محبت بلاشبہ مذموم ناپسندیدہ ہے۔ اہل اللہ اور اولیاء کاملین کا معاملہ اس
کے بالکل برعکس ہوتا ہے۔ وہ حضرات نفوس قدسیہ دنیا میں رہ کر بھی دنیا دار نہیں ہوتے۔ ان کے
قلوب میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عظمت وکبریائی ہمہ وقت مستحضر ہوتی ہے۔ تو ان کی ذات مبارک
سے عاجزی انکساری اور کمالِ عبودیت کا اظہار ہوتا ہے۔ جب اولیاء کاملین کی یہ شان ہے تو
حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تو تصور بھی نہیں ہوسکتا۔ کہ آپ دنیا کی طرف مائل ہوئے
ہوں۔ چنانچہ روایت میں ہے۔ کہ جب آپکو معراج شریف ہوا۔ تو جبریل علیہ السلام مع ستر ہزار
فرشتوں کے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ تو آپ براق پر سوار ہو کر قدسیوں کے جھرمٹ
میں مسجد اقصیٰ جا رہے تھے۔ تو جب آپ ایک جگہ پہنچے تو دنیا عالم مثال میں پوری زیب وزینت کے
ساتھ آپ کے سامنے حاضر ہوئی۔ تو عرض کرنے لگی۔ فقالت یا محمد انظرنی أسألك فلم
يلتفت إليها سیرۃ حلبیہ صفحہ ۱۰۵ جلد ۲ تو آپ کا دنیا کی طرف مائل ہونا تو کجا آپ نے قطعاً
التفات نہیں فرمایا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ دنیا وما فیہا۔ آپ کو اپنی طرف کیسے مائل کرسکتی ہے اگر
آپ کی مبارک آمد نہ ہوتی۔ تو دنیا کبھی بھی عدم سے وجود میں نہ آتی۔ اور ہمیشہ اپنے عدم پر ہی
رہتی۔ چنانچہ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

؎ وكيف تدعو إلى الدنيا ضرورة من + لولاه لم تخرج الدنيا من العدم = یعنی دنیا
کی ضرورت ایسی بلند وبالا ہستی کو کس طرح اپنی طرف مائل کرسکتی تھی۔ بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ
اگر آپ نہ ہوتے۔ تو دنیا عدم سے وجود میں ہی نہ آتی۔ معلوم ہوا۔ کہ آپ تخلیق کائنات کا سبب ہیں۔ اور
اصل کائنات ہیں۔ وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا۔ اس کی تائید وتوثیق حدیث شریف سے ہوتی ہے۔ وہ
حدیث جس کو امام حاکم اور بیہقی نے روایت کیا۔ کہ جب آدم علیہ السلام سے صورۃ خطا کا ارتکاب ہوا
تو عرض کی یا الہ العالمین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے + آپ کی مغفرت ہو تو آپ نے
عرش کے پایوں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لولاہ ما خلقتک
معلوم ہوا۔ کہ آدم علیہ السلام کا وجود آپ کے وجود پر موقوف ہے۔ اور آدم علیہ السلام ابو البشر
ہیں۔ اور زمین کی ہر شئے اللہ تعالیٰ نے بشر کے لئے پیدا فرمائی۔ تو خلاصہ یہ ہوا۔ کہ جو کچھ بھی روئے زمین
پر ہے۔ اس کا وجود بشر کے وجود پر موقوف ہے۔ اور بشر کا وجود آدم علیہ السلام کے وجود پر موقوف

ہے۔ اگر نبی پاک علیہ السلام نہ ہوتے۔ تو آدم علیہ السلام نہ ہوتے۔ اگر آدم علیہ السلام نہ ہوتے تو بشر نہ ہوتا۔ اگر بشر نہ ہوتا۔ تو کائنات نہ ہوتی۔ معلوم ہوا۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری کائنات کی اصل اور اس کے وجود کا سبب ہیں۔ یہ ساری بہار اور رونقیں آپ کی آمد کی ہیں۔ معلوم ہوا کہ دنیا آپ کی بارگاہ میں سائلہ اور خادمہ بن کر حاضر ہوئی۔ تو آپ نے قطعاً اس کی طرف التفات نہیں فرمایا۔ کیونکہ آپ فقط اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہیں۔ تو دنیا اور اسکی نعمتیں اور جنت اور اسکی نعمتیں اپنی طرف آپ کو مائل نہیں کر سکتیں۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے۔ اَلدُّنْیَا حَرَامٌ عَلٰی اَھْلِ الْاٰخِرَۃِ وَالْاٰخِرَۃُ حَرَامٌ عَلٰی اَھْلِ الدُّنْیَا وَکِلَاھُمَا حَرَامَانِ عَلٰی اَھْلِ اللّٰہِ ط۔

تو اسی طرح اولیائے عظام صوفیائے کرام کو بھی خیرات آپ کی بارگاہ سے نصیب ہوئی۔ دنیا ان کی بھی خادمہ تھی۔ انکی توجہ میں کُلُّ الْوُجُوْدِ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف ہوتی تھی۔ چنانچہ روایت میں ہے۔ کہ ایک مرتبہ سائیں توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ عالم سُکر میں مکاشفہ ہوا۔ دیکھا کہ ہم ایک جنگل میں گئے۔ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ وہاں ایک خوبصورت عورت بیٹھی ہے۔ اور ہزار ہا مولوی و عامل اور طرح طرح کے لوگ اس کے چاروں طرف بیٹھے ہیں۔ کوئی کچھ پڑھ کر اس کی طرف پھونکتا ہے۔ کوئی منتر پڑھتا ہے۔ تو کوئی تعویذ گنڈا لے کر آرہا ہے۔ غرض کہ جیسے ان حیلوں سے چاہتے ہیں۔ کہ یہ عورت ہماری طرف نظر کرے۔ اور متوجہ ہو۔ تو وہ کسی کی طرف نہیں دیکھتی ہم بھی وہاں جا کر دیکھنے لگے۔ ہم نے جو دیکھا کہ یہ عورت ہے۔ تو اس خیال سے کہ عورت کو دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم وہاں سے چلے آئے۔ وہ بھی ہمارے پیچھے چلی آئی۔ ہم اپنے حجرے میں چلے آئے۔ اور اس کا دروازہ بند کر دیا۔ وہ بھی سوراخوں کے ذریعے حجرے کے اندر چلی آئی۔ ہم ہر چند اسے نکالنا چاہتے تھے۔ مگر وہ نہ نکلتی تھی۔ آخر ہم نے یہ انگلی مار کر اسے نکال دیا۔ پھر ہم نے پوچھا تو کون ہے۔ اس نے کہا میں دنیا ہوں۔ اور وہ میرے عاشق تھے۔ سو میں اپنے عاشقوں کو ذلیل و خوار کرتی ہوں۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے عاشق ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کی خدمت میرے ذمہ ہے۔ سو میں یہاں باہر بیٹھ جاؤں گی۔ اور آپکی خدمت کروں گی۔ معلوم ہوا۔ کہ دنیا اولیائے کاملین کی خادمہ ہے۔

ذکر فقیر ص ۲۸

۱۲-۰۹-۲۰۰۶

۱۸ـ عظمت محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ولو ان اھل القری اٰمنو واتقو لفتحنا علیھم ــ سورۃ الاعراف ۹۶
آیت ھذا سے ما قبل آیتوں میں اللہ رب العزت نے متعدد انبیاء علیہم السلام کا ذکر خیر اور ان
کی امتوں کا توحید و رسالت سے انکار کرنے کے باعث ان کا انجام بد اور ان کی ہلاکت تباہی اور
استیصال (جڑ سے اکھیڑ دینا) کا ذکر بیان فرمایا۔ تو اس آیت میں ایک اصول بیان فرمایا گیا۔ کہ
اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور تقوٰی اختیار کرتے تو ضرور ہم کھول دیتے ان پر برکتیں آسمانی کی اور
زمین کی۔ لیکن انہوں نے جھٹلایا۔ ہمارے رسولوں کو تو پکڑ لیا ہم نے انہیں بوجہ ان کرتوتوں کے جو وہ
کیا کرتے تھے۔ اس آیت میں ایمان و تقوٰی کی قید ہے۔ اور اسی پر ہی آسمان و زمین کی خیرات و برکات
کا حصول موقوف ہے۔ چنانچہ جس ایمان کی یہاں ترغیب دی گئی ہے۔ وہ ایمان کیسا ہونا چاہیئے
جو کہ مفید ہے حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں۔ (ولو ان اھل القری اٰمنوا)
ای اٰمنوا باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر۔ یعنی صرف توحید و رسالت پر ایمان کا اکتفاء نہ
چاہیئے۔ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالٰی کے فرشتوں اور اسکی کتابوں اور یوم آخرت پر ایمان بھی لانا
چاہیئے۔ یہاں ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ خواص بشر یعنی انبیاء علیہم السلام خواص
ملائکہ یعنی جبرائیل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل۔ سے افضل ہے۔ تو افضلیت و ترتیب کا تقاضا یہ
ہے۔ کہ ترتیب میں جو افضل ہے۔ وہ مقدم ہونا چاہیئے۔ اور مفضول مؤخر لیکن یہاں معاملہ اس کے
برعکس ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیری روایت میں یہ ترتیب ہی
ملحوظ نہیں رکھی گئی۔ بلکہ قرآن کریم میں بھی یہی ترتیب ہے۔ چنانچہ اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے۔ کل اٰمن
باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ یہاں بھی اللہ تعالٰی نے فرشتوں کا ذکر پہلے کیا۔ جو کہ مفضول ہیں۔ اور
رسولوں کا ذکر بعد میں کیا۔ جو کہ فاضل ہیں۔ یہی ترتیب حدیث شریف میں ملحوظ رکھی گئی۔ چنانچہ
حدیث شریف میں ہے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ جبرائیل نبی اکرم صلی
اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی یا محمد علیک السلام مجھے خبر دیجئے۔ کہ ایمان
کیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ ان تؤمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر تو یہاں بھی یہی ترتیب
ملحوظ رکھی گئی۔ معلوم ہوا کہ فرشتوں اور رسولوں اور یوم آخرت پر ایمان لانا اصول اور ضروریات
ایمان سے ہے۔ تو اس ترتیب میں تقدیم و تاخیر کا جو لحاظ رکھا گیا ہے۔ تو اس کی حکمت اور اس کا

جواب ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ میں یوں دیا ہے۔ اَلْمُرَادُ عَلَی التَّرْتِیْبِ الْوَاقِعِ فَاِنَّ
اللّٰہَ اَرْسَلَ الْمَلَکَ بِالْکِتَابِ اِلَی الرَّسُوْلِ عَلَیْہِ السَّلَامُ = یعنی اللہ تعالیٰ نے کتاب دیکر
فرشتے کو رسول علیہ السلام کی طرف بھیجا پس اللہ تعالیٰ بھیجنے والا۔ فرشتہ آنے والا کتاب لیکر
آیا۔ رسول علیہ السلام کی طرف پھر فرماتے ہیں۔ وَلِھٰذَا قُدِّمَ الْمَلٰئِکَۃُ لَا لِکَوْنِھِمْ اَفْضَلَ
مِنَ الرُّسُلِ۔ اس لیئے کہ عالم تکلیف وسائط کی حکمت اسی ترتیب کو مقتضی تھی۔ ورنہ
حقیقت میں ہمارے آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ
مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ مرقاۃ ۲/۵ میرا لیے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا وقت ہوتا ہے۔ کہ جس
میں کسی ملک مقرب اور نبی مرسل کی گنجائش نہیں ہوتی۔ ہمارے آقا علیہ السلام کا مقام لِیْ مَعَ اللّٰہِ
اور قاب قوسین او ادنیٰ یہ وہ مقامات ہیں۔ کہ نبی وہاں مقرب فرشتہ کی گنجائش اور نہ نبی
مرسل کی اور نہ ہی اس جگہ مقام جبرائیل ہے۔ اور نہ ہی مقام صفی و خلیل دیکھئے شب معراج
میرے آقا علیہ السلام ساتوں آسمانوں سے گزر کر سدرۃ المنتہٰی آیا۔ وہاں سے گزر گئے۔ جبرائیل
اپنے مقام پر رہ گئے۔ رفرف اور نوری حجابات کو چھوڑ گئے۔ اور وہاں پہنچنے کو معلوم کرنے کے
لیئے بشر تو کیا۔ عقل جبرائیل بھی حیران ہے۔ ؎

؎ عقل جن و بشر کا یہاں ذکر کیا۔ عقل روح الامین تنگ و حیران ہے۔

عظمت مصطفےٰ کی کیسے حد ملے یہ وہ دربار ہے جس کا کنارہ نہیں۔

تو میں عرض کر رہا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اگر بستیوں والے ایمان تقویٰ اختیار کرتے تو وہ آسمان
و زمین کی برکتوں سے نوازے جاتے۔ تفسیر ضیاء القرآن میں ہے۔ کہ ایمان و تقویٰ کسی قوم کی ترقی کے
راستہ میں حائل نہیں ہوتے۔ جیسے عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ بلکہ اس کے باعث تو رحمت الٰہی کا دریا
جوش میں آجاتا ہے۔ اور ہر جانب سے خیر و برکت کی فراوانی ہو جاتی ہے۔ زمین اپنے شکم میں پوشیدہ
خزانوں کو اس کے قدموں میں ڈھیر کر دیتی ہے۔ اور آسمان اپنی نعمتوں اور برکتوں کو بے دریغ
نچھاور کر دیتا ہے۔ بلفظہ۔ بلکہ اس کے برعکس جب کوئی قوم احکام الٰہیہ سے انحراف اور نا فرمانی پر
کمر بستہ ہو جاتی ہے۔ اور زمین میں ہر قسم کی برائیاں جنم لیتی ہیں۔ اور فتنہ و فساد جنگ و جدال
فحاشی عریانی وغیرہ دیگر مذموم حرکات وجود میں آتی ہیں۔ تو رزق کی کمی قحط سالی عام ہو

جاتی ہے۔ جیسا کہ روایات سے ثابت ہے۔ مشکوٰۃ شریف باب تمنی الموت وذکرہ - حضرت ابی قتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے جنازہ گزرا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اس نے راحت پائی یا اس سے دوسروں نے راحت پائی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راحت پانے والا کون ہے۔ اور جس سے لوگوں نے راحت پائی وہ کون ہے۔ تو سرکار نے فرمایا اَلْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ یَسْتَرِیْحُ مِنْ نَصَبِ الدُّنْیَا وَاَذَاهَا اِلٰی رَحْمَةِ اللّٰهِ وَالْعَبْدُ الْفَاجِرُ یَسْتَرِیْحُ مِنْهُ الْعِبَادُ وَالْبِلَادُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ مشکوٰۃ جلد ا صفحہ ۳۴۰ شرح حدیث مرآۃ صفحہ ۵ بندہ مومن مرنے کے بعد دنیا کی مصیبتوں اور اذیتوں سے نجات حاصل کر کے رحمت الٰہی کا حقدار ہوتا ہے۔ اور کافر و فاجر کی موت سے بندے درخت چوپائے اور شہر پناہ حاصل کرتے ہیں۔

۱۹ — شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ۱۳-۰۹-۲۰۰۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وان تبدوا ما فی بقرہ = اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور ان کے مابین تمام اشیاء کے خالق و مالک ہونے کا بیان ہے۔ یعنی عالم اجسام کی ہر چھوٹی بڑی چیز کا حقیقۃً رب مالک ہے۔ پھر فرمایا اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے جی میں ہے یا چھپاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لیگا۔ دلوں کے خیالات جو وسوسہ اور برے خیالات جو بغیر اختیار دل میں پیدا ہوں۔ وہ معاف ہیں۔ ان کا حساب نہیں۔ اور برے ارادے جن میں انسان عمل کرنے کا قصد بھی کرے۔ مگر کسی مجبوری سے نہ کر سکے۔ اس پر پکڑ ہے۔ کفر کا ارادہ کفر ہے۔ گناہ کا ارادہ گناہ ہے۔ لہذا اس معنیٰ سے یہ آیت محکم ہے۔ منسوخ نہیں مفتی احمد یار رحمۃ اللہ علیہ۔ آیت پاک سے ثابت ہوا۔ کہ قیامت کے دن اعمال کا حساب ہوگا۔ قلبی نفسانی جسمانی گناہوں کا حساب ہوگا اور گناہ صغیرہ و کبیرہ پر عذاب کا ہونا برحق ہے۔ لیکن وہ واجب نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی مشیئت کے تابع ہے۔ یہی اہلسنت والجماعت کا مسلک ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس کے گناہ عظیم کو بخشنا چاہے۔ تو بخشش دیگا۔ برابر ہے کہ گنہگار اس سے توبہ کرے یا نہ کرے۔ اور جس کو معمولی گناہ پر عذاب کرنا چاہے۔ اسے عذاب دے گا۔ لا یسئل عما یفعل - البتہ معتزلہ اور روافض حساب کے منکر ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے۔ حساب کا ہونا کتاب و سنت سے ثابت ہے۔ قرآن کریم کی یہ آیت اور احادیث مبارکہ سے بھی ثابت ہے۔ لیکن کچھ ایسے خوش نصیب نفوس قدسیہ میں جو اس

حساب سے مستثنیٰ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اصول اور ضوابط میں ترمیم فرمادے۔ تو وہ اس پر قادر ہے۔ جیسا کہ
بعض بے بغیر حساب کے ہی جنت میں داخل ہوں گے۔ ابی اُمامہ سے روایت ہے۔ کہ میں نے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ وہ میری اُمت میں
سے ستر ہزار کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ نہ تو اُن پر حسابی ہوگا۔ اور نہ عذاب۔ اور ہر ہزار کے
ساتھ ستر ہزار ہوں گے۔ وَثَلَاثُ حَثَیَاتٍ مِّنْ حَثَیَاتِ رَبِّیْ رواہ احمد وترمذی ابن ماجہ
مشکوٰۃ باب الحساب والقصاص والمیزان ص۴۸۳ صاحب تفسیر مظہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں
کہ کتاب وسنت کے سیاق سے جو چیز ظاہر ہوتی ہے۔ کہ جن سے حساب نہیں ہوگا۔ وہ عشاق
صوفیائے کرام ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حساب کو رزائل اور اس کی برائیوں کے ساتھ معلق کیا ہے۔
جیسا کہ فرمایا۔ وان تبدوا ما فی ـــــ کیونکہ نفس امّارہ ہی غالب طور پر معاصی قالبیہ کا
منشاء ہے۔ اور تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے بعد گناہوں کا وقوع نادر ہوتا ہے جیسا کہ
نبی اکرم علیہ السلام کا فرمان اس پر دلیل ہے۔ اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ وَاِذَا۔
فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ اور اگر کبھی بتقاضائے بشریت معصیت کا صدور ہو بھی تو
خیرات حسنات کے ساتھ مطمئن نفس اور کدورت اور برائیوں سے صاف وشفاف دل فوراً نادم
ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے کمال کرم سے توبہ کرنے والے
کی سیئات کو حسنات میں تبدیل کر دیتا ہے۔ وکان اللہ غفوراً رحیماً = وعن ابن مسعود
مرفوعاً اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ ثلاث حَثَیَاتٍ سے شارحین حدیث نے ان
الفاظ سے جنت میں داخل ہونے والوں کی کثرت مراد لی ہے۔ لیکن علامہ مظہری نے فرمایا۔ ثلاث
حَثَیَاتٍ سے مراد کثرت نہیں۔ بلکہ تنویع مراد ہے۔ یعنی ممکن ہے۔ حثیات سے مراد پہلی قسم وہ
مراد ہے۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اپنی جانوں کو قربان کیا۔ وہ شہداء ہیں دوسرے
وہ جنہوں نے اپنی عمر اللہ تعالیٰ کی عبادت وطاعت میں صرف کردی۔ یہ علماء مریدین ہیں۔ جو
دامن اولیاء سے وابستہ ہیں۔ تیسرے وہ ہیں۔ جنہوں نے اپنے اعمال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات
کیئے۔ نیز جن پر حساب کتاب نہیں ہوگا۔ وہی فقراء مؤمنین سے موسوم کیئے گئے ہیں۔ نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَنَا اَوَّلُ مَنْ یُحَرِّکُ حَلَقَ الْجَنَّةِ فَیَفْتَحُ اللّٰهُ لِیْ فَیُدْخِلُنِیْ

وَ مَعِيَ فُقَرَاءُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا فَخْرَ = یاد رہے فقیر وہ ہے ۔ کہ جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ اور صوفیاء
کی اصطلاح میں یہ قوم ایسی ہے ۔ کہ ان کے پاس وجود اور اس کے توابع میں سے کچھ نہیں ہوتا
رہے رزائل نفس اور صفات نفس امارہ بالسوء ان سے مکمل صلب ہو جاتے ہیں۔ رہا وجود
اور صفات و کمالات ان کو وہ من جانب اللہ مستعار سمجھتے ہیں۔ اور ان سے رسم و اسم باقی
نہیں رہتا ۔ اور فنا فی اللہ کے مقام پر فائض ہو جاتے ہیں ۔ عرض کرتے ہیں ۔ مولا ہم نہیں ہیں ۔ تو ہی تو
ہے ۔ نبی علیہ السلام نے یہ جو فرمایا ۔ کہ ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے ۔ وہ اس پر دلیل ہے بستر ہزار
ہر ہزار کے تابع ہوں گے ۔ ممکن ہے ۔ وہ ستر ہزار مکملین سے ہوں ۔ اور ان میں سے ہر ہزار کے ساتھ
ستر ہزار کاملین سے ہوں ۔ کامل وہ ہے ۔ جو بنا نہ خود کامل ہو ۔ اور مکمل وہ ہے کہ اگر اس کی
نگاہ ناقص پر پڑ جائے تو اس کو بھی کامل بنا دے ۔ حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ جب بارگاہ خواجہ داتا
ہجویری رحمۃ اللہ علیہ میں حاضر ہوئے ۔ اور فیوض و برکات کا استفادہ کیا ۔ تو کہتے ہیں ۔ ؎

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہ نما ۔

حدیث شریف سے نبی علیہ السلام کی امت مرحومہ پر آپ کی شفقت و رافت ثابت ہوتی ہے ۔ آپ نے
فرمایا ۔ جب میں جنت میں جاؤں گا ۔ تو اکیلا نہیں بلکہ غلاموں کو لے کر جاؤں گا ۔ جنت کے دروازوں پر
خازن جنت مقرر ہے ۔ رب کریم کا ارشاد ہے ۔ کہ اے خازن جنت جب تک میرا محبوب نہ آئے ۔ تو جنت کا
دروازہ نہ کھولنا ۔ دخول جنت کی ابتداء آپ سے ہوگی ۔ پھر بعد میں دوسرے انبیاء و مرسلین صحابہ
مومنین داخل ہوں گے ۔ آقا کی یہ شان ہے ۔ کہ جب آپ جنت میں جائیں گے ۔ تو ہم گنہگار غلاموں کو
بھی ہمرکاب رکھیں گے ۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ۔ نیز بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔ کہ
جب فرید کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت نصیب ہوگی ۔ تو میں اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہونگا
جب تک میرے مریدوں کو ساتھ لے کر نہ جاؤں گا ۔

Abbas
۱۳-۹-۲۰۰۶

۲۰ شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم قُلْ لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا اعراف ۱۸۸ آپ کہیئے نہیں مالک
ہوں میں اپنے آپ کیلئے نفع کا اور نہ نقصان کا مگر جو چاہے ۔ اللہ تعالیٰ ۔ اس آیۃ کریمہ میں حضور
رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات مقدسہ سے الوہیت کی نفی فرما رہے ہیں ۔ کہ میں خدا نہیں

کیونکہ خدا وہ ہے۔ جس کی قدرت کامل اور اختیار مستقل ہو۔ جو چاہے کر سکتا ہے۔ نہ کسی
کام سے اسے کوئی روک سکتا ہے۔ اور نہ اسے کسی کام پر مجبور کر سکتا ہے۔ اور مجھ میں یہ اختیار
کامل اور قدرت مستقلہ نہیں۔ میرے پاس جو کچھ ہے۔ میرے رب کا عطیہ ہے۔ اور میرا سارا اختیار
اسی کا عنایت فرمودہ ہے۔ لا املک کے کلمات سے اپنے اختیار کامل کی نفی فرمائی اور الا ما
شاء اللہ سے اس غلط فہمی کا ازالہ کر دیا۔ کہ کوئی نادان یہ نہ سمجھے کہ حضور کو نفع وضرر کا کچھ اختیار
ہی نہیں۔ فرمایا مجھے اختیار ہے۔ اور یہ اختیار اتنا ہی ہے۔ جتنا میرے رب کریم نے مجھے عطا فرمایا ہے۔
اب رہی یہ بات کہ کتنا عطا فرمایا ہے۔ تو انسانی عقل کا کوئی پیمانہ اور کوئی اندازہ اس کا احاطہ نہیں
کر سکتا۔ کوئی بناوٹی حد قائم نہیں کی جا سکتی۔ اس ایک آیت کریمہ میں ہی غور فرمائیے۔ ولسوف
یعطیک ربک فترضیٰ۔ اے حبیب تیرا رب تجھے اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائیگا۔ کیا لطف ہے
حضور علیہ السلام نے اپنی ساری توانائیوں اور قوتوں سے برأت کرتے ہوئے۔ اپنی ہر بات اپنے خالق
ومالک کی مرضی اور مشیّت کے سپرد کر دی۔ اور اس بندہ نواز نے اپنی مشیّت کو اپنے
محبوب بندے کی رضا خوشنودی پر منحصر کر دیا۔ بتا دیا تجھے دینے والا میں ہوں۔ خود تمہیں دوں
گا۔ اور اتنا دوں گا۔ جتنا تو چاہے گا۔ اب اس عالی ظرف آقا کی وسعتِ ظرف کو ملاحظہ فرمائیے۔
جب ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ کا مژدہ پیار پہنچا۔ تو عرض کی اے کریم میں تو اس وقت تک
راضی نہیں ہوں گا۔ جب تک میری امت کا آخری فرد بھی جنت میں نہ پہنچ جائے بالفاظ فا کرو۔
کیا آتش جہنم سے بچا لینا۔ دفع ضرر باذن اللہ نہیں۔ کیا جنت میں پہنچا دینا نفع رسانی باذن
اللہ نہیں۔ ہے اور یقیناً ہے۔ تفسیر ضیاء القرآن۔ بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی ساری
خدائی میں محبوب اعظم ہیں۔ جس کا جواب نہیں۔ اور آپ کو بارگاہ الوہیت میں وہ قرب حاصل ہے
کہ رب کائنات آپ کی رضا چاہتا ہے۔ اور اصول یہ ہے کہ محب ہمیشہ اپنے محبوب کی رضا چاہتا ہے

ع خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم — خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ۔

چنانچہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ یا رسول اللہ علیہ السلام اِنّی اَرٰی اِنَّ
رَبَّکَ لَیُسَارِعُ فِیْ ھَوَاکَ بلاشبہ آپ کے یہ محبوب اعظم ہونے کی دلیل ہے۔ کہ مولا تعالیٰ
نے آپ کی خواہش پر قبلہ کا رخ بدل دیا۔ چنانچہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تبارک

نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے استقبال قبلہ کے ساتھ حکم فرما کر اپنی محبت کو ظاہر فرمایا۔ کیونکہ نبی علیہ السلام یہود کی مخالفت کی وجہ سے ایک مدت تک اسی کی خواہش کرتے رہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمان نازل فرمایا۔ قد نری تقلب وجھک فی السماء تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے قبلہ کو بدل دیا۔ اور فرمایا فلنولینک قبلۃ ترضٰھا و لم یقل قبلۃ ارضٰھا اس میں اشارہ ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ اے محبوب یا محمد کل احد یطلب رضائی وانا اطلب رضاک فی الدارین = رہا دنیا میں تو یہ تحویل قبلہ ہے۔ اور رہا آخرت میں تو ارشادِ خداوندی ہے ولسوف یعطیک ربک فترضٰی = محدث ابن جوزی رضی اللہ عنہ نے ذکر فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی فرمائی۔ یا محمد کل احد یطلب رضائی وانا اطلب رضاک۔ امام نسفی رح نے بیان فرمایا۔ کہ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ اے میرے رب میں تیرا کلیم ہوں۔ اور محمد تیرا حبیب ہیں تو کلیم اور حبیب میں کیا فرق ہے۔ تو فرمایا کہ کلیم اپنے مولا کی رضا پر عمل کرتا ہے۔ اور حبیب وہ ہے کہ جس کی رضا پر اس کا مولا عمل کرے۔ کلیم وہ ہے۔ جو اللہ سے محبت کرے۔ اور حبیب وہ ہے جس سے اللہ محبت کرے۔ کلیم وہ ہے۔ جو طور پر آکر مصروف مناجات ہو۔ حبیب وہ ہے۔ جو اپنے بستر ناز پر آرام فرما ہو۔ اور جبرائیل آپ کو چشم زدن میں وہاں لے جائے۔ جہاں مخلوق میں سے کوئی نہ پہنچا ہو نزہۃ المجالس صت ۹۳ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت سے متعلق حدیث شریف میں ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے۔ کہ میری امت میں سے چار لاکھ کو بغیر حساب جنت میں داخل کریگا۔ تو ابوبکر رض نے عرض کی زدنا یا رسول اللہ۔ تو آپ نے فرمایا۔ اس طرح تو آپ نے اپنی دونوں ہتھیلیوں کو جمع کیا۔ تو فرمایا اس طرح تو ابوبکر رض نے عرض کی زدنا یا رسول اللہ تو آپ نے اس طرح کیا۔ تو حضرت عمر رض نے عرض کی اے ابوبکر چھوڑ بھی دو۔ تو ابوبکر نے فرمایا۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ تمام کو جنت میں داخل کردے تو آپ کا کیا حرج تو حضرت عمر رض نے کہا۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ کف واحد سے تمام مخلوق کو جنت میں داخل کردے۔ تو کر سکتا ہے۔ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ صدق عمر رواہ شرح السنۃ مشکوٰۃ باب الخوف والشفاعۃ = شارحین حدیث فرماتے ہیں جو کچھ حضرت ابوبکر رض نے کہا۔ وہ مقصود مسکنت اور نیاز مندی کے باب سے ہے۔ اور جو حضرت عمر رض نے کہا۔ وہ تسلیم و رضا کے باب سے ہے۔ نیز حدیث شریف کا لفظ زدنا یا رسول اللہ قابل توجہ ہے۔ اس کا

شرح میں شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ یعنی زیادتی کن سوال از اللہ تعالیٰ و درخواہ از وے کہ زیادت کند دراں = معلوم ہوا۔ کہ صدیق اکبرؓ کا عقیدہ تھا۔ کہ ہمارے نبی کی یہ شان ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ کے سوال کو مسترد نہیں فرماتا۔ کہ جب خدا محبوب کی خواہش پر قبلہ کا رُخ بدل سکتا ہے۔ وہ خدا محبوب کی دعا پر گنہگاروں کو نجات فرما سکتا ہے۔ بلاشبہ آپ ختم الرسل محبوب کل محبوب کبریا ہیں۔

۱۳-۰۹-۲۰۰۶

۲۔ شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یا ایہا الذین امنوا استجیبو للہ وللرسول انفال ۲۴ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے۔ کہ اے ایمان والو۔ لبیک کہو۔ اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر جب وہ رسول بلائے تمہیں اللہ اللہ کی طرف جو زندہ کرتا ہے تمہیں اس آیت کریمہ کے دو جملے قابل غور ہیں۔ نمبر ۱۔ استجیبو للہ وللرسول ۲ لا یجیبکم اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام بلائیں۔ جب بلائیں جس وقت بلائیں تو تم جس حالت میں ہو فوراً حاضر ہو جاؤ۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے۔ حضرت ابی سعید بن معلی فرماتے ہیں۔ کہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ رسول کریم علیہ السلام نے مجھے یاد فرمایا۔ نماز ختم کرنے کے بعد میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی اے حبیب اللہ جب حضور نے اس غلام کو یاد فرمایا۔ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ اب فارغ ہو کر حاضر بارگاہ ہو گیا ہوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اے ابا سعید کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نہیں سنا۔ استجیبو للہ وللرسول جس وقت تمہیں اللہ اور اس کا رسول بلائے فوراً حاضر ہو جاؤ۔ فقہائے کرام نے اس سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے۔ کہ اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہو۔ اور حضور علیہ السلام اسے بلائیں۔ تو وہ حاضر خدمت ہو جائے۔ اس کی نماز نہیں ٹوٹے گی۔ اِجَابَۃُ الرَّسُوْلِ لَا یَقْطَعُ الصَّلٰوۃَ ٹھہری۔ یہاں ایک نقطہ اور بھی قابل غور ہے قاعدہ کے مطابق یہاں تثنیہ کا صیغہ دعوا ہونا چاہئے تھا۔ کیونکہ ضمیر فاعل کا مرجع اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول دونوں ہیں۔ اور دو کیلئے تثنیہ کا صیغہ ہوتا ہے۔ یہاں دعا واحد کا صیغہ ذکر کر کے اس حقیقت کی طرف اشارہ کر دیا۔ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی دعوت الگ الگ نہیں۔ بلکہ ایک ہی دعوت ہے۔ اس لئے یہاں تثنیہ کی ضرورت نہیں واحد کا صیغہ

ہی کافی بلکہ مناسب ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن) اور فقہاء کے اس فرمان سے پتہ چلتا ہے کہ اگر
کوئی نبی علیہ السلام سے نماز میں ہی باتیں کرے۔ اور اس کا سینہ کعبہ سے پھر جائے۔ تب بھی نماز
نہیں ٹوٹے گی۔ اس میں حکمت یہ معلوم ہوتی ہے۔ نمازی جب کعبہ سے ہٹ کر نبی علیہ السلام
کی طرف پھرا تو آپ کعبہ کے بھی کعبہ ہیں۔ آپ ذات والا صفات وہ ہیں۔ کہ جن کی آمد سے کعبہ
کعبہ بنا۔ آپ کی ولادت باسعادت کے وقت کعبہ کو وجد آ گیا۔ اور جھومنے لگا۔ حضرت عبدالمطلب رضی
فرماتے ہیں۔ جس رات امام کائنات علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تو میں کعبہ میں تھا۔ میں نے دیکھا
کہ کعبہ شریف مقام ابراہیم علیہ السلام کی طرف سجدہ ریز ہو گیا۔ اور آواز آئی کہ یا اللہ تیرا شکر
ہے۔ کہ مجھے بتوں کی نجاست سے پاک کرنے والے تیرے محبوب دنیا میں جلوہ گر ہو گئے۔ اور تمام بت
اوندھے منہ گر گئے۔۔ ۔ تیری آمد تھی کہ اصنام حرم ٹوٹ گئے ۔ اس کے متعلق ہی امام اہل
سنت الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لطیف اشارہ کیا ہے۔ کہ کعبہ شریف
کی چھت پر جو میزاب رحمت ہے۔ وہ اشارہ سے اور زبان حال سے حاجیوں کو کہہ رہا ہے اے
حاجیوں تم نے کعبہ شریف کا طواف تو کر لیا۔ مقام ابراہیم پر نفل ادا کر لیے۔ آب زم زم خوب
پیا۔ سنت ہاجرہ علیہا السلام ادا کر لی۔ تو آؤ ـــ

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو۔ کعبہ تو دیکھ چکے اب کعبے کا کعبہ دیکھو۔

بلاشبہ نبی محترم رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے بھی کعبہ ہیں۔ روایت میں ہے۔ کہ خلیفہ
وقت نے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا۔ کہ قبلہ شریف کی طرف منہ کر کے دعا کروں یا
نبی اکرم علیہ السلام کی طرف منہ کر کے تو امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ كَيْفَ تَصْرِفُ وَجْهَكَ +
عَنْهُ وَهُوَ وَسِيلَتُكَ وَوَسِيلَةُ أَبِيكَ آدَمَ اِسْتَقْبِلْهُ وَتَشَفَّعْ بِهِ۔
نزہۃ المجالس صفحہ ۸۲ تو اس کے مطابق نبی علیہ السلام کی مسجد شریف میں آپ کی طرف
منہ کرنا قبلہ شریف کو منہ کرنے سے افضل ہے۔ وَقَدْ صَرَّحَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ بِأَنَّ
الْمَشْيَ إِلَى قَبْرِهِ الشَّرِيفِ أَفْضَلُ مِنَ الْمَشْيِ إِلَى الْكَعْبَةِ ـــ دوسرا لفظ
لما یحییکم یعنی اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کی طرف تمہیں دعوت
دے رہے ہیں۔ وہ تمہارے مردہ دلوں کو زندہ کرنے والی تمہاری جان بلب روحوں کو

تازگی نشاط عطا فرمانے والی ہے۔ اذا دعاکم کا فاعل حضور علیہ السلام کی ذات ہے۔ لما
میں لام بمعنی الی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کی روشن اور سچی کتاب تو ہمیں یہ بتاتی ہے
کہ سنت نبوی ہی تمہاری زندگی کا سرچشمہ ہے۔ اس کی پیروی میں تمہاری بقا اور دوام
کا راز مضمر ہے۔ صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں۔ فَإِنَّ طَاعَةَ الرَّسُوْلِ فِيْ كُلِّ أَمْرٍ
يُحْيِي الْقَلْبَ وَعِصْيَانُهٗ يُمِيْتُهٗ = اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نبی علیہ السلام ہمیں دین
وایمان قرآن ذکر الٰہی اور ہر امر خیر کی طرف ہمیں بلاتے ہیں۔ اور یہ تمام مستحسن امور
ہیں۔ کہ جن پر عمل کرنے سے انسان کے دل میں ایسی حیات آتی ہے جس کو قرآن پاک نے
حیات حقیقی سے تعبیر کیا ہے۔ رب کریم کی یاد اور اس کے ذکر سے حیات حقیقی نصیب ہو
جاتی ہے۔ جیسا ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ ذکر الٰہی يُوْرِثُ الْحَيَاةَ الْحَقِيْقِيَّةَ
الَّتِيْ لَا فَنَاءَ لَهَا وَلِذَا قِيْلَ أَوْلِيَاءُ اللهِ لَا يَمُوْتُوْنَ بَلْ هُمْ يَنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارٍ إِلَى
دَارٍ = اسی لئے ہم کہتے ہیں۔ کہ اہل اللہ اولیائے کرام اپنے مزارات مبارکہ میں اپنی حیات برزخی کے
ساتھ زندہ ہیں۔

۱۳-۰۹-۲۰۰۶

۲۲ - دنیا آزمائش کا گھر ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم واعلموا انما اموالکم واولادکم فتنۃ وان اللہ عندہ اجر عظیم
انفال ۲۸ اور خوب جان لو۔ کہ تمہارا مال اور اولاد سب آزمائش ہے۔ اور بے شک اللہ
اسی کے پاس اجر عظیم ہے۔ مال اور اولاد سے بڑھ کر سخت آزمائش اور کونسی ہے محبت
مال اور اولاد انسان کو بزدل بھی بنا دیتی ہے۔ اور بخیل بھی حضور علیہ السلام کے پاس
ایک بچہ لایا گیا۔ حضور علیہ السلام نے اسے بوسہ دیا۔ اور فرمایا۔ یہ اولاد انسان کو بخیل بھی بنا
دیتی ہے۔ اور بزدل بھی۔ اور یہ اللہ کے پھول ہیں۔ اب جو اس طبعی محبت کے باوجود احکام
الٰہی کی تعمیل میں کوتاہی نہ کرے۔ یقیناً وہ کامیاب ترین انسان ہے۔ ایک دوسرے لحاظ سے بھی
اولاد بڑی آزمائش ہے۔ بچوں کی صحیح تربیت ان کو صحیح مسلمان اور کامل انسان بنانا
اور ان کی لوح دل پر اقدارِ عالیہ کے نقوش ثبت کرنا والدین کیلئے ایک کٹھن آزمائش ہے۔
اور یہی اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا صحیح شکریہ ہے۔ اور جو کم نظر اپنی اولاد کیلئے دولت

ہی اکھٹی کرتے رہتے ہیں۔ انہوں نے اس نعمت عظمیٰ پر اپنے منعم حقیقی کا شکریہ ادا نہیں کیا
اور نہ وہ اس آزمائش میں کامیاب ہوئے۔ (تفسیر ضیاء القرآن) یہ چیز اس وقت موثر
ثابت ہو سکتی ہے۔ جب کہ والدین صوم و صلوٰۃ کے پابند ہوں۔ گھر کا ماحول پاکیزہ ہو۔
تو اولاد پر اس کا اثر بہت اچھا مرتب ہوتا۔ اور ایسے پاکیزہ ماحول میں تربیت پانے والے کا
مستقبل بہت روشن اور تابناک ہوگا۔ ایک مسلمہ مقولہ ہے۔ کہ کُلُّ شَیْءٍ یَرْجِعُ
اِلٰی اَصْلِہٖ = ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے۔ اگر والدین بُرے ہوں تو بیٹا فاسق
ہوگا۔ ماں بے نماز ہو تو بیٹا لا محالہ بے نماز ہوگا۔ لیکن اس کے برعکس اگر ماں نماز اور
تلاوت قرآن کی عادی ہو تو بیٹا نمازی ہوگا۔ ماں نیک ہو تو بیٹا ولی ہوگا۔ ماں فاطمہ رض ہو تو بیٹا
حسین رض ہوگا۔ اگر ماں ام الخیر ہو تو بیٹا عبدالقادر غوث اعظم رض ہوگا۔ دیکھئے وہ کیسی پاکیزہ خوش بخت
مائیں گزری ہیں۔ کسی کا بیٹا بابا فرید الدین گنج شکر ہوا۔ کسی کے بیٹے داتا ہجویری ہوئے۔ کسی ماں
کا بیٹا خواجہ اجمیری ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ بلاشبہ بچے کی پہلی درس گاہ ماں کی گود
ہی ہے۔ بچے کی صحیح تربیت اور احکام شرعیہ سے بچے کو آگاہ کرنا یہ والدین کا فرض ہے۔
چنانچہ روایت ہے۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح پانچ سال کے تھے۔ آپکی والدہ آپ کو
خواجہ بزرگ کے پاس بھیجا۔ خواجہ نے تختی لی۔ تا کہ لکھیں۔ غائب سے آواز آئی۔ کہ توقف کرو حمید
الدین ناگوری ہمارے قطب کو تعلیم دیں گے۔ قاضی حمیدالدین ناگور میں ندا ہوئی۔ کہ اے حمیدالدین
ہمارے قطب کو تعلیم دو۔ کہ قصبہ اوش میں ہیں۔ پس قاضی وہاں پہنچے اور تختی لی۔ پوچھا اے
قطب الدین کیا لکھوں۔ فرمایا لکھو۔ سبحان الذی اسری بعبدہ۔ قاضی نے پوچھا۔ آپ نے قرآن پہلے
کس سے پڑھا۔ فرمایا میری ماں کو پندرہ سپارے حفظ تھے اور میں مادر شکم میں تھا۔ جب وہ
قرآن پڑھتی تو میں سنتا تو میں نے پندرہ سپارے حفظ کر لیے۔ دیکھئے ماں اگر قاریہ ہو تو
بیٹا حافظ قرآن ہوگا۔ اور قاضی صاحب نے قطب الدین کو قرآن چار دن میں ختم کرا دیا۔ نیز
واقعہ غوث اعظم جیلانی شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ حصول تعلیم کے سلسلہ میں ماں نے کہا۔
بیٹا سچ بولنا۔ تو آپ کی صداقت اور ماں کی وصیت پر عمل کرنے کے صدقہ سے راہزنوں پر آپ کی
صداقت کا ایسا اثر ہوا۔ کہ وہ تو راہزنی کو چھوڑ کر اولیاء کاملین بن گئے۔ یہ آپ کی صحیح تربیت

اور حصول علم سچائی کی برکتیں کھلیں ۔ نیک اولاد یہی رنگ لاتی ہے ۔ -۵۰-

۱۴-۰۹-۲۰۰۹

۲۳- آخرت کا سفر

بسم اللہ الرحمن الرحیم کل من علیہا فان (رحمن) اللہ تبارک وتعالیٰ نے ساری کائنات کو
پیدا فرمایا ۔ اور وہ ذات تمام موجودات کا خالق ہے ۔ یہ زمین کی وسعت اور اسکی پستی
اور آسمانوں کی بلندی اور جو کچھ روئے زمین پر ہے ۔ اسے دوام اور بقا نہیں ۔ یہ سب کا
سب ایک دن فنا ہو جائیگا ۔ اور اس دنیا میں انسان کی تخلیق بھی محدود وقت کیلئے ہے اسے
بھی دوام اور ہمیشگی نہیں ۔ اور انسان کی ہدایت اور راہنمائی کیلئے حضرات انبیاء المرسلین بھیجے
گئے ۔ اور انہوں نے ہر ممکن طریقے سے انسان کی راہنمائی فرمائی ۔ اور انسان کی زندگی کا کوئی شعبہ
بھی تشنہ تکمیل نہیں رہا ۔ لہذا انسان کو چاہیئے ۔ کہ وہ اسی حقیقت پر غور کرکے ۔
اور مفید اور مضر میں تمیز کرے ۔ خیرات و برکات اور حسنات پر عمل کرے ۔ اور سیئات وغیرہ
سے اجتناب کرے اور سوچے کہ یہ دنیا کی زندگی اور اس کی زیب و زینت ناپائیدار ہے ۔ اور
ہمیشہ کی زندگی آخرت کی زندگی ہے ۔ اور جو اس حقیقت کو سمجھ گئے ۔ وہ دارین میں کامیاب اور
بامراد ہو گئے ۔ چنانچہ قرآن کریم میں دوسرے مقام پر اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ۔ سورۃ عبس
خلقہ فقدرہ ثم السبیل یسرہ ثم اماتہ فاقبرہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بچے کو مادر رحم میں
پیدا کرکے اس کے عمل اجل رزق سعادت و شقاوت لکھتا ہے پھر پیدائش کے وقت فرمایا ۔
ثم السبیل یسرہ ۔ مفسرین نے اس کی تفسیر یہ بھی بیان کی ہے ۔ سَہَّلَ لَہٗ طَرِیْقَ الْخَیْرِ
وَسَبِیْلَ الْوُصُوْلِ اِلَی اللّٰہِ بِبَعْثِ الرُّسُلِ وَاِنْزَالِ الْکُتُبِ = ثم السبیل سے معلوم
ہوا ۔ کہ دنیا سبیل یعنی ایک راستہ ہے ۔ یا تو جنت کی طرف ۔ یا دوزخ کی طرف ۔ اور دنیا دار القرار
نہیں ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِیْلٍ ۔
پھر فرمایا ثم اماتہ نعمتوں میں سے موت کو شمار کیا گیا ۔ اس لئے کہ موت دار القرار تک پہنچانے
والی ہے ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ تحفۃ المومن الموت ۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا ۔ مجھے
کہا گیا ۔ مالک اور آقا نے گھر بنایا ۔ اور دسترخوان بچھایا ۔ اور بلانے والے کو بھیجا ۔ سو جس نے

بلانے والے کی دعوت پر لبیک کہا۔ اور گھر میں داخل ہوا۔ تو دسترخوان سے کھایا۔ مالک اس پر راضی ہوا۔ پس اللہ تعالیٰ سید ہے۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم داعی ہیں۔ اور گھر اسلام ہے۔ اور دسترخوان جنت۔ سو جس نے اسلام قبول کیا۔ وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور جو جنت میں داخل ہو۔ وہ غنی مطلق کے دسترخوان سے لطف اندوز ہوگا۔ اور اور جو اسلام سے محروم ہوا۔ وہ جنت میں نہیں جائیگا۔ اور جو جنت میں نہ گیا۔ وہ خوان نعمت سے کیسے لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ دنیا کی حقیقت اور اس کی ناپائیداری کو سمجھتے ہوئے۔ مومنین اور اولیائے کاملین سے بنے۔ دنیا کو دار السفر سمجھا۔ دار القرار نہیں۔ اس لئے دنیا سے بقدر کفایت استعمال کیا۔ اور اپنی تمام تر کوشش۔ رب کریم کی طرف مبذول فرمائی۔ یہی پاکیزہ عمل تمام بندگان خدا کا رہا ہے۔ چنانچہ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق روایت ہے۔ کہ آپ کے مکان کا ایک حصہ خراب ہوگیا۔ آپ دوسرے حصے میں جا بیٹھے۔ لوگوں نے کہا۔ مکان کیوں نہیں بنواتے۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے حق تعالیٰ سے عہد کیا ہے۔ کہ دنیا کی عمارتے نہیں بناؤں گا۔ دوسرے دن مکان کا دوسرا حصہ بھی گر گیا۔ صرف دہلیز باقی رہی۔ جس رات آپ نے وفات پائی اس رات وہ دہلیز بھی گر گئی۔ ؎

حشر تک زیر زمیں دو روز بالائے زمیں۔ جز لحد دنیا میں کچھ تعمیر کی حاجت نہیں۔

۲۴ ۔ عبادت الٰہی

105 بسم اللہ الرحمن الرحیم وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (الذاریات) اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں جن و انس کی پیدائش کی غرض و غایت بیان فرمائی۔ ارشاد گرامی ہے۔ کہ میں نے جن و انس کو اپنی بندگی اور عبادت کیلئے پیدا کیا ہے۔ آیت کا حاصل یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جن و انس کو عبادت میں محصور فرمایا ہے۔ اس کا مقتضیٰ یہ ہے۔ کہ کوئی بھی عبادت سے خارج نہ ہو۔ باوجود اس کے مشاہدہ ہے۔ کہ بہت سی مخلوق نے کفر اختیار کیا۔ اور کثیر عبادت سے محروم ہیں۔ تو مفسرین کرام نے اس کا جواب دیا ہے۔ کہ لیعبدون میں لام لام غایت ہے۔ یعنی انسان کی پیدائش کی غرض و غایت کو بیان فرمایا۔ اور جواب صحیح یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا۔ اور اس میں عبادت کی استعداد اور صلاحیت

رکھی۔ اس طرح کہ ان میں عقل و شعور اور حواس کو ودیعت فرمایا۔ اور ان کو عبادت و طاعت
کے قبول کرنے والے بنایا۔ اور اس کے بعد اپنی عبادت و اطاعت کیلئے اپنے محبوبوں کو منتخب
فرمایا۔ لہٰذا عبادت کی صلاحیت سے ان سے بالفعل عبادت کا وقوع لازم نہیں۔ بعض نے
فرمایا۔ کہ معنیٰ یہ ہے۔ لیعبدون تاکہ میں ان کو احکام شرعیہ کا حکم کروں گا۔ اور ان کو اپنی
عبادت کا مکلف ٹھہراؤں گا۔ تاکہ وہ حصولِ رزق کا اہتمام نہ کریں۔ اور دنیا کی خدمت میں
منہمک نہ ہوں (تفسیر صاوی آیت ھذا) اور حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا
اور زمین کی ہر نعمت کو انسان کیلئے پیدا فرمایا۔ ارشادِ خداوندی ہے۔ ھو الذی خلق لکم ما فی الارض
جمیعًا۔ معلوم ہوا۔ کہ زمین کی تمام نعمتیں انسان کے لئے اور انسان رحمان کیلئے ہے
کھیتیاں سرسبز ہیں بشری غذا کیلئے = معلوم ہوا۔ تخلیق کائنات جن و
انس عبادت کیلئے اور محققین علماء فرماتے ہیں۔ کہ عبادت کا معنیٰ ہے۔ اظہار تذلل عبدیت
کا تقاضا یہ ہے۔ کہ اس کی ذات سے تذلل اور عجز و انکساری کا اظہار ہو۔ اور جو نماز
افضل ترین عبادت ہے۔ اور مومن کی معراج ہے۔ اس میں ہے۔ غایت التذلل دیکھیئے۔
بندہ جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے۔ تو قیام کی حالت میں عاجزی کا اظہار
ہے۔ اور رکوع میں بنسبت قیام کے زیادہ عاجزی ہے۔ اور سجدہ میں بنسبت رکوع کے زیادہ
عاجزی ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ سجدہ میں عاجزی کی انتہا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کا ارشادِ گرامی ہے۔ کہ من تواضع للہ رفعہ اللہ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا ہوتے ہی
اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ کیا۔ یعنی عاجزی کا اظہار فرمایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ محبوب
آپ نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کیا۔ تو میں آپ کو وہاں تک بلندی عطا فرماؤں گا۔ کہ وہاں تک نہ تو
خلیل اللہ کا گزر ہے۔ اور نہ ہی ذبیح اللہ۔ کلیم اللہ۔ اور جبرائیل کا۔ کہ شب معراج آپ کیا
سے بلندی لے گئے۔ تو میں یہ عرض کر رہا تھا۔ کہ نماز معراج مومن ہے۔ مومن کو نماز میں غایت درجہ
کا قرب ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ اَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّهٖ وَهُوَ سَاجِدٌ
مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۳ بندہ رب کریم سے سجدہ میں بہت قریب ہوتا ہے۔ وَلِهٰذَا الَانَّ
حَالَتَ السُّجُوْدِ تَدُلُّ عَلٰی حِكَايَةِ تَذَلُّلٍ وَاِعْتِرَافًا بِعُبُوْدِيَّةِ نَفْسِهٖ —

دوسری حدیث شریف میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَا یَزَالُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ مُقْبِلًا عَلَی الْعَبْدِ وَھُوَ فِیْ صَلٰوتِہٖ مَالَمْ یَلْتَفِتْ فَاِذَا الْتَفَتَ اِنْصَرَفَ عَنْہُ = باب دوران نماز کام مشکوٰۃ صفحہ ۲۱۱ اللہ تعالی بزرگ برتر اپنے بندے پر اس وقت تک ہمیشہ متوجہ رہتا ہے۔ وہ جب تک حالتِ نماز میں ہوتا ہے۔ اِدھر اُدھر نہیں دیکھتا۔ اور جب وہ اِدھر اُدھر دیکھتا ہے۔ تو اللہ تعالی کی نظرِ کرم اس سے ہٹ جاتی ہے۔ نمازی کی شان کس قدر بلند ہے۔ کہ مولائے کریم اپنے فضل اور رحمت کے ساتھ اپنے بندے کے قریب ہوتا ہے۔ اور بندے کو بلندگی اور اظہار عجز ہی قریب کر دیتا ہے۔ عاجزی انکساری صفت مخلوق ہے۔ اور تکبر بڑائی کبریائی خاصہ خالق ہے۔ اور مقامِ عبدیت ہی اعلی ترین مقام ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے۔ کہ اللہ تعالی شب معراج اپنی بارگاہ میں بلاتے کے وقت لفظ عبدیت سے نوازا۔ فرمایا سبحان الذی اسری بعبدہٖ۔ اور جب آپ پر قرآن پاک کا نزول ہوا۔ تو فرمایا الحمد للہ الذی نزل الفرقان علی عبدہٖ یہاں بھی عبد فرمایا۔ چنانچہ حدیث شریف میں جبرائیل امین بارگاہ رسول علیہ السلام میں حاضر ہو کے پوچھا سوالات کیے۔ آپ سے سوال کیا۔ کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احسان کیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ مشکوٰۃ کتاب الایمان صفحہ ۱۵ جلد ا = کہ تم اس انداز سے عبادت گزار ہو۔ گویا کہ اللہ تعالی کو دیکھ رہے ہو۔ لیکن اگر یہ منزل حاصل نہ ہو۔ تو عبادت کا تصور رہو کہ اللہ تعالی تم کو دیکھ رہا ہے۔ شارحین حدیث نے اس کی شرح میں فرمایا۔ اس میں مقام مکاشفہ اور مقام مراقبہ کا بیان ہے۔ بندے کے اپنی عبادت میں تین مقامات ہیں۔ پہلا یہ ہے۔ عبادت اس طرح کرے کہ اس سے طلب ساقط ہو جائے اور شرائط وارکان کو پورا کرے۔ دوسرا یہ کہ عبادت اس طرح کرے اور مکاشفہ میں اس طرح مستغرق ہو۔ کہ گویا وہ اللہ تعالی کو دیکھ رہا ہے۔ اور یہ مقام حبیب اللہ کا ہے۔ ص کما قال وجعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ اور تیسرا یہ کہ اگر اس طرح ہو کہ اگر اس پر غالب ہو کہ اللہ تعالی اس کو دیکھ رہا ہے۔ تو یہ مقام مراقبہ ہے۔ اور یہ تینوں مقام احسان ہیں۔ علماء فرماتے ہیں۔ کہ یہاں نمازی کیلئے کانک تراہ ہے۔ لیکن قیامت کے دن جنت میں انک تراہ ہوگا۔ یعنی یہاں تو کاف تشبیہ ہے۔ لیکن وہاں دیدار حقیقت میں بدل جائیگا۔ ان شاء اللہ قیامت کے

دن جنت میں ایمان والوں کی نگاہوں کے سامنے حسنِ الوہیت کے جلوے ہوں گے ۔ اللہ تعالیٰ مقدور میں فرمائے ۔ آمین ۔ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کاملین کو نمازوں میں مقام حاصل ہوتا ہے ۔ اور نماز میں ان کے استغراق اور محویت کی یہ کیفیت ہوتی ہے ۔ کہ ذاتِ الوہیت کے سوا ما سوا کی خبر نہیں رہتی ۔ اللہ تعالیٰ یہ حالت نصیب فرمائے ۔ (آمین)

۲۵ ۔ شانِ محبوبِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۵-۰۹-۲۰۰۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا (ہود ۱۸) اللہ تعالیٰ وحدہٗ لا شریک ہے ۔ خالق و مالک بے نیاز ہے ۔ اسی نے ساری کائنات کو پیدا کیا ۔ عدم سے وجود میں لایا ۔ اور جملہ مخلوق میں انسان کو فضیلت و برتری عطا فرمائی ۔ اور مزید برآں اسے عقل و فہم ادراک و شعور سے نوازا ۔ حق و باطل صحیح اور غلط میں تمیز کی اس میں صلاحیت رکھی ۔ لیکن کفار منافقین نے اپنی شقاوت اور بدبختی کا اس طرح مظاہرہ کیا ۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف غلط باتیں منسوب کیں اس لیئے اولاد اور شریک ہونے کا غلط عقیدہ رکھا ۔ اور اللہ تعالیٰ اسی آیت میں فرماتا ہے ۔ کہ وہ سب سے بڑا ظالم ہے ۔ جو میری طرف اولاد منسوب کرے ۔ انہیں قیامت کے دن میری بارگاہ میں پیش ہونا ہے ۔ اور گواہ ان کے خلاف گواہی دیں گے ۔ الیوم نختم علی افواھھم ۔ دوسرے مقام پر ہے ۔ یومئذ تحدث اخبارھا ۔ زمین بھی گواہی دے گی ۔ حاصل یہ کہ قیامت میں تمام انبیاء مرسلین جمع ہوں گے ۔ رب کریم ان کی امتوں سے فرمائے گا ۔ کہ تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا آیا ۔ وہ انکار کریں گے ۔ انبیاء علیہم السلام اثبات میں جواب دیں گے ۔ پھر یہ امت مرحومہ انبیاء کی تائید میں گواہی دے گی ۔ سب کے بعد نبی کریم کی گواہی ہو گی ۔ جس پر کوئی مجال انکار نہ ہو گا ۔ فکیف اذا جئنا من کل امۃ ۔ اب دیکھنا یہ ہے ۔ کہ گواہ وہ ہے جو موقع پر حاضر ہو ۔ نبی علیہ السلام اس امت مرحومہ کی گواہی دیں گے ۔ چنانچہ عبد اللہ بن مبارک حضرت سعید بن مسیّب سے نقل کرتے ہیں ۔ آپ نے فرمایا ۔ لَیْسَ مِنْ یَوْمٍ اِلَّا وَ تُعْرَضُ عَلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم اُمَّتُہٗ غُدْوَۃً وَّ عَشِیَّۃً فَیَعْرِفُھُمْ بِسِیْمَاھُمْ وَ اَعْمَالِھِمْ ۔ آپ اپنی تمام امت کے اعمال سے باخبر ہیں ۔ اس لیئے آپ قیامت کے دن شاہد ہوں گے ۔ آپ کا شاہد ہونا دوسری آیت سے ثابت ہے ۔ یاایھا النبی انا ارسلنک شاھدا ۔ ہم نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا ۔ یہاں

امام رازیؒ ایک عجیب نقطہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ اے محبوب میں نے اپنے رب ہونے کا دعویٰ کیا۔ میں
رب ہوں۔ اور میری ربوبیت کا تو گواہ ہے۔ آپ نے مکہ کے بازاروں میں ہر مقام پر کھڑے ہو کر فرمایا
کہ اے کافرو۔ یہ بت خدا نہیں۔ بلکہ اشھد ان لا الہ الا اللہ تو آپ نے خدا کے ایک ہونے
کی گواہی دی۔ تو آپ نے عرض کی مولا۔ تو نے خدائی دعویٰ کیا۔ تیری خدائی کا میں گواہ ہوں۔ اور
میں نے رسالت کا دعویٰ کیا۔ تو میری رسالت کا کون گواہ ہے۔ فرمایا میں نے خدائی کا دعویٰ کیا
میری خدائی کے گواہ تم ہو۔ اور تم رسالت کا دعویٰ کرو۔ تمہاری رسالت کا میں گواہ ہوں واللہ
یشھد انک رسولہ۔ معلوم ہوا کہ محب محبوب میں باہم ایسا ربط وتعلق ہے۔ کہ خدا بھی بے
مثال ہے۔ اور محبوب بھی بے مثال ہے۔ خدا اپنی خدائی میں بے مثال ہے۔ نبی علیہ السلام اپنی
مصطفائی میں بے مثال ہے۔ بے مثل نے اپنے محبوب کو ——— بقول سعید ابن مسیب
رضی اللہ عنہ معلوم ہوا۔ کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر حضور علیہ السلام کی امت صبح وشام
پیش کی جاتی ہے۔ حضور علیہ السلام ان کے چہروں اور ان کے اعمال کی وجہ سے انہیں۔
پہچانتے ہیں۔ اس لئے قیامت کے دن۔ ان پر گواہی دیں گے۔ خدا کرے۔ ہم مجرموں نافرمانوں
کی حیثیت سے بارگاہ رسالت میں پیش کیے جائیں۔ کتنے رنج والم کا مقام ہے۔ کہ ہم اپنی
بداعمالی کی وجہ سے اس ذات پاک کو اذیت پہنچائیں۔ جن کی آنکھیں ہماری مغفرت کیلئے
اشکبار رہیں۔ اور جن کے مبارک ہاتھ ہمارے لیے طلب رحمت وبخشش کیلئے پھیلے
رہے۔ شاید حضرت بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے۔ جب آپ حج کیلئے
حاضر ہوئے۔ تو کعبہ کی دہلیز پکڑ کر پھوٹ پھوٹ رونے لگے۔ اور اپنی مغفرت کیلئے التجائیں کیں آخر
میں عرض کی۔ اے مولا۔ اگر تیری مرضی ہے۔ کہ مجھے بخشنا نہ جائے۔ تو میری یہ التجا ضرور منظور فرما
کہ مجھے قیامت کے دن نابینا کرکے اٹھانا۔ تاکہ میں تیرے محبوب کی جناب میں شرمسار نہ ہوں/ ضیاء القرآن
ص ۳۵۱ جلد ۲ ۔ مقصد یہ ہے۔ کہ ہر عمل میں رضائے الٰہی ومحبوب مقصود ہو۔ اگر رسول علیہ السلام
راضی ہو گئے۔ تو سمجھو خدا راضی ہو گیا۔ حضرت رابعہ بصریہ رضی اللہ عنہا ہر رات ہزار نفل پڑھا کرتی تھی
فرمایا نفلی عبادات سے مقصود حصول ثواب نہیں مقصد یہ ہے۔ کہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو جائیں
کیونکہ اگر محبوب راضی ہو گئے تو جان لو کہ خدا راضی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

۲۶۔ شانِ عبدیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قل یعبادی الذین امنوا یقیموا الصلوٰۃ —— ابراہیم آیت ۳۱
اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اہل ایمان والوں کو وہ مرتبہ حاصل ہے۔ کہ رب کریم نے اس آیت کریمہ میں اہل ایمان کو خطاب کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ اور انہیں عبودیت سے موصوف فرمایا۔ اور بطور شرافت و بزرگی۔ اپنی ذات کی طرف ان کی اضافت کی۔ اور اس پر متنبہ فرمایا۔ کہ ایمان والے ہی حقوق عبدیت کو قائم رکھنے والے ہیں۔ اور وہی خطاب کے اہل ہیں۔ اور جو حکم انہیں کیا جائے اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ اور لفظ قل کا مفعول محذوف ہے۔ تقدیر عبادت اس طرح ہے۔ کہ قل یعبادی الذین امنو —
اس میں یہ بتایا ہے۔ کہ اہل ایمان خصوصاً صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ایسے ہیں۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرط اطاعت میں ایسے ہیں۔ کہ ان کا فعل آپ کے حکم سے جدا نہیں ہوتا۔ جب بھی آپ اللہ تعالیٰ کی وساطت سے کوئی حکم فرماتے تو صحابہ کرام رض تعمیل حکم میں سر خم تسلیم کر لیتے۔

مصور دیکھا میری شکل ایسے بنائی ہو ادھر حکم الٰہی ہو ادھر گردن جھکائی ہو

حکم محبوب تو گیا۔ صحابہ کرام تو ادائے مصطفیٰ علیہ السلام پر عمل کرنے میں کوئی تاخیر نہیں کرتے تھے۔ ان کا ایمان تھا۔ کہ ادائے مصطفیٰ علیہ السلام پر عمل کرنا سعادت دارین کا سبب ہے۔ دیکھئے تحویل قبلہ کے وقت جب صحابہ کرام نے دیکھا۔ کہ نماز کی حالت میں ہمارے آقا کا رخ بدل گیا ہے۔ تو انہوں نے بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں اپنے چہرے بدل لئے۔ یہ تھا صحابہ کرام کا ایمان تو یہاں بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ کامل مومن کی یہ شان ہونی چاہیئے۔ کہ جو کچھ میرا محبوب فرمائے۔ اور حکم کرے تو اس پر عمل کرے۔ اس میں ہی نجات اخروی ہے۔ بلکہ محبوب خدا کی پیروی میں ہی مقام محبوبیت نصیب ہوتا ہے۔ تو آیت میں آگے فرمایا۔ کہ اہل ایمان نماز پڑھیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے رزق میں سے علانیہ اور پوشیدہ خرچ کریں۔ قبل اس کے کہ وہ دن آئے۔ جس میں نہ تجارت ہوگی۔ اور نہ دوستی۔ یہاں دوستی اور محبت کی نفی ہے۔ اور دوسری آیت زخرف میں ہے۔ اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ ؔ(۶۷/۲۵ زخرف) اس دن تمام دوستیاں عداوت میں بدل جائیں گی۔ مگر پرہیزگاروں اور اولیاء کی محبت قائم رہے گی۔ بلکہ اولیاء علماء کاملین کی محبت ان شاء اللہ نجات کا سبب ہوگی۔ حدیث شریف میں ہے۔ کہ میدان حشر میں حساب کے بعد اہل دوزخ صف بستہ کھڑے ہوں گے۔ اور ان کے پاس اہل اللہ اہل جنت کا گزر ہوگا۔ تو ایک کہے گا۔ اے فلاں تم کیسے ہمیں

أَنَا الَّذِي سَقَيْتُكَ شَرْبَةً وَقَالَ بَعْضُهُمْ + أَنَا الَّذِي وَهَبْتُ لَكَ وَضُوْءً فَيَشْفَعُ لَهُ
فَيُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ مشکوٰۃ ص ۴۸۵ امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مِنْ مُلَاطَفَاتِ
الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْفُجَّارِ فِي طَرِيْقِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَالْأَخْيَارِ وَالصُّلَحَاءِ الْأَبْرَارِ
عَلَى الْمَسَاكِيْنِ فِي طَرِيْقِ الْأَغْنِيَاءِ فِي هٰذِهِ الدَّارِ مرقاۃ جلد ۱۰ ص ۳۱۲ یہ لفظ فَيَشْفَعُ لَهُ +
فَيُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ يَصِيْرُ سَبَبًا لِدُخُوْلِهِ إِيَّاهَا يَعْنِي فَيُدْخِلُهُ
معه الْجَنَّةَ ۔ ولی اللہ گنہ گاروں کو مریدین کو ساتھ لیکر جنت میں جائیں گے۔ اکیلے نہیں۔ گنہگار علم
کے راستہ پر اولیاء بابا فریدالدین گنج شکر خواجہ اجمیری خواجہ بہاؤالدین زکریا ملتانی اور دیگر اولیاء کرام
جائیں گے۔ تو متوسلین مریدین اور عقیدہ مندوں کو لیکر جنت میں ان شاء اللہ جائیں گے۔ معلوم ہوا کہ
روز قیامت اولیاء کا وسیلہ کام آئیگا۔ خواجہ ضیاء الدین برنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میں چاشت
کے وقت تک محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر رہا۔ اس دن بہت سے لوگ آپ کی بیعت کیلئے
آئے۔ اسی اثنا میں میرے جی میں آیا۔ کہ گزشتہ مشائخ مرید بنانے میں احتیاط کرتے تھے اور
محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے کرم سے خاص و عام کی دستگیری کرتے ہیں۔ میں نے چاہا۔ کہ محبوب الٰہی سے
پوچھوں۔ چونکہ محبوب الٰہی کشف کے عالم تھے۔ میرے دل کی بات سے واقف ہوگئے۔ فرمایا کہ مجھ سے مرید
ہونے والے گناہوں سے دور رہتے ہیں۔ با جماعت نماز پڑھتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ میرے پیر و مرشد شیخ
فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ نظام جان لے۔ کہ کل مسعود کو بارگاہ الٰہی میں عزت ملے گی یا نہیں
اگر ان کی عزت داری ہوئی۔ تو میں قسم کھاتا ہوں۔ کہ جنت میں اس وقت تک پاؤں نہ رکھوں گا
جب تک اپنے مریدوں کو اپنے ساتھ جنت میں نہ لے جاؤں۔ فرمایا جب پیر و مرشد میرے بارے میں ان لوگوں
کے متعلق جن سے میں بیعت لیتا ہوں۔ یہ اقرار کر چکے ہیں۔ تو پھر وہ کونسی چیز ہے۔ جو مجھے بیعت
لینے سے روک سکے۔ مع تلخیص اخبار الاخیار ص ۱۸۸

Dabbas
16-9-2006

۲۷۔ شانِ بخشش

بسم اللہ الرحمن الرحیم واتاکم من کل ما سألتموہ ـــ ابراہیم ۳۴ یہ وہ عظیم الفاظ
ہیں۔ جو تمہارے عالم وجود میں قدم رکھنے سے پہلے بن مانگے تمہارے لئے مہیا کر دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ
کی بارگاہ میں۔ انسان کو یہ اعزاز حاصل ہے۔ کہ اس کریم نے انسان کی تمام ضرورتوں کو جن کی اسے

احتیاج ہے۔ بن مانگے پہلے ہی پورا فرما دیا۔ زمین کی پستی اور آسمانوں کی بلندی اور اس میں
انسان کی روشنی کیلئے سورج چاند ستارے پہلے ہی پیدا فرما دیئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم
ہے۔ اور جتنا انسان دنیا میں مانگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔ غرض کہ ہر چیز دنیا کی
انسان کیلئے اور تخلیقِ انسان ہے رحمان کیلئے۔ آیت ھذا میں جملہ ما سالتموہ کے
متعلق مفسرین فرماتے ہیں۔ کہ لفظ ما کی مختلف حیثیتیں ہیں۔ جائز ہے۔ کہ ما موصولہ
ہو۔ تقدیر عبارت تمہیں ہر اس میں سے عطا فرمایا۔ جس کی طرف تمہیں احتیاج ہے۔ اور
جس کے ساتھ تمہاری صلاحیت اور معیشت وابستہ ہے۔ گویا کہ تم نے زبانِ حال
+ سے اسے طلب کیا۔ اور اس کا سوال کیا۔ اور من کل تنوین کے ساتھ گیا اس میں
ما نافیہ ہو گا۔ یعنی تمہیں اس تمام میں سے عطا کیا جس کا تم نے سوال کیا ہی نہیں۔ دیکھو کائنات
کی تمام نعمتیں انسان کی تخلیق سے پہلے پیدا فرما دیں۔ انسان چلنے کا محتاج ہے۔ زمین نہ
ہو تو چلے گا کیسے۔ روشنی کا محتاج ہے۔ سورج چاند نہ ہو تو روشنی کیسے حاصل ہو۔
انسان ہوا کا پانی کا محتاج ہے۔ اگر یہ اشیاء نہ ہوں۔ تو انسان زندگی کیسے گذار سکتا
انسان کو ان تمام اشیاء کی ضرورت ہے۔ زندگی گذارنے کیلئے نبی علیہ السلام اور امتی میں
فرق ہے۔ کہ علمائے اسلام صوفیائے کرام فرماتے ہیں۔ کہ دنیا کی ضرورت آپ کو اپنی
طرف مائل نہیں کر سکی۔ اس لئے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو دنیا کی ضرورت ہی پیدا نہ ہو۔ دنیائے
کائنات کا وجود آپ کے وجود سے وابستہ ہے۔ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

وَكَيْفَ تَدْعُوْا اِلَى الدُّنْيَا ضَرُوْرَةُ مَنْ ۔ لَوْلَاہُ لَمْ تَخْلُقِ الدُّنْيَا مِنَ الْعَدَمِ ۔

جب اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کا ذکر فرمایا۔ تو کلام کو اس پر ختم فرمایا۔ کہ وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا
نعمۃ اللہ فیہ دلیل علی ان المفرد۔ یعنی تم ان نعمتوں کے انواع کو گننے اور شمار کرنے کی
طاقت نہیں رکھتے۔ چہ جائیکہ۔ ان کے افراد کو کیونکہ وہ غیر متناہی ہیں۔ تو تم تمام نعمتوں
کا شکر کیسے ادا کر سکتے ہو۔ حق تو یہ ہے۔ کہ انسان نعمتوں کو استعمال کر کے شکر
ادا کرے۔ لیکن انسان کا یہ حال ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ کہ ان الانسان لظلوم کفار
انسان بہت ظالم اور نہایت ناشکرا ہے۔ اللہ تعالیٰ مومنین کے حق میں فرماتا ہے۔ صبار شکور

کفار صراحۃً شکور کی ضد ہے۔ اور ظلوم دلالۃً صبار کی ضد ہے۔ تفسیر مظہری بیان امام رازی
رحمۃ اللہ علیہ نے عجیب نقطہ بیان فرمایا وہ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر فرمایا۔ ان الانسان
لظلوم کفار اور سورۃ نحل میں فرمایا۔ ان اللہ لغفور رحیم کہ جب میں نے اس میں تامل کیا۔ تو میرے
لیئے ایک دقیقہ ظاہر ہوا۔ گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اے انسان ان تمام نعمتوں کو تو حاصل کرتا ہے
اور میں عطا کرتا ہوں۔ اور ان نعمتوں کو لینے کے وقت تجھے دو وصف حاصل ہوتے ہیں۔ اور وہ
تیرا ظلوم کفار ہونا اور نعمتوں کو عطا کرتے ہوئے میرے دو وصف ہیں۔ اور وہ دونوں میرا غفور
رحیم ہونا مقصد ہوئے ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اگر تو ظلوم ہے۔ تو میں غفور ہوں۔ اور اگر تو
کفار ہے۔ تو میں رحیم ہوں۔ اور میں تیرے عجز وقصور کو جانتا ہوں۔ اور میں تیری تقصیر کا
مقابلہ زیادہ عطا سے کرتا ہوں۔ اور تیری جفا کا مقابلہ وفا سے کرتا ہوں۔ اور تو اپنی جبلت و
سرشت پر عمل کرتا ہے۔ اور میں اپنے کرم سے معاملہ کرتا ہوں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ
رحمت بڑی وسیع اور اسکی بخشش ہے۔ بے حد ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہم پر لاکھوں لاکھوں
احسان ہے۔ کہ ہمارا معاملہ دو کریموں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کریم ہے۔ اور نبی علیہ السلام
رؤف رحیم ہے۔ خدا اپنی خدائی میں بے مثل ہے۔ اور نبی علیہ السلام اپنی مصطفائی میں بے مثل ہے
ے رحمت خدا بہانہ جو ئید۔ کل قیامت میں اللہ تعالیٰ کی گنہگاروں پر وسیع بخشش اور نبی
علیہ السلام کی شفاعت کا ظہور اتم ہوگا۔ اور وہاں عَلیٰ رُؤُسِ الْخَلَائِق ظاہر ہوگی۔ آپ
شفاعت کرتے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ بخشش فرماتا جائیگا۔ اور ہم گنہگاروں کا بیڑا پار ہوتا
جائیگا۔ پل صراط میزان عمل حوض کوثر ہر مقام پر میرے آقا علیہ السلام کی جلوہ گری ہوگی۔
چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا۔ میرے رب کے پاس سے میرے پاس آنیوالا آیا۔ اور مجھے اختیار دیا کہ بَیْنَ اَنْ یُدْخِلَ
نِصْفَ اُمَّتِی الْجَنَّۃَ وَبَیْنَ الشَّفَاعَۃِ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَۃَ وَھِیَ لِمَنْ مَاتَ لَا یُشْرِکُ
بِاللّٰہِ شَیْئًا (رواہ الترمذی وابن ماجہ مشکوٰۃ شریف ص ۴۹)

Abbas
17-9-2006

۲۸۔ احسانات خداوندی

بسم اللہ الرحمن الرحیم الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا ابراہیم ۲۸ قریشِ مکہ پر اللہ تعالیٰ نے گوناگوں احسانات فرمائے تھے۔ اپنے گھر کی خدمت اور ہمسائیگی کا شرف انہیں بخشا تھا۔ سارے اہل عرب کے دلوں میں انکی عزت اور تکریم کا جذبہ پیدا کر دیا گیا۔ اور پھر انہیں میں سے خاتم النبیین کو مبعوث فرمایا۔ ان کا تو یہ فرض تھا۔ کہ ہر دم شکر الہی بجا لاتے اور اس کے حکم سے سرِ مو انحراف نہ کرتے۔ لیکن انہوں نے ان نعمتوں کی قدر نہ کی خود بھی برباد ہو گئے۔ اور اپنی قوم کو بھی ہلاکت و بربادی کی بستیوں میں دھکیل دیا۔ گزشتہ بیان میں۔ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کا ذکر ہوا۔ جو کہ انسان کیلئے پیدا کی گئی۔ اور اس آیت کریمہ میں مخصوص نعمت کا ذکر خیر ہوا۔ اور جس میں بالخصوص مخاطب اہل مکہ ہیں۔ جنہوں نے اس نعمت کی ناشکری کی۔ اور وہ نعمت حبیب خدا محبوب کبریا۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ ہیں۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ آپ کا وجود اور آپ کی تشریف آوری ایسی نعمت ہے۔ کہ اس نعمت کے صدقے تمام نعمتیں ہمیں نصیب ہوئیں۔ اگر آپ کی ذات کی نعمت نہ ہوتی۔ اور کائنات کی کوئی چیز معرضِ وجود میں نہ آتی۔ ارشادِ گرامی ہے۔ لولاک لما خلقت الافلاک ۔ سے

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا۔ وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو ۔ (امام احمد رضا)

روی البخاری فی الصحیح عَنْ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ انّہٗ قالَ ھُمْ وَاللّٰہِ کفارُ قُرَیشٍ قالَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ وَ ھُمْ قُرَیشٌ وَ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلم نِعْمَۃُ اللّٰہِ۔ تفسیر مظہری۔ حضرت ابن عباس اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کے فرمان سے ثابت ہوا۔ کہ جنہوں نے اسی نعمت کے شکریہ کو۔ کفر میں تبدیل کر دیا۔ وہ کفار قریش ہیں۔ اور جس نعمت سے کفر کیا۔ اس نعمت سے مراد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی قول کی مطابقت میں حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی قصیدہ بردہ شریف میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نعمت کبریٰ سے تعبیر کیا ہے۔ یعنی آپ کی ذاتِ والا صفات ایسی نعمت عظیم ہے۔ کہ کائنات کی تمام نعمتیں اسی نعمت عظمیٰ کے صدقے سے ملی ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔ سے

وَمَنْ ھُوَ الْاٰیَۃُ الْکُبْرٰی لِمُعْتَبِرٍ ۔ وَمَنْ ھُوَ النِّعْمَۃُ الْعُظْمٰی لِمُغْتَنِمٖ۔

اور اے وہ ذات جو عبرت حاصل کرنے والے کے لئے بڑی نشانی ہے۔ اور اے وہ ذات جو غنیمت جاننے

والے کیلئے سب سے بڑی نعمت ہے۔ = اور اے وہ ذات مبارک آیت کبریٰ وہی ہیں۔ عزت والے
کے واسطے اور وہی نعمت عظمیٰ گنے والے کو۔ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، کہ آپ آیت کبریٰ
اور نعمتِ عظمیٰ ہیں۔ امام باجوری رحمۃ اللہ علیہ شارح قصیدہ بردہ فرماتے ہیں۔ کہ آپ غور و فکر
کرنے والے کیلئے تمام آیات سے آیتِ کبریٰ ہیں۔ کیونکہ نبی علیہ السلام کو ان معجزوں کے ساتھ
اور ان علوم کے ساتھ مبعوث فرمایا گیا۔ کہ جو شمار میں نہیں آسکتے۔ اور آپ کو اس قوم کی طرف
مبعوث فرمایا گیا (کہ جو شمار میں نہیں آسکتے) کہ جو جہالت اور ضلالت کی تاریکیوں میں
گم تھی۔ اور ان کی جہالت و ضلالت اس حد تک تھی۔ کہ انہوں نے بتوں کو معبود بنالیا۔ تو آپ
نے تشریف لاکر انہیں صراطِ مستقیم اور ہدایت کی طرف راہنمائی فرمائی۔ اور ایسی نگاہِ کرم فرمائی
کہ جو قوم برائی کے لحاظ سے پستیوں کا شکار ہو چکی تھی۔ وہ قوم ایمان و ایقان اور قرب
حق کی بلندیوں پر فائز ہو گئی ۔

اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا۔ — خاک کے ذروں کو ہمدوش ثریا کر دیا۔
جو نہ تھے — اور کے ہادی بن گئے — کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا۔

امام خرپوتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ نعمت دو قسم پر ہے۔ صحت بدن۔ اور عقلِ عافیت۔
عقل و شعور دَفْعُ الْمَدَائِدِ مِنَ الْاَمْرَاضِ وَالْبَلَایَا وَالشَّدَائِدِ وَالْفَقْرِ ۔ ان تمام
نعمتوں کا حصول ذاتِ رسول علیہ السلام سے وابستہ ہے۔ اور اس جگہ نعمت کا معنیٰ بمعنی
المُنْعَمُ بِہٖ یعنی آپ کے سبب ہی ہم گنہگاروں پر انعام کیا گیا ہے۔ کیونکہ آپ نعمتِ عظمیٰ ہیں
لِکَوْنِہٖ رَحْمَۃً لِسَائِرِ الْخَلْقِ = باوجود اس کے آپ کی ذات سے بہت ہی امتوں کا صدور
ہوا۔ جو کہ بالاجمال ان کی انوا کا شمار نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ ان کے افراد کو تفصیلاً
شمار کرنا امام خرپوتی رح فرماتے ہیں۔ لِاَنَّہٗ رَحْمَۃٌ وَھِدَایَۃٌ وَرَافِعٌ لِلظُّلُمٰتِ
وَدَافِعٌ لِلشُّبُھَاتِ وَمَقْصُوْدٌ لِلْکَائِنَاتِ فِی الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتِ شرح خرپوتی ص ۱۱
اس شعر میں نبی علیہ السلام کے معراج کی حکمت کی طرف اشارہ ہے۔ فرشتوں نے ہزار سال کی
مقدار تک چار مسائل میں مناظرہ کیا۔ لیکن حل تلاش نہ کر سکے۔ جب نبی علیہ السلام مبعوث
ہوئے۔ تو انہوں نے جانا۔ کہ یہ مشکل نبی علیہ السلام کی وجہ سے حل ہو گئی۔ تو عرض کی مولا

یہ مشکل تیرے محبوب کی وجہ سے حل ہوگی۔ عرش پر بلا لے۔ فَدَعَاہُ اللّٰہُ حَبِیْبَہٗ اِلیٰ مَقَامِ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ ——— ما اوحیٰ۔ من جملہ اس کے آپ نے فرمایا۔ رایت ربی با حسن صورۃ۔ فرمایا محبوب علیہ السلام کہ فرشتے کس بارے میں بحث کر رہے ہیں۔ عرض کی مولیٰ تو جانتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے بلا کیف اپنا ہاتھ میرے کندھوں پر رکھا۔ فعلمت مافی السمٰوٰت والارض۔ تو پھر میں نے عرض کی مولیٰ فرشتے کفارات مُنجیات درجات مُہلکات میں بحث کر رہے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو سچا ہے۔ وَجَدْتُمْ حَلَّ الْمُشْكِلَاتِ فَسْئَلُوْا اَشْکَالَکُمْ تو اسرافیل علیہ السلام نے عرض کی کہ یہ کفارات کیا ہیں۔ فقال علیہ السلام اسباغ الوضوء فی المکارہ والمشی بالاقدام الی الجماعۃ وانتظار الصلوٰۃ بعد الصلوٰۃ جس مسئلہ میں فرشتے ہزار سال سے متحیر تھے اور اشکال کا حل نہ ملا میرے محبوب تشریف لے گئے۔ تو ایک لمحہ میں وہ مشکل حل ہوگئی۔ معلوم ہوا بفضلہ تعالیٰ آپ کی وجہ سے مشکل ہوتی ہے۔ آپ کے پیارے نام سے بگڑی بنتی ہے۔ ع

مشکل جو سر پر آپڑی آپ کے نام سے ٹلی

مشکل کشا ہے تیرا نام تجھ پر درود و سلام۔

ایک ولی کامل حاجیوں کے ساتھ تھے۔ پیچھے رہ گئے۔ اور راستہ بھول گئے۔ تو انہوں نے رات کی تاریکی میں پکارا۔ یا محمداہ یا محمداہ انا مستغیث بک۔ آپ تشریف لائے۔ سواری پر سوار کیا۔ اور قافلہ تک پہنچا دیا۔ بزرگ فرماتے ہیں۔ میں نے پہچان لیا۔ کہ انصار نبی صلی اللہ علیہ وسلم فَرَاَیْتُہٗ اَنْوَارَہٗ ~~کَالْبَدْرِ~~ فِی ظُلْمَۃِ اللَّیْلِ صَلَوٰۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَامُہٗ وَقَدْ لَحِقَنِیْ مِنَ الشِّدَّۃِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ کَیْفَ لَمْ وَقَبَّلْتُ یَدَیْہِ وَرِجْلَیْہِ نزہۃ النواظر ص ۳۳

تلوح

(دستخط) ۱۸-۹-۲۰۰۶

۲۶ - شب معراج -۰-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ لیلًا من المسجد الحرام ——— اللہ تبارک و تعالیٰ نے جمیع انبیاء و مرسلین کو فضائل و کمالات عطا فرمائے ہیں۔ اور جمیع کمالات انبیاء علیہم السلام حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں مجتمع ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جملہ کمالات

انبیاء علیہم السلام آپ کی ذات سے مستفاد ہیں۔ اور کچھ ایسے کمالات نبوت ہیں۔ جو کہ خصائص
محمدیہ علیہ السلام سے ہیں۔ من جملہ خصائص سے کمال معراج شریف ہے۔ اور یہ ایک ایسا
عظیم الشان معجزہ ہے۔ جو کہ کسی نبی اور رسول علیہ السلام کو نہیں ملا۔ اور بجسدہ عالم
بیداری میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ اور وہاں سے سیر سمٰوٰت سدرۃ المنتہیٰ عرش ما
فوق العرش اور مقام قاب قوسین تک پہنچا۔ اور رات کے تھوڑے حصہ میں واپس آجانا
یہ آپ کی فضیلت مخصوصہ ہے۔ چنانچہ جمہور علماء محدثین فقہا متکلمین کا مسلک یہ ہے۔
کہ آپ کو جسمانی معراج ہوا۔ اور یہی حق ہے۔ اسی آیت کریمہ میں لفظ عبد ہی معراج جسمانی
پر دلیل ہے۔ قرآن کریم کے دیگر مقامات میں جہاں لفظ عبد واقع ہوا۔ اس سے روح مع الجسد
ہی مراد ہے۔ جیسے سورۃ دخان فاسر بعبادی لیلاً انکم یہاں بنی اسرائیل سے مراد
روح مع الجسد کے ساتھ دلیل ہے۔ دوسرے مقام پر ارایت الذی ینھی عبداً اذا صلّٰی
یہاں سے بھی عبدہ مکرم سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہاں سوال یہ ہے۔ کہ یہاں
بعبدہٖ فرمایا۔ حالانکہ آپ کی شان رسالت بھی ہے۔ اور شان نبوت بھی یہاں برسولہ نہیں فرمایا۔ تو
مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ حکمت یہ ہے۔ کہ جب آپ خالق کی طرف سے مخلوق
کی طرف آئے۔ تو فرمایا۔ ھو الذی ارسل رسولہ فرمایا۔ تو شان رسالت سے آئے۔ اور جب مسجد
حرام سے خالق کی طرف گئے تو شان عبدیت سے گئے۔ دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ؐ
کی امت کو گمراہی سے بچایا۔ کیونکہ جب عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمانوں پر تشریف لیگئے تو آپ
کی امت گمراہ ہوگئی۔ کسی نے کہا۔ کہ آپ الہ ہیں۔ کسی نے ابن اللہ کہا۔ معاذ اللہ۔ تو نبی علیہ السلام
شب معراج تمام انبیاء علیہم السلام کو پیچھے چھوڑ گئے۔ مقام قاب قوسین پر جلوہ گر ہوگئے
تو رب العزت نے فرمایا۔ کہ محبوب علیہ السلام باوجود اس مقام پر فائز ہونے کے اللہ تعالیٰ کے عبد ہی
ہیں۔ معبود نہیں۔ دیکھئے معراج کی ابتداء میں فرمایا۔ کہ بعبدہٖ اور انتہائے معراج مقام قاب
قوسین پر فرمایا۔ فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ تو فرمایا۔ اشارہ یہ ہے۔ کہ محبوب حرم میں ہیں۔ تو عبد
ہیں۔ اور مقام قاب قوسین پر ہیں۔ تو بھی عبد ہیں۔ عبد اگر عروج فرمائے تو عبد رہتا ہے۔ مسجود
اپنی شان کیلئے لائق نزول فرمائے۔ تو مسجود رہتا ہے۔ لیکن یاد رہے۔ کہ آپ صرف عبد ہی نہیں۔ بلکہ

عبدہ ہیں۔ اسی کی طرف علامہ اقبالؒ نے فرمایا ؎

؎ عبد دیگر عبدہ چیزے دگر — ایں سراپا انتظار آں منتظر

مقام قاب قوسین پر اللہ تعالیٰ نے کیا وحی فرمائی۔ علماء فرماتے ہیں۔ وہ وحی ایسی تھی۔ جو تفصیل سے بے نیاز ہے۔ نیز نبی علیہ السلام قرآن لینے میں جبرائیل کے محتاج نہیں تھے۔ وہ وحی کیا تھی۔ اس کے متعلق علماء کرام فرماتے ہیں۔ بعض نے فرمایا۔ اس میں سکوت اولیٰ ہے۔ اور بعض کا قول ہے۔ اَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّ الْجَنَّةَ مُحَرَّمَةٌ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ حَتّٰى تَدْخُلَهَا عَلَى الْاُمَمِ حَتّٰى تَدْخُلَ اُمَّتُكَ + وَقِيْلَ قَدْ اَوْحَى اللّٰهُ يَا مُحَمَّدُ اَنَا وَاَنْتَ وَمَا سِوَاهُ ذٰلِكَ خَلَقْتُهُ لِاَجْلِكَ فَقَالَ مُحَمَّدٌ يَا رَبِّ اَنَا وَاَنْتَ وَمَا سِوَاكَ اِلَيْكَ تَرَكْتُهُ لِاَجْلِكَ = ثابت ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جملہ کائنات محبوب علیہ السلام کیلئے پیدا فرمائی۔ اور آپ نے بھی اپنی توجہ جملہ کائنات سے ہٹا کر صرف اللہ تعالیٰ کی طرف مبذول فرمائی۔ وللہ الحمد ۰ بالتقصیرات احمدیہ صفحہ ۳۲۰ اور معراج جسمانی عقلاً نقلاً محال نہیں۔ اور نہ صرف تحت قدرت الٰہی بلکہ امر واقع ہے۔ کفار قریش اور بعض ضعفاء مسلمین نے اسے محال سمجھا۔ اور بعض ارباب علم اور فلاسفہ کہتے ہیں۔ کہ افلاک میں فرجہ نہیں۔ اور آسمان خرق و التیام کو قبول نہیں کرتے۔ ان کے یہ اوہام بالکل غلط اور بے بنیاد ہیں۔ امور شرعیہ کو مقامات انبیاء علیہم السلام کو عقل کے پیمانہ سے ماپا نہیں جا سکتا۔ اور ہم غلام الحمد للہ سبھی کچھ مانتے ہیں۔ جو کہ نبی علیہ السلام کی زبان پاک سے صادر ہوا۔ اور فلسفی کو اپنی عقل نازیبا پر ناز ہے۔ مرد مسلم کو خدا و مصطفےٰ پر ناز ہے۔ اور چند لمحات میں اتنی طویل مسافت کو طے کرنا بھی محال نہیں۔ دیکھیے عرش بلقیس رضہ آنکھ جھپکنے سے پہلے ہی سبا سے ملک شام میں آ گیا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ بلائے آپ جائیں تو قلیل وقت میں اتنی طویل مسافت طے ہو جائے۔ تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بعید نہیں۔ زرقانی صفحہ سید احمد سعید کاظمی فرماتے ہیں۔ کہ لوگ حضور علیہ السلام کے آسمان پر جانے سے تعجب کرتے ہیں۔ اور مجھے حضور علیہ السلام کے واپس آنے پر تعجب ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کی اصل نور ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے۔ کل شیء یرجع الی اصلہ میرا تو مسلک یہ ہے۔ کہ اگر حضور علیہ السلام کے زمین پر جلوہ افروز ہونے سے اللہ تعالیٰ

کی حکمتیں مقدر نہ ہوتیں۔ تو حضور علیہ السلام آسمانوں پر ہی رہتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے عالم
اجسام کو فیضیاب کرنے کے لئے حضور علیہ السلام کو جسمانیت عطا فرمائی۔ اور ایک مدت
معینہ تک ظاہری طور پر عالم ناسوت میں جلوہ گر رکھا۔ غرض کہ یہ آپ کا معراج جسمانی
بالکل حق ہے۔

۱۸-۰۹-۲۰۰۶ -۵۰-

۳۰- شب معراج

بسم اللہ الرحمن الرحیم سبحان الذی اسریٰ بعبدہ ــــــ یہ مضمون سابقہ مضمون سے پیوستہ
ہے۔ سابقہ مضمون میں بیان ہوا۔ کہ نبی علیہ السلام کو معراج جسمانی ہوا۔ اور اس کے دلائل۔
بالاختصار بیان ہوئے۔ اور اس مضمون میں رات کے وقت معراج شریف کی حکمت کا بیان ہے۔
محققین علماء کرام نے بیان فرمایا ہے۔ کہ آیت کریمہ میں لفظ اسریٰ ہے۔ اور اسریٰ کا معنیٰ ہے۔
رات کے وقت سفر کرنا۔ جب اس لفظ سے نبی علیہ السلام کا رات کے وقت سفر معراج ثابت ہوا
تو لیلًا کا لفظ کیوں استعمال ہوا۔ تو اس کا جواب علمائے کرام نے یہ دیا ہے۔ کہ اگر صرف لفظ اسریٰ
ہوتا تو شبہ ہو سکتا تھا۔ کہ سفر معراج ساری رات ہوا۔ تو اس شبہ کو زائل کرنے کے لئے لفظ
لیلًا کو بیان فرمایا۔ کیونکہ لیلًا نکرہ اور تنوین تقلیل کیلئے ہے۔ تاکہ ثابت ہو جائے۔ کہ معراج
ساری رات نہیں ہوئی۔ بلکہ یہ اتنا طویل سفر رات کے تھوڑے سے حصے میں طے ہوا۔ جو کہ بوجہ خارق
عادت ہونے کے برعکس حضور علیہ السلام کا عظیم الشان معجزہ قرار پایا۔ جیسا کہ تفسیر مظہری
میں ہے۔ وَفَائِدَةُ ذِكْرِہٖ مَعَ اِنَّ الْاِسْرَآءَ لَا يَكُوْنُ اِلَّا فِي اللَّيْلِ اَلدَّلَالَةُ بِتَنْكِيْرِہٖ
عَلٰى تَقْلِيْلِ مُدَّةِ الْاِسْرَآءِ علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ آپ کو معراج شریف
رات کے وقت کیوں ہوا۔ باوجود اس کے غالب فرائض دن کے وقت میں مثلاً روزہ جہاد
نماز ظہر عصر مغرب وصبح روزی تلاش کرنا۔ دن کے وقت ہے۔ محدثین نے بیان فرمایا۔ کہ اس میں
حکمت یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ چونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ اور محبوب کا محب کی رات کے وقت
ملاقات کرنا۔ یہ ایک مخصوص وقت ہے۔ ابن منیر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا۔ کہ رات کے وقت اسریٰ کی
تخصیص اس لئے ہے۔ کہ ایمان والوں کو ایمان بالغیب کی فضیلت حاصل ہو۔ اور ان کے ایمان میں
اضافہ ہو۔ اور کافر اپنے فتنۂ کفر میں مزید مبتلا ہوں۔ اصل اشارات محقق صوفیاء کرام۔

+ نے بیان فرمایا۔ کہ دن نے رات پر فخر کیا۔ سورج کے ساتھ تو آفتاب سے کہا گیا۔
اِنْ کَانَتْ شَمْسُ الدُّنْیَا تَشْرِکُ فِیْکَ فَسَیَعْرُجُ شَمْسُ الْوُجُوْدِ فِی اللَّیْلِ
الشَّمَاءِ زرقانی قِیْلَ لِاَنَّہٗ سِرَاجٌ کما قال اللّٰہ تعالیٰ

اشعار کا حاصل یہ ہے۔ کہ کسی نے اپنے محبوب سے پوچھا۔ کہ اس میں کیا حکمت ہے۔ کہ تم نے رات کے وقت زیارت کی دن کے وقت زیارت کیوں نہ کی۔ تو محبوب نے کہا۔ کہ میں بدر ہوں۔ اور بدر کا اثر رات کو ہی ظاہر ہوتا ہے۔ اور میں اس اثر کو بدلنا نہیں چاہتا۔ نیز رات کے وقت زیارت کرنے میں ایک فائدہ یہ ہے۔ اگر زیارت دن کو ہوتی تو فائدہ ظاہر نہ ہوتا۔ اور وہ فائدہ رات کا اس کے نور سے چمک اٹھنا۔ پس محبوب کے عشق میں رات رات نہیں بلکہ دن ہے۔ بوجہ اِضَاءَۃٌ وَاِشْرَاقٌ کے۔ اور رب کائنات نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو نور بنایا۔ اور سراج منیر بنایا۔ اور بدر منیر بنایا۔ طٰہٰ مَا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْآنَ لِتَشْقٰی۔ لہذا آپ کو معراج رات کے وقت اس لیئے کرایا۔ تاکہ ثابت ہو جائے۔ کہ میرا محبوب علیہ السلام شمس وقمر کی روشنی کے محتاج نہیں۔ کیونکہ آپ بدر منیر اور سراج منیر ہیں۔ بلکہ شمس وقمر اپنی روشنی میں نبی علیہ السلام کی ذات کے محتاج ہیں۔ ے

ے یہ جو مہر ومہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا عینک تیرے نام کی ہے استفادہ نور کا۔

چنانچہ محدث ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ رجب شریف کی ۲۷ رات رب کائنات نے اپنے محبوب علیہ السلام کو اپنی بارگاہ میں بلانے کیلئے بڑا اہتمام کیا۔ جبرائیل امین کو فرمایا۔ کہ جبریل وَاَنْزِلْ مَعَ سَبْعِیْنَ اَلْفَ مَلَکٍ اِلٰی بَابِ شَفِیْعِ الْاُمَمِ سَیِّدِ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ اَلْمَوْصُوْفِ بِالْفَضْلِ وَالْکَرَمِ اور اے میکائیل تم بھی ستر ہزار فرشتوں سمیت جاؤ۔ اور اے اسرافیل وعزرائیل۔ اِفْعَلَا کَمَا فَعَلَ جِبْرَائِیْلُ وَمِیْکَائِیْلُ اور اے جبریل علیہ السلام زِدْ فِیْ ضَوْءِ الشَّمْسِ عَلٰی نُوْرِ الْقَمَرِ وَمِنْ نُوْرِ الْقَمَرِ عَلٰی نُوْرِ الْکَوَاکِبِ وَاجْعَلْہَا شَمْعَتَیْنِ بَیْنَ یَدَیْ سَیِّدِ الْکَوْنَیْنِ روض الفائق ص ۱۰۵ اس جملہ پر غور کرو۔ کہ اللہ تعالیٰ

نے فرمایا۔ کہ اے جبریل سورج اور چاند کو محبوب علیہ السلام کے سامنے بطور شمع لے جاؤ
کہ جہاں لاکھوں فرشتے ہوں اور آفتاب و ماہتاب بطور شمع ہوں تو روشنی کا کیا عالم ہوگا
تو ایک روایت میں پڑھا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ آپ بشریت کا نقاب اٹھا دیں تو آپ
نے جب نقاب اٹھایا۔ تو آپ کی روشنی اور چمک سے آفتاب ماہتاب کی روشنی مانند پڑ گئی۔ اور
آپ کی نورانیت تمام روشنیوں پر غالب آگئی۔ اللہ تعالیٰ نے ثابت کر دیا۔ کہ میرے محبوب علیہ السلام
روشنی کے محتاج نہیں۔ اور اس مضمون کو امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ
علیہ فرماتے ہیں۔ ؎ خورشید تھا کس زور پہ کیا بڑھ کے چمکا تھا قمر
بے پردہ جب وہ رخ ہوا۔ یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں۔
محدث ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ جبریل علیہ السلام نے جب رب العزت کی طرف سے اس قدر
اہتمام سُنا تو عرض کی مولیٰ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اَقْرَبَ قِيَامَ السَّاعَاتِ قَالَ لَا وَلٰكِنْ حَبِيْبِیْ
اُرِيْدُ عَرْشَ اُقَرِّبْنَهٗ کہ میں نے محبوب کو ملنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ چنانچہ ملائکہ مقربین بحکم
رب العزت بارگاہ رسول علیہ السلام میں حاضر ہوئے۔ تو آپ ام ہانی کے در دولت میں تشریف
فرما تھے۔ فَنَادَاهُ يَا اَيُّهَا النَّبِیُّ الْمُخْتَارُ قُمْ اِلٰى حَضْرَةِ الْكَرِيْمِ الْغَفَّارِ فَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ فِی
الْاِنْتِظَارِ۔ پھر آپ نے مسجد اقصیٰ کی طرف قصد فرمایا (الیٰ آخر القصہ)

Mobbas
۱۴-۰۹-۲۰۰۶

-۵-

۳۔ شبِ معراج

بسم اللہ الرحمن الرحیم سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ ۔۔۔۔ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے نبی محترم رسول
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سیر معراج کرایا۔ جو کہ آپ کی نہایت درجہ کی شان و عظمت پر دلیل ہے اور
سورۃ بنی اسرائیل کی اس آیت میں سیر معراج کا ذکر کرنے کے ساتھ اس کی علت اور اس کا سبب
بیان فرمایا۔ اور وہ سبب یہ ہے۔ کہ لنریہ من ایاتنا یعنی معراج کرانے کی غرض و غایت
یہ ہے۔ تاکہ ہم آپ کو اپنی قدرت کی عظیم الشان نشانیاں دکھائیں۔ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ
اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ ان آیات سے آسمانی آیات مراد ہیں۔ اور معنیٰ یہ ہے۔ تاکہ ہم انہیں آسمانوں
پر لے جا کر وہاں کی عجیب و غریب نشانیاں دکھائیں۔ روح المعانی میں اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

لِنَرْفَعَهُ إِلَى السَّمَاءِ حَتّٰى يَرٰى مَا يَرٰى مِنَ الْعَجَائِبِ الْعَظِيْمَةِ - یعنی تاکہ ہم انہیں
آسمانوں کی طرف اٹھائیں یہاں تک کہ وہ دیکھنے کے قابل عجیب و غریب نشانیاں دیکھیں۔
اسی بیان سے معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ میں اسراء اور معراج دونوں کا بیان ہے لفظ
مِن سے یہ سمجھنا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض نشانیاں دکھائی گئیں تو حضور
علیہ السلام کو تمام آیات کا علم نہ تھا۔ کسی طرح صحیح نہیں۔ اس لئے کہ آیات مختلف قسم
کی تھیں۔ بعض کا تعلق دیکھنے سے تھا۔ بعض ایسی تھیں۔ جن کا تعلق سننے اور سمجھنے اور
+ چکھنے سے تھا۔ جیسے صریف اقلام کا سننا۔ ادویات کا چکھنا۔ اگر مِن ہو
تو اس کی وجہ سے کل آیات کا بعض مراد ہوں گی۔ اور ظاہر ہے کہ جو آیتیں دیکھنے کے قابل تھیں
وہ سب ہم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھانے کے لئے آسمانوں پر بلند کیا۔ اس صورت میں
بعض آیات سے حضور علیہ السلام کی لاعلمی ثابت نہ ہوگی۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں
کہ اگر کہا جائے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان لنریہ من آیاتنا۔ اس پر دلیل ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو
+ بعض آیات دکھائیں۔ کیونکہ حکم مِن تبعیض کا مفید ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے
حق میں فرمایا۔ وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض یہاں مِن تبعیضیہ نہیں۔ تو
لازم آیا۔ کہ ابراہیم علیہ السلام کا معراج پاک اور مصطفیٰ کے معراج سے افضل ہے۔ تو امام
رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے۔ کہ میں کہتا ہوں۔ کہ جس کو ابراہیم علیہ السلام نے
دیکھا۔ وہ آسمانوں و زمین کی بادشاہت تھی۔ اور جس کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا وہ
اللہ تعالیٰ کی بعض آیات تھیں۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی آیات افضل ہیں۔ پھر ظاہر کہ ابراہیم علا
کو زمین و آسمان کے عجائبات زمین پر دکھائے گئے۔ اور محمد حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخصوص
عجائبات آسمانوں پر بلا کر دکھائے گئے۔ یہ واضح فرق ہے معراج خلیل میں اور معراج حبیب میں
یہاں سورۃ بنی اسرائیل میں فرمایا۔ لنریہ من آیاتنا۔ اور سورۃ والنجم میں فرمایا۔ لقد
رای من آیات ربہ الکبری۔ یعنی جس مقصد کیلئے محبوب علیہ السلام کو بلایا گیا۔ وہ مقصد
پورا ہوا۔ کہ آپ نے آسمانوں کے عظیم الشان عجائبات دیکھے — اور صاحب تفسیر مظہری
فرماتے ہیں۔ کہ آیات سے مراد وہ ملکوتی عجائبات ہیں۔ جن کو آپ نے معراج کی رات اپنے سفر میں۔

اور واپسی پر دیکھے۔ مثلاً براق آسمانی۔ انبیاء علیہم السلام ملائکہ سدرۃ المنتہیٰ اور جنۃ الماویٰ
اور ان آیات کو کبریٰ کے ساتھ موصوف کیا گیا۔ ان آیات میں مخصوص تجلیات کے ہونے کی وجہ سے
اور ان کا رحمت و برکت کا محیط ہونا ورنہ ہر ممکن اللہ تعالیٰ کی بڑی آیات ہیں۔ جو کہ اپنے خالق و مالک
پر واضح دلیل ہیں۔ پھر اگر کہا جائے۔ کہ یہ آیت ان لوگوں کے قول کی تائید کرتی ہے۔ جو قائل ہیں
کہ نبی علیہ السلام نے دو مرتبہ جبریل علیہ السلام کو دیکھا۔ نہ کہ اللہ تعالیٰ کو کیونکہ رویت آیات رویت
ذات کا غیر ہیں۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ رویت آیات رویت ذات کے منافی نہیں۔ بلکہ آیات میں ذات کی
تجلیات ہیں۔ جیسا کہ آئینہ میں آفتاب کی تجلیات منعکس ہوتی ہیں۔ اس سے یہ بات ضمناً کہی
جاسکتی ہے۔ کہ جب آیات باری تعالیٰ میں اس ذات احدیت کی تجلیات منعکس ہیں۔ اور آیات
تجلی گاہ ہیں۔ تو خدا کی ساری خدائی میں محبوب خدا حبیب کبریا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کیوں نہ تجلیات الٰہی کے مہبط اور اوصاف صفات کے ساتھ متصف ہوں۔ بلکہ شیخ محقق شاہ
عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسمائے صفات کے ساتھ متصف
ہیں۔ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ کے تحت مصطفےٰ آئینہ ذات خدا
یہی شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ اے مسلمان تو آپ پر درود پاک پڑھ اور حالت درود
میں یہ سمجھ کر کہ نبی علیہ السلام تیرے سامنے موجود ہیں۔ اور تیرے درود کو سنتے ہیں۔ کیونکہ
آپ اللہ تعالیٰ کی اس صفت کے ساتھ متصف ہیں۔ انا جلیس من ذکرنی۔ یعنی میں ذاکر کا
ہمنشین ہوں۔ جب خدا کو یاد کرو۔ تو خدا موجود ہوتا ہے۔ مصطفےٰ کو یاد کرو۔ تو مصطفےٰ
موجود ہوتے ہیں۔ صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں۔ اگر کہا جائے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے قول ما طغیٰ کی
تفسیر میں کہا گیا ہے۔ مَا جَاوَزَ بَصَرُہٗ عَنِ الْمَحْبُوْبِ اِلٰی غَیْرِہٖ فَکَیْفَ رُؤْیَۃُ
الذَّاتِ ہم کہتے ہیں۔ کہ رویت آیات سے مقصود وہ رویت ذات ہے۔ اسی وجہ سے آیات
مرأۃ ذات ہیں۔ پس جب آپ نے آیات دیکھیں تو جَاوَزَ نَظْرُہٗ عَنْہَا اِلَی الذَّاتِ وَحَیْثُ
رَاَی الذَّاتَ لَمْ یَتَجَاوَزْ عَنْہُ اِلٰی غَیْرِہٖ۔ احمد للہ اور بقول راجح نبی علیہ السلام شب
معراج رویت باری تعالیٰ سے مشرف ہوئے۔ یہ صرف آپ کی خصوصیت ہے۔

۲۰-۰۹-۲۰۰۶

۳۲ ـ شانِ محبوبِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم تلک الرسل فضلنا بعضہم ـــــ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے۔ کہ یہ رسل علیہم السلام کہ ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ انبیاء علیہم السلام میں ~~نبوت سے~~ نفسِ نبوت میں یکساں نیت ہے۔ اور فضائل وکمالات کے اعتبار سے انبیاء علیہم السلام کے مابین تفاضل مخصوص علیہ ہے۔ پھر اگر ان دونوں میں سے ایک میں وصف کمال کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور دوسرا دوسرا وصف کمال کے ساتھ تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو دوسرے پر فضیلت جزئی ہے۔ اور فضیلت کلی اس شخصیت کیلئے ہے۔ جس کے لئے زیادہ فضیلت اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادتی قرب ہے۔ پس انبیاء علیہم السلام درجہ رسالت ونبوت میں اور موجبات اجر وثواب میں برابر ہیں۔ اور ان کے مابین اللہ تعالیٰ کے نزدیک تفاضل کثرت ثواب اور زیادتی قرب کی بناپر ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ اور اس کا ادراک اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے ہی ہو سکتا ہے۔ ارشادِ گرامی ہے۔ منہم من کلم اللہ اہل تفسیر فرماتے ہیں ان سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ فلما جاء موسیٰ لمیقاتنا وکلمہ ربہ اور یہ آیت اس فضیلت کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کی تخصیص کی مقتضی نہیں۔ بعض کا قول ہے کہ اس سے مراد موسیٰ ومحمد علیہما السلام ہیں۔ کَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی عَلَی الطُّوْرِ وَ مُحَمَّدًا لَیْلَۃَ الْمِعْرَاجِ حِیْنَ کَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی ـــــ موسیٰ علیہ السلام کو شرف ہمکلامی فرش پر ہوا۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شرف ہمکلامی ما فوق العرش ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کلام طور پر جاکر کیا۔ اور نبی علیہ السلام سے کلام بلاکر کیا۔ موسیٰ علیہ السلام طالب بن کر گئے۔ نبی علیہ السلام مطلوب بن کر گئے ہے۔

ہے طور اور معراج کے قصہ سے ہوتا ہے عیاں اپنا جانا اور ہے ان کا بلانا اور ہے۔

علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ نبی علیہ السلام کلام کے ساتھ مشہور نہیں ہوئے وجہ یہ ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے منصب ومرتبہ پر فائز ہوئے۔ جو کہ شرف مکالمہ سے اشرف ترین ہے۔ وہ ہے دیدار الٰہی یعنی موسیٰ علیہ السلام کو شرف ہمکلامی ہوا۔ لیکن دیدار نہیں۔ اور یہاں کلام ہوا۔ اور دیدار بھی۔ لِاَنَّہٗ جَازَ مَنْصَبًا اَشْرَفَ مِنَ الْمُکَالَمَۃِ وَھِیَ الرُّؤْیَۃُ پھر فرمایا۔ کہ ورفع بعضہم درجت۔ رسل علیہم السلام انبیاء سے افضل ہیں اور اولوالعزم

رسول دوسروں پر افضل ہیں۔ یہاں تمام انبیاء و رسل علیہم السلام پر درجات میں بلندی وہ ہمارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہے۔ اور یہ وحی غیر متلو سے ثابت ہے۔ والمعتقد علیہ الاجماع ہے سب سے اعلیٰ و اولیٰ ہمارا نبی سب سے بالا و والا ہمارا نبی =

یہاں تمام فضائل جمع ہیں۔ اور درجات کی حد نہیں بیان کی۔ معلوم ہوا۔ کہ رفعت درجات مصطفیٰ علیہ السلام کو خدا جانے یا مصطفیٰ جانے اس کی دلیل واقع معراج شریف ہے۔ چنانچہ نبی علیہ السلام نے شب معراج مسجد اقصیٰ میں امامت فرمائی۔ پھر آپ آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ دوسرا آسمان پر حضرت یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام تیسرا پر حضرت یوسف علیہ السلام اور چوتھے پر حضرت ادریس علیہ السلام پانچویں پر حضرت ہارون علیہ السلام چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام جو کہ انبیاء علیہم السلام کے درجات کے تفاوت ہونے پر دلیل ہے۔ اور نبی علیہ السلام لیکن سماوات میں کہیں نہیں رکے بلکہ سفر جاری رکھا۔ اس میں اشارہ یہ تھا۔ کہ میرا مقام یہ نہیں۔ بلکہ میرا مقام اس سے وراء ہے۔ آپ ساتوں طبق عبور کرتے آگے چلے گئے۔ قرآن کریم میں اس طرف اشارہ ہے۔ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ اس کی تفسیر میں صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں۔ کہ لفظ لترکبن واحد مذکر مخاطب خطاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ امام شعبی اور مجاہد فرماتے ہیں۔ کہ لترکبن یا محمد سماءً بعد سماء اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وھو العزیز الغفور الذی ——— طباقا = فیہ ھذہ الآیۃ بشارۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم بالمعراج آیت وھو العزیز الغفور ——— میں اشارہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ساتوں طبقوں کو بنایا۔ اور دوسری آیت لترکبن میں فرمایا۔ کہ اے محبوب علیہ السلام آپ طبق در طبق عروج فرماتے گئے۔ دونوں آیتوں کی مطابقت سے معلوم ہوا۔ کہ اوپر تلے ساتوں طبق کی تخلیق مصطفیٰ علیہ السلام کی عظمت و شان کے اظہار کیلئے ہے۔ ان کو آپ کیلئے بطور زینہ بنا دیا۔ کہ جس میں معراج کی رات محبوب علیہ السلام کی عظمت و شان کا اظہار ہوا۔

Rabbani

۲۱-۰۹-۲۰۰۶

۲۳ - شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم اذ یغشی السدرۃ ما یغشی ——— مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک سفر اسریٰ کا مرحلہ ختم ہوا۔ اور وہاں آپ نے انبیاء و مرسلین کی امامت

فرمائی - پھر وہاں سے آپ کے سفر معراج کا مرحلہ شروع ہوا - نبی علیہ السلام بمعیت جبریل
علیہ السلام آسمانوں کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ نے ہفت سماوات پر تشریف فرما رسل
علیہم السلام سے ملاقات کی - اور وہاں کے عجائبات و غرائب کا مشاہدہ فرمایا - سفر جاری
رہا - یہاں تک کہ آپ سدرۃ المنتہیٰ پہنچے جو مقام جبریل علیہ السلام ہے - سدرۃ المنتہیٰ
بیری کا ایک درخت ہے - اور علم خلائق کی منتہیٰ ہے - فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے اذن طلب
کیا - کہ اے اللہ تعالیٰ تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں - ان کے جمال اقدس
کی زیارت کرنے کی ہم کو اجازت مرحمت فرما - اللہ تعالیٰ نے حکم دیا - کہ تمام فرشتے سدرۃ المنتہیٰ
پر جمع ہو جائیں - جب ہمارا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری آئے - تو سب زیارت کریں - چنانچہ
ملائکہ کرام سدرۃ المنتہیٰ پر جمع ہو گئے - جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا - اذ یغشی
السدرۃ ما یغشی جب ڈھانک لیا سدرۃ المنتہیٰ کو اس چیز نے جس نے ڈھانک لیا -
یعنی شیئ عظیم نے اور وہ ملائکہ ربانی ہیں - جن کے متعلق ارشاد ہے - وما یعلم جنود ربک
الا ھو - حضور علیہ السلام نے درخت سدرۃ کی طرف نظر اٹھائی تو حضور علیہ السلام نے درخت
سدرۃ کو ملائکہ سے ڈھکا ہوا پایا - اور فرشتوں نے اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت
کا شرف حاصل کیا - اِسْتَأْذَنَتِ الْمَلٰئِكَةُ الرَّبَّ تَبَارَكَ اللّٰهُ وَتَعَالٰى اَنْ يَّنْظُرُوْا اِلَى
النبی صلی اللہ علیہ وسلم فَاَذِنَ لَهُمْ فَغَشِيَتِ الْمَلٰئِكَةُ السِّدْرَةَ لِيَنْظُرُوْا اِلَى النبی صلی اللہ علیہ وسلم
رسالہ المعراج النبی ص ۳۱۱ قَالَ الْبَغَوِيْ = نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا - رَأَيْتُ
عَلٰى كُلِّ وَرَقَةٍ مَلَكًا قَائِمًا يُسَبِّحُ اللّٰهَ تَعَالٰى (تفسیر مظہری) سورۃ والنجم) کہ میں نے
دیکھا کہ سدرۃ کے ہر پتہ پر فرشتہ کھڑا ہوا اللہ تعالیٰ کی تسبیح کر رہا ہے - دونوں حدیثوں
کا مطلب ہے - کہ تمام قدسی فرشتے سدرۃ پر محبوب علیہ السلام کے دیدار کیلئے جمع ہو گئے
اور فرشتے قیام کی حالت میں تھے - اور زبان سے ذکر خدا جاری تھا - اور تمام فرشتے اس بات
کے مصداق تھے - ایک کام دو کاج - یعنی سدرۃ کے پتوں پر کھڑے ہوئے تھے - کہ ذکر خدا بھی جاری
تھا - اور دیدار مصطفیٰ بھی ہو رہا تھا - زبانوں پر ذکر خدا کے نغمے اور نگاہوں میں رخ مصطفیٰ
کے جلوے - حسن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ ایسا ہی بے مثل ہے - کہ شب معراج فرشتے بھی

مشتاق دیدارِ مصطفیٰ نہیں تھے۔ بلکہ خود خالق کائنات بھی مشتاق دیدار مصطفیٰ تھا ۴۴
رُخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ نہیں اور کوئی ایسا آئینہ نہ ہماری چشم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں۔
بلکہ شب معراج کیسا اہتمام کیا جا رہا تھا۔ کہ ہزاروں فرشتوں کو تو جبریل و میکائیل علیہما السلام
کی معیت میں آستانہ محبوب پر بھیجا۔ کہ تم وہاں جا کر محبوب علیہ السلام کا دیدار کر لو۔ اور باقی
فرشتوں کو فرمایا۔ کہ تم سدرۃ المنتہیٰ پر جمع ہو جاؤ۔ جو میرے محبوب کی راہ گزر ہے۔ کہ جب میرے
محبوب علیہ السلام کا گزر ہو تو تم زیارت کر لینا۔ پہلے فرشتوں کو بھیج کر زیارت کرا دی۔ باقی فرشتوں
کو محبوب علیہ السلام کو بلا کر زیارت کرا دی ۔
تیرا آستاں جو نہ مل سکا تیری راہ گزر پر بسیرا سہی۔
مجھے دیدار کرنے کا یہ ہے۔ جو وہاں نہیں تو یہاں سہی۔
پھر نبی علیہ السلام آگے چلے۔ تو جبرائیل علیہ السلام نے معذرت کی آگے جانے کی۔ میری مجال نہیں
اگر آگے بڑھوں تو انوار و تجلیات الٰہی سے میرے پروں کو جلا کر راکھ کر دیں۔ لَوْ دَنَوْتُ اِنْمِلَۃً
لَاحْتَرَقْتُ معلوم ہوا۔ کہ جہاں جبریل علیہ السلام کی طاقت و پرواز ختم ہو گئی۔ وہاں سے آگے
نبی علیہ السلام کا سفر جاری ہوا۔ نہ تو جبریل علیہ السلام آگے بڑھے۔ اور نہ نبی علیہ السلام کو
روکا۔ جبریل علیہ السلام کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ کہ نبی علیہ السلام بے مثل ہیں ۔
ان کی مثل نہیں عقل جن و بشر کا یہاں ذکر کیا۔ عقل روح الامین تنگ و حیران ہے۔
عظمتِ مصطفیٰ کی کیسے حد ملے یہ وہ دریا ہے جس کا کنارہ نہیں۔
قرآن کریم آیت کریمہ ذی قوۃ عند ذی العرش مکین۔ اس کے متعلق مفسرین کرام نے دو قول
نقل فرمائے ہیں۔ کہ ذی قوۃ سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں۔ یا نبی علیہ السلام جبریل علیہ السلام
کی قوت کا یہ عالم کہ آپ نے لوط علیہ السلام کی بستیوں کو اکھیڑ کر الٹا دیا۔ زمین سے آسمان کی
طرف آنکھ جھپکنے سے پہلے آ جاتے۔ اور نبی علیہ السلام کی قوت کہ آپ جذب الی اللہ ہیں۔ بہت قوت
والے ہیں۔ ۲۳ سال تبلیغ فرمائی۔ تو ایک لاکھ ۲۴ ہزار صحابہ کرام میدان عرفات میں تھے۔ وَاَنَّہٗ
صَعِدَ اِلٰی السَّمٰوٰتِ السَّابِعَۃِ وَاِلٰی مَا لَمْ یَسْتَطِعْ جِبْرِیْلُ اَصْعَدَ اِلَیْہِ ثُمَّ
هَبَطَ اِلٰی الْاَرْضِ فِیْ اَقَلِّ مِنْ سَاعَۃٍ وَاِنَّہٗ رَاٰی رَبَّہٗ وَلَمْ یَسْتَطِعْ اَحَدٌ غَیْرُہٗ

فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ (تفسیر مظہری) (سورۃ تکویر) معلوم ہوا۔ کہ آپ کی روحانی طاقت
جبریل سے زیادہ تھی۔ اور آپ بے مثل بے مثال ہیں۔ چنانچہ آپ نے صحابہ کرام کو فرمایا۔ ایکم
مثلی لست کاحد منکم ـــــ چنانچہ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ آپ کے متعلق
یہ عقیدہ رکھنا چاہیئے۔ جب کہ آپ نے فرمایا۔ لا تقیسونی علی احدٍ ولا تقیسوا احدًا۔
بے مثل نے اپنے محبوب کو بے مثل بنا دیا۔ کہ وہاں جسم نہیں ہے۔ تو یہاں سایہ نہیں ہے۔
(مشکوٰۃ شریف)

۲۵--۹-۲۰۰۶

۳۴ ـ شب معراج

بسم اللہ الرحمن الرحیم ثم دنی فتدلّٰی فکان قاب قوسین او ادنیٰ ـــــ ذات خاتم الانبیاء محمد
مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جملہ کمالات انبیاء ومرسلین کی جامع ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام
من حیث الکمالات کامل ہیں۔ اور نبی علیہ السلام ہر حیثیت سے اکمل ہیں۔ آپ کی رفعت
وعظمت کا یہ عالم ہے۔ کہ وہاں کسی نبی مرسل اور ملائکہ مقربین کا گزر نہیں۔ عروج محبوب
کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض کا قول ہے۔ کہ سدرۃ المنتہیٰ اور جنت الماویٰ
تک بعض نے کہا۔ عرش تک حضور علیہ السلام کو معراج ہوئی۔ اور ایک قول ہے۔ کہ حضور
علیہ السلام فوق العرش تشریف لے گئے۔ بعض علماء کا قول ہے۔ کہ حضور علیہ السلام طرف عالم
تک تشریف لے گئے۔ یعنی عالم اجسام کی وہ انتہا جس کے پیچھے کچھ نہیں۔ نہ ہوا۔ نہ زمان
ومکان بلکہ عدم محض ہے۔ جیسا کہ زرقانی میں ہے۔ وَجَاوَزَ السَّبْعَ الطِّبَاقَ وَھِیَ
السَّمٰوٰتُ وَ جَاوَزَ سِدْرَۃَ الْمُنْتَھٰی وَصَلَ اِلٰی مَحَلٍّ مِّنَ الْقُرْبِ سَبَقًا بِہِ الْاَوَّلِیْنَ
وَالْاٰخِرِیْنَ اِذْ لَمْ یَصِلْ اِلَیْہِ نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ وَّلَا مَلَکٌ مُّقَرَّبٌ زرقانی صـ ۱۰۱ حضور علیہ
السلام ساتوں آسمانوں اور سدرۃ المنتہیٰ سے گزر گئے۔ اور ایسے مقام قرب پر پہنچے۔
کہ اولین وآخرین سب پر سبقت لے گئے۔ جب آپ رؤیت آیات سے فارغ ہوئے۔ تو رویت
ذات باری تعالیٰ کی جانب متوجہ ہوئے۔ سدرۃ المنتہیٰ سے آگے بڑھے تو کوئی جن وانس آپ کے
ہمراہ نہ تھا۔ ہزار حجابات نوری باعانت صمدانیت منقطع کیے۔ عالم تفرد میں پہنچے
تو کسی نے ابوبکر کی آواز میں پکارا قف یا محمد فان ربک یصلی = تو آپ نے غور وفکر کیا

کہ یہ آواز ابوبکر کی کہاں سے آرہی ہے۔ تو آپ مانوس ہوگئے۔ حضرت اقدس سے ندا آئی۔
ادن یا خیر البریۃ ادن یا احمد ۔ ادن یا محمد آپ نے فرمایا پروردگار رب العزت نے
مجھے ایسا نزدیک کیا۔ کہ جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ ثم دنی فتدلٰی ــــ ادنیٰ ۔ کلیم و حبیب علیہما
السلام میں فرق واضح ہے کلیم کوہ طور پر مقام معراج میں عرض کرتے ہیں ۔ رب ارنی انظر الیک
تو جواب لن ترانی آتا ہے ۔ حبیب علیہ السلام مقام قاب قوسین پر ہیں ۔ تو حکم ہوتا ہے ۔ ادن یا
احمد امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اشعار میں اس طرح
بیان کیا ہے ۔ فرماتے ہیں ؎

یہی سماں تھا کہ پیک رحمت خبر یہ لایا کہ چلیے حضرت
تمہاری خاطر کشادہ ہیں جو کلیم پر بند راستے تھے ۔

بڑھ اے محمد قریں ہو احمد قریب آ سرور ممجد
نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے ۔

تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوش لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے ۔

پھر نبی علیہ السلام نے عرض کی رب العالمین میں تیری بارگاہ میں آنے سے پہلے متوحش ہوا ۔ تو میں نے ابو
بکر کی آواز کے مشابہ آواز سنی کہ کہتا ہے ۔ قف یا محمد فان ربک یُصلی ۔ پس میں نے تعجب کیا ۔ ا
ابوبکر اس جگہ کہاں ہیں ۔ اور پروردگار نماز سے بے نیاز ہے ۔ حکم ہوا کہ میں نماز سے بے نیاز ہوں ۔
میں کہتا ہوں سبحانی سبقت رحمتی علی غضبی = اے حبیب اس آیت کو پڑھیے ھوالذی
یصلی علیکم ـــــ بالمومنین رحیما ۔ میری صلوٰۃ آپ پر اور آپ کی امت پر رحمت ہے وہاں
آپ کو ابوبکر رض کی آواز سنانا تاکہ آپ آواز صدیق سے مانوس ہوں ۔ اس مقام پر
ہیبت میں اے محبوب جب میں نے آپ کے بھائی موسیٰ علیہ السلام سے یہی پوچھا ۔ ہیبت عظیم نے
میں نے پوچھا ۔ ما تلک بیمینک یموسیٰ = تو موسیٰ علیہ السلام کو عصا کا ذکر سے اُنس
ہوا ۔ تو اسی طرح اے محبوب علیہ السلام میں نے چاہا ۔ کہ اُنس حاصل کریں ۔ تو آپ اپنے یار غار
صدیق اکبر سے آپ اور وہ ایک شے سے ہیں ۔ صدیق اکبر دنیا اور آخرت میں آپ کے انیس و رفیق ہیں

پیدا کیا میں نے فرشتہ کو صدیق اکبرؓ کی صورت میں کہ ندا کرے آپ کو صدیق کی آواز سے معلوم ہوا۔ جہاں انبیاء مرسلین علیہم السلام اور جبریل امین آپ کے ہمراہ نہیں تھے وہاں صوتِ صدیق اکبر سے آپ کو مانوس کیا گیا۔ جہاں نبی ہیں وہاں صدیق ہیں۔ انتہائی مقام قرب میں بلا واسطہ جبریل علیہ السلام آپ کو وحی فرمائی۔ فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ اس وحی کے ابہام میں بڑی وسعت ہے۔ من جملہ اس سے امام ثعلبی اور قشیری رحمۃ اللہ علیہم نے اس کی تفسیر میں فرمایا۔ إِنَّ الْجَنَّةَ حَرَامٌ عَلَى الْاَنبِيَاءِ حَتّٰى تَدْخُلَهَا يَا مُحَمَّدُ وَعَلَى الْاُمَمِ حَتّٰى تَدْخُلَهَا اُمَّتُكَ قَالَ الْقُشَيْرِي رحمۃ اللہ وَاَوْحَى اِلَيْهِ خَصَصْتُكَ بِحَوْضِ الْكَوْثَرِ فَقُلْ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَضْيَافُكَ بِالْمَاءِ معلوم ہوا کہ تمام انبیاء جنتی جنت میں پانی کے اعتبار سے آپ کے مہمان ہونگے۔ اور آپ میزبان ہوں گے۔ دنیا و آخرت کی نعمتیں آپ ہی کے صدقہ سے ملتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

؎ آسمان خوان زمین خوان زمانہ مہمان صاحب خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا۔

اسی آیت کی تفسیر میں فرمایا فَفَرَضَ عَلَیَّ خَمْسِیْنَ صَلٰوۃً فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَّلَیْلَۃٍ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نمازوں میں تخفیف کرانے کا مشورہ کہ نمازیں پچاس سے پانچ رہ گئیں۔۔۔

[signature] 22-9-2006

۳۵ — عبادت خداوندی

بسم اللہ الرحمن الرحیم امن ھو قانت آناء اللیل ساجدا ـــــ اولوا الالباب زمر ۱۰

جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مشرکین ضالین کی صفات اور ان کا غیر اللہ سے تمسک کرنا شرح و بسط سے بیان فرمایا تو اس کے بعد حق پرستوں کے احوال کی شرح بیان فرمائی جن کی صفت یہ ہے۔ کہ ان کا رجوع اللہ تعالیٰ کی طرف اور ان کا اعتماد اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر ہوتا ہے۔ تو فرمایا کہ وہ جن کی رات کی گھڑیاں فرمانبرداری میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ و قیام کی حالت میں گزرتی ہیں۔ وہ اس کی مثل ہو سکتا ہے۔ جس کی راتیں غفلت میں گزرتی ہیں۔ یعنی یہ دونوں ایک دوسرے کی مثل نہیں ہو سکتے۔ عالم جاہل کی مثل نہیں ہو سکتا۔ دیکھیے

ذاکر غافل کی مثل نہیں ہو سکتا۔ آیت ھذا لفظ قانت سے مراد اس اطاعت پر قائم رہنے والا
کہ جو اطاعت اس پر واجب ہے۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الصلوٰۃ صَلوٰتُ الْقُنُوْتِ
وَھُوَ الْقِیَامُ فِیْھَا۔ امام قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ اٰنَاءَ اللَّیْلِ سَاعَاتُ اللَّیْلِ اَوَّلِہٖ
وَوَسْطِہٖ وَاٰخِرِہٖ۔ اہل اللہ کی راتیں عبادت وریاضت ذکر وفکر میں گزرتی ہیں۔ تمام رات کی ہر ساعت
اس کا اول و وسطہ آخر عبادت میں گزرتا ہے۔ اولیاء کاملین کی پیشانیاں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں
جھکتی رہتی ہیں۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ وَفِیْ ھٰذِہِ اللَّفْظِ تَنْبِیْہٌ عَلٰی فَضْلِ قِیَامِ
اللَّیْلِ وَاَنَّہٗ اَرْجَحُ مِنْ قِیَامِ النَّھَارِ اور یہ چند وجوہ سے ہے۔ اول رات کی عبادت۔
آنکھوں سے بہت پوشیدہ ہوتی ہے۔ تو وہ عبادت ریا سے بہت دور ہوتی ہے۔ وہ عبادت جس
میں خلوص ہو اور ریاکاری نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کو پسندیدہ ہے۔ دوم رات کی تاریکی دیکھنے سے
مانع ہوتی ہے۔ اور مخلوق کی نیند سننے سے مانع ہوتی ہے۔ فَاِذَا صَارَ الْقَلْبُ فَارِغًا عَنِ
الْاِشْتِغَالِ بِاَحْوَالِ عَادَ اِلَی الْمَطْلُوْبِ الْاَصْلِیِّ وَھُوَ مَعْرِفَۃُ اللّٰہِ وَخِدْمَتُہٗ۔
سوم رات نیند کا وقت ہے۔ اور نیند کا ترک شاق ہوتا ہے۔ تو رات کا قیام ثواب زیادہ ہوگا۔
چہارم اِنَّ نَاشِئَۃَ اللَّیْلِ ھِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِیْلًا رات کا قیام نفس کو خوب کچلتا ہے۔ اور
بات کو بہت درست کر دیتا ہے۔ ھٰذَا کُلُّہٗ کَلَامُ الرَّازِیْ رحمۃ اللہ علیہ فِیْ تفسیرہٖ۔ اس آیت
میں عجیب اسرار پر دلیل ہے۔ اول میں عمل کے ذکر کے ساتھ ابتدا کی اور آخر میں علم کے ذکر کے
ساتھ ختم فرمایا۔ اما العمل فکونہ فَقَوْلُہٗ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ
وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ یہ اس پر دلیل ہے۔ کہ کمال انسانی دو مقصودوں میں محصور ہے۔ عمل وہ یہ
دائمہ ہے۔ علم اور مکاشفہ وہ نہایت ہے۔ چنانچہ امام کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ قیام لیل سابقہ انبیاء اور اولیاء کا طریقہ رہا۔ اور یہ مبارک طریقہ عبادت
آپ کی امت میں تاقیامت جاری وساری ہے۔ ابی امامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام
نے فرمایا۔ عَلَیْکُمْ بِقِیَامِ اللَّیْلِ فَاِنَّہٗ دَاْبُ الصَّالِحِیْنَ قَبْلَکُمْ وَھُوَ قُرْبَۃٌ لَکُمْ اِلٰی رَبِّکُمْ وَمَکْفَرَۃٌ
لِلسَّیِّئَاتِ وَمَنْھَاۃٌ عَنِ الْاِثْمِ مشکوٰۃ شریف باب فضل قیام اللیل ص ۲۶۲ جلد ۱ امام
ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ حدیث شریف میں صالحین سے مراد اَلْمُرَادُ بِھِمُ الْاَنْبِیَاءُ

وَالْاَوْلِيَاءُ اِنَّ اٰلَ دَاوُدَ كَانُوْا يَقُوْمُوْنَ بِاللَّيْلِ وَفِيْهِ تَنْبِيْهٌ عَلٰى اَنَّهُمْ اَوْلٰى بِذٰلِكَ فَاِنَّهُمْ خَيْرُ الْاُمَمِ وَاِيْمَاءٌ اِلٰى مَنْ لَا يَقُوْمُ اللَّيْلَ لَيْسَ مِنَ الصَّالِحِيْنَ الْكَامِلِيْنَ ۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ قیام اللیل صالحین کاملین کا طریقہ ہے ۔ اور صالحین کاملین ہی اولیاء ہوتے ہیں ۔ ابتدا کامل ہونے کی دلیل قیام اللیل ہے ۔ جو قیام لیل نہیں کرتا وہ کامل نہیں ۔ اور جو کامل نہیں وہ ولی نہیں ۔ اولیاء کاملین تو کجا خود امام کائنات جو مقصود تخلیق کائنات ہیں ۔ آپ ہر ایک لمحہ بھی غفلت سے نہیں گزرا ۔ آپ تمام اوقات میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں ۔ اور آپ کی تمام عبادت وریاضت ذکر وفکر سے معمور تھیں ۔ حدیث شریف میں ہے ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فَقَدْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لَيْلَةً فَاِذَا هُوَ بِالْبَقِيْعِ فَقَالَ اَكُنْتِ تَخَافِيْنَ اَنْ يَحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْكِ وَرَسُوْلُهٗ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنَّكَ اَتَيْتَ بَعْضَ نِسَائِكَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَنْزِلُ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَغْفِرُ لِاَكْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ كَلْبٍ باب قیام رمضان مشکوٰۃ شریف ۲۷۹/۱ مقصد یہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ۔ کہ اے عائشہ نصف شعبان ایسی ایک رات مبارک اور بابرکت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی خاص رحمت کاملہ واسعہ کے ساتھ تجلی فرماتا ہے ۔ گویہ وقت تجلیات رحمانیہ تنزلات صمدانیہ وتقربات سبحانیہ کا وقت ہے ۔ جو کہ عام وخاص کو شامل ہے پس اس رات نوم غفلت سے بیدار ہو کر رحمت کاملہ کی طرف متوجہ ہونا مناسب ہے بناءً عَلٰى رَئِيْسِ الْمُسْتَغْفِرِيْنَ وَاَنِيْسِ الْمُسْتَرْحِمِيْنَ وَشَفِيْعِ الْمُذْنِبِيْنَ بَلْ وَرَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ هُوَ خُصُوْصًا اَمْوَاتُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنَ الْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرِيْنَ ۔ میں اس لئے آیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی امت کیلئے مغفرت کی دعا کروں ۔ اور اپنے لئے زیادتی رحمت طلب کروں ۔ اے عائشہ ہر اک کو اپنی جان کا فکر ہے ۔ اور مجھے سارے جہان کا فکر ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ونعمت سے کوئی بے نیاز نہیں ہوسکتا ۔ ارشادات مبارکہ حضرت امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ

—۔—

[signature]

۲۵-۷-۲۰۰۷ PM ۷-۱۳

بروز بدھ

۳۶ ـ شانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ الذی نزل علی عبدہ الکتاب ولم یجعل لہ عوجا ـ اللہ تعالیٰ نے اس کے شروع میں وہ اپنی ذاتِ منور کی تعریف فرماتا ہے ـ بلاشبہ وہ ذاتِ والاصفات ہر حال میں قابلِ تعریف ہے ـ اول بھی اور آخر بھی اسی کی تعریف ہے ـ اسی واسطے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی کتاب عزیز نازل فرماتے وقت خود اپنی تعریف کی کیونکہ قرآن کریم ایک عظیم ترین نعمت ہے ـ جس کی اللہ تعالیٰ نے اہل زمین پر انعام فرمایا ـ اس لئے کہ انہیں قرآن کریم کے ذریعے سے کفر وشرک اور گمراہی بدعقیدگی سے نورِ ایمان وایقان اور حسنِ عقیدہ کی طرف لے جائے ـ اس لئے کہ قرآن کریم ایک کتاب مستقیم معتدل ہر قسم کی کجی سے پاک ہے وہ صراطِ مستقیم اور دینِ قدیم کی طرف راہنمائی فرماتا ہے ـ امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ آیت ھذا کے تحت ارقام فرماتے ہیں کہ تسبیح جہاں کہیں وارد ہوئی ہے ـ تحمید سے مقدم ہی وارد ہوئی ہے ـ جیسے کہا جاتا ہے سبحان اللہ والحمد للہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے محمد مصطفےٰ م کے سیر معراج کی خبر دیتے ہوئے ـ تسبیح کا ذکر فرمایا ـ فقال سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ اور جب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب کو نازل فرمانے کا ذکر کیا تو فرمایا ـ الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتاب پس اسراء کے وقت لفظ تسبیح ہے ـ اور کتاب کو نازل کرنے کے وقت لفظ تحمید ہے ـ یہ اس پر تحمید تنبیہ ہے کہ فضیلت اسراء آپ کے درجاتِ کمال کا پہلا درجہ ہے ـ اور نزولِ کتاب آپ کے درجاتِ کمالات کی غایت ہے ـ فی الحقیقۃ امر ایسا ہی ہے ـ کیونکہ معراج کی طرف اسراء آپ کے لئے حصولِ کمال کو چاہتا ہے ـ اور آپ پر کتاب کا نازل ہونا اس بات کو مقتضی ہے ـ کہ آپ ارواح بشریہ کو مکمل کرنے کے لئے تشریف لائے ہیں ـ اور بہیمیت کی پستیوں سے نکال کر فلک کے اعلیٰ درجات تک منتقل فرمانے والے ہیں ـ نبی محترم علیہ السلام کامل فی ذاتہ مکمل بغیرہٖ ہیں ـ یہ صفت صاحب قرآن محمد مصطفےٰ م کی ہے اور یہی صفت رب کائنات نے قرآن کریم کی بیان فرمائی ـ ارشادِ رب العزت ہے الحمد للہ الذی انزل الکتاب ـ یہ قرآن کریم کے کامل ہونے کی دلیل ہے ـ یعنی اس میں کوئی کجی کوئی کسر نہیں ـ اور قیما لینذر باسا شدیدا ـ یعنی اس پر دلیل ہے ـ کہ قرآن کریم مکمل لغیرہٖ ہے ـ قرآن کریم بے مثل ہے ـ اور صاحب قرآن بھی بے مثل ہے ـ قرآن کا بھی جواب نہیں ـ اور صاحب قرآن کا بھی جواب نہیں ـ

بے مثل ہے ۔ اور صاحب قرآن بھی بے مثل ہے ۔ قرآن کا بھی جواب نہیں ۔ اور صاحب قرآن کا بھی جواب نہیں ۔ بے مثل نے اپنے محبوب کو بے مثل بنا دیا ۔ کہ وہاں جسم نہیں ہے تو یہاں سایہ ہی نہیں ۔ سعادت مند بھی آپ کی بارگاہ میں آئے اور آپ کی زبان مبارک سے قرآن سنا تو ان کی تقدیر بدل گئی ۔ اگر گنہگار آیا تو ابرار بن گیا ۔ کوئی فاسق آیا ۔ تو پرہیزگار بن گیا ۔ اگر کافر آیا تو ایماندار بن گیا ۔ اگر ابو بکر آیا تو صدیق بن گیا ۔ اگر عمر آیا تو فاروق بن گیا ۔ غرض کہ جو گمراہی ضلالت کی پستیوں میں گرے ہوئے تھے ۔ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر آپ کی زبان جو علم و حکمت کا سرچشمہ ہے ۔ قرآن سنکر عروج بلندی اور قرب حق کی بلندیوں پر فائز ہو گئے ۔ جنہیں کوئی جانتا پہچانتا نہیں تھا ۔ پوری انسانیت کے مقتداء بن گئے ۔ ے اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا ۔ خاک کے ذرّوں کو ہم دوش ثریا کر دیا ۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا ۔

رب کائنات نے قرآن کریم کی یہ فضیلت اور خوبی بیان فرمائی کہ لم یجعل له عوجاً کہ قرآن کریم میں کوئی کجی نہیں ۔ اور جس نے قرآن کریم کو کمال عقیدت و بصیرت اور خلوص سے سنا ۔ ان شاء اللہ قرآن کریم کی برکت سے اس کی کجی بھی دور ہو جائے گی ۔ چنانچہ عمر فاروق رضہ ایام جاہلیت میں کتنے سخت تھے ۔ اور نبی علیہ السلام سے کامل عداوت تھی ۔ فرماتے ہیں ۔ کہ ایک مرتبہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تتبع کیا ۔ تو آپ حرم کعبہ میں مجھ سے پہلے تشریف لے جا چکے تھے ۔ میں آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا ۔ تو آپ نے سورۃ الحاقۃ شروع کی ۔ میں سننے لگا ۔ اور قرآن کریم کی ترتیب اور الفاظ و معانی سے بڑا متعجب ہوا ۔ تو میں نے دل میں خیال کیا ۔ ھٰذا واللہ شاعر تو آپ نے پڑھا ۔ انه لقول رسول کریم وماھو بقول شاعر قلیلا ما تومنون ۔ فقلت کاھن تو آپ نے پڑھا ۔ ولا بقول کاھن قلیلا ما تذکرون ۔ تنزیل من رب العالمین ۔ شان محبوب علیہ السلام کے قربان کہ آپ عبادت بھی کر رہے ہیں ۔ اور خیال عمر سے بھی باخبر ہیں ۔ زبان سے قرآن پڑھا جا رہا ہے ۔ اور عبادت بھی ہو رہی ہے ۔ اور عمر فاروق کے غلط خیالات کی تردید بھی ہو رہی ہے ۔ فاروق اعظم رضہ نے خیال کیا ۔ کہ جو محبوب علیہ السلام عبادت رب میں کھڑے ہو کر میرے خیالات سے باخبر ہیں ۔ اور میری بد عقیدگی کا علاج بھی ہو رہا ہے ۔ وہ بلا شبہ جھوٹے نبی نہیں ۔ وہ حقیقتاً سچے نبی ہیں ۔ عمر فاروق رضہ کا فرمان ہے ۔ فوقع الاسلام فی قلبی کل موقع علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔ کہ یہ تلاوت قرآن کا سننا من جملہ ان

اسباب سے ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے عمر فاروق رضؓ کی ہدایت میں موثر فرمایا۔ اور زمرہ صحابہ میں ایک ممتاز
مقام حاصل کر لیا۔ اور آپ کو جو مقام حاصل ہوا۔ وہ اہل علم سے مخفی نہیں۔ ــ٥ــ

۳۷ ــ بدر المبارک

بسم اللہ الرحمن الرحیم ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ فاتقوا اللہ لعلکم تشکرون آل عمران ۱۲۳ اور
اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں غزوہ بدر کا ذکر خیر بیان فرمایا۔ اور احسان جتایا جا رہا ہے۔ کہ
اللہ تعالیٰ نے تمہیں باوجود کہ تم اس غزوہ میں بے سرو سامان تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد فرمائی۔ اور
لشکر کفار کی زیادتی کے باوجود تم کو فتح حاصل ہوئی۔ اور لشکر کفار کو شکست فاش ہوئی۔ صاحب مدارج
النبوۃ فرماتے ہیں۔ کہ لشکر اسلام کی بے سرو سامانی کا یہ عالم تھا۔ کہ اس غزوہ میں ان کے پاس تین
گھوڑے ستر اونٹ چھ عدد زرہیں۔ آٹھ تلواریں تھیں اور لشکر کفار کے پاس وافر مقدار میں تلواریں اور لوہے
کے لباس میں ملبوس تھے۔ ان کی تعداد تقریباً ہزار کے قریب تھی۔ اور غلامان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد تین
سو تیرہ تھی۔ ان دونوں جماعتوں کے مابین تفاوت اس طرح تھا۔ کہ ادھر قلت تھی۔ ادھر کثرت تھی۔
ادھر سامان والے۔ ادھر ایمان والے۔ یہ عاقل تھے۔ وہ غافل تھے۔ لشکر کفار کا قائد ابو جہل تھا۔ اور
لشکر اسلام کے قائد محبوب خدا حبیب کبریا تھے۔ ادھر عدو اللہ تھا۔ ادھر حبیب اللہ تھا۔ لشکر کفار
کی زبانوں پر لغویات تھے۔ اور صحابہ کرام رضؓ کی زبانوں پر ذکر خدا کے نغمے اور ان کی نگاہوں میں حسن مصطفےٰ
کے جلوے تھے صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس تفاوت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کو فتح ونصرت کامیابی کامرانی عطا
فرمائی۔ وجہ یہ تھی۔ کہ ان کی نظر اسباب پر نہیں تھی۔ بلکہ مسبب الاسباب پر نظر تھی۔ ان کا عروج
اللہ تعالیٰ کی ذات پر اور ان کا اعتماد اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر تھا۔ اس آیت میں بیان ہے۔ جماعت صحابہ
قلیل تھی۔ پھر بھی فتح ونصرت نصیب ہوئی۔ ثابت ہوا۔ کہ کامیابی اور غلبہ اسباب پر اور کثرت پر نہیں بلکہ
کامیابی اللہ تعالیٰ کی امداد واعانت سے ہی ہوتی ہے۔ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ کم من فئۃ
قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ ان اللہ مع الصابرین۔ حدیث شریف سے بھی ثابت ہے۔ کہ بے سرو
سامانی کا یہ عالم تھا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضؓ سے روایت ہے۔ کہ بدر کے دن ہم اس حال میں تھے
کہ تین تین ایک اونٹ پر سوار ہوتے۔ پس حضرت ابو لبابہ رضؓ علی بن ابی طالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ
تھے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اترنے کی باری آئی۔ تو حضرت ابو لبابہ رضؓ اور حضرت علی رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ

نحن نمشی عنک تو نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ ما انتما باقوی منی وما انا باغنی عن
الاجر منکما کہ تم مجھ سے زیادہ طاقت ور نہیں ہو۔ اور نہ تمہاری نسبت ثواب سے بے نیاز ہوں۔
مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۳۴۱ باب آداب سفر = ترتیب کا مقتضا تو یہی تھا۔ کہ صحابہ سوار ہوتے۔ اور
آپ پیدل چلتے۔ لیکن انہوں نے عرض کیا۔ آقا ہمارا سوار رہنا اور آپ کا پیدل چلنا ادب کے خلاف
ہے۔ ہماری اولاد مال بلکہ جان بھی آپ پر قربان ہے۔ بلاشبہ محبت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ حصہ
جو صحابہ کرام کو نصیب ہوا۔ وہ انہیں کا حصہ اور حق تھا۔ نبی علیہ السلام کی محبت ہی کمالِ ایمان اور روح
ایمان ہے۔

محمد کی محبت دین حق کی شرطِ اول ہے۔ اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے۔
محمد ہے متاعِ عالم ایجاد سے پیارا پدر مادر برادر مال وجان اولاد سے پیارا۔

بلاشبہ تمام صحابہ کرام رض کو نبی علیہ السلام کائنات کی ہر شئے سے زیادہ محبوب تھے۔ چنانچہ حدیث شریف
میں ہے۔ کہ جب جانبین سے صفیں درست ہو گئیں حضرت عبدالرحمن بن عوف رض روایت کرتے ہیں۔ کہ
میں صف میں کھڑا تھا۔ میں نے داہنی جانب دیکھا۔ اور بائیں جانب دیکھا۔ تو مجھے دو نوعمر انصاری بچے
نظر آئے۔ میں نے خواہش کی۔ کہ یہ طاقتور مجاہدوں کے درمیان ہوتے۔ تو ان میں سے ایک نے مجھے اشارہ
کیا۔ کہ چچا جان آپ ابو جہل کو پہچانتے ہیں۔ میں نے کہا ہاں۔ فما حاجتک الیہ یا ابن اخی
اے بھتیجے تمہیں اس سے کیا کام ہے۔ کہا مجھے بتایا گیا ہے۔ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے۔
قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اگر میں اسے دیکھ لوں۔ تو میرا جسم اس کے جسم سے
جدا نہ ہو۔ یہاں تک کہ ہم میں سے جلد یاز موت کے منہ میں چلا جائے۔ میں نے تعجب کیا۔ کہ چھوٹا منہ اور
بڑی بات۔ ان بچوں کا جذبہ حُبِّ رسول دیکھو۔ بچے نے کہا۔ کہ ہم نے سنا ہے۔ کہ ابو جہل گستاخ رسول
ہے۔ جو ہمارے آقا علیہ السلام کا بے ادب گستاخ ہو۔ اسے زمین پر رہنے کا کوئی حق نہیں۔ میں اس
پر ضرور حملہ کروں گا۔ یا وہ نہیں یا میں نہیں۔ یہی سوال دوسرے بچے نے حضرت عبدالرحمن بن عوف سے
کیا۔ فرماتے ہیں۔ تھوڑی دیر گزری کہ ابو جہل گھوڑے کو دوڑاتا ہوا آیا۔ تو میں نے جب بتایا۔ کہ وہ ابو
جہل آرہا ہے۔ تو دونوں بچے ننھی ننھی تلواریں لیکر ٹوٹ پڑے۔ اس پر حملہ کیا وار کیا یہاں تک اسے
قتل کر دیا۔ وہ بچے معاذ بن عمر اور معاذ بن عفراء تھے۔ مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۲۷۲ کتاب

آداب سفر = اس مقام پر حفیظ جالندھری لکھتے ہیں۔ ے ۔ بعضوں نے کہا۔
ے قسم کھا کے ہے مر جائیں گے یا مار ڈالے گا ناری کو ۔ سنا ہے گالیاں دیتا ہے وہ محبوب باری کو
دوسری روایت میں ہے۔ جنگ بدر میں حضرت معوذ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ عکرمہ کی تلوار کی ضرب سے آپ
اسی طرح کٹے ہاتھ سے جنگ کرتے رہے۔ وہ کٹا ہاتھ آپ کے لیئے رکاوٹ بنتا رہا۔ آپ نے ہاتھ پر پاؤں
رکھا۔ ہاتھ جدا کر دیا۔ اور ہاتھ اٹھا کر بارگاہ مصطفےٰ میں آگئے تو آپ نے اور اس کو ملا دیا۔ وہ اسی
وقت جڑ گیا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ کبھی کٹا ہی نہیں۔ شفا شریف ص ۲۱۳ کیا عقل قاعدے
سے ممکن ہے۔ کہ ہاتھ کٹ جائے۔ اور پھر کسی طریقے سے اصلی حالت پر آجائے۔ مگر سبحان اللہ لعاب
دہن کی یہ تاثیر تھی۔ کہ کٹا ہوا ہاتھ دوبارہ اپنی اصلی حالت پر آگیا۔ اب اسے روحانی اثر دعا یا معجزہ
کہیئے۔ معجزہ کیلئے میں اس وجہ سے قائل ہوتا ہوں کہ اس سے کسی کافر کو عاجز کرنا مقصود نہیں تھا۔
اور دوا ایسی نہیں بنائی گئی۔ کہ کٹا ہوا ہاتھ فوراً جڑ جائے۔ اور درد بھی نہ ہو۔ دراصل بات کچھ اور
تھی۔ جس کا سمجھنا معمولی عقلوں کا کام نہیں ے

آزمودم عقل دوراندیش را ۔ بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

صحابہ کرام کا یہ ایمان تھا۔ محبوب علیہ السلام کی بارگاہ ہے۔ کہ آپ کی بارگاہ باذن اللہ سائلوں کیلئے
مشکل کشاء اور حاجت روا ہے۔ چنانچہ غزوہ احد میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں تیر لگا۔ آنکھ کا
ڈیلا رخسارے پر بہہ گیا۔ تو وہ اس کو لے کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا
اگر صبر کرو۔ تو تمہارے لیئے جنت ہے۔ اور اگر چاہو تو اس کو لوٹا کر تمہارے لیئے دعا کردوں۔ پھر تم اس میں
کوئی کمی نہ پاؤگے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلا شبہ جنت ایک جزائے
جمیل عطائے جلیل ہے۔ لیکن میری ایک عورت ہے۔ جس کو میں محبوب رکھتا ہوں مجھے اندیشہ ہے کہ
مجھے اس حال میں پسند نہیں کرے گی۔ پھر آپ اس کو لوٹا دیجئے۔ میرے لیئے اللہ سے جنت بھی مانگیئے۔
فرمایا بہت اچھا۔ پس آپ نے اپنے دست کرم سے اس کو پکڑ کر اس کی جگہ میں آنکھ کو رکھ دیا۔ اور
عرض کیا یا اللہ اس کو بہت اچھا بنادے۔ تو ان کی وہ آنکھ حسن و جمال اور قوت کے لحاظ سے دوسری آنکھ
سے بہت اچھی تھی۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے۔ کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ یا آنکھ لے لو۔ یا جنت لے لو۔ اولا
حضرت قتادہ کا یہ ایمان تھا۔ کہ یہاں سے جو مانگو وہی مل جائیگا۔ عرض کی آقا میں یہ چاہتا ہوں۔ کہ آنکھ

بھی مل جائے۔ اور جنت بھی مل جائے۔ فرمایا بہت اچھا۔ حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ اگر
اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری بدرگاہش بیا وہر چہ می خواہی تمنا کن۔ کہ یہاں سے
دین مانگو ایمان مانگو۔ دنیا مانگو۔ جنت مانگو سبھی کچھ مل جائے گا۔ اس میں یہ حکمت معلوم ہوئی
کہ چونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ اور محب کو محبوب کی ہر ادا اور ہر دعا محبوب ہوتی ہے۔ اس قاعدے
کے پیش نظر محبوب نے جو مانگا اپنے لیئے مانگا یا غلاموں کے لیئے مانگا اللہ تعالیٰ نے وہ عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ کی
مرضی سب چاہیں۔ اللہ رضا ان کی چاہے۔ غبشں بلیغ تالون خدا قرآن و خبر کی گواہی ہے۔

۲۹-۷-۲۰۰۷ PM - ۸ : ۴۴
۱۳-۷-۱۴۲۸ بروز اتوار

۲۸ - رمضان المبارک

بسم اللہ الرحمن الرحیم شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن بقرہ ۱۸۵ پورے سال میں ۱۲ مہینے ہیں
تمام مہینے اور دن اللہ تبارک وتعالیٰ کے تخلیق شدہ ہیں۔ لیکن بعض مہینوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فضیلت
بزرگی عطا فرمائی ہے۔ جہاں تک ماہ رمضان شریف کا تعلق ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کا تعارف
کرایا گیا ہے۔ کہ ماہ رمضان شریف وہ مہینہ ہے۔ کہ جس میں قرآن نازل کیا گیا۔ تو یہ مہینہ نزول قرآن کا ہے۔
یہ خصوصیت صرف رمضان شریف کو حاصل ہے۔ اور قرآن کریم تمام کتب سماویہ سے ہر لحاظ سے افضل و اعلیٰ ہے۔
اور تمام وجوہ سے کامل ہے۔ قرآن کے کامل ہونے کی اول وجہ اس کا لغت عربی میں نازل ہونا ارشاد خداوندی
ہے۔ انا انزلناہ قرآنا عربیا لعلکم تعقلون۔ تو قرآن کریم تمام کتابوں سے اشرف تمام لغات سے اشرف ترین
لغت عربی میں تمام رسول علیہ السلام سے اشرف ترین رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام فرشتوں
سے افضل جبرائیل امین علیہ السلام کی وساطت سے تمام اشرف ترین بقاع ارض میں سے اشرف ترین
بقعۂ خانہ کعبہ میں نازل ہوا۔ اور قرآن کریم کے نزول کی ابتداء تمام مہینوں میں اشرف ترین مہینہ
رمضان شریف میں لوح محفوظ سے مقام بیت العزت میں آسمان اول کی طرف نازل ہوا۔ معلوم ہوا
کہ قرآن کریم تمام وجوہ سے افضل ہے۔ ھذا الکلام تکلمہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ۔ رمضان شریف
بمنزلہ ظرف ہے۔ اور قرآن کریم بمنزلہ مظروف ہے۔ مظروف کی عظمت کی وجہ سے رمضان شریف عظمت
والا ہے۔ اس میں حکمت یہ معلوم ہوتی ہے۔ تاکہ مومنین رمضان شریف کی آمد پر اس کے فضائل و خصوصیات
کو دیکھ کر عبادت کیلئے کمر بستہ ہو جائیں۔ شارع علیہ السلام نے بھی ماہ رمضان شریف پر حوصلہ

شریف بیان فرمائی۔ چنانچہ حدیث شریف میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے ماہ شعبان کے آخیر پر ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا۔ جو کہ رمضان شریف کے فضائل پر مشتمل تھا۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے پاس وہ مہینہ آرہا ہے۔ جو کہ شہر عظیم اور شہر مبارک ہے۔ اس میں ایک رات ہے۔ جو کہ ہزار مہینے سے افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزوں کو فرض بنایا۔ اور اس کے رات کے قیام کو سنت مؤکدہ تو جس نے اس مہینہ کے دن رات میں امور خیر میں سے کسی امر خیر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا۔ تو وہ اس کی مانند ہے۔ جس نے غیر رمضان میں فرض ادا کیا۔ اور جس نے اس مہینہ میں فرض ادا کیا۔ تو وہ اس شخص کی مانند ہے۔ جس نے غیر رمضان میں ستر فرض ادا کئے۔ اور وہ صبر کا مہینہ ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کیونکہ اس مہینہ میں ماکول و مشروب سے صبر اور بیداری کی مشقت برداشت کرتے ہوئے۔ قیام اللیل تراویح پر صبر اور سحری کے وقت سحری کھانے کی سنت کو ادا کرنا تمام صبر میں داخل ہے۔ اسی واسطے روزے پر صبر کا اطلاق کیا گیا۔ کما فی قولہ تعالیٰ واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ اس میں لطیف اشارہ ہے۔ کہ باقی مہینے شکر کے ہیں۔ اور یہ مہینہ صبر کا ہے۔ کیونکہ حقیقی عبدیت یہ ہے۔ کہ بندہ باقی مہینوں میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو استعمال کر کے منعم حقیقی کا شکر کرے۔ اور ماہ رمضان میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں نعمتوں سے دن کے وقت اجتناب کر کے صبر کرے۔ اور نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ صبر کا ثواب جنت ہے۔ اور یہ شہر مواسات ہمدردی کا مہینہ ہے۔ اور اس مہینہ میں مومن کے رزق میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور جو اس مہینہ میں کسی کا روزہ افطار کرائے تو اس کے لئے اس کے گناہوں کی مغفرت اور دوزخ کی آگ سے آزادی ہے۔ صحابہ نے عرض کی کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم میں سے ہر ایک اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ یہ ثواب شکم سیر کرانے پر موقوف نہیں۔ بلکہ پانی کے ایک گھونٹ یا کھجور سے افطار کروانے سے یہ ثواب حاصل ہو جاتا ہے۔ هُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وَّاَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَّاٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ اور جو اپنے غلام سے تخفیف کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے گا۔ اور آگ سے آزاد کرے گا۔ اس فرمان شریف میں رمضان شریف کے کتنے فضائل بیان ہوئے۔ حق یہ ہے۔ کہ مسلمان احترام و عبادت رمضان کیلئے کاربند ہو جائے۔ اور حتی المقدور کوئی لمحہ غفلت سے نہ گزرے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ عبادت نہ کرنے کے سارے بہانے ہیں۔ دنیا کی کوئی مصروفیت تجارت کھیتی باڑی

ملازمت غلامی بیماری وغیرہ عبادت سے نہیں روکتی۔ اولیاء کاملین خصوصاً انبیاء و مرسلین غایت
درجہ کی آزمائشوں سے دوچار ہونے کے باوجود بھی ان کا کوئی لمحہ غفلت سے نہیں گزرا۔ چنانچہ امام
رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا۔ حساب قیامت کا دن تین قسم پر ہوگا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ غلام کو بلائے گا۔ ارشاد ہوگا۔
کہ کس چیز نے تجھ کو مجھ سے غافل رکھا۔ تو وہ عرض کرے گا۔ کہ میں ایک شخص کا غلام تھا۔ اس نے مجھ
کو فارغ نہیں کیا۔ تو اللہ تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام کو بلائے گا۔ تو فرمائے گا۔ هٰذَا عَبْدٌ مِثْلُكَ
فَلَمْ يَمْنَعْهُ ذٰلِكَ عَنْ عِبَادَتِيْ فَيُؤْمَرُ بِهٖ اِلَى النَّارِ پھر بیمار کو بلائے گا۔ تو جب وہ عرض کریگا
کہ مجھ کو بیماری نے غافل رکھا۔ تو اللہ تعالیٰ حضرت ایوب علیہ السلام کو بلائے گا۔ تو فرمائے گا۔ قَدِ ابْتُلِيْتَ
هٰذَا اَبَاشَدَّ مِنْ بَلَائِكَ فَلَمْ يَمْنَعْهُ ذٰلِكَ عَنْ عِبَادَتِيْ فَيُؤْمَرُ بِهٖ اِلَى النَّارِ پھر بادشاہ کو
بلائے گا۔ تو فرمائے گا۔ کہ جو کچھ میں نے تجھے عطا فرمایا۔ اس میں تو نے کیا عمل کیا۔ تو کہے گا۔ کہ بادشاہت
نے مجھے غافل رکھا۔ اللہ تعالیٰ سلیمان علیہ السلام کو بلائے گا۔ تو فرمائے گا۔ هٰذَا عَبْدِيْ سُلَيْمَانُ
اٰتَيْتُهٗ اَكْثَرَ مَعَ اٰتَيْتُكَ فَلَمْ يَشْغَلْهُ ذٰلِكَ عَنْ عِبَادَتِيْ اِذْهَبْ فَلَا عُذْرَ لَكَ
تفسیر کبیر جلد ۲۱ ص ۱۳۴ حضرت سلیمان علیہ السلام کی نماز قضا ہونے کی وجہ سے گھوڑوں کے
پاؤں کو کاٹنا۔ البغض فی اللہ کے تحت تو اللہ تعالیٰ نے ہوا ان کے تابع کردی عبادت الٰہی پر عمل کرنے
پر برکت ہے۔

۱-۸-۲۰۰۷
۱۶-۷-۱۴۲۸ AM - 9 : ۵۳=۴۰ بروز بدھ

۳۹ شان قرآن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون سورۃ حجر ۹ اس آیت کریمہ میں نزول
قرآن اور اس کی حفاظت کا ذکر ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔ کہ ہم نے ہی قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم
ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ آیت ھذا کے تحت امام رازی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ لوگوں نے کہا یا
ایھا الذی نزل علیہ الذکر اس لیئے کہ انہوں نے نبی علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا۔ ان اللہ نزل الذکر
علی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آپ کے دعوائے نزول قرآن کو ثابت رکھتے ہوئے فرمایا۔ انا نحن نزلنا۔
جب کافروں نے اعتراض کیا تو اس کا جواب خود اللہ تعالیٰ نے دیا۔ صرف یہ ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں
آپ کی بارگاہ محبوبیت کا یہ عالم ہے۔ کہ کافروں نے جب اعتراض کیا۔ تو جواب اللہ تعالیٰ نے دیا۔ آیت

میں الفاظ تو انا نحن نزلنا الذکر یہ جمع کے صیغے ہیں۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے۔ جمع کے صیغے اس لیئے ہیں۔ کسی چیز کی تعظیم کے اظہار کے وقت بادشاہوں کا طریقہ یہ ہے۔ کہ ان میں سے کوئی جب کام کرے یا بات کہے تو کہتا ہے۔ انا فعلنا کذا وقلنا کذا یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے عظمت قرآن بیان فرماتے ہوئے۔ جمع کے صیغے استعمال فرمائے۔ تاکہ قرآن کریم کا تقدس اور اس کی عظمت کامل طور پر ظاہر ہو۔ کہ یہ کسی بشر کا کلام نہیں بلکہ ہمارا کلام ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے قول لہ لحافظون میں ضمیر کس طرف لوٹتی ہے۔ تو اس میں دو قول ہیں۔ قولِ اوّل کہ ضمیر ذکر کی طرف عائد ہے۔ یعنی اِنَّا نَحْفَظُ ذٰلِکَ الذِّکْرَ مِنَ التَّحْرِیْفِ وَالزِّیَادَۃِ وَالنُّقْصَانِ اس کی نظیر آیت لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ قولِ ثانی اللہ تعالیٰ کے قول لہ میں اَلْکِنَایَۃُ رَاجِعَۃٌ اِلٰی مُحَمَّدٍ عَلَیْہِ السَّلَام معنیٰ یہ ہوا۔ کہ اِنَّا لِمُحَمَّدٍ لَحَافِظُوْنَ قرآن پاک کی حفاظت کیسے فرمائی۔ بعض نے کہا۔ اس لیئے کہ قرآن پاک کو معجزہ بنایا۔ جو کہ کلام بشر سے مختلف ہے مخلوق اس میں کمی زیادتی کرنے سے عاجز ہے۔ نزولِ قرآن کے وقت سے لیکر تا قیامت بفضلہ تعالیٰ قرآن پاک کو ہر قسم کی کمی زیادتی سے پاک ہے۔ یہ اس کی حفاظت کی دلیل ہے۔ قال آخرون اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو اس سے محفوظ فرمایا۔ کہ مخلوق میں سے کوئی بھی اس کے معارضہ پر قدرت نہیں رکھتا۔ دیگر کتب سماویہ میں ایسی صفات کا اتفاق نہیں ہوا۔ مگر ان میں تحریف تغییر داخل ہوا۔ اس کتاب قرآن کریم کا تمام جہات سے محفوظ رہنا معجزہ ہے۔ قرآن کریم جس مقام قدس میں پہلے تھا۔ وہاں بھی محفوظ تھا اور جس قلب اطہر پر قرآن نازل ہوا۔ وہاں بھی محفوظ رہا۔ ارشاد ربّ العزت ہے۔ بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ سورۃ بروج اور فرمایا اپنے محبوب علیہ السلام کو لا تحرک بہ لسانک لتعجل سورۃ قیامۃ یعنی اے محبوب علیہ السلام قرآن پاک کو آپ کے سینہ میں محفوظ رکھنا ہمارے ذمہ کرم پر ہے۔ معلوم ہوا۔ قرآن جہاں تھا وہاں بھی محفوظ رہا۔ اور جس ہستی پر نازل ہوا۔ وہاں بھی محفوظ رہا۔ پہلے قرآن لوح کے سینہ پر تھا۔ پھر نبوت کے سینے پر نازل ہوا۔ اس سینہ نبوت کی وسعت کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔ جس کے سینہ مبارک میں پورا قرآن پاک محفوظ ہو۔ ؎

سوگند ہے جس کی شمس وضحیٰ دلیل ہے بشری صفت دوتا سینے کی صفت ہے۔ الم نشرح جس دل کی فضا کا کیا کہنا۔ اس مقام کیلئے موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی۔ رب اشرح لی صدری۔ محبوب

کیلئے فرمایا الم نشرح لک صدرک۔ کلیم مانگتے ہیں۔ اور محبوب کو بن مانگے عطا ہوتا ہے۔ کلیم اور حبیب
میں فرق واضح ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انشرح کلیم اور انشرح حبیب میں یہ فرق
ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی رب اشرح لی صدری۔ اور محمد مصطفےٰ علیہ السلام کیلئے فرمایا
الم نشرح لک صدرک پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس حالت پر نہیں چھوڑا۔ بلکہ فرمایا وسراجا منیرا
تفاوت کی طرح نظر کرو۔ تحقیق شرح صدر یہ ہے کہ سینہ قابلاً للنور و نور کو قبول کرنے والا ہو جائے
والسراج المنیر یہ کہ ان یعطی النور موسیٰ علیہ السلام اور محمد علیہ السلام کے درمیان
تفاوت آخذ اور معطی کے درمیان تفاوت کی مانند ہے۔ آپ نورانیت لیکر کائنات کو تقسیم فرما
رہے ہیں۔ ہر شئے کو نورانیت آپ کی ذات سے ملی۔

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے ۔ میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میرکہتے ہیں۔ الہی ہمارا دین لاالہ الااللہ نورٌ اور وضو نورٌ
وصلوٰۃ نورٌ وجنتٌ نورٌ فحقق انوارک التی اعطیتک فی الدنیا لا تحرمنا انوارھا فضلک
واحسانک یوم القیٰمۃ تفسیر کبیر سورۃ طٰہٰ ص۳۰ چونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی حفاظت
کا وعدہ فرمایا۔ تو آپ کے وصال کے بعد قرآن پاک آپ کے غلاموں کے سینے میں تا قیامت محفوظ فرما دیا
ہے۔ بفضلہ تعالیٰ قرآن پاک تا قیامت محفوظ ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے۔ بل ھو آیات بینٰت فی صدور الذین
ــــ الظالمون۔ عنکبوت ۴۹ اہل علم ایمان داروں کو نصیب ہے۔ کہ قرآن کریم جیسی عظیم نعمت انہیں
نصیب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے علماء کو قرآن پاک حفظ کرنے اور اس کی تلاوت و تفسیر کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔
قرآن پاک ان کے سینوں میں محفوظ ہے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے
محبوب علیہ السلام۔ انی مبتلیک ومبتلی بک ومنزل علیک کتاباً لا یغسلہ
الماء تقراؤہ نائماً ویقظاناً۔ ای لو غسل الماء المحل المکتوب فیہ لما احتاج الی
ذلک المحل لانہ محفوظ فی الصدور۔ مراۃ المناجیح جلد ۱ ص۱۵۴ شرح مسلم جلد ۲ ص۶۹۳
کتاب الجنۃ وصفتہ حدیث نمبر ۷۰۷۹ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اسی واسطے سابقہ کتابوں
میں اس امت کی صفت میں بیان ہوا ہے۔ کہ اناجیلھم فی صدورھم یعنی ان کی کتاب ان
کے سینوں میں محفوظ ہوگی۔ حدیث شریف میں یہ لفظ کہ تقراؤہ نائماً ویقظاناً اس کی شرح

میں مرقاۃ میں ہے۔ امام طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مراد یہ ہے۔ کہ قرآن پاک کے ساتھ آپ کا ملکہ اس طرح ہو جائے گا۔ کہ وہ آپ کے ذہن میں حاضر رہے گا۔ اور اغلب احوال میں آپ کا نفس کریم قرآن کریم کی طرف ملتفت رہے گا۔ آپ سوتے جاگتے اس سے غافل نہیں ہوں گے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہاں تاویل کی کیا حاجت ہے بلنسبت آپ کے قلب جلیل کے لِاَنَّہٗ تَنَامُ عَیْنَاہُ وَلَا یَنَامُ قَلْبُہٗ بہت سے لوگوں سے مشاہدہ کیا گیا ہے۔ کہ وہ سونے کی حالت میں قرآن پڑھا کرتے تھے۔ انہم یقرؤن وھم نائمون عجیب کہانی ہے۔ کہ شیخ اور مرید سحری کے وقت دس دس پارے کا دور کیا کرتے تھے۔ جب شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔ تو مرید مزار شیخ پر گئے۔ تو دس پارے قرآن پاک کے پڑھے۔ جب پڑھ چکے تو سَمِعَ مِنَ الْقَبْرِ صَوْتَ شَیْخِہٖ اَنْتَ قَرَأْتَ یہی سلسلہ جاری رہا۔ تو مرید کے بتانے پر یہ چیز حجاب میں ہوگئی یعلوم ہوا۔ کہ اہل اللہ سونے کی حالت میں تو کیا قبر میں بھی قرآن پاک پڑھتے ہیں۔ وَیُؤَیِّدُہٗ سَمَاعُ لِسَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیِّبِ صَوْتَ الْاَذَانِ مِنَ الْقَبْرِ الْمُنَوَّرِ اَیَّامَ فِتْنَۃِ یَزِیْدَ فِی الْمَدِیْنَۃِ الْمُعَظَّمَۃِ۔ مرقاۃ ملا علی قاری جلد ۱ ص ۱۰۱

۱-۸-۲۰۰۷ PM - ۵:۱۱ : ۰۹ بروز بدھ
۱۶-۷-۱۴۲۸

۴۰ — رمضان المبارک

بسم اللہ الرحمن الرحیم یاایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب بقرہ ۱۸۳ اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالی نے اہل ایمان کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تاکہ تم بچو۔ آیت کریمہ سے یہ ثابت ہوا۔ کہ روزے رکھنے کی عبادت صرف امت محمدیہ پر بجا نہیں۔ بلکہ یہ عبادت سابقہ امتوں پر بھی فرض رہی۔ جیسا کہ جملہ کما کتب علی الذین من قبلکم سے معلوم ہوا۔ اور اس آیت میں لفظ تشبیہ جو وارد ہوا ہے فقط بمجرد روزہ کی فرضیت کے حق میں ہے یعنی تم سے پہلی شریعتیں روزوں کی فرضیت سے خالی نہیں رہی۔ اس میں صرف تمہاری تخصیص نہیں۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ لفظ تشبیہ بیان فرمانے کا مفاد یہ ہے۔ کہ اِنَّ الصَّوْمَ عِبَادَۃٌ شَاقَّۃٌ وَالشَّیْءُ اِذَا عَمَّ سَہُلَ تَحَمُّلُہٗ چونکہ روزہ کی عبادت شاق ہے۔ اور جب کوئی شے عام ہو تو اس کا برداشت کرنا سہل اور آسان ہو جاتا ہے۔ اور نہ ہی تشبیہ ایام معینہ کے حق میں ہے۔ کیونکہ امم سابقہ پر بغیر رمضان کے اور

فرض تھے ۔ مثلاً ایام بیض کے روزے آدم علیہ السلام پر فرض تھے ۔ عاشورے کا روزہ موسیٰ علیہ السلام
کی قوم پر ۔ اور نہ ہی کیفیت کے حق میں حضرت مریم علیہ السلام کا روزہ کلام نہ کرنا ۔ اور دوسری قوموں
کا روزہ عشاء کے وقت سے ہی نہ کھانا نہ کہ صبح سے التفسیرات الاحمدیہ = اللہ سبحانہ وتعالیٰ
نے اسی عبادت کیلئے رمضان شریف کے مہینے کو مخصوص فرمایا ۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے روزے کی عبادت
کیلئے رمضان شریف کی تخصیص کی یہ علت بیان فرمائی ۔ کہ چونکہ اس میں قرآن پاک کو نازل کیا گیا ۔ ارشاد خداوندی
ہے ۔ انزل فیہ القرآن اور قرآن مجید اور اللہ تعالیٰ نے اس مہینہ کو ربوبیت کی بہت بڑی آیات کے ساتھ
مخصوص فرمایا ۔ اور وہ آیات انزل فیہ القرآن نیز یہ بھی بعید نہیں ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس مبارک مہینہ کو آیات
عبودیت میں سے ایک بڑی نوع کے ساتھ مخصوص فرمایا ۔ وہ الصوم اور عبدیت کی اس بہت بڑی نوع کی
جو چیز ثابت کرتی ہے ۔ وہ یہ ہے ۔ کہ انوارِ صمدیت ہمیشہ تجلی فرماتے ہیں ۔ جن کو حجاب اور انقطاع
ممتنع ہے ۔ لیکن علائق بشریت ارواح بشریت میں ان انوار کے ظہور کو مانع ہے ۔ اور روزہ
ان علائق بشریت کے زائل کرنے والے اسباب کے ایک قوی سبب ہے ۔ اسی واسطے اربابِ مکاشفات
کو ان انوار تک پہنچنے کی راہ نہیں سوا روزے کے ۔ (ھذا الکلام امام رازی رحمۃ اللہ علیہ) معلوم ہوا ۔ کہ
تجلیاتِ انوارِ صمدیت کے فیضان کا حصول روزے کی عبادت سے جلد حاصل ہوتا ہے ۔ اس سے نفس
امارہ کی اصلاح ہوتی ہے ۔ صبر کا جذبہ پیدا ہوتا ہے ۔ رضائے کبریا اللہ رب العزت نصیب ہوتی ہے ۔ اسی
واسطے حبیب کبریا محمد مصطفےٰ ؐ کی روزوں کی عبادت کی یہ کیفیت تھی ۔ کہ اکثر روزے رکھتے ۔ بلکہ اکثر
اوقات میں روزوں میں وصل فرماتے یعنی درمیان میں افطار نہ فرماتے ۔ اس کو صومِ وصال کہتے ہیں ۔ چنانچہ
حدیث شریف میں ہے ۔ حضور سید دو عالم ؐ بغیر افطار کیئے روزے پر روزے رکھتے یہ دیکھ کر صحابہ کرام نے
بھی اس طرح روزے رکھنے شروع کر دیئے ۔ جب کمزوری کے آثار ان میں نمایاں ہوئے تو حضور اکرم ؐ نے
انہیں منع فرمایا ۔ قَالَ لَسْتُ كَاَحَدٍ مِّنْكُمْ اِنِّیْ اُطْعَمُ وَاُسْقٰى بلا شبہ مجھ کو باطنی طور پر کھلایا ۔
اور پلایا جاتا ہے ۔ میں تمہارے جیسا نہیں ہوں ۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رض فرماتے ہیں ۔ نَهٰى عَنِ الْوِصَالِ قَالُوْا
اِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ اِنِّیْ لَسْتُ مِثْلَكُمْ ۔ بخاری و مسلم صـ ۸۶ کتاب الصیام ۔ حضرت ابی ہریرہ رض
روایت کرتے ہیں ۔ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ
فَاِنَّكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عليہ وسلم وَاَيُّكُمْ مِثْلِيْ اِنِّیْ اَبِيْتُ يُطْعِمُنِيْ رَبِّيْ وَيَسْقِيْنِيْ

بخاری و مسلم ص ۸۶ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث شریف یا استفہام سوالیہ فقرہ ہے۔ یعنی ایکم مثلی تم میں کون ہے میری مثل لیکن صحابہ کرام کی طرف سے اس سوال کا جواب نہیں تھا۔ بلکہ سکوت تھا۔ کیونکہ صحابہ کرام کا ایمان تھا۔ محبوب کریم علیہ السلام بے مثل اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث شریف میں آپ نے خود فرمایا۔ کہ انی لستُ مثلکم کہ میں تمہاری مثل نہیں ہوں آپ کے فرمان سے ثابت ہوا۔ کہ آپ بے مثل ہیں۔ امام احمد رضا خان ؎

تیرا مسند ناز ہے عرش بریں تیرا محرم راز ہے روح الامین۔

تو ہی سرور ہر دو جہاں ہے شہا تیرا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

اور آپ کا کلام بھی بے مثل ہے۔ نہ انسانوں میں کوئی آپ کی مثل ہے۔ اور نہ ہی فرشتوں میں آپ کی مثل ہے۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ قرآن پاک میں قل انما انا بشر مثلکم یہاں آپ نے فرمایا۔ میں تمہاری مثل ہوں۔ پھر تم آپ کو اپنی کیوں نہیں کہتے۔ جواب یہ ہے۔ قرآن پاک میں مثلکم کا خطاب کفار سے ہے۔ اور حدیث شریف میں بے مثل ہونے کا خطاب غلاموں کو ہے۔ ہم الحمد اللہ علی احسانہ نبی محترم علیہ السلام کے غلام ہیں۔ ہم آپ کو بے مثل کہیں گے۔ آیت ھذا کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی آیت انما انا بشر مثلکم کے تحت فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئینہ جمال کبریا ہیں۔ اور آئینہ میں تب ہی پورا عکس آتا ہے۔ جب اس کی ایک جانب شفاف ہو۔ اور دوسری جانب مصالحہ ہو۔ حضور علیہ السلام ایک طرف نور ہیں۔ اور دوسری طرف آپ پر بشریت کا غلاف ہے۔ تاکہ مکمل آئینہ ہو۔ یہاں بشریت والی جانب کا ذکر ہے اور قد جاءکم من اللہ نور دوسری جانب قل انما انا بشر مثلکم کا ذکر ہے۔ قل فرما کر اشارۃً بتایا گیا۔ کہ اپنے آپ کو تواضعاً صرف تم ہی کہہ سکتے ہو۔ دوسرا کوئی یہ کہہ کر پکارنے کی اجازت نہیں۔ گویا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ محبوب آپ تواضعاً بشر کہہ سکتے ہیں۔ ہم نہ کہہ سکتے ہم تو یہ کہیں گے یا رسول اللہ۔ بلغ ما انزل الیک یا ایھا النبی انا ارسلنک شاھدا یا ایھا المزمل۔ یا ایھا المدثر ہم تو یہی کہیں گے جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یا رسول اللہ یا حبیب اللہ علیک السلام۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ۔

Mabbas
AM : ۱۰ : ۳۶
۱۳-۸-۲۰۰۷
۲۸-۷-۱۴۲۸
بروز پیر

۱۴۔ رمضان المبارک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن بقرہ ۱۸۳ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ماہ رمضان المبارک کو بہت ہی فضائل وبرکات اور خصوصیات سے نوازا ہے۔ من جملہ ان خصوصیات کے رمضان المبارک کی یہ خصوصیت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں ماہ رمضان المبارک کے سوا کسی مہینہ کا نام نہیں لیا۔ اور تمام عورتوں میں صرف حضرت مریم علیہ السلام کے سوا کسی عورت کا نام نہیں لیا۔ اور حضرت زید بن صحابی رسول علیہ السلام کے سوا کسی صحابی کا نام نہیں لیا۔ بلاشبہ یہ ایک ایسی خصوصیت ہے۔ جو صرف ماہ رمضان شریف کے ساتھ خاص ہے۔ اور مزید برآں اسی مہینہ میں اللہ تعالیٰ کے بے بہا رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ رمضان شریف کا ہر لمحہ ہی مبارک اور نزول رحمت الٰہی کا مہینہ ہے۔ چنانچہ حضرت ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّۃِ امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ اَبْوَابُ السَّمَاءِ قِیْلَ فَتْحُھَا کِنَایَۃٌ عَنْ تَوَاتُرِ نُزُوْلِ الرَّحْمَۃِ وَلِتَعْبِیْدِہٖ رِوَایَۃُ اَبْوَابِ الرَّحْمَۃِ۔ یعنی آسمان کے دروازوں کے کھلنے میں اشارہ ہے۔ کہ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی متواتر اور مسلسل رحمت نازل ہوتی ہے۔ بواسطہ محبوب علیہ السلام فضائل رمضان کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے۔ کہ اہل ایمان اس مہینہ میں خیرات وبرکات اور رحمت الٰہیہ کے حاصل کرنے کیلئے مشتاق ہو جائیں۔ اور ایمان والوں کی نجات کا سبب ہو جائے۔ چنانچہ دوسری حدیث شریف جس کے راوی بھی حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ کہ جس وقت ماہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے۔ تو صُفِّدَتِ الشَّیَاطِیْنُ وَمَرَدَۃُ الْجِنِّ تو شیاطین اور سرکش جن جکڑے جاتے ہیں۔ علماء نے فرمایا۔ کہ ان کو مقید کرنے میں یہ حکمت ہے۔ اَلْحِکْمَۃُ فِیْ تَقْیِیْدِ الشَّیَاطِیْنِ وَتَصْفِیْدِھِمْ تَقْلِیْلُ یُوَسْوِسُ فِی الصَّائِمِیْنَ وَاَمَارَۃُ ذٰلِکَ الْمُنْھَمِکِیْنَ فِی الطُّغْیَانِ عَنِ الْمَعَاصِیْ وَرُجُوْعُھُمْ بِالتَّوْبَۃِ اِلَی اللہِ تَعَالٰی وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ یُفْتَحْ مِنْھَا بَابٌ وَفُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّۃِ فَلَمْ یُغْلَقْ مِنْھَا بَابٌ وَیُنَادِیْ مُنَادٍ یَا بَاغِیَ الْخَیْرِ اَقْبِلْ وَیَا بَاغِیَ الشَّرِّ اَقْصِرْ وَلِلّٰہِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذٰلِکَ کُلَّ لَیْلَۃٍ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَہ ص ۱۷۸ ابواب الصیام یعنی اس مبارک مہینہ کی شان وعظمت یہ ہے۔ کہ اس بابرکت مہینہ کی آمد پر ہی دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور مفہوم حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ جو خوش نصیب اس مہینہ میں روزے رکھے۔ رات کو قیام اللیل کرے تلاوت قرآن میں مصروف رہے۔

تو وہ انشاء اللہ آتشِ دوزخ سے محفوظ رہے گا۔ اور جنت کا مستحق ہو جائیگا۔ شارحین
حدیث فرماتے ہیں۔ اَزْمِنَۃٌ شَرِیْفَۃٌ وَّاَمْکِنَۃٌ لَطِیْفَۃٌ لطیفہ کو کثرۃ طاعت اور قلت معصیت میں
بڑی تاثیر ہے۔ جنسِ انسانی اور مشاہدہ اس پر شاہد ہے جیسا کہ مسلمان کو چاہیئے۔ کہ اس فرصت کو غنیمت
سمجھتے ہوئے۔ اس مہینہ کا کوئی لمحہ غفلت سے نہ گزارے۔ حدیث کا یہ جملہ یا باغی الخیر یعنی اے عمل و ثواب
کے طالب اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت کی طرف متوجہ ہو۔ یہ ایسا وقت ہے۔ کہ اس میں تجھے عمل قلیل سے ثواب
جزیل ملے گا۔ اور یا باغی الشر اے برائی اور معصیت کے طالب اَقْصِرْ اَیْ اَمْسِکْ عَنِ الْمَعَاصِیْ
وَرَاجِعْ اِلَی اللّٰہِ امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ممکن ہے۔ کہ رمضان شریف میں مطیعین کی
اطاعت مذنبین کی توبہ مقصرین کا رجوع ان دونوں نداؤں کا اثر اور نتیجہ ہو۔ معصوم فرشتوں کی نداؤں
کا یہ اثر کہ الحمد اللہ کہ اسی واسطے تم دیکھتے ہو۔ کہ اکثر مسلمان روزے رکھتے ہیں۔ حالانکہ چھوٹے چھوٹے لڑکے
اور لڑکیاں روزے رکھتے ہیں۔ اور باوجود کہ ان میں سے غالب جو نمازیں نہیں پڑھتے۔ وہ بھی اس وقت نمازی
ہو جاتے ہیں۔ اور روزے بھی رکھتے ہیں۔ یہ برکت رمضان ہے۔ حدیث کے آخر کا جملہ یہ ہے۔ وَلِلّٰہِ عُتَقَاءُ
مِنَ النَّارِ وَذٰلِکَ کُلُّ لَیْلَۃٍ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے گنہگار دوزخ سے آزاد کیئے جاتے ہیں۔ یہ عمل ہر رات ہوتا
ہے۔ اللہ تعالیٰ صمد بے نیاز ہو کر اپنی رحمت واسعہ کا ظہور اسی طرح فرماتا ہے۔ کہ گنہگاروں کو آگ سے آزاد
فرماتا ہے۔ اور رب کریم کے محبوب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق میں نے حدیث میں پڑھا۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ
قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا دَخَلَ شَہْرُ رَمَضَانَ اَطْلَقَ کُلَّ اَسِیْرٍ وَّاَعْطٰی کُلَّ سَائِلٍ
مشکوٰۃ ص ۴۲۷ کہ رمضان شریف میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان ہوتی کہ آپ آمدِ رمضان پر تمام قیدی
آزاد کر دیتے۔ اللہ تعالیٰ آتشِ دوزخ سے گنہگاروں کو آزاد فرماتا ہے۔ اور نبی علیہ السلام دنیا کی قید و بند
سے آزاد فرماتے۔ اللہ تعالیٰ بھی کریم ہے۔ اور آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔ آپ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ کے مطابق اللہ
تعالیٰ کے اوصاف کے مظہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی ذات و صفات کا مظہر بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی آسمانوں
پر آزاد فرماتا ہے۔ آپ زمین پر آزاد فرماتے ہیں۔ ؎

مصطفےٰ آئینہ ذاتِ خدا　　منعکس در وے ہمہ خوئے خدا

شیخ محقق شاہ عبدالحق رحمۃ اللہ
علیہ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت ہے۔ کہ جب کوئی اسے یاد کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ میں اس کا
ہم نشین ہوتا ہوں۔ تو وہ فرماتے ہیں۔ کہ اے مسلمان جب تو نبی علیہ السلام پر درود شریف پڑھے تو یہ سمجھ

کہ میں نبی علیہ السلام کے سامنے ہوں۔ اور جب سامنے موجود ہیں۔ تو پھر درود شریف پڑھ عرض کیا شیخ
آپ کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا نبی علیہ السلام مظہر صفات الٰہیہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت ہے۔ کہ انا جلیس
من ذکرنی ۔ یعنی جو خدا کا ذکر کرے تو خدا موجود ہوتا ہے۔ اور جو مصطفیٰ کو یاد کرے تو مصطفیٰ علیہ السلام
موجود ہوتے ہیں۔ اور حدیث میں فرمایا کہ اُعطی کُلَّ سَائِلٍ رب کریم نے فرمایا۔ واما السائل فلا تنھر
اور آپ اس حکم پر عمل کرتے ہوئے اُعطی کُلَّ سَائِلٍ ہر سائل کو عطا فرمایا کرتے تھے ٥
یہ سا کریم سے اگر قطرہ کسی نے مانگا دریا بہا دیئے ہیں در بہا دیئے ہیں ۔ آپ اللہ تعالیٰ
کی صفت جواد کے مظہر ہیں۔ آپ کی بارگاہ سے کوئی سائل خالی نہیں گیا۔ یہ نبی علیہ السلام کی شان ہے۔

۱۳-۰۸-۲۰۰۷
۲۸-۷-۱۴۲۸ (pm : ۳:۱۸ : ۱۲)

۴۲ - شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ ـــــ عَلِيْمٌ انفال ۹/۱۷
یہ آیت کریمہ غزوۂ بدر سے متعلق ہے۔ مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبی محترم علیہ السلام
اور آپ کے صحابہ کرام کو میدان بدر میں باوجود ان کی قلت اور لشکر کفار کی کثرت کے فتح کامیابی کامرانی عطا
فرمائی۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واپس مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ بعض نے کہا۔ کہ میں نے فلاں کافر کو مارا۔ بعض نے کہا میں
نے فلاں کافر کو مارا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آیت ھذا کو نازل فرما کر حقیقت حال سے آگاہ فرمایا۔ کہ تم نے انہیں قتل نہیں
کیا۔ بلکہ انہیں اللہ نے قتل کیا۔ کیونکہ باوجود بے سروسامانی کے میدان بدر میں جانا۔ اور کثیر التعداد کفار سے معروف
جنگ ہونا۔ ان کے سامنے بہادری کا مظاہرہ کرنا۔ یہ سب کچھ میری توفیق سے ہوا۔ یعنی کفار کو قتل کرنے کی نسبت
فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف کی۔ اسی آیت کریمہ کے دوسرے حصہ میں اپنی محیر العقول قدرت کا ذکر خیر
بیان فرمایا۔ یہ امام کائنات جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم الشان معجزہ ہے۔ جس کا مشاہدہ
دوستی دشمن نے بدر کے میدان میں کیا۔ حضور علیہ السلام نے کنکریوں کی ایک مٹھی بھری اور کفار کے لشکر
کی طرف پھینک دی۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ شاھت الوجوہ کہ گھبرا جائیں چہرے۔ کنکریاں پھینکنے کا ایک ایسا غیر
معمولی اثر ہوا۔ کہ تمام کافر لاشے چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ اور انہیں شکست ہوئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وما رمیت
اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ ۔ کہ اے محبوب جب تم کنکریاں پھینک رہے تھے۔ تو پھینکنے والا ہاتھ تو تمہارا تھا۔ لیکن قوت
اور قدرت ہماری تھی۔ جو اس میں کار فرما تھی۔ یہاں نفی بھی اور اثبات بھی۔ کہ اے محبوب علیہ السلام کنکریاں پھینکے

کی ابتداء آپ سے ہوئی۔ اور رمی کی غایت ہماری طرف سے پھینکنا آپ کا کام تھا۔ اور تمام کافروں کے
منہ ناک تک پہنچا دینا ہمارا کام تھا۔ ع

دستِ احمد عین دستِ ذوالجلال — آمدہ در بیعت ولندر قتال۔
سنگریزہ ے زندِ دستِ جناب۔ — دمار حبشا از رمیش آ بد ذباب۔

یہاں بدر میں فرمایا۔ کہ اے محبوب پھینکتے وقت تمہارا پھینکنا میرا پھینکنا تھا۔ یہاں بیعتِ رضوان کے وقت فرمایا۔ إنّ الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ۔ کہ اے محبوب جو آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ وہ میرے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ یعنی دیکھنے میں تم ہو۔ حقیقت میں میں ہوں۔ ارشاد فرمایا ولیبلی المؤمنین منہ بلاءً حسناً یعنی تاکہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی طرف سے ان پر انعام فرمائے۔ بڑی نعمت ہیں۔ اس طرح کہ میدان بدر میں جو کچھ ہوا۔ محبوب علیہ السلام اور آپ کے غلاموں کو میدان بدر میں لانے کی حکمت یہ تھی۔ تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے دین اسلام کو ظاہر کرے۔ اور آپ کے دشمنوں کو مقہور فرمائے۔ اور اہل ایمان پر یہ انعام فرمایا۔ کہ انہیں عظیم نعمت عطا فرمائے۔ مثلاً امدادِ غنیمت تقویۃ الایمان بمشاہدۃ الآیات واجر الجہاد والشہادۃ ودرجات القرب وغرفات الجنان ومرضات اللہ تعالیٰ صاحب تفسیر مظہری ار
فرماتے ہیں۔ کہ میں کہتا ہوں۔ گویا۔ یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر قدرت رکھتا ہے۔ کہ مومنین کے قتال ومجاہدہ کے بغیر ہی تمام کفار کو ہلاک کر دے۔ نیز فرشتوں کی امداد کے بغیر بھی اور نیز تمام کفار کو ہلاک کرنے میں ایک فرشتہ ہی کافی تھا۔ جیسا کہ پہلی امتوں کے ساتھ کیا گیا۔ وما انزلنا علی قومہ من بعدہ ــــــ فاذاہم خامدون۔ تین ہزار فرشتوں کو بھیجنے اور ان کے قتال کا کیا فائدہ تھا
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ کہ ہم نے ایسا اس لئے کیا۔ محبوب علیہ السلام کے دین کے اظہار کے لئے اور انسانوں میں سے مومنین اور فرشتوں کو نعمت عظیم عطا کرنے کے لئے۔ اجر وثواب اور غنیمت اگر رب کریم اپنی قدرت کاملہ سے یا فرشتے کی چیخ سے تمام کافروں کو ہلاک کر دیتا۔ اور کوئی مشرک باقی نہ رہتا۔ تو ان میں سے کوئی بھی ایمان کی فضیلت کو نہ پاتا۔ حالانکہ جو ان میں باقی رہ گئے۔ ان میں سے بہت ایمان لے آئے۔ جیسے حضرت عباس رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں اسیر ہو کر آئے۔ تو نبی علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر ایمان لے آئے۔ اسی طرح دیگر ایمان لانے والے۔ اور نہ تو مومنین اجر جہاد شہادۃ غنیمت کو پاتے اور نہ ہی فرشتے اس فضیلت کو پاتے۔ جو فرشتے میدان بدر میں آ گئے۔ فضائل اہل بدر میں بہت حدیثیں مروی ہیں۔ تفسیر مظہری

زیر آیت ھذا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اہل بدر فضیلت والے ہیں۔ اسی طرح بدر میں آنے والے فرشتے تمام
فرشتوں سے افضل ہیں۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے۔ کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ حضرت
حارثہ رضی اللہ عنہ میدان بدر میں شہید ہوگئے۔ تو آپ کی والدہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ عرض کی یا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو معلوم ہے۔ کہ حارثہ کے ساتھ مجھے کتنی محبت ہے۔ اگر وہ جنت میں ہے۔ تو میں صبر
کروں۔ ورنہ بصورت دیگر بے صبری کا مظاہرہ ہوگا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ حارثہ ایک جنت میں کیا بہت جنتوں
میں ہے۔ وانہ فی الفردوس صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں۔ وَفِيهِ تَنْبِيهٌ عَظِيمٌ عَلَى فَضْلِ أَهْلِ بَدْرٍ کیونکہ
حضرت حارثہ قتال کے وسط میں نہیں تھے۔ دور سے نظارہ کر رہے تھے۔ ایک نامعلوم تیر آپ کو لگا۔ اور
آپ اس وقت حوض سے پانی پی رہے تھے۔ باوجود اس کے آپ جنت الفردوس نصیب ہوا۔ جو تمام جنتوں سے
اعلیٰ ہے۔ خیال فرماؤ۔ ان صحابہ کا مقام کیا ہوگا۔ جو دشمنوں کے ساتھ جہاد کر رہے تھے۔ سیرۃ حلبیہ میں
یہ روایت بھی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ پانی کا طلب فرمایا۔ پھر اس میں اپنے ہاتھ مبارک دھوئے۔
اور کلی کر کے اس میں ڈال دی۔ اور حارث کی والدہ اور اس کی بہن کو پلایا۔ اور فرمایا۔ کہ اس میں سے تھوڑا
سا پانی اپنے گریبان پر چھڑک لو۔ ان دونوں نے ایسا ہی کیا۔ اور اپنے گھر چلی گئیں راوی فرماتے ہیں۔ کہ
اس کے بعد مدینہ بھر میں کوئی عورت ان سے زیادہ خوش و خرم نہیں تھی۔ شمس التواریخ الزجمیل ص
آپ کے لعاب دہن کی برکت سے پریشانیاں دور ہوگئیں۔ اور خوشی مسرت نصیب ہوئی۔ حدیث متعلق
اصحاب بدر اِطَّلَعَ اللّٰهُ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ اِعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ اس کا اباحت کیلئے ہے حالانکہ
وہ مقدس شرع کے خلاف ہے۔ فَقِيلَ بِهِ ذُنُوبًا مَا فِيهِ کی مغفرت کے متعلق خبر ہے۔ اس پر دلیل نبی علیہ
السلام اللہ تعالیٰ کا زبان قد غفرت لکم بصیغۃ الماضی تو اس قول کو اس طرح رد کیا۔ کہ اگر ماضی کے لئے
ہو تو حاطب بن بلتعہ کے قصہ میں استدلال صحیح نہ ہو۔ لِأَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاطَبَ عُمَرَ مُنْكِرًا
عَلَيْهِ مَا قَالَ فِي أَمْرِ حَاطِبٍ بِمَا يُشْعِرُ عَنْهُمْ وَأَنَّهُمْ نَفَعُوا بِذَالِكَ لِمَا حَصَلَ لَهُمْ مِنَ الْحَالِ الْعَظِيمِ
الَّتِي اقْتَضَتْ مَحْوَ ذُنُوبِهِمُ السَّابِقَةِ وَتَأَهَّلُوا لِأَنْ يَغْفِرَ لَهُمُ الذُّنُوبَ فَإِنَّ هٰذِهِ الْقِصَّةَ كَانَتْ بَعْدَ
بَدْرٍ بِسِتِّ سِنِينَ فَدَلَّ عَلَى أَنَّ الْمُرَادَ مَغْفِرَةُ الذُّنُوبِ الْمُسْتَقْبِلَةِ وَإِنْ أَوْرَدَ بِلَفْظِ الْمَاضِي
مُبَالَغَةً فِي تَحْقِيقِهِ وَالصَّحِيحُ أَنَّ قَوْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِعْمَلُوا لِلتَّشْرِيفِ وَالتَّكْرِيمِ وَالْمُرَادُ عَدَمُ
الْمُؤَاخَذَةِ۔ تفسیر مظہری آیت ھذا۔ یہ فضیلت صحابہ کرام کو محبوب علیہ السلام کی غلامی کے صدقہ نصیب

ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو فرمایا۔ لیغفرلک ما تقدم اور نبی علیہ السلام نے صحابہ اہل بدر کو
ارشاد فرمایا۔ اطلع اللہ علی اھل بدر اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم ۔

۲۲-۸-۲۰۰۷ / ۸-۸-۱۴۲۸ PM ۸:۰۰ بدھ ۵۰

۴۳ - جنگ بدر رمضان المبارک

بسم اللہ الرحمن الرحیم ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارھم بطرا و رئاء الناس ــــ محیط انفال ۴۷
عظمت و بزرگی بڑائی کبریائی اللہ تعالیٰ کیلئے زیبا ہے۔ اور عاجزی و انکساری بندہ کو زیب دیتی ہے۔ اس
لیئے کہ بڑائی کبریائی صفت خالق ہے۔ اور عاجزی صفت مخلوق ہے۔ بڑائی صفت معبود ہے۔ اور عاجزی
صفت عبد ہے۔ اور اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اہل مکہ کے کفار و مشرکین کے متعلق خبر دے رہا ہے۔ کہ فرمان
الٰہی پر عمل کرتے ہوئے صفت عجز تو کیا فخر و غرور ان کی اور طبیعت میں سما چکا تھا۔ قیل البطر ان یشغلہ
شکر النعمۃ عن شکرھا اس آیت کریمہ میں ان کی تین مذموم خصلتیں بیان کی گئیں۔ ایک بطرا
اترانا۔ تکبر کرنا۔ دوسرا ریاکاری نمائش دکھاوا۔ تیسرا۔ گمراہی میں حد سے اس قدر متجاوز ہو چکے
تھے۔ کہ نہ صرف آپ گمراہ تھے۔ بلکہ دوسروں کو بھی اللہ تبارک و تعالیٰ اور نبی پاک علیہ السلام پر ایمان لانے سے
روکتے تھے۔ اس کا ذکر ویصدون عن سبیل اللہ ای عن الایمان بہ و برسولہ اس مذموم خصلت
میں ابوجہل ملعون سرفہرست تھا۔ چنانچہ جب حضرت ابی سفیان کا قافلہ خیریت سے مکہ پہنچ گیا۔ ادھر ابو
جہل ہزار افراد پر مشتمل لشکر لیکر امام کائنات علیہ السلام سے جنگ کرنے کے ارادہ سے نکلا۔ تو ابوجہل کو
کہا گیا۔ کہ قافلہ جس کے تحفظ کیلئے ہم نکلے تھے۔ وہ بچ کر مکہ شریف پہنچ گیا ہے اب واپس چلنا چاہیئے۔ تو
ابوجہل نے جواب دیا۔ کہ واپس نہیں ہوں گے۔ بدر پہنچیں گے۔ وہاں تین دن قیام کریں گے۔ شراب پئیں گے
نوجوان لڑکیوں کے گانے سنیں گے۔ خداوند کریم کی بے نیازی دیکھو۔ یہاں معاملہ اس کے برعکس ہوا۔ ان کی امید
پر پانی پھر گیا۔ پھر یہ ہوا کہ میدان بدر میں کفار کو شکست ہوئی۔ اور انہوں نے شراب کی جگہ موت کے جام پئے
اور گانے سننے کی بجائے۔ ان پر نوحہ ہوا۔ اور کفار کو ذلت آمیز شکست ہوئی۔ اور محمد مصطفےٰ کو کامیابی
یابی سے نوازا گیا۔ باوجودیکہ یہاں قلت تھی۔ وہاں کثرت تھی۔ وجہ یہ ہے کہ ابوجہل ملعون میدان بدر میں پورے
تکبر و غرور سے آیا۔ اور محمد عربی میدان بدر میں سراپا عجز بن کر آئے۔ ادھر عدو اللہ تھا۔ ادھر حبیب اللہ
تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ مغرور کا سر ہمیشہ نیچا ہوتا ہے۔ رفعت اور بلندی عاجزی میں نصیب ہوتی ہے۔ لام

کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ایک اصول بیان فرمایا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ممبر
پر خطبہ دے رہے تھے۔ آپ نے صحابہ کرام کو فرمایا۔ یا ایھا الناس تواضعوا فانی سمعت رسول اللہ ﷺ
یقول من تواضع للہ رفعہ اللہ ومن تکبر وضعہ اللہ ص ۴۳۱ مشکوٰۃ۔ باب الغضب والکبر
اس کی شرح امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ممبر پر بیٹھ کر فرمانا سارے
اجتماع کے سامنے تو معلوم ہوا۔ کہ عاجزی کو اپنانا ایک اجتماعی مسئلہ ہے۔ جس میں کسی کا
اختلاف نہیں۔ اشارۃ الی ان المسئلۃ الاجماعیۃ لکونہ فی محضر الصحابۃ۔ معلوم ہوا کہ تمام
صحابہ رضی اللہ عنہم عجز و انکساری کے پیکر بن کر میدان بدر میں آئے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کو بڑی ذلت آمیز شکست
دی ستر صنادید قریش رئیس مکہ کفار مارے گئے۔ جن میں ابو جہل بڑی ذلت سے مارا گیا۔ چنانچہ امام
رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی سورۃ علق میں ابو جہل ملعون کا ذکر ہے۔ وہ نبی محترم علیہ السلام
کو نماز پڑھنے سے روکتا تھا۔ تو رب کائنات نے فرمایا۔ کلا لئن لم ینتہ ——— خاطئۃ" ہرگز نہیں اگر وہ باز نہ
آیا۔ ہم اسے پیشانی کے بالوں سے گھسیٹیں گے۔ وہ پیشانی جھوٹی خطا کار۔ اس کے قتل کا واقعہ تفسیر کبیر میں اس
طرح ہے۔ کہ جب سورۃ رحمن نازل ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ تم میں کون ہے۔ جو اس سورۃ کو قریش کے سامنے
پڑھے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ تو آپ نے انہیں بٹھا دیا۔ پھر تین مرتبہ تک وہ ہی کھڑے ہوتے رہے۔
پھر آپ نے اجازت دے دی۔ آپ ابن مسعود کی حقیقت کو دیکھتے تھے۔ آپ گئے۔ تو قریش گرد کعبہ جمع تھے۔
آپ نے سورۃ شروع کی۔ تو ابو جہل نے کھڑے ہو کر آپ کو طمانچہ مارا۔ تو آپ کا کان شق ہو گیا۔ اور خون
جاری ہو گیا۔ فانصرف وعینہ تدمع واطرق راسہ مغموما۔ جب نبی علیہ السلام نے ابن مسعود
کو دیکھا۔ تو دل بھر آیا۔ فاذا جبریل علیہ السلام جاء ضاحکا مستبشرا فقال یا جبریل اضحک و
ابن مسعود یبکی قال ستعلم جب بدر کا بدلہ۔ دن مسلمان کامیاب ہوئے۔ تو ابن مسعود نے
چاہا۔ کہ جہاد میں ان کا حصہ بھی ہو تو نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ نیزہ لے لو۔ اور زخمیوں میں ایسا تلاش کرو۔
جس کا کوئی سانس باقی ہو۔ فاقتلہ فانک تنال ثواب المجاھدین۔ نبی علیہ السلام سبحان اللہ کیسے
با اختیار نبی ہیں۔ ابن مسعود کیلئے کتنی آسانی کر دی۔ کہ زمین پر پڑے ہوئے زخمی کو قتل کر دو۔ تو مجاہدوں کا
ثواب ملے گا۔ آپ نے دیکھا کہ مقتولوں کے لاشے پڑے ہیں۔ اور ابو جہل مرنے کے قریب ہے۔ تو آپ نے نیزہ اس کے نتھنے
پر مار کر اسے زخمی کر دیا۔ پھر آپ چھلانگ سے اس کے سینے پر بیٹھ گئے۔ تو اس نے کہا۔ اے بکریوں کے چرواہے کتنی

اونچی جگہ بیٹھا ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ اَلْاِسْلَامُ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلیٰ عَلَیْہِ۔ تو ابوجہل نے کہا۔ مَا حُبُّکَ لَمْ یَکُنْ اَحَدٌ اَبْغَضَ اِلَیَّ مِنْہُ فِیْ حَیَاتِیْ وَلَا اَحَدٌ اَبْغَضَ اِلَیَّ مِنْہُ فِیْ حَالِ مَمَاتِیْ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے جب یہ سُنا۔ تو آپ نے فرمایا۔ فِرْعَوْنِیْ اَشَدُّ مِنْ فِرْعَوْنِ مُوْسیٰ فَاِنَّہٗ قَالَ اٰمَنْتُ وَھُوَ قَدْ بَغَضَ عُتُوًّا تو اس نے ابن مسعود رضہ سے کہا۔ کہ میری تلوار لیکر سر قلم کر۔ کیونکہ بہت بڑا کافر تھا۔ آپ نے سر قلم کیا۔ تو اٹھا نہ سکے۔ اس لیے کہ اَنْتَ کَلْبٌ وَالْکَلْبُ یُجَرُّ تو آپ نے اس کے کان کو شق کیا۔ اور اس میں رسی ڈال کر گھسیٹنا شروع کیا۔ وعدہ مذکورہ لنسفعا بالناصیۃ پر عمل کرتے ہوئے۔ اَبُوْ جَھْلٍ یُجَرُّہٗ اِلیٰ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَجِبْرِیْلُ بَیْنَ یَدَیْہِ یَضْحَکُ دیکھئے۔ ابوجہل کیسی ذلت لے کر کفر پر ہی مارا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور بے نیازی کہ وہ اچھوں سے بروں کو اور بروں سے اچھوں کو پیدا فرماتا ہے۔ دیکھئے ابوجہل کافر اور اس کا بیٹا حضرت عکرمہ رضہ دولتِ ایمان سے مشرف ہوا۔ ویخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی۔ جیسا کہ شیخ محقق رحہ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں کہ سبحان اللہ وہی خالد بن ولید ہیں۔ پہلے کفار کی طرف تھے۔ لیکن جب مسلمان ہو گئے۔ اور اسلام لائے۔ تو اس مقام پر جا پہنچ گئے۔ کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ خالد سیف من سیوف اللہ۔ وہ جو حجاب تھے۔ وہ انوارِ رسالت محمدیہ علیہ السلام سے وہ حجاب چھوٹ گئے۔ اسلام کی حقانیت ظاہر ہو گئی۔ فرماتے ہیں۔ کہ پدر خالد کہ ولید بن مغیرہ است کہ کافر والدا الخصام چنانچہ کہ ابوجہل پدر عکرمہ وابن ہر دو سعادتمند از ان سعادتمندان بیرون آمدند و آں ان میگوئیم رضی اللہ عنہما۔ اور بر پدران ایشاں مے میگوئیم لعنۃ اللہ علیہم یخرج من الحی المیت وگاہی عکس این نیز واقع مے شود مدارج النبوۃ ص ۱۶۳ کسی شاعر نے کہا۔ اہلیہ لوط نبی ہو کافرہ زوجہ فرعون ہوئے طاہرہ۔ اللہ تعالیٰ کی شان اور بے نیازی ہے اور حضرت عکرمہ کے اسلام لانے کا مفصل واقعہ ایک حدیث کا واسطہ مصنف مولوی محمد بشیر صاحب کی کتاب میں موجود ہے۔

[signature]

۲۳-۸-۲۰۰۷ PM ۸:۳ جمعرات

۹-۸-۱۴۲۸

—•—

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ

سید المرسلین وآلہٖ

۴۴۔ عبادتِ شب قدری

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا قرآن ۶۳ اس آیت میں اللہ تبارک وتعالٰی نے مومنین کاملین کے اوصاف بیان فرمائے۔ جن کے ساتھ وہ متصف ہیں۔ صاحب تفسیر مظہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔ کہ آیت ھذا میں لفظ عباد کی نسبت اپنی ذات کی طرف فرمائی۔ حالانکہ تمام انسان اللہ تعالٰی کے بندے ہیں ۔ اس لیئے کہ ان کی تشریف وتکریم کو بیان کرنے اور ان کی ذات کی فضیلت کے اظہار کیلئے لانھم ھم الراسخون فی عبادتہ کیونکہ وہ اللہ تعالٰی کی عبادت میں راسخ ہیں ۔ ان کی عبادت دائمی واستمراری ہے ہم گنہگاروں کی طرح نہیں۔ کہ اکثر اوقات غفلت میں گزرے ۔ بلکہ انکا وظیفہ حیات ہی اللہ تعالٰی کی عبادت ہے ۔ پہلی آیت میں ان کی دن کی صفت کا بیان ہے اور دوسری آیت میں ان کی رات کی صفت کا بیان ہے۔ دن کے وقت تعلق مخلوق سے اور رات کے وقت کا تعلق خالق سے دن مخلوق کے ساتھ شفقت ومحبت اور حسن سلوک سے اور رات عبادت رب میں گزرتی ہے ۔ روایت ہے ۔ کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی تو فرمایا۔ یہ ان کے دن کا وصف ہے ۔ پھر آپ نے پڑھا ۔ والذین یبیتون لربھم سجدا وقیاما تو فرمایا ۔ ھذا وصف نھارھم وھذا وصف لیلھم عباد الرحمن کو بیتوتت یعنی رات کی عبادت کے ساتھ مخصوص کیا گیا۔ لان العبادۃ باللیل اشق والعبد من الریاء وادفق بالقلب باللسان کیونکہ دن عبادات کی دوسری انواع کے ساتھ مخصوص ہے ۔ مثلاً جہاد فی سبیل اللہ تعلیم ۔ تعلیم ارشاد واسترشاد بلاشبہ رات کی عبادت بہت فضیلت کی حامل اور اس میں تجلیات الہیہ کا نزول ہوتا ہے ۔ جو خوش بخت اس وقت بیدار ہوکر دامن پھیلا کر رب کریم کی بارگاہ میں بھیک مانگتے ہیں ۔ انہیں منہ مانگی مراد ملتی ہے ۔ شارع علیہ السلام نے بھی قیام اللیل کی فضیلت بہت بیان فرمائی ۔ حضرت عمر بن عنبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ اقرب ما یکون الرب من العبد فی جوف اللیل الآخر یعنی اللہ تبارک وتعالٰی فرماتا ہے ۔ کہ وہ رات کے درمیان کے آخری حصے یعنی ثلث میں بندے کے زیادہ قریب ہوتا ہے ۔ شیخ محقق رحمۃ اللہ فرماتے ہیں ۔ کہ یہ قرب اتم اور اکمل ہے ۔ رات کی عبادت ۲۶۲/۱ مشکوۃ شریف = قرب سے جس کے متعلق آپ نے فرمایا ۔ اقرب ما یکون العبد من ربہ وھو ساجد یعنی بندہ اس وقت رب کے زیادہ قریب ہوتا ہے ۔ جب ساجد ہوتا ہے ۔ شیخ فرماتے ہیں ۔ آنجا بندہ تقرب مے جوید سجدہ وایں جا پروردگار تعالٰی وتقدس نزول سکینہ بر حمت وقربا

بسوئے بندہ و صلوٰۃ لیل جامع قربین است کہ یہاں قرب سجدہ بھی ہوتا ہے۔ اور قرب لیل بھی
بندہ خدا کے قریب ہوتا ہے۔ خدا بندے کے قریب ہوتا ہے۔ بندہ جو مانگے وہ عطا ہوتا ہے عباد
الرحمن کی یہی صفت ہے۔ جو قرآن کریم میں بیان ہوئی تو آپ نے فرمایا۔ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ
تَكُوْنَ مِمَّنْ يَّذْكُرُ اللّٰهَ فِيْ تِلْكَ السَّاعَةِ فَكُنْ مشکوٰۃ باب التحریض علی قیام اللیل ص ۱۶۲
اشعۃ اللمعات جلد اوّل ص ۵۲۳ حضرت عمرو بن عبسہ مقربانِ حضرت محبوبانِ درگاہ میں ان
کے السلام کا تفصیلی واقعہ اشعۃ اللمعات ۵۲۳ پر ہے۔ جو قابل مطالعہ ہے۔ چنانچہ
دوسری حدیث میں آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ حضرت ابی امامہ نے عرض کی یا رسول اللہ اَیُّ الدُّعَاءِ
اَسْمَعُ قَالَ جَوْفُ اللَّيْلِ الْاٰخِرُ وَ دُبُرُ الصَّلَوٰتِ الْمَكْتُوْبَاتِ مشکوٰۃ ص ۱۶۲ یعنی رات کے وسط
کی آخری جانب ثلث یعنی وقت تہجد چنانچہ اسی حقیقت کے پیش نظر جب حضرت یوسف علیہ السلام
کے بھائیوں کی خطا ظاہر ہوئی تو عرض کی ابا جان ہمارے لیے استغفار کیجئے تو آپ نے ان کے لئے استغفار
کے وقت تہجد یعنی سحری کا وقت اختیار فرمایا۔ کہ یہ وقت الی الاجابۃ ہے۔ چنانچہ آپ نے اسی وقت
بیٹوں کیلئے دعائے مغفرت کی جس کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرما کر معاف فرما دیا۔

۲۴-۸-۲۰۰۷
۱۰-۸-۱۴۲۸ - ۷ : ۵۲ : ۱۶ AM جمعۃ المبارک

۴۵- حیات ابدی

بسم اللہ الرحمن الرحیم يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ ابراہیم ۲۷ ثابت قدم رکھتا ہے اللہ
تعالیٰ اہل ایمان کو اسی پختہ قول کی برکت سے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی اور کھٹکا دیتا ہے۔
اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو اور کرتا ہے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے۔ یعنی جو لوگ اخلاص و یقین سے
کلمہ شہادت پڑھتے ہیں۔ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ انہیں ہر مقام پر ثبات و استقامت بخشتا ہے۔
دنیا میں ان کو دولت ایمان سے محروم کرنے کے لئے ہزاروں فتنے برپا کیے جاتے ہیں۔ بڑی بڑی آزمائشوں سے
انہیں گزرنا پڑتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ان کے پائے استقلال میں لغزش نہیں آتی۔ اس طرح
قبر و حشر میں جو مشکل مرحلے پیش آئیں گے۔ توفیق الٰہی سے اس وقت بھی ان کی دستگیری کرے گی۔ اور وہ
ہر میدان میں کامیاب و سرخرو ہوں گے۔ سوال قبر کے متعلق حدیث شریف حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی
ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اَلْمُسْلِمُ اِذَا سُئِلَ فِي الْقَبْرِ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا

الله وان محمدا رسول الله فذالك قوله تعالى يثبت الله الذين امنوا ـــــ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
سے مروی ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا۔ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغ من دفن
المیت وقف علیہ فقال استغفروا لاخیکم ثم سلوا لہ بالتثبیت فانہ الآن یسئل۔ مشکوۃ
باب اثبات عذاب القبر صفحہ ۲۶ کہ بعد از دفن میت آپکا معمول دعائے مغفرت کرنا تھا۔ آپ اپنی ذات پر
ہی اکتفاء نہ فرماتے۔ بلکہ صحابہ سے فرماتے کہ تم بھی دعا کرو۔ معلوم ہوا۔ میت مومن کیلئے زندوں کی دعا
مغفرت نہ صرف مفید بلکہ میت کے لئے بخشش کا وسیلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ زندوں کی دعا کی برکت سے
میت کے گناہ بخش دیتا ہے۔ اور ان کے عذاب کو اجر و ثواب میں بدل دیتا ہے۔ حضرت سہل بن عمار
رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں نے یزید بن ہارون کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا۔ اس سے پوچھا کہ
اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ انہوں نے کہا قبر میں میرے پاس دو بڑے خوفناک اور سخت
فرشتے آئے۔ مجھ سے دریافت کیا۔ ما دینک ومن ربک ومن نبیک فاخذت بلحیتی
البیضاء وقلت امثلی یقال لہ ھذا وقد علمت الناس جوابکما ثمانین سنۃ۔ اللہ والوں
کی ثابت قدمی ولی اللہ دنیا میں بھی اور برزخ میں بھی توفیق الٰہی سے ثابت قدم رہتا ہے۔ ولی کامل قبر میں
ہو۔ تو اس کی قبر باعث راحت و رحمت اور نقشہ جنت ہو جاتی ہے۔ اور ولی کامل اگر قبرستان سے گزر
جائے۔ تو اس زمین پر ولی کامل کے قدموں کے صدقے اور سفارش کی وجہ سے اہل قبور کے گنہگاروں پر
عذاب قبر دور ہو کر جنت کے نقشے میں بدل جاتا ہے۔ امام یافعی محب طبری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں
جو کہ آئمہ شافعیہ میں ہیں۔ کہ وہ شیخ اسماعیل حضرمی کے ہمراہ مقابر یمن سے گزرے تو آپ شدید رونے
کہ حزن کے آثار نمودار ہوئے۔ ثم ضحک ضحکا شدیدا وعلاہ سرور و ذلک تو آپ سے
اس کے متعلق سوال کیا۔ تو فرمایا میرے لئے اس مقبرہ کے حالات منکشف ہوئے۔ فرأیتھم یعذبون
فبکیت ثم الی اللہ تعالی فیھم فقیل لی قد شفعناک فیھم فقالت صاحبۃ
ھذا القبر وانا معھم یا فقیہ اسماعیل انا فلانۃ المغنیۃ فقلت وانت معھم
فذالک ضحکت۔ شرح الصدور ولی کامل کی نگاہ کا یہ عالم کہ عالم دنیا میں بیٹھے
ہو کر عالم برزخ کے حالات سے باخبر اور سفارش کر کے گنہگاروں کی شفاعت کر رہے ہیں۔ اور
آپ کی سفارش میں وہ وسعت کہ ان میں اگر مغنیہ بھی تھی۔ تو ولی کامل کی برکت سے اس کی بھی

ہوگئی۔ یہی شیخ اسماعیل حضرمی رحمۃ اللہ علیہ کتنے پائے کے بزرگ تھے۔ امام ابن حجر مکی فتاوی حدیثیہ کے صفحہ ۲۷۱ پر فرماتے ہیں۔ ومن کراماتہ انہ کان کذ جلا فی زبید وقد دانت الشمس للغروب فقال لہا لتغربی حتی ندخلہا ساعۃ طویلۃ فلما دخلہا اشار الیہا فإذا الدنیا مستظلمۃ فہو النجوم کاہرۃ حقیقت یہ ہے۔ من کان للہ کان اللہ لہ جو خدا کے واسطے وہ ولی کامل کرتا ہے۔ اور وہ خداوند بھی کرتا ہے۔ جو ولی کامل عرض کرے

۲۵-۸-۲۰۰۷ ۸:۳: AM
۱۱-۸-۱۴۲۸

۴۶ - اللہ کا ذکر

بسم اللہ الرحمن الرحیم الذین امنوا وتطمئن قلوبہم بذکر اللہ ــــ القلوب رعد ۲۸ رب العزت کا ارشاد گرامی ہے۔ جو لوگ ایمان لائے ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مطمئن ہوتے ہیں فرمایا سنو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دل اطمینان پاتے ہیں۔ یہ علامت مومنین کاملین اور صوفیائے کرام کی ہے۔ بلاشبہ قلبی اضطراب اور پریشانی کو زائل کرنے کا یہ بہتر نسخہ ہے۔ صاحب تفسیر مظہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ مومنین کے قلوب صافیہ کی غذا ہی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ تو ان کے دل اللہ تعالیٰ سے مانوس ہو کر مطمئن ہوتے ہیں۔ جیسا کہ مچھلی کو پانی میں سکون ملتا ہے۔ اور پرندے حیوان کو ہوا میں سکون نصیب ہوتا ہے۔ اور وحشی کو صحرا میں سکون نصیب ہوتا ہے۔ تو اسی طرح اہل ایمان کو ذکر خدا میں سکون نصیب ہوتا ہے۔ اللہ والوں کو اگر کوئی ایسی چیز عارض ہو جو کہ غفلت کی موجب ہو۔ یا اہل غفلت کی صحبت کے ساتھ مبتلا ہوں تو ان کے دلوں کو اضطراب اور پریشانی کا سامنا ہوتا ہے۔ تو جب وہ محراب عبادت میں کھڑے ہو کر ذکر الٰہی میں مصروف ہوتے ہیں تو اضطراب کی کیفیت زائل ہو جاتی ہے۔ تو اضطراب خوشی اور مسرت اور سکون قلب میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ مفتی احمد یار خان گجراتی رحمۃ اللہ علیہ حاشیہ قرآن میں فرماتے ہیں۔ کہ احتمال ہے کہ ذکر اللہ سے مراد ذکر محبوب علیہ السلام مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ذکر سے موسوم کیا ہے۔ جیسے ارشاد گرامی ہے۔ فاتقوا اللہ یا اولی الالباب الذین امنوا قد انزل اللہ الیکم ذکرا رسولا یہاں رسول علیہ السلام کو ذکر فرمایا۔ معلوم ہوا جیسے اللہ تعالیٰ کا ذکر موجب سکون قلب ہے۔ ایسے ہی محبوب علیہ السلام کا ذکر خیر بھی وجہ سکون قلب ہے۔ ذکر رسول علیہ السلام ذکر خدا ہے۔ چنانچہ حدیث

قدسی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جَعَلْتُ تَمَامَ الْاِیْمَانِ بِذِکْرِکَ مَعِیْ وَقَالَ اَیْضًا جَعَلْتُ ذِکْرَکَ مِنْ ذِکْرِیْ فَمَنْ ذَکَرَکَ ذَکَرَنِیْ اے محبوب علیہ السلام میں نے ایمان کا مکمل ہونا اس بات پر موقوف کر دیا ہے۔ کہ میرے ذکر کے ساتھ تیرا ذکر ہو۔ اور میں نے تیرے ذکر کو اپنا ذکر ٹھہرایا۔ پس جس نے تیرا ذکر کیا۔ اس نے میرا ذکر کیا۔ پہلے جملہ میں ہے۔ کہ ایمان کی تکمیل آپ کے ذکر کے ساتھ ہے۔ دیکھئے اگر کوئی شخص صرف لا الہ الا اللہ کہتا رہے۔ اور محمد رسول اللہ نہ کہے۔ تو اس کا ایمان مکمل نہیں ناقص ہے۔ اور اگر کوئی نماز پڑھے ثنا فاتحہ تسبیحات وغیرہ پڑھے۔ لیکن محبوب علیہ السلام کی ذات پر درود شریف نہ پڑھے۔ تو نماز کامل نہیں۔ معلوم ہوا کہ ذکر محبوب علیہ السلام کے بغیر نہ نماز مکمل ہے اور نہ ہی ایمان مکمل ہے۔ کیا شان ہے محبوب علیہ السلام کی۔ کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی عبادت میں نبی علیہ السلام کا ذکر مطلوب ہے۔ جو فرمان محبوب علیہ السلام کے خلاف ہو کر کوئی عمل و عبادت کرے۔ تو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ نبی علیہ السلام کا محبوب خدا کا محبوب ہے۔ رات دن کی ہو عبادت مجھ کو نامنظور ہے۔ دور ہے جو میرے احمد سے وہ مجھ سے دور ہے۔ پہلے جملہ میں ہے۔ کہ ذکر محبوب کے ساتھ ہی ایمان کامل ہوتا ہے۔ اور دوسرے جملہ میں فرمایا۔ کہ میرے محبوب علیہ السلام کا ذکر ہی میرا ذکر ہے جَعَلْتُ ذِکْرَکَ مِنْ ذِکْرِیْ معلوم ہوا۔ کہ جس نے نبی علیہ السلام کا ذکر کیا۔ اس نے خدا کا ذکر کیا۔ ذکر رسول ذکر خدا ہے۔ اطاعت رسول اطاعت خدا ہے۔ اسم محبوب علیہ السلام میں وہ ذوق اور شیرینی ہے۔ کہ آپ کے ذکر آپ پر بار بار درود شریف پیش کرنا۔ دلوں کیلئے سکون کا باعث ہے۔ آپ کا ذکر سے انسانوں کو تر کیا۔ آپ کے ذکر سے حیوانوں کو بے زبانوں کو بلکہ جمادات کو سکون حاصل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ کہ منبر شریف بننے سے پہلے مسجد شریف میں ایک کھجور کا ستون تھا۔ جس سے پشت انور لگا کر حضور علیہ السلام وعظ فرمایا کرتے تھے۔ منبر بننے کے بعد جب آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ تو اس ستون سے بڑے دردناک لہجے میں رونے کی آواز آئی۔ ؎

رستن حنانہ از ہجر رسول ۔۔۔ زار نالہ چوں ارباب عقول۔

حضور علیہ السلام نے منبر سے نیچے تشریف لا کر اس کو اپنے سینے سے لگایا۔ تو اس کو سکون حاصل ہوا۔

اور وہ چپ ہو گیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ خدا کی قسم اگر میں اس کو سینے سے نہ لگاتا۔
تو وہ قیامت تک روتا رہتا۔ پھر آپ نے اس کو منبر شریف کے نیچے دفن کرا دیا۔ (زرقانی شریف)
معلوم ہوا۔ کہ ذاتِ رسول علیہ السلام کے اتصال سے سکون ہوتا ہے۔ اسی طرح اسمِ رسول علیہ
السلام سے سکون حاصل ہوتا ہے۔ اور پریشانیاں زائل اور مشکلیں آسان ہوتی ہیں۔ روایت ہے
کہ عبداللہ بن عمر رضی کا پاؤں سن ہو گیا۔ تو ان سے کہا گیا۔ اُذْکُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَیْکَ یَزُلْ عَنْکَ
فَصَاحَ یَا مُحَمَّدَاہُ فَانْتَشَرَتْ الشفاء شریف جلد ۲ ص ۱۸ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ
فرماتے ہیں۔ کہ ابن عمر رضی کا نبی علیہ السلام کو یاد کرنا دلیل ہے۔ اس پر کہ آپ اَلْمَحْبُوْبُ الْاَعْظَمُ
لِکُلِّ مُسْلِمٍ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فَیَنْبَغِیْ ذِکْرُہٗ عِنْدَ ذَالِکَ کَمَا وَرَدَ مَا یُفِیْدُ ذَالِکَ
فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ ـــ کما فی الحدیث لا یومن احدکم حتی
اکون ـــ۔ معلوم ہوا۔ کہ تمام صحابہ کے قلوب میں مال و اولاد ہر شئے سے زیادہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
محبوب تھے ؎ در دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰ است آبروئے ما ز نامِ مصطفیٰ است
معلوم ہوا آپ کا نام لینے سے مشکل آسان ہو گئی۔ ؎
مشکل جو سر پہ پڑی تیرا نام سے ٹلی مشکل کشا ہے تیرا نام تجھ پر درود و سلام۔
درود شریف کی بڑی برکتیں ہیں۔ الدعا والدواء ص ۲۳ ایک بزرگ کا واقعہ جو کثرت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
درود شریف پڑھتا تھا۔ اور ایک مہاجن کا مقروض تھا۔ قرضہ ادا نہ کرنے پر مہاجن نے اس کے خلاف دعویٰ
کر دیا۔ وہ نیک بخت پریشان ہوا۔ تو خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو گئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ
وزیر اعظم کے پاس جاؤ۔ اور میرا خواب میں آنے کا واقعہ بیان کر دو۔ وہ گیا۔ تو وزیر اعظم نے خوش ہو کر اسے
تین سو روپے دیئے۔ اس نے جا کر قرضہ ادا کیا۔ اور حاکمِ وقت اور مہاجن کو جب اس بات کا علم ہوا تو مہاجن
نے قرض معاف کر دیا۔ یہ برکتیں درود شریف کی ہیں۔ آبِ کوثر ص ۱۱۸ (مفتی محمد امین صاحب)

۴۷ سے میلاد شریف بروز اتوار ۳۱ : ۰۴ : ۲ PM ۲۶-۸-۲۰۰۸ / ۱۲-۸-۱۴۲۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَکُنْ مِّنَ السَّاجِدِیْنَ (سورۃ الحجر آخری آیت) حضور نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب خلقِ خدا کیلئے ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبات سے لبریز تھا۔ حضور ص
جب اپنی قوم کی گمراہی اور اس پر ان کے اصرار کو دیکھتے تو دل درد سے بھر جاتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب علیہ السلام

کو اس غم واندوہ سے نجات حاصل کرنے کا طریقہ فرما رہا ہے۔ کہ جب آپ ان کی حرکات اور کج روی کے باعث غمگین ہو جائیں۔ تو اسی وقت اپنے رب قدوس کی تسبیح اور اس کی حمد میں مشغول ہو جائیں اور اپنا سر اس کی بارگاہ میں جھکا دیں۔ غم اندوہ کے بادل چھٹ جائیں گے۔ تو ارشاد فرمایا فسبح بحمد ربک ـــ وکن من الساجدین۔ اے محبوب عبادت کا یہ سلسلہ پورے ذوق وشوق کے ساتھ اس وقت تک جاری رہے۔ جب تک اس دار فانی سے رحلت کا پیغام نہ آ جائے۔ اے محبوب جب تک آنکھ دیکھ رہی ہے۔ نبض چل رہی ہے۔ میری یاد ہوتی رہے۔ میرے ذکر اور عبادت کا چراغ روشن رہے۔ تفسیر ضیاء القرآن = دنیا میں انسان کی تخلیق کا مقصد عبادت ہے۔ اور اس کے ساتھ مہلت دنیا میں انسان ضروریات دنیا کا محتاج ہے۔ ایک ہے عبادت دوسرا ہے ضرورت مال۔ انسان پر یہ ہے۔ کہ دنیا میں انسان کی عبادت ضرورت پر غالب آ جائے۔ اور جس کی ضرورت عبادت پر غالب ہو۔ وہ بلا شبہ کمال انسانیت کے حصول سے محروم ہے۔ جس کے لیے اس کی تخلیق ہوئی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قال رسول اللہ ﷺ مَا اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنْ اَجْمَعَ الْمَالَ وَاَکُوْنَ مِنَ التَّاجِرِیْنَ وَلٰکِنْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنْ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَکُنْ مِنَ السَّاجِدِیْنَ۔ وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ تفسیر مظہری زیر آیت ھذا۔ حدیث شریف سے ثابت ہوا۔ کہ مال دنیا کو جمع کرنا ذخیرہ اندوزی کرنا۔ اور امر الٰہی عبادت کو فراموش کر دیتا ہے۔ یہ منشاء الٰہی کے خلاف ہے۔ اسی حقیقت کے پیش نظر امام کائنات علیہ السلام نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ عبادت وریاضت ذکر وفکر میں بسر فرمایا۔ اور دنیا کے مال کی طرف قطعاً ملتفت نہ ہوئے۔ مگر بقدر کفایت جتنی ضرورت بڑھتی گئی۔ اتنا ہی زہد اور دنیا سے بے رغبتی زیادہ ہوتی گئی۔ قصیدہ بردہ میں امام بوصیری فرماتے ہیں

وَاَکَّدَتْ زُھْدَہٗ فِیْھَا ضَرُوْرَتُہٗ اِنَّ الضَّرُوْرَۃَ لَا تَعْدُوْ عَلَی الْعِصَمِ۔

آپ نے دنیا پر سادگی قناعت فقر وفاقہ کو ترجیح دی۔ باوجودیکہ کائنات کی تمام نعمتیں آپ کے بے مثل ہاتھوں میں ہیں ـــ مالک کونین ہیں۔ گو پاس کچھ رکھتے نہیں۔ بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی ـــ آپ کے گھر کا اثاثہ حال بالکل مختصر اور بقدر کفایت لیکن مقام لطف یہ ہے۔ کہ آپ کے دروازے پر جو سائل آیا۔ جب آیا۔ جس مقصد کے لیے آیا۔ خیرات لیکر گیا۔

گنہگار آیا تو ابرار بن گیا۔ فاسق آیا تو متقی بن گیا۔ اور فاسق آیا تو ولی بن گیا۔ چنانچہ روایت میں ہے کہ حضرت رابعہ بصریہ رضی اللہ عنہا کے کہ آپ ایک رات اللہ کی بارگاہ میں مصروفِ عبادت تھیں۔ کہ ایک چور آیا۔ فَنَظَرَ فِی الْبَیْتِ یَمِیْنًا وَ شِمَالًا فَلَمْ یَرَی شَیْئًا غَیْرَ اِبْرِیْقٍ فَتَوَضَّأَ بِہٖ رابعہ رضی اللہ عنہا نے اس سے فرمایا کہ اگر تو حضرت مند ہے۔ تو کسی چیز کے بغیر نہیں نکلتا۔ فَقَالَ اِنِّیْ لَمْ اَجِدْ شَیْئًا تو فرمایا اے مسکین اس صراحی سے وضو کر اور اس کوٹھری میں داخل ہو۔ وَ قِیْلَ رَکْعَتَیْنِ فَاِنَّکَ لَا تَخْرُجُ اِلَّا بِشَیْئٍ تو اس نے رابعہ رحمۃ اللہ علیہا کے حکم پر عمل کیا۔ تو رابعہ نے بارگاہ صمدیت میں دعا کی یا سیدی یا مولائی هٰذَا قَدْ اَتٰی فَلَمْ یَجِدْ عِنْدِیْ شَیْئًا وَ قَدْ اَوْقَفْتُہٗ عَلٰی بَابِکَ وَلَا تَحْرِمْہُ جَزِیْلَ ثَوَابِکَ تو اس نے عبادت میں ایسی لذت محسوس کی تو مسلسل رات کے آخری حصے تک عبادت کرتا رہا۔ آخری حصے میں حضرت رابعہ رضی اللہ عنہا اس کے پاس تشریف لے گئیں تو اسے سجدے کی حالت میں پایا۔ آپ نے دریافت کیا۔ تو اس نے عرض کی کہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں کھڑا ہوا تو اس نے میرا عذر قبول فرمایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت رابعہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا۔ یا رابعۃ مِنْ اَجْلِکَ قَدْ قَبِلْنَاہُ وَبِدُعَائِکَ قَبِلْنَاہُ۔ تو معلوم ہوا۔ کہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کی دعا کی برکت سے اسے قربِ حق نصیب ہوا۔ اور ولیہ کی صحبت سے تمام برائیاں دور ہو گئیں۔ اور زمرۂ اولیاء میں شامل ہو گیا۔ اس وجہ سے عارف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ؎

یک زمانہ صحبت با اولیاء　　بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا　　او نشیند در حضور اولیاء

اولیاء کاملین کی صحبت کی برکت سے وہ قرب نصیب ہوتا ہے۔ جو کہ کئی سال کی عبادت سے نصیب نہیں ہوتا۔

۲۷-۸-۲۰۰۷　　بروز پیر 6:58 (AM)
۱۳-۸-۱۴۲۸

۴۸ - شانِ خلیل ؑ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ واذ قال ابراہیم لابیہ آزر ـــــ مبین (انعام) اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اکثر مشرکین عرب کے سامنے احوال ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ حجت اور دلیل قائم فرمائی۔ کیونکہ تمام طوائف مِلّت ابراہیم علیہ السلام کی فضیلت کے معترف تھے۔ مشرکین حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فضیلت کے معترف اور متفق تھے۔ کہ وہ آپ کی اولاد سے ہیں۔ اور یہود و نصاریٰ اور تمام مسلمان

تتمہ (۱)

اور آپ کی جلالت قدر کے معترف ہیں۔ حضرت امام رازی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ منصب عظیم اور وہ اکثر اہل عالم کا آپ کی فضیلت اور آپ کی علو مرتبت کا اعتراف ہے۔ ایسا کسی کے لیے اتفاق نہیں ہوا۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ہوا۔ اس میں سبب یہ ہے۔ کہ رب تبارک و تعالیٰ اور عبد کا درمیان معاہدہ ہے۔ کما قال أوفوا بعهدي أوف بعهدكم تو ابراہیم علیہ السلام نے عہد عبودیت کو پورا کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے علی سبیل الاجمال اس کی گواہی دی قولہ تعالیٰ وإذ ابتلى ابراہیم ربه بكلمات فاتمهن فهذا شهادة من الله بانه تمم عهد العبودية۔ اور دوسری اذ قال له ربه اسلم قال اسلمت لرب العالمين۔ اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت علیہ السلام کا جسد گرامی اس حیثیت سے تخلیق فرمایا۔ کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا۔ آپ فوراً اس کی تعمیل کی اور آپ کو مقام خلت سے نوازا گیا۔ جس کا مفاد یہ ثابت کرنا تھا۔ کہ آپ کے قلب گرامی میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے سوا کسی اور چیز کی محبت نہیں۔ خواہ مال ہو۔ یا وطن ہو۔ یا اولاد ہو۔ جیسا کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا۔ لانه سلم قلبه للعرفان ولسانه للبرهان وبدنه للنيران وولده للقربان کہ آپ نے اپنے قلب گرامی کو معرفت الٰہی کیلئے اور بدن کو آگ کے لیے۔ اور اولاد کو قربانی کے لیے وقف کر دیا۔ اور آپ نے کائنات کو یہ ثابت کر دیا۔ کہ خلیل اللہ کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے سوا کسی غیر کی محبت کی گنجائش ہی نہیں۔ حدیث شریف میں ہے۔ من كان لله كان الله له جو اللہ کا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے۔ جب بندہ خدا کی مانتا ہے تو خدا بندہ کی مانتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس معیار پر پورا اترے۔ جو فرمان فرمایا۔ وہ خلیل اللہ نے کیا۔ اور جو خلیل اللہ نے عرض کی وہ اللہ نے کر دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا۔ یا الہ العالمین میرے بعد کی امتوں میں میرا ذکر خیر جاری رکھے۔ عرض کی۔ واجعل لي لسان صدق في الآخرين (شعراء) تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرمایا۔ اور آپ کی ندا کو قبول کیا۔ اور آپ کو پوری کائنات میں مقبول بنا دیا۔ دیکھئے ہزاروں سال گزر چکے ہیں۔ لیکن بفضلہ تعالیٰ حضرت ابراہیم کا ذکر خیر آج بھی جاری ہے۔ ہر نمازی نماز کی حالت میں جب تشہد پڑھتا ہے۔ جہاں جہاں امام کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ہدیہ درود پیش کرتا ہے۔ وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر خیر بھی ہوتا ہے۔ یہ سلسلہ الٰہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ میری

عبادت میں جہاں میرا ذکر ہو۔ وہاں خلیل و حبیب علیہما السلام کا ذکر بھی ہو۔ معلوم ہوا کہ
عبادت میں بھی اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کا ذکر عند اللہ مطلوب اور پسندیدہ ہے۔ اسی مقام پر امام
رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اگر یہ سوال کیا جائے۔ کہ درود شریف میں حضرت ابراہیم علیہ السلام
کے ذکر کی تخصیص کیوں ہے۔ تو انہوں نے اس کی چند وجوہ ذکر کی ہیں۔ ایک وجہ یہ بیان کی۔ کہ
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آپ کی تشریف آوری کی دعا کی عرض کی کہ ربنا وابعث ۔۔۔ جب
جب حبیب خلیل کیلئے خلیل حبیب پر واجب ہوا۔ کہ حبیب علیہ السلام خلیل کیلئے دعا کریں
تو اللہ تعالیٰ نے محبوب کی طرف سے آپ کے حق کو خود ادا کیا۔ اس طرح کہ قیامت کے دن تک
محبوب علیہ السلام کی امت کی زبانوں پر خلیل علیہ السلام کے ذکر کو جاری فرما دیا۔ کہ نمازی
جہاں محبوب علیہ السلام کا ذکر کرتا ہے۔ اس کے ساتھ خلیل اللہ علیہ السلام کا ذکر بھی ہوتا
ہے۔ چنانچہ محبوب علیہ السلام نے بھی فرمایا۔ کہ انا دعوۃ ابراہیم وبشارۃ عیسیٰ علیہ السلام
ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کعبہ کے وقت محبوب علیہ السلام کی تشریف آوری کی دعا کی آپ
نگاہ نبوت سے جانتے تھے۔ کہ یہ کعبہ شریف جس کو اللہ تعالیٰ نے پوری انسانیت کیلئے سرچشمہ
رشد و ہدایت بنایا ہے۔ تو ایک وقت ایسا آئے گا۔ کہ کفار و مشرکین اس بیت اللہ کو بت
خانہ بنا دیں گے۔ جس میں غیر اللہ کی عبادت ہوگی۔ اور یہ محبوب علیہ السلام ہی تشریف لا
کر اس کو ہمیشہ کیلئے پاک و صاف کریں گے۔ عرض کرتے ہیں۔ کہ مولا کریم کعبہ تو ہم نے بنا دیا۔ تو
اس کو عبادت سے معمور کرنے والا محبوب مبعوث فرما دے۔ کیونکہ جب تک محبوب علیہ السلام
تشریف نہ لاتے تو یہ کعبہ آباد نہیں ہوگا۔ جب آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ تو کعبہ شریف
بتوں کی نجاست سے ملوث تھا۔ کفار نے تین سو ساٹھ بت نصب کر رکھے تھے۔ چنانچہ
روایت میں ہے۔ حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں۔ کہ آپ کی ولادت کی رات میں کعبہ شریف میں
تھا میں نے دیکھا۔ کہ کعبہ شریف کی دیواریں سجدہ ریز ہوگئیں۔ اور جتنے بت تھے۔ وہ سب
اوندھے منہ گر گئے

تیری آمد تھی کہ اصنام حرم ٹوٹ گئے	تیری ہیبت تھی کہ ہر شہ زوروں کے دم ٹوٹ گئے
تیری توصیف کا ایک باب بھی پورا نہ ہوا	ہو گئیں زندگیاں ختم اور قلم ٹوٹ گئے

بفضلہ تعالیٰ اب بیت اللہ تعالیٰ آپ کی آمد سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بتوں کی نجاست سے پاک ہو گیا۔ جہاں اب لاکھوں پیشانیاں بیک وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتی ہیں۔ اور کعبہ شریف پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ یہ سب محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی برکت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو قبول فرما کر محبوب علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کریم علیہ السلام کے صدقہ سے ہمیں حبیب و خلیل کی اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔

۲۸-۸-۲۰۰۷ بروز منگل PM ۱۲ : ۵۳ : ۴
۱۴-۸-۱۴۲۸

۴۹ ۔ شانِ خلیل ۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الم تر الی الذی حاج ابراہیم : بقرہ ۲۵۸ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ اے محبوب علیک السلام کیا آپ نے اس کی طرف نہیں دیکھا۔ کہ جس نے ابراہیم علیہ السلام سے ان کے رب کے بارہ میں جھگڑا کیا۔ اس سے مراد بدبخت نمرود بن کنعان ہے۔ کہ جس نے ربوبیت کے بارے میں ابراہیم علیہ السلام سے جھگڑا کیا۔ لفظ الم تر الی الذی میں خطاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ دوسری آیت میں ہے۔ الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل۔ اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا کہ تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا۔ نیز فرمایا۔ الم تر کیف فعل ربک بعاد کیا تم نے نہ دیکھا۔ کہ تمہارے رب نے قوم عاد سے کیا کیا۔ قوم عاد اور اصحاب فیل اور مناظرہ خلیل علیہ السلام آپ کی ولادت پاک سے پہلے کے واقعات ہیں۔ مگر فرمایا جاتا ہے الم تر کیا آپ نے نہ دیکھا۔ یعنی دیکھا ہے۔ قرآن آیات سے معلوم ہوا۔ کہ نبی محترم علیک السلام قبل از ولادت شریف نور نبوت سے پہلے کے واقعات مشاہدہ فرما رہے تھے۔ اسی واسطے لفظ الم تر فرمایا۔ قرآن کریم میں جگہ جگہ لفظ اذ ہے۔ واذ قال ربک للملٰئکۃ واذ قال موسیٰ لقومہ اس جگہ مفسرین محذوف نکالتے ہیں۔ اذکر یعنی اس واقعہ کو یاد کرو۔ اور یاد وہ چیز دلائی جاتی ہے۔ جو پہلے سے دیکھی ہو۔ اور ادھر توجہ نہ ہو۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ تمام گزشتہ واقعات حضور علیہ السلام کے دیکھے ہوئے ہیں۔ یہ کلام مفتی احمد یار خاں گجراتی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ نیز وہ ایک اعتراض کا جواب دیتے ہیں۔ قرآن کریم نے فرمایا۔ وما کنت لدیھم ——— اقلامھم ——— آپ ان کے پاس نہ تھے۔ جب وہ لوگ اپنے

اپنے علم پاک میں ڈال رہے تھے۔ وما کنت بجانب الغربی اذ قضینا الی موسی الامر وما کنت (من
ان آیات سے معلوم ہوا کہ گزشتہ زمانہ میں جو یہ مذکور واقعات ہوئے۔ اس وقت آپ وہاں
موجود نہ تھے۔ پہلی آیت میں دیکھنا ثابت ہوتا ہے۔ اور ان آیات میں وہاں حاضر نہ ہونا ثابت
ہوتا ہے۔ یہ بظاہر تعارض بین آیات معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ علماء فرماتے ہیں۔ کہ یہاں کوئی تعارض
نہیں۔ مفتی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ حاضر وناظر کی تین صورتیں ہیں۔ ایک جگہ رہ کر سارے عالم کو دیکھنا۔
آن کی آن میں سارے عالم کی سیر کرنا۔ ایک وقت میں چند جگہ ہونا۔ ان آیات میں فرمایا گیا۔ کہ
آپ بایں جسم پاک وہاں موجود نہ تھے۔ ان میں یہ کہاں ہے۔ کہ آپ ان واقعات کو ملاحظہ بھی نہ
فرما رہے تھے۔ اس جسد عنصری سے وہاں نہ ہونا اور ہے۔ اور ان واقعات کا مشاہدہ کرنا
کچھ اور ہے۔ بلکہ آیات مذکورہ بالا کا مطلب یہ ہے۔ کہ اے محبوب علیہ السلام آپ وہاں بایں جسم پاک
نہ تھے۔ لیکن پھر آپ کو ان واقعات کا علم اور مشاہدہ ہے۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ آپ سچے نبی ہیں
تفسیر صاوی میں ہے۔ یعنی یہ فرمانا کہ موسیٰ علیہ السلام کے اس واقعہ کی جگہ نہ تھے جسمانی
لحاظ سے ہے۔ اور عالم روحانی کی حیثیت سے حضور علیہ السلام ہر رسول کی رسالت اور حضرت آدم
علیہ السلام سے لیکر آپ کے جسمانی ظہور تک کے تمام واقعات پر حاضر ہیں۔ وَاَمَّا بِالنَّظَرِ
اِلَی الْعَالَمِ الرُّوْحَانِیِّ فَهُوَ حَاضِرٌ رِسَالَةَ کُلِّ رَسُوْلٍ وَمَا وَقَعَ مِنْ لَدُنْ آدَمَ
اِلٰی اَنْ ظَهَرَ بِجِسْمِهِ الشَّرِیْفِ: اس عبارت کے الفاظ کہ آپ ہر رسول کی رسالت کے وقت
حاضر تھے یہ مطلب یہ ہے۔ کہ آپ کا نور گرامی انبیاء ورسل علیہم السلام کی پشتوں میں منتقل
ہوتا رہا۔ صرف یہ ہی نہیں۔ بلکہ انبیاء ورسل علیہم السلام کو حصول کمالات اور دفع بلیات نور
مصطفیٰ کے وسیلہ سے ہی ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام کا مسجود ملائکہ ہونا۔ کشتی نوح
علیہ السلام کا طوفان سے نجات پانا نار نمرود کا خلیل اللہ علیہ السلام پر گلزار ہونا یہ سب
نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت تھی۔ ے

ے کشتی نوح میں نار نمرود میں بطن ماہی میں یونس کی فریاد پر میرا نام نامی ذکر مثل علی ہر جگہ
ہر مصیبت میں کام آگیا ہے۔ چنانچہ بیہقی الوقت علم الہدی حضرت علامہ قاضی ثناء
اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں۔ فَاِنَّ مَا وَقَعَ بِالْاَنْبِیَاءِ وَالْاُمَمِ مِنَ الْکَرَامَاتِ

① حاشیہ

وَ رَفعِ الثُّلٰثَاتِ کَانَ بِبُشرٰی کَتِہ تو یرہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری سب انبیاء کے بعد ہوئی تمام واقعات اور انبیاء علیہم السلام کی دنیا میں آمد پہلے تو یہ کیونکر متصور ہے ۔ تو فرمایا نبی علیہ السلام کا ارشادِ گرامی ہے ۔ کہ کُنتُ اَوَّلَ النَّبِیّٖنَ فِی الخَلقِ وَ آخِرَھُم فِی البَعثِ ۔ یعنی بعثت مبارکہ اگرچہ آخر میں ہے ۔ لیکن تخلیق نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ساری کائنات سے پہلے ۔ بلکہ جسد آدم علیہ السلام میں ابھی روح داخل نہیں ہوئی ۔ تو آپ کی نبوت و رسالت پہلے تھی ۔ فرمایا ۔ قال رسول اللہ ﷺ کنت نبیاً و آدم بین الروح والجسد سایہ عقیدہ بردہ شریف فرماتے ہیں ۔ سے
وَ کُلُّ آیٍ اَتَی الرُّسُلُ ـــــ کہ تمام کمالات رسل کے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مستفاد ہیں ۔

۲۹-۸-۲۰۰۷ ۴:۴۸:۴۰ PM بروز بدھ ..۰
۱۵-۸-۱۴۲۸

۵۰ ـ شانِ خلیلؑ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ وَمَن اَحسَنُ دِینًا مِّمَّن اَسلَمَ وَجھَہٗ ـــــ نساء ۱۲۵ ۔ کفار و مشرکین کے مذاہب باطل اور خود ساختہ ہیں ۔ جو کہ اپنے اسلاف کی پیروی کرتے ہوئے اس پر عمل کرتے ہیں ۔ حالانکہ ان کے مذاہب و مسالک کی صحت اور درستی پر کوئی دلیل نہیں ۔ اس واسطے اللہ رب العزت اس آیت کریمہ میں ارشاد فرماتا ہے کہ باعتبار دین کے سب سے احسن اور بہتر وہ ہے ۔ کہ جس نے اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جھکا دیا ۔ اور من کل الوجوہ اللہ تعالیٰ کا ہو گیا ۔ یہی انسانیت کا کمال ہے ۔ مقصد یہ ہے ۔ کہ زمرۂ انبیاء علیہم السلام میں قابل ذکر شخصیت حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہیں ۔ جنہوں نے اپنا مال اولاد یہاں تک کہ جان اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دیا ۔ تو مقامِ خلّت سے نوازے گئے ۔ اور جو بھی ملت ابراہیمی کی پیروی کرے گا ۔ اس کو بھی ان شاء اللہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رسائی نصیب ہوتی ہے ۔ تفسیر مظہری میں اسلم وجھہ کے تحت فرماتے ہیں ۔ کہ اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کیلئے اس طرح خالص کرے کہ اس کے قلب میں غیر اللہ کے ساتھ کوئی تعلق اور محبت نہ رہے ۔ اور اس کا نفس اور قلب و قالب اللہ تعالیٰ کے احکامات کا مطیع و منقاد ہو جائے ۔ اور منہیات سے رک جائے ۔ اور دائرہ امکان میں کسی شے کے لئے حق کہ اپنی ذات کیلئے بالذات وجود تسلیم نہ کرے ۔ چہ جائیکہ

کسی کو دائرہ امکان میں معبود محبوب اور مستقل وجود ماننا اور یہی درجات کمال کی نہایت ہے۔ جس پر بفضلہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام فائز تھے۔ اور آگے وھو محسن سے متعلق فرماتے ہیں۔ وَهُوَ آتٍ بِالْحَسَنَاتِ وَتَارِكٌ لِلسَّيِّئَاتِ مُتَّصِفٌ بِدَوَامِ الْحُضُورِ وَالْإِخْلَاصِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث جبریل کے احسان کے سوال میں فرمایا۔ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ (متفق علیہ) حدیث عمر اور نیز فرمایا۔ واتبع ملۃ ابراہیم حنیفا ابراہیم علیہ السلام کے ذکر کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ باوجودیکہ تمام انبیاء کا دین ایک ہی ہے۔ وجہ یہ ہے۔ کہ ابراہیم علیہ السلام نے کہ آپ نے اپنی ذات اور اعضاء اور ظاہری و باطنی قوائے جسمانی کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے کاموں میں صرف کیا۔ اسی ذات کے ساتھ مشغول رہے۔ اور ماسوا اللہ سے اعراض کیا۔ نیز تمام امتوں کا اتفاق ہے۔ کہ آپ نبی برحق اور تمام ادیان میں قابل تعریف ہیں۔ اور اکثر فروع اعمال میں دین اسلام شریعت ابراہیم علیہ السلام کے موافق ہے۔ مثلاً کعبہ شریف کی طرف نماز اور کعبہ کا طواف اور مناسک حج اور ختان اور حسن ضیافت وغیرہ کلمات جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش تو آپ نے ان کو پورا کر دیا۔ چنانچہ ارشاد رب العزت ہے۔ واذ ابتلی ابراہیم ربہ بکلمات فاتمھن جن باتوں سے اللہ تعالیٰ نے آپ کی آزمائش کی۔ تو آپ نے ان کو پورا کر دیا۔ تو فاتمھن کی سند عطا ہوئی۔ ان امور کو پورا کرنے کے بعد جو انعام آپ کو ملا۔ وہ کیا تھا ارشاد فرمایا۔ قال انی جاعلک للناس اماما۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو لوگوں کا امام بنا دیا۔ علماء محققین حضرت شیخ محقق عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین فرماتے ہیں۔ کہ جو فضائل و کمالات جملہ انبیاء علیہم السلام کو ملے ہیں۔ وہ تمام کے تمام اللہ تعالیٰ نے محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے ہیں۔ تمام انبیاء علیہم السلام اپنی ذات میں کامل ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکمل ہیں۔ بلکہ تمام کمالات انبیاء علیہم السلام کمالات محمدیہ ﷺ سے متصف ہیں۔ اور سوال یہ ہے۔ کہ یہ فضیلت تمام لوگوں کا امام ہونا۔ بڑی فضیلت ہے۔ آیا کہ ایسی فضیلت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے۔ کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اِذَا کُنْتُ کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ اِمَامُ النَّبِیِّیْنَ وَخَطِیْبَھُمْ
وَصَاحِبُ شَفَاعَتِھِمْ غَیْرُ فَخْرٍ (رواہ الترمذی) نبی محبوب علیہ السلام سے معلوم ہوا
کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو لوگوں کا امام بنایا۔ محبوب علیہ السلام نبیوں کے امام ہوئے
گئے۔ لوگوں کا امام ہونا بہت بڑا کمال ہے۔ لیکن انبیاء کا امام ہونا اس سے بھی بڑھ کر کمال
ہے۔ ان جملہ انبیاء علیہم السلام میں ابراہیم علیہ السلام بھی شامل ہیں۔ جس کی دلیل شب
معراج آپ کا امام ہونا۔ اور انبیاء کا آپ کی اقتداء کرنا معلوم ہوا۔ کہ دنیا میں بھی آپ ہی امام
ہیں۔ اور قیامت میں بھی آپ ہی کی امامت ہوگی۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
امامت کل اصالت کل سیادت کل قیادت کل حکومت کل نیابت کل خدا کے یہاں تمہارے لئے،
پہلے تحریر کیا جا چکا ہے۔ کہ جملہ انبیاء علیہم السلام۔ کمالات محمدی ؐ کے مظہر ہیں۔ جیسے رات
کو ستارے چمکتے ہیں۔ لیکن وہ نوران کا اپنا نہیں ہوتا۔ کیونکہ ستاروں کا نور آفتاب کے نور
سے مستفاد ہوتا ہے۔ حالانکہ اس وقت آفتاب پردے میں ہوتا ہے۔ اور جب آفتاب طلوع ہوتا
ہے۔ تو ستارے نظر نہیں آتے۔ بعینہ اسی طرح معجزات و کمالات انبیاء اگرچہ ان کا صدور
انبیاء کی ذات سے ہوتا ہے۔ لیکن وہ فی الحقیقت وہ معجزہ و کمال ذات محمدی ؐ سے مستفاد
ہوتا ہے۔ جب نبی علیہ السلام پردے میں تھے۔ آپ کا نور گرامی پردے میں تھا۔ تو انبیاء علیہم السلام
کمالات محمدی ؐ کو ظاہر کرتے رہے۔ لیکن جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گری ہوئی۔ تو تمام انبیاء
علیہم السلام کی شریعتیں منسوخ ہو گئیں جیسا کہ صاحب قصیدہ بردہ شریف فرماتے ہیں۔
سے (۱) وکل ای اتی الرسل (۲) فانہ شمس فضل ھم کواکبھا —
جیسے آفتاب ایک طرف تو چاند کو نور دیتا ہے۔ اور دوسری طرف ستاروں کو نور دیتا ہے۔ ایسے ہی
نبی علیہ السلام ایک طرف تو انبیاء کو فیض دے رہے ہیں۔ اور دوسری طرف اولیاء کو فیض دے رہے ہیں۔
اللہ تعالیٰ ہم گنہ گاروں کو ملت ابراہیمی خلیل اللہ و حبیب اللہ کی اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔

۲۹-۸-۲۰۰۷
۱۵-۸-۱۴۲۸
۸:۱۴:۵۷ PM

بروز بدھ

(signature)

داستان خلیل اللہ ؑ

بسم اللہ الرحمن الرحیم قَالُوا ابْنُوا لَهٗ بُنْيَانًا ـــــ اَسْفَلِيْن (۹۷ الصافات)
جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے اور آپ سلسلہ تبلیغ اور دعوت توحید پر مامور ہوئے۔ تو اس وقت بد بخت ملعون نمرود بر سر اقتدار تھا۔ اور یہ بدبخت انسان ایسا تھا۔ کہ اس نے سب سے پہلے سر پر تاج رکھا اور ربوبیت کا دعوٰی کر دیا۔ وَھُوَ اَوَّلُ مَنْ وَضَعَ التَّاجَ عَلٰی رَاْسِہٖ وَاَوَّلُ مَنْ اِدَّعَ الرُّبُوْبِیَّۃَ۔
پوری قوم بت پرستی میں مبتلا تھی۔ ان کا رسم و رواج کے مطابق ایک میلہ ہوتا تھا۔ قوم نے آپ کو میلہ میں جانے کی ترغیب دی تو آپ نے انکار فرمایا۔ ان کے جانے پر آپ ان کے وقت بت خانہ میں تشریف لے گئے۔ بتوں کے سامنے عمدہ ترین کھانے رکھے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ تم اس کو کھاتے کیوں نہیں۔ کوئی جواب نہ آیا۔ تو آپ نے کلہاڑا لیکر تمام بتوں کو توڑ دیا۔ قوم واپس ہوئی۔ تو معبودانِ باطل کا حال دیکھ کر آپ سے پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ان سے پوچھو۔ تو انھوں نے کہا۔ کہ یہ بول نہیں سکتے۔ تو آپ نے جواباً فرمایا۔ کہ بد بختو۔ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ۔ کہ تم اپنے ہاتھوں کے تراشے کی عبادت کرتے ہو۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ استدلال کی وجہ ظاہر ہے۔ کہ لکڑی اور پتھر اصلاح اور تراشے جانے سے پہلے بالکل انسان کا معبود نہیں۔ اور اس کی مخصوص شکل اور تراشے جانے کے بعد معبود کیسے ہو سکتے ہیں۔ اور ان کو معبود قرار دیکر اس کی عبادت کرنا عقلاً شرعاً باطل ہے۔ پتھر جماد محض ہے پتھر صدیوں پڑا رہے پتھر ہی رہے گا۔ اس میں ترقی ارتقاء اور تنزل نہیں ہے۔ اور جب قوم دلائل سے عاجز آگئی۔ تو ارشاد خداوندی ہے۔ کہ قَالُوا ابْنُوا لَهٗ بُنْيَانًا کہنے لگے ایک عمارت بناؤ اس میں آگ روشن کر کے ان کو آگ میں پھر دو۔ روایت میں ہے۔ کہ انہوں نے تیس گز لمبی اور بیس گز چوڑی اور تیس گز اونچی عمارت بنائی۔ نزہۃ المجالس میں ہے۔ کہ نمرود نے اعلان کرایا۔ کہ ابراہیم علیہ السلام کیلئے ایندھن جمع کرو۔ عورت نذر مانتی کہ اگر میری فلاں حاجت پوری ہو گئی۔ تو نارِ نمرود کیلئے ایندھن لائے گی۔ عورت سوت کات کر اس کو فروخت کر کے نارِ ابراہیم علیہ السلام کیلئے لکڑیاں جمع کرتی۔ اور ایسے تقریباً سمجھتی بیمار وصیت کرتے کہ اس کے مال سے لکڑیاں جمع کی جائیں۔ تو انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو مقید کر کے منجنیق میں رکھ کر آگ میں ڈالنا چاہا۔ تو زمین و آسمان اور فرشتوں میں شور ہوا۔ عرض کی مولائے کریم خلیل کو آگ میں

گرایا جا رہا ہے۔ ہمیں مدد کرنے کی اجازت ہو تو فرمان آیا۔ هُوَ خَلِيلِيْ لَيْسَ لِيْ خَلِيْلٌ غَيْرُهُ وَاَنَا اِلٰهُهٗ لَيْسَ لَهٗ اِلٰهٌ غَيْرِيْ وہ طلب کریں تو فبہا ورنہ خلیل جانے یا رب جلیل جانے۔ پانی کا فرشتہ ہوا کا فرشتہ آیا۔ تو آپ نے کسی سے مدد نہیں لی۔ تو فرمان باری ہوا۔ قُلْنَا يَا نَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ تو نارِ نمرود باغ خلیل بن گئی۔ ؎

اگر آج بھی ہو ابراہیم کا سا ایمان پیدا تو آگ کر سکتی ہے۔ انداز گلستان پیدا۔

آگ نے عرض کی یا اللہ میں طبیعت پر عمل کروں یا شریعت پر یعنی اَعْمَلُ بِطَبْعِيْ وَهُوَ الْاِحْرَاقُ اَوْ بِالشَّرْعِ فَلَا اَعْمَلُ شَيْئًا اِلَّا بِاِذْنِكَ فَقِيْلَ لَهٗ اِعْمَلِيْ بِالشَّرْعِ فَلَا تُحْرِقِيْ مِنْهُ شَيْئًا : روایت میں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو جنتی قمیص دیکر بھیجا تو جبریل علیہ السلام نے عرض کی۔ اِنَّ رَبَّكَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ لَكَ اَمَا عَلِمْتَ اِنَّ النَّارَ لَا تُحْرِقُ اَحْبَابِيْ میں کہتا ہوں محبوبوں کو آگ کا جلانا تو کیا ہے۔ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کے پاس بیٹھ جائے تو آگ اس پر بھی اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ روایت میں ہے۔ کہ نمرود کی لڑکی نے کہا۔ کہ ابا جان مجھے اجازت دو۔ دیکھوں کہ ابراہیم علیہ السلام پر کیا گزری تو جب اس نے آپ کو دیکھا۔ صحیح سلامت پایا۔ تو پوچھا کہ آگ نے آپ کو کیوں نہیں جلایا۔ اس کی خاصیت تو جلانا ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ مَنْ كَانَ عَلٰى لِسَانِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ وَفِيْ قَلْبِهٖ الْمَعْرِفَةُ لَا تُحْرِقُهُ النَّارُ تو اس نے عرض کی۔ میں آپ کے پاس آنا چاہتی ہوں۔ تو آپ نے فرمایا۔ قول لا الٰہ الا اللّٰہ اِبْرٰهِيْمُ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَتْهَا فَصَارَتِ النَّارُ عَلَيْهَا بَرْدًا وَّسَلٰمًا باپ کے پاس گئی تو کلمہ زبان پر جاری تھا۔ تو اس نے بڑا عذاب کیا۔ تو بحکم رب العزت جبریل علیہ السلام لڑکی کو پکڑ کر ابراہیم علیہ السلام کے حوالے کر دی۔ تو آپ نے بیٹے کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا۔ جس سے ۲۰ انبیاء پیدا ہوئے۔ معلوم ہوا۔ کہ لڑکی میں کمال نہیں تھا۔ لیکن جب کامل کی صحبت میں چند لمحے بیٹھی تو آگ اس پر گلزار ہو گئی۔ معلوم ہوا۔ کہ ناقص اگر کامل کے پاس بیٹھے تو کامل ہو جاتا ہے۔ نزہۃ المجالس ص ۲۵ یہی نزہۃ المجالس جلد دوم میں علامہ صفوری رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کا جواب دیتے ہیں۔ اگر کہا جائے کہ ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے جانے کے وقت مضطرب نہیں ہوئے۔ اور ذبح ولد کے وقت مضطرب ہوئے تو کہا

ہیں۔ کہ لَمَّا اُلْقِیَ فِی النَّارِ کَانَ نُوْرُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم فِی جَبِیْنِہٖ وَعِنْدَ الذَّبْحِ کَانَ النُّوْرُ قَدِ انْتَقَلَ اِلٰی اِسْمَاعِیْلَ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ ساری برکتیں اور آگ کا گلزار ہونا نور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکتیں تھیں ۔

کشتی نوح میں نارِ نمرود میں بطنِ ماہی میں یونس کی فریاد پر
تیرا نامِ نامی ذکر صل علیٰ ہر جگہ ہر مصیبت میں کام آگیا۔

بروز ہفتہ
۱۵-۹-۲۰۰۷ AM ۱۲ : ۷
۲-۹-۱۴۲۸

۵۲ - شانِ ذبیح اللہ ۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم فلما بلغ معہ السعی ---- فی المنام الصافات آیت ھذا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا اور بیٹے کے ذبح کیلئے تیار ہونے کا ذکر ہے علماء نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کرنے کی حکمت بیان کی ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلیل بنایا۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے روایت کی۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا خلیل بنایا تو ملک الموت اللہ تعالیٰ کے حکم سے تشریف لائے تاکہ آپ کو مقام خلت پر فائز ہونے کی بشارت دیں۔ تو جب بشارت دی گئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ خلیل ہونے کی علامت کیا ہے۔ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ یُجِیْبُ دُعَاءَکَ وَیُحْیِی الْمَوْتٰی بِسُؤَالِکَ فَحِیْنَئِذٍ سَأَلَ فَقَالَ اِبْرَاہِیْمُ ذٰلِکَ تفسیر مظہری تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ کہ چار پرندے لیکر ذبح کر کے ان کا گوشت پر مخلوط کر کے پہاڑوں پر رکھو پھر انہیں بلالو۔ تو ابراہیم علیہ السلام نے جب انہیں بلایا۔ تو گوشت پر اور تمام اجزاء اپنے وجود سے مل کر درست ہوئے۔ ابراہیم علیہ السلام کے پاس آکر اپنے اپنے سروں سے مل گئے۔ تو اسی رات عالم رویا میں آپ نے دیکھا۔ کہ آپ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ کہ اے میرے خلیل میں نے آپ کو مردوں کا زندہ ہونا دکھایا۔ تم مجھے زندہ کو یعنی بیٹے کو ذبح کر کے دکھادو۔ روض الفائق شارح تفسیر جلالین علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی حکمت یوں بیان فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا۔ اور خلت کیا ہے۔ وَھِیَ صَفَاءُ الْمَوَدَّۃِ کی شان یہ ہے۔ کہ خلیل کے ساتھ کسی غیر کی مشارکت کی گنجائش ہی نہ ہو۔ تو حصول مقام خلت کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹا طلب کیا۔ تو جب مراد خلیل بر آئی۔ بیٹا مل گیا۔ تو قلب خلیل

میں بیٹے کی محبت تعلق ہوئی۔ تو خلت کی غیرت نے کہا۔ کہ اس بیٹے کی محبت کو قلب خلیل سے
نکالنا چاہیے۔ تو ابراہیم علیہ السلام کو محبوب سے ذبح کرنے کا حکم ہوا۔ تاکہ صفاتِ خلت
ظاہر ہو۔ اور کائنات پر ثابت ہو جائے۔ کہ قلب خلیل میں اللہ کی محبت سے سوا غیر کی
محبت نہیں۔ جیسے قلب ایک ہے۔ تو محبت بھی ایک ہی ہونی چاہیئے۔ تو آپ نے حکم کی
تعمیل کرتے ہوئے بیٹے کی محبت پر اللہ تعالیٰ کی محبت کو مقدم رکھا۔ چنانچہ آپ نے مسلسل
تین رات خواب دیکھا۔ کہ کوئی کہتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکَ بِذَبْحِ اِبْنِکَ ھٰذَا پہلی
رات سوچا تو اس کا نام لیلۃ الترویۃ دوسری رات معلوم کیا تو نام عرفہ تیسری رات
آپ نے ذبح کا قصد کیا تو نام ہو گیا یوم النحر تفسیر مظہری میں ہے۔ امام بغوی رہ
نے فرمایا۔ کہ ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا۔ کہ چلو
اِنْطَلِقْ نُقَرِّبْ قُرْبَانًا لِلّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ تو آپ نے چھری اور رسی لی۔ تو حضرت اسماعیل
علیہ السلام ساتھ چلے جب پہاڑوں کے درمیان ٹھہرے تو عرض کی ابا جان وہ قربانی کہاں ہے۔ تو آپ نے
فرمایا۔ قال یابنی ———۔ تری تو عرض کی یا ابت افعل ——— الصابرین۔ آخر بیان انکار کیا
تھا۔ آپ اسی حسین باغ کے پھول تھے۔ ابراہیم علیہ السلام ذبح کرنے کے لیئے اور حضرت اسماعیل
علیہ السلام ذبح ہونے کے لیئے تیار ہو گئے۔ تو عرض کی ابا جی میرے اعضاء رسی سے باندھ لیں۔ تاکہ
میرے خون کا قطرہ آپ پر نہ گرے۔ اور آزمائش پر صبر کیجیئے۔ اور میری قمیض میری امی کو دیجیئے۔
اور میری امی کو میرا سلام کہیئے۔ تو جب آپ کو لٹایا۔ چھری حلق پر رکھ کر پھیری تو اس نے کوئی نقش
نہ کاٹی۔ روایت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل سے فرمایا۔ جلدی پہنچ جاؤ۔ اگر چھری نے کوئی شئے
بھی کاٹی تو فرشتوں کے دفتر سے تمہارا نام محو کر دوں گا۔ امام نسفی فرماتے ہیں۔ کہ ابراہیم نے
غضبناک ہو کر چھری پھینک دی۔ تو چھری نے کہا۔ کہ آپ غضبناک کیوں ہوتے ہو۔ تو آپ
نے فرمایا۔ تو اعضائے اسماعیل علیہ السلام کو کیوں نہیں کاٹتی۔ تو چھری نے عرض کی۔ آگ نے آپ
کو کیوں نہیں جلایا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آئی۔ یا نار کونی ——— ابراہیم۔
تو چھری نے کہا۔ کہ مجھے اللہ تعالیٰ کا ستر مرتبہ حکم ہوا۔ لَا تَقْطَعِیْ شَیْئًا نزہۃ المجالس صلے
حقیقت یہ ہے۔ کہ پانی کی فطرت ہے بہنا۔ اور بہا لے جانا۔ آگ کی فطرت ہے جلانا اور جلا دینا۔ اور چھری کی

کی قدرت سے ہے۔ کاٹنا اور قدرت فاطر السموٰت والارض کے تابع ہے۔ جب پانی کو حکم ہوا۔ تو پانی موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کیلئے ٹھہر گیا۔ اور آگ کو حکم ہوا۔ تو آگ خلیل اللہ علیہ السلام پر گلزار ہو گئی۔ اور چھری کو حکم ہوا۔ تو اس نے کاٹنا چھوڑ دیا۔ بلکہ بات یہ ہے۔ کہ جبین اسماعیل علیہ السلام میں نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر تھا۔ آپ کی تشریف آوری نسل اسماعیل سے مقدر ہو گئی تھی۔ جب وہاں نور مصطفیٰ علیہ السلام تھا۔ تو گلا کیسے کٹ سکتا تھا۔ آپ کا نور گرامی انبیاء علیہم السلام کی پشتوں میں منتقل ہوتا رہا ہے کشتی نوح میں نار نمرود میں کام آگیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں ایک بڑا دنبہ جنت سے بھیجا جسے ذبح کیا گیا۔ آپ کا یہ عظیم الشان کارنامہ رہتی دنیا تک یاد رہے گا۔ اور مسلمان اپنی علم سنت ابراہیم علیہ السلام پر عمل کرتے ہوئے ہر سال قربانیاں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے آمین۔ بجاہ النبی الکریم الامین۔

[signature]

۲۴-۵-۲۰۰۷ ۱۰-۱۰-۲۰۰۷
۶-۵-۱۴۲۸ ۲۷-۹-۱۴۲۸

PM ۱۱:۵۴

۔۔۰۔۔ شان خلیل ۲ ۔۔۰۔۔ ۵۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِیْمَ مَكَانَ الْبَیْتِ ۔۔۔ السجود الحج ۲۶

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش فرمائی۔ آپ نے رضائے الٰہی کی خاطر وطن چھوڑا مال اللہ کی راہ میں خیرات کیا۔ بیٹا اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کیا۔ بالآخر اپنی جان کا نذرانہ بھی پیش کر دیا۔ جب آزمائش کے تمام مراحل طے ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ایک مقدس کام کیلئے بھی تعمیر کعبہ کیلئے منتخب فرمایا۔ ارشاد خداوندی ہے۔ جب ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو گھر کی جگہ ٹھیک بتا دی۔ جو گھر کا مالک ہوتا ہے۔ وہ گھر تعمیر کرنے سے پہلے اس کا نقشہ ذہن میں ہوتا ہے۔ گھر کا طول و عرض ارتفاع معمار کو بتاتا ہے۔ اور جگہ کا تعین کرتا ہے۔ تو بلا تشبیہ خانہ کعبہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے تو اس رب کریم نے جگہ کا انتخاب کر کے ابراہیم علیہ السلام کو بتا دیا۔ اور ایک بادل بھیج کر بروایت دیگر۔ تیز و تند ہوا بھیج کر بیت اللہ کی نشاندہی کی۔ پھر فرمایا کہ اے ابراہیم۔ آپ

نہ کرنے پر قائم رہیں۔ وطھر بیتی فرمایا۔ میرے گھر کو پاک رکھئے۔ اس مقام پر دو باتیں قابل غور ہیں۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ یہاں فرمایا بیتی خانہ کعبہ میرا گھر ہے۔ دوسرے مقام پر ہے۔ ان اول بیت وضع للناس و طھر بیتی للطائفین ---- الی الناس تو اس میں جمع کیسے ہے۔ جواب کَاَنَّہٗ قِیْلَ اَلْبَیْتُ لِیْ وَلٰکِنْ وَضَعْتُہٗ لِاَجْلِ مَنْفَعَۃٍ خَالِیَۃٍ مُنَزَّہَۃٍ عَنِ الْحَاجَۃِ وَلٰکِنْ وَضَعْتُہٗ لَکَ لِیَکُوْنَ قِبْلَۃً لِدُعَائِکَ یعنی گھر کعبہ تو میرا ہے۔ لیکن میں نے بنایا ہے مسلمانوں کیلئے کہ یہاں میرے گھر میں آکر دعا کرے تو میں قبول کروں گا۔ دوسرا وطھر بیتی سے کون سی طہارت مراد ہے۔ تفسیر جلالین میں اس کی تفسیر یہ ہے۔ وَطَھِّرْ بَیْتِیَ عَنِ الْاَوْثَانِ یعنی میرے گھر کو بتوں سے پاک کرو۔ علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اَلْمُرَادُ بِھَا الْاَصْنَامُ کیونکہ جرھم اور عمالقہ کے بیت اللہ شریف میں بت تھے۔ قبل اس کے ابراہیم علیہ السلام اس کو تعمیر کریں۔ امام رازی رح بھی اس مقام پر یہی فرماتے ہیں۔ کہ بیت اللہ اس سے پہلے آباد نہیں تھا۔ پھر طھر بیتی کیونکر ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ ممکن ہے کہ وہ جگہ صحرا ہو۔ اور لوگ اس جگہ میں نجاست پھینکتے ہوں۔ تو ابراہیم علیہ السلام کو اسی جگہ میں بیت اللہ شریف بنانے اور نجاستوں سے پاک کرنے کا حکم دیا گیا۔ یا وہ جگہ آباد ہو۔ تو لوگوں نے اس جگہ میں بت رکھے ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس عمارت کے خراب کرنے کا اور جدید تعمیر کرنے کا حکم کیا۔ وَذٰلِکَ ھُوَ التَّطْھِیْرُ عَنِ الْاَوْثَانِ۔ تو بلا شبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کو بتوں کی نجاست سے پاک وصاف کیا۔ لیکن آپ نگاہ نبوت سے جانتے تھے۔ کہ یہ سر چشمہ رشد وہدایت پھر ایک وقت میں بت خانہ بن جائے گا۔ اور جب تک آخر الزمان نبی علیہ السلام کی تشریف آوری نہ ہوئی تو یہ کعبہ شریف ہمیشہ کیلئے بتوں کی نجاست سے پاک نہ ہوا۔ تو دعا کی ربنا وابعث فیھم رسولا ---- اے ہمارے پروردگار ان میں سے ایک عظیم الشان رسول علیہ السلام مبعوث فرما۔ یعنی تعمیر تو ہم نے کر دی۔ اب اس گھر کو آباد کرنے والے رسول مبعوث فرما۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ کعبہ شریف تو خلیل اللہ نے تعمیر کیا۔ اور اس کو آباد حبیب اللہ نے کیا۔ تو نبی علیہ السلام کی تشریف آوری کے وقت یہ کعبہ شریف بت خانہ بن چکا تھا۔ چنانچہ روایت میں ہے کہ حضرت عبد المطلب فرماتے ہیں۔ کہ میں کعبہ میں تھا۔ کعبہ میں بت تھے۔

فَسَقَطَتِ الْاَصْنَامُ مِنْ اَمَاكِنِهَا وَخَرَّتْ سَاجِدَةً لِلّٰہِ وَسَمِعْتُ صَوْتًا مِنْ جِدَارِ الْكَعْبَةِ يَقُوْلُ وُلِدَ النَّبِیُّ الْمُخْتَارُ اَلَّذِیْ يُهْلِكُ بِيَدِهِ الْكُفَّارَ وَيُطَهِّرُنِیْ مِنْ هٰذِهِ الْاَصْنَامِ وَيَأْمُرُ بِعِبَادَةِ الْمَالِكِ الْعَلَّامِ ۝ اس روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ کہ کعبہ شریف نے کہا۔ کہ آپ ان بتوں کی نجاست سے پاک فرما دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم فرمائیں گے۔ دیکھئے آپ کی مکہ شریف میں جلوہ گری کا صدقہ ہے۔ کہ جہاں بت تھے۔ وہاں آج لاکھوں پیشانیاں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جھکتی ہیں ۝

تیری آمد تھی کہ اصنام حرم ٹوٹ گئے ۔ تیری ہیبت تھی کہ سر شاہ زوروں کے دم ٹوٹ گئے

تیری توصیف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا ۔ ہوگئیں زندگیاں ختم قلم ٹوٹ گئے ۔

چنانچہ کعبہ شریف کے ہمیشہ کیلئے بتوں سے پاک ہونے کا وقت آیا۔ تو کعبہ شریف ہمیشہ کیلئے بتوں کی نجاست سے پاک ہوگیا۔ چنانچہ آپ نے فتح مکہ کے دن کعبہ شریف کے ۳۶۰ بت گرا دیئے

(مدارج النبوۃ امام شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

بروز منگل — ۲۴-۱۰-۲۰۰۷
۱۰-۱۰-۱۴۲۸ AM : 9 : 95 -

۵۴ - شانِ رسالت ونبوت صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ انا اعطینٰک الکوثر ــــ اس سورۃ میں آپ کی عظمت وشان اور دارین میں حصولِ خیرات کا بیان ہے۔ کفار مکہ میں سے ہر کافر نے آپ کو ایک وصف سے موصوف کیا۔ دوسرے نے دوسرے سے کسی نے آپ کو موصوف کیا۔ کہ آپ کا کوئی بیٹا نہیں۔ کسی نے کہا آپ کا کوئی معین و مددگار نہیں۔ کسی نے کہا آپ کا ذکر باقی نہیں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کا رد کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ایسی تعریف کی۔ جو کہ تمام فضائل کو شامل ہے۔ فرمایا انا اعطینٰک الکوثر۔ اللہ تعالیٰ نے کوثر کو کسی شئے کے ساتھ مقید نہیں کیا۔ تو بلاشبہ فقط کوثر تمام خیرات وحسنات کو شامل ہے۔ آپ کو نبوت ورسالت شفاعت محبوبیت۔ دیگر فضائل حاصل ہو تو وہ ابتر کیسے ہو سکتا ہے۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں۔ کہ نبی اکرم ؐ مسجد سے نکلے۔ اور عاص بن وائل مسجد میں داخل ہوا۔ تو آپس میں باتیں ہوئیں۔ اور صنادید قریش مسجد میں تھے۔ تو انہوں نے عاص سے کہا۔ کہ تو

کسی سے باتیں کر رہا تھا۔ تو اس نے کہا۔ کہ فلاں ابتر ہے وہ بات کفار میں تھی۔ نبی علیہ السلام
اس وقت وہاں موجود نہیں تھے۔ اس پوشیدہ راز کو اللہ تعالیٰ کا ظاہر کرنا اور نبی علیہ السلام
کا خبر دینا سرکار دو عالم ؐ کا معجزہ قرار پایا۔ اس میں حبیب کریم ؐ کی شان و عظمت کا اظہار ہے۔
کہ جب کفار لعین بکواس کیا۔ تو اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے خود دیا۔ عاص نے کہا۔ اِنَّ مُحَمَّدًا
اَبْتَرُ لَا ابْنَ لَهُ يَقُوْمُ مَقَامَهُ بَعْدَهُ فَاِذَا مَاتَ انْقَطَعَ ذِكْرُهُ وَاسْتَرَحْتُمْ
وَكَانَ قَدْ مَاتَ لَهُ ابْنُهُ عَبْدُ اللّٰهِ مِنْ خَدِيْجَةَ وَهٰذَا قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ وَغَيْرِهِ
پھر فرمایا۔ کہ اے محبوب ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا۔ تو خاص اپنے رب کیلئے نماز پڑھ۔ اور اللہ تعالیٰ
کے قول لربک میں یہ فائدہ ہے۔ کہ للصلوٰۃ کیلئے یہ لام بدن کے لئے بمنزلہ روح کیلئے جیسا
کہ بدن از سر تا قدم اسی وقت قابل تعریف مستحسن ہے۔ جب اس میں روح ہو۔ بعد
جب مردہ ہو تو پھینکنے کے قابل ہے۔ اسی طرح نماز اور رکوع سجود اگرچہ مِنْ حَيْثُ الصُّوْرَةِ
مستحسن اور طویل ہو تو اگر اس میں لام لربک نہیں اور خالص اللہ کی رضا کیلئے نہیں تو مردہ اور
پھینک دینے کے قابل ہے۔ پھر فرمایا۔ وانحر اے محبوب علیہ السلام آپ قربانی کریں۔ امام رازی رحمۃ اللہ
فرماتے ہیں۔ کہ لفظ وانحر سے احناف نے قربانی کے واجب ہونے پر استدلال کیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے
آپ کو نحر کا حکم کیا۔ وَلَا بُدَّ وَاَنْ يَكُوْنَ قَدْ فَعَلَهُ لِاَنَّ تَرْكَ الْوَاجِبِ عَلَيْهِ غَيْرُ جَائِزٍ وَاِذَا
فَعَلَهُ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَجَبَ عَلَيْنَا مِثْلُهُ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى فَاتَّبِعُوْهُ۔ بحکم اللہ لہذا آپ نے
قربانی اپنے دست مبارک سے کی۔ چنانچہ روایت میں ہے۔ کہ سَو بُدنہ بطور ہدی کے تھے۔ جن میں ابو
جہل کا ایک اونٹ تھا جس کے ناک میں سونے کا ایک حلقہ تھا۔ تو نبی علیہ السلام بنفس نفیس خود اپنے
دست مبارک سے اونٹ نحر کئے تو پھر آپ حضرت علی کو نحر کا حکم کیا۔ نبی علیہ السلام کے نحر کے وقت
اونٹوں کا آپ کی خدمت میں اتنا ازدحام تھا۔ ایک دوسرے سے آگے بڑھتے تھے۔ کہ آپ پہلے مجھے ذبح کریں۔
تا کہ برکت حاصل ہو۔ اور جب حضرت علی نحر کرنے لگے۔ تو اونٹ آپ سے دور بھاگنے لگے۔ معلوم ہوا۔
کہ اونٹ پہچانتے بھی تھے۔ کہ یہ پہلے نبی ہیں۔ آپ علی ہیں۔ پہلا نبی کا ہاتھ تھا۔ اور یہ علی کا ہاتھ ہے۔ حقیقت
یہ ہے کہ نبی تمام مخلوق کے رسول ہیں۔ اُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً آپ کو جن وانس کا رسول
حیوانات جمادات کا رسول زمین و آسمان حور و غلمان اور ساری کائنات کے رسول جیسے سب

کا خدا ایک ہے۔ اسی ہی ان کا تمہارا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

AM ۱۰:۲۳ — ۲۴-۱۰-۲۰۰۷ ۱۰-۱۰-۱۴۲۸ بروز منگل

۵۵ مسائل حج (۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم واذن فی الناس —— تعمیق سورۃ الحج آیت نمبر ۲۷ حضرت ابراہیم جب تعمیر کعبہ سے فارغ ہوئے۔ اس آیت پاک میں تعمیر کعبہ شریف کی غرض و غایت بیان فرمائی کہ آپ لوگوں میں اعلان کریں۔ کہ پیدل اور سواریوں پر آ کر اس گھر بیت اللہ کا حج کریں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ لفظ اذن میں اعلان اور مامور میں دو قول ہیں۔ پہلا جس پر اکثر مفسرین ہیں۔ اور وہ ابراہیم علیہ السلام کی روایت میں ہے۔ کہ جب ابراہیم علیہ السلام تعمیر کعبہ سے فارغ ہوئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا واذن فی الناس —— عرض کی اے میرے پروردگار میری آواز کون پہنچائے گا۔ تو ارشاد فرمایا۔ عَلَيْكَ الْأَذَانُ وَعَلَيْنَا الْبَلَاغُ ندا کرنا آپ کا کام ہے۔ پہنچانا ہمارا کام ہے۔ تو آپ صفا پر کھڑے ہو گئے۔ فِيْ رِوَايَةٍ أَبَا قُبَيْسٍ تو آپ نے اعلان کیا۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ عَلَيْكُمْ حَجَّ الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ وَسَمِعَهُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ تو کوئی شئے باقی نہ رہی جس نے آپ کی آواز کو سن کر لبیک اللھم لبیک نہ کہا ہو۔ فَأَجَابَهُ يَوْمَئِذٍ مَنْ كَانَ فِيْ أَصْلَابِ الرِّجَالِ وَأَرْحَامِ النِّسَاءِ اس نے حج نہیں کیا۔ اور نہ ہی قیامت تک حج کرے گا۔ تو اس نے وہ ندا سنی۔ فَمَنْ أَجَابَ مَرَّةً وَمَنْ أَجَابَ مَرَّتَيْنِ أَوْ أَكْثَرَ يَحُجُّ مَرَّتَيْنِ أَوْ أَكْثَرَ عَلٰى ذٰلِكَ الْمِقْدَارِ ۔ ابن عباس رضی سے روایت ہے۔ کہ جب آپ کو اعلان کا حکم کیا گیا۔ تو آپ کے لئے پہاڑ نیچے ہو گئے۔ اور بستیاں اونچی ہو گئیں۔ تا کہ آپ کی آواز کو کوئی شئے حاجب نہ ہو سکے۔ تو خلاف عادت آپ کی آواز کو موجود نے سنا معدوم نے سنا۔ اس رب کائنات کی دلیل۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ ہے۔ یہ بطور خارق عادت ہر ایک نے آپ کی آواز کو سنا۔ اور قول ثانی۔ اذن سے مامور محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ قول امام حسن رضی اور اکثر معتزلہ کا ہے۔ انہوں نے کہا۔ کہ جو کچھ قرآن کریم میں ہے۔ اور اس محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جہاں تک حمل کرنا ممکن ہو تو آپ ہی اولیٰ ہیں۔ پہلے آیت گزری ولذ

بوانا لابراہیم مکان البیت پر اس کا جواب ہیں۔ کہ اذن کا حکم ابراہیم علیہ السلام کی طرف لوٹے ہم بیان کر چکے ہیں۔ یعنی قولہ واذ بوانا واذ کر یا محمد اذ بوانا فحقق فی حکم المذکور۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا واذن تو خطاب آپ کی طرف لوٹتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم اَنْ یُعَلِّمَ النَّاسَ بِالْحَجِّ تو آپ نے صحابہ کرام کی جماعت میں حج بیت اللہ کی ترغیب دی یہ قول تفسیر مظہری میں بھی مذکور ہے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ کہ اذن فی الناس بالحج کلام مُسْتَأْنَفٌ فَكَانَّهُمْ كُلِّفَتْ بنی ص آپ کو حکم ہوا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ اے لوگو! تم پر اس پاک گھر کا حج فرض ہے۔ اقرع بن حابس نے عرض کیا کہ ہر سال فرض ہے۔ فَسَكَتَ آپ خاموش رہے تین مرتبہ سوال کیا۔ بعد فرمایا۔ لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ اگر میں ہاں کر دیتا۔ تو ہر سال فرض ہو جاتا تو تم اس کی استطاعت نہ رکھتے۔ مفتی احمد یار گجراتی فرماتے ہیں۔ کہ آپ کی ہاں میں ہاں تاثیر ہے تمام قانون الٰہی کے پابند ہیں۔ اور قانون الٰہی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا منتظر ہے۔ جو لب ہائے مبارک سے نکلا وہ خدا کا قانون بن گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی رضا چاہتا ہے۔ اللہ کی مرضی سب چاہیں۔ اللہ رضا ان کی چاہے۔ ہے جنبش لب قانون خدا قرآن خبر کی گواہی ہے۔ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ آیت ھذا۔ میں پہلے پیدل کا ذکر ہے۔ بعد میں سواری پر آنے کا تفسیر مظہری میں ہے۔ اَلْاَفْضَلُ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رحمۃ اللہ لمن یَقْدِرُ عَلَى الْمَشْیِ عَنِ الْحَجِّ مَاشِیًا لِاَنَّ الْمَشَقَّةَ فِی الْمَشْیِ اَشَدُّ وَالْخُضُوْعُ وَالتَّوَاضُعُ فِی الْکَثِیْرَۃِ کیونکہ اس مبارک خطہ میں خضوع تواضع ہی مقصود ہے۔ یہ وہ مقامات ہیں۔ جہاں امام کائنات فخر موجودات ص کے قدم پاک آئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے۔ اگر سر کے بل چلا جائے تو آداب اسی میں ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں سہ

عرب کی زمین اور قدم رکھ کے چلنا / ارے سر کا موقع ہے او جانے والے۔

بعض مشائخ کی حکایت ہے۔ کہ انہوں نے پیدل حج کیا۔ تو ان سے اس بارے میں سوال کیا۔ تو فرمایا۔ اَلْعَبْدُ الْاٰبِقُ یَاْتِیْ اِلٰی الْبَیْتِ مَوْلَاہُ رَاکِبًا لَوْ قَدَرْتُ اَنْ اَمْشِیَ عَلٰی رَاْسِیْ مَا مَشَیْتُ عَلٰی قَدَمَیَّ شفا شریف جلد ۲ ص ۴۵ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے علو مرتبہ اور

رفعت مرتبت کے حصول کے باوجود آپ تمام لوگوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں متواضع تھے
اور کبر آپ میں معدوم تھا۔ آپ کے لیئے یہ کافی ہے۔ اور آپ کو اختیار دیا گیا۔ کہ آپ نبی
بادشاہ بنیں یا نبی بندہ۔ تو اختار ان یکون نبیا عبدا اور اسرافیل ؑ آپ کی خدمت
میں حاضر ہوئے۔ تو عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ میں تواضع کے سبب آپ کو یہ عطا کیا ہے۔
کہ انک سید ولد آدم ؑ یوم القیامۃ واول من تنشق الارض عنہ اول شافع مشکوٰۃ
شریف جلد اصـ ۵۱۶ روایت ھذا سے معلوم ہوا۔ کہ آپ اول درجہ کے متواضع تھے۔ تواضع
کی ضد ہے کبر فخر و غرور سے زمین پر چلنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ نبی محترم علیہ السلام
حجۃ الوداع میں جب بیت اللہ شریف میں تشریف لائے تو آپ نے طواف کعبہ کرتے ہوئے تین
پھیروں میں رمل کیا۔ اور چار میں چلے۔ حدیث کے الفاظ ہیں۔ کہ رمل ثلاثا و مشی اربعا
مشکوٰۃ باب حجۃ الوداع یہاں بیت اللہ شریف میں آپ کا رمل کرنا پہلوانوں کی طرح چلنا اللہ تعالیٰ
کو پسند ہے۔ کیونکہ یہ بیت اللہ ہے۔ اور آپ حبیب اللہ ہیں۔ بیت اللہ شریف میں سے باہر
اکڑ کر چلنا مذموم ناپسندیدہ ہے۔ اور طواف کعبہ میں اکڑ کر چلنا عبادت ہے۔ کیونکہ نبی
علیہ السلام کی ادا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ تو قیامت تک کے واسطے آپ کی امت کیلئے
رمل کر کے طواف کرنے کا قانون بن گیا۔ کہ میرے محبوب علیہ السلام کی ادا ہے۔

Tabbas
۲۵-۱۰-۲۰۰۷
۱۲-۱۰-۱۴۲۸

بروز جمعرات
AM ۸ : ۴۲

~~۵۵~~ - مقام اہلبیت رض (۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۰ انما یرید اللہ عنکم الرجس ــــ احزاب : اس آیت
کریمہ میں اہلبیت نبوت کی عظمت وشان کا بیان ہے۔ قرآن کریم میں اہلبیت اطہار کا ذکر ان
کی عظمت کی دلیل ہے۔ کیونکہ یہ گھرانہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ منسوب ہے۔
اس نسبت کی ایسی خاصیت ہے۔ جو کائنات میں کسی کو نصیب نہیں۔ آیت ھذا میں
اہلبیت سے کون مراد ہیں۔ چنانچہ حضرت عکرمہ مقاتل رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اہلبیت سے
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مراد ہیں۔ کیونکہ وہ آپ کے گھر میں ہیں۔ اسی طرح حضرت
ابن عباس رض سے سعید بن جبیر رض کی روایت ہے۔ لیکن ازواج کے بارے میں محققین کا قول
یا کا ھو ضمیر المذکرین ابو سعید خدری اور تابعین کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ
اہلبیت سے مراد علی فاطمہ وحسن وحسین رضی اللہ تعالی عنھم ہیں۔ حدیث شریف میں ہے۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف
لائے۔ تو آپ پر ایک سیاہ چادر تھی۔ امام حسن بن علی آئے۔ تو آپ نے چادر میں داخل
کرلیا۔ پھر حسین بن علی آئے تو چادر میں داخل ہوئے۔ پھر حضرت فاطمہ رض آئیں پھر حضرت علی رض آئے
تو آپ نے چادر میں داخل فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ انما یرید اللہ
ــ (رواہ المسلم) اور حدیث واثلہ بن اسقع میں ہے۔ اَنَّہٗ صلی اللہ علیہ وسلم ھذہ الایۃ
انما یرید اللہ ــــ الخ ــــ قال الصلی وفاطمہ وابنیھما اللھم ھؤلاء اھل بیتی وخاصتی
فاذھب عنھم الرجس ویطھرھم تطھیرا ۰ دونوں طرف کے دلائل بیان ہوئے تو
صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں۔ کہ یہ حدیث ان چاروں کے ساتھ اہلبیت کے حکم کی تخصیص پر دلیل
نہیں۔ کیونکہ آیت کا ماقبل اور مابعد اس تخصیص کا انکار کرتا ہے۔ اور عرف اور لغت اس
تخصیص کا انکار کرتا ہے۔ صاحب تفسیر فرماتے ہیں کہ باعتبار لغت کے اہلبیت کے استعمال
میں اصل عورتیں ہیں یعنی بیویاں ہیں۔ رہی اولاد تو ان پر تبعًا اطلاق ہوتا ہے۔ کیونکہ غالب طور
پر ان کے گھر علیحدہ ہوتے ہیں۔ لِاَنَّ لَھُم بُیُوتًا مُتَغَایِرَۃً غَالِبَۃً بیوی پر اہلبیت کے اطلاق
کی تو قرآن میں موجود دلیل قرآن سے مل جائے تو وہ مسلمہ ہوتی ہے۔ قابل تسلیم ہے۔ حضرت
ابراہیم علیہ السلام کے پاس جب فرشتے حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت لے کر آئے تو چونکہ آپ کی

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ دونوں عمر رسیدہ تھے۔ بشارت سن کر حضرت سارہ نے تعجب کیا تو فرشتوں نے کہا۔ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝ (سورۃ ھود) دیکھئے بیان اولاد کی بشارت ہے اور اولاد ابھی پیدا نہیں ہوئی تو باوجود اس کے حضرت سارہ پر اہلبیت کا اطلاق ہوا۔ تو معلوم ہوا کہ بیوی پر اطلاق اہلبیت اور اولاد پر بالتبع ہے۔ جو لوگ اہلبیت سے صرف اولاد مراد لیتے ہیں۔ انہیں اس سے سبق حاصل کرنا پڑے گا۔ صاحب تفسیر مظہری نے آخر میں فیصلہ کر دیا۔ اور حقیقت کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ وَالْحَقُّ مَا ذَكَرْنَا اَنَّ الْاٰيَةَ يَعُمُّ جَمِيْعَ اَهْلِ الْبَيْتِ وَاِنْ كَانَ مَسُوْقُ الْكَلَامِ لِنِسَآئِهٖ جو حضرت نے بیان فرمایا۔ اور یہی مسلک اہلسنت کے مفسرین کا ہے۔ بحمد اللہ ازواج مطہرات کے بھی غلام ہیں۔ اور اولاد رسول علیہ السلام کے بھی خاک پا ہیں۔ یہاں زوجیت کی نسبت ہے۔ اور یہاں اولاد ہونے کی نسبت ہے تو فرمایا ویطہرکم تطہیرا آیت پر تطہیرا مبالغہ کے لئے ہے تاکہ طہارت کامل حاصل ہو۔ اور مجاز کا شک رفع ہو۔ پھر تطہیرا کی تنوین تعظیم کیلئے ہے یعنی ثابت ہو جائے کہ معمولی طہارت نہیں ہے۔ بلکہ ہر شئے سے عمدہ اور اعلیٰ طہارت ہے۔ اعتقادی عملی اخلاقی ناپاکیوں اور برائیوں سے بالکل پاک اور منزہ فرما کر قلبی صفائی اخلاقی ستھرائی اور تزکیہ باطن دلی پر وہ اعلیٰ مقام عطا فرمایا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ دوسروں سے ممتاز اور فائق ہیں۔ اس طہارت کامل کے حصول کے بعد انبیاء علیہم السلام کی طرح معصوم تو نہیں ہاں گناہوں سے محفوظ ضرور ہو گئے۔ لہذا آیت قرآن پر ایمان رکھتے ہوئے یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ ان کا قلب مبارک حسرت جاہ و مال اور ہوس اقتدار اور تمام رزائل دنیا سے مبرا تھا۔ وھذا الکلام مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیان۔ آیت تطہیرا سے ظاہر ہے بشان اہلبیت۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے الصواعق المحرقہ ص ۱۴۵ پر فرمایا کہ اس تطہیر کی غایۃ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہلبیت کو اللہ تعالیٰ کی طرف انابت اور رجوع الی اللہ کا الہام اور اعمال صالحہ پر دوامت اور ہمیشگی اس وجہ سے جب ان کی خلافت ظاہری گئی جو کہ ملک تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو خلافت باطنی عطا فرمائی باطن نظام ان کے سپرد کیا۔ حتّٰی ذَهَبَ قَوْمٌ اِلٰى اَنَّ قُطْبَ الْاَوْلِيَآءِ فِيْ كُلِّ زَمَانٍ لَا

یکُونُ اِلّا مِنھُم ۔ کتنی بڑی شان ہے اہلبیت نبوۃ کی کہ باطنی نظام کا سلسلہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو عطا فرمایا جس کا مقام یہ ہو۔ ان کے دل میں اقتدار کی ہوس کیسے ہو سکتی ہے۔ چنانچہ امام حسن رضی نے ظاہری خلافت حضرت معاویہ رضی کے حوالے کر دی اور نبی علیہ السلام کا فرمان سچ کر دکھایا۔ اِنَّ ابنِی ھٰذَا السَّیِّدُ ——— فِئَتَینِ عَظِیمَتَینِ مِنَ المُسلِمِینَ روایت ھذا سے ثابت ہوا کہ ہر زمانے میں قطب سادات سے ہوتا ہے۔

[signature]

۲۴ — ۱ — ۲۰۲۶
۰۴ — ۰۸ — ۱۴۴۷
بروز بدھ PM ۰۱ — ۱۵ —

۵۶ - مقام شہادت - (۱۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ ۝ البقرہ (۱۵۴)
آیت ھذا میں شہداء کی فضیلت و کرامت کا بیان ہے کہ ارشاد خداوندی ہے کہ جو
اللہ کی راہ میں اسلام کی سربلندی کیلئے جان دے دیں تو تم انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ
ہیں۔ شہداء کی حیات اس آیت میں منصوص ہے۔ حضرت ابن عباس رض کا قول ہے کہ یہ
آیت شہدائے بدر کے حق میں نازل ہوئی۔ اور وہ چودہ ۱۴ تھے۔ چھ مہاجرین سے اور
آٹھ انصار سے۔ فرمایا کہ وہ مردہ نہیں۔ بلکہ وہ زندہ ہیں۔ حیات شہداء میں مختلف
اقوال ہیں۔ امام رازی فرماتے ہیں۔ قول اول یہ ہے کہ وہ فی الوقت زندہ ہیں۔
اِنَّهُمْ فِی الْوَقْتِ اَحْیَاءٌ کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَحْیَاءٌ هُمْ لِاِیْصَالِ الثَّوَابِ اِلَیْهِمْ
هٰذَا قَوْلُ اَکْثَرِ الْمُفَسِّرِیْنَ شہداء کے فی الوقت زندہ ہونے کی دلیل یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ
نے فرعون کے حق میں فرمایا اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا یعنی فرعون جب غرق ہوئے تو
اس کے متصل ہی آگ میں داخل کردیئے گئے۔ یہ دوزخ کی آگ میں داخل ہوئے۔ اس
سے حشر سے پہلے عذاب قبر ثابت ہوا۔ امام رازی فرماتے ہیں۔ وَاِذَا ثَبَتَ عَذَابُ الْقَبْرِ
وَجَبَ الْقَوْلُ بِثَوَابِ الْقَبْرِ اَیْضًا ۝ کیونکہ عذاب بندے پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ اور
ثواب اللہ تعالیٰ پر بندے کا حق ہے۔ عذاب قبر مقام عدل ہے۔ اور ثواب قبر مقام فضل ہے
اور اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں بالخصوص شہداء پر کرم فرماتا ہے۔ فرمان نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم
ہے۔ اَلْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ عام مومنین اور شہداء کی حیات میں بہت
فرق ہے۔ علماء فرماتے ہیں۔ انسان کے فوت ہونے کے بعد روح کو جسم کے ساتھ تعلق ہوتا
ہے۔ اسی تعلق کی وجہ سے میت اپنے زائر کو پہچانتی ہے۔ اور اس کے ساتھ مانوس ہوتا ہے
یہ حال عام مسلمان میتوں کا ہے۔ اور جہاں تک انبیاء علیھم السلام اور شہداء کی
حیات کا تعلق ہے۔ تو ان کی حیات اتنی قوی ہوتی ہے۔ کہ دنیا میں ان کی حیات کی طرح ان کے
اجساد زندہ ہوتے ہیں۔ اس حیات کا مفاد یہ ہے۔ کہ ان کے وجود سے قدرت اور افعال
اختیار حاصل ہوتے ہیں۔ وَیَکُوْنُ لَهُمُ الْقُدْرَةُ وَالْاَفْعَالُ الْاِخْتِیَارِیَّةُ (سیرۃ حلبیہ
جز ثانی ص ۲۳۳) مفسر قرآن قاضی ثناء اللہ کے قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے

وہ بل احیاء کے تحت فرماتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَعْطٰی اِلٰی اَرْوَاحِھِمْ قُوَّۃَ الْاَجْسَادِ
فَیَذْھَبُوْنَ مِنَ الْاَرْضِ وَالسَّمَآءِ وَالْجَنَّۃِ حَیْثُ یَشَآءُوْنَ۔ ان کے جسم تو کیا
ان کے کفن بھی سلامت رہتے ہیں۔ قبر کی مٹی بھی ان کے کفنوں پر اثر انداز نہیں ہوتی۔
اس کلام سے ثابت ہوا کہ شہداء سے افعال اختیاریہ صادر ہوتے ہیں۔ کہ امام الشہداء
شہید کربلا حضرت امام حسین کے متعلق روایت ہے جسے سید محمد یار کا ساتھیں گل ارشاد
انبالوی رح۔ ہیں۔ ایک درویش عشرہ محرم میں ہمیشہ اللہ کی رضا کے واسطے شربت
بنایا کرتا تھا۔ کھانا محتاجوں کو کھلاتا۔ پھر ان کا ثواب حضرت امام حسین کی روح کو پہنچاتا۔
ایک مرتبہ درویش سفر میں تھا۔ اتفاقاً راستہ بھول گیا۔ جنگل میں حیران و پریشان تھا۔ دور سے سواروں
کا گروہ نظر آیا۔ اور بہت قریب آگیا۔ اور ایک آدمی نے اس درویش کا ہاتھ پکڑ کر گھوڑا
چھوڑا دور راستہ پر جا کر کھڑا کر دیا۔ فرمایا یہ سیدھا راستہ ہے اس نے عرض کی حضور آپ کون
ہیں۔ فرمایا تو ہمیں نہیں پہچانتا میں امام حسین ہوں اور یہ میرا لشکر ہے۔ (ذکر خیر ص ۱۸۶)
معلوم ہوتا ہے کہ مقام شہادت بہت ارفع مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنے محبوب کو نبوت
عطا فرمائی وہاں ان کے نواسوں کو شہادت عطا فرمائی۔ آپ کے حصہ میں شہادت جہری آئی
جہر الامور و اظہار کو کہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کے سامنے اپنے
نواسے امام حسین کی شہادت کا بیان فرمایا۔

چنانچہ مشکوۃ شریف میں ہے حضرت ام فضل بنت حارث نے بارگاہ رسالت
میں عرض کی کہ آقا مجھے خوفناک خواب آیا ہے۔ کہ آپ کے جسم کا ٹکڑا میری گود میں
آگیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا خواب اچھا ہے۔ تَلِدُ فَاطِمَۃُ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ غُلَامًا
یَکُوْنُ فِی الْحُجُرَاتِ = اس میں معانی الأثر کا م کی خبر ہے۔ یہ فرماتی ہیں۔ جب امام
حسین پیدا ہوئے۔ تو میں نے انہیں آپ کی گود میں رکھا تو آپ رونے لگے فرمایا
جبرائیل میرے پاس تشریف لائے فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ اُمَّتِیْ سَتَقْتُلُ ابْنِیْ ھٰذَا۔ معلوم ہوا
کہ آپ کے لیے مقام شہادت کا حصول ازل سے مقدر ہو چکا تھا۔ تو جو کام مقدر میں ہو
اس کے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں —

(۵۶) مقام شہادت

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ ۔۔۔ مخبر صادق امام کائنات حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام عالی مقام کی شہادت کی خبر پہلے ہی سے دی تھی ۔۔۔ اور آپ کی شہادت کا سبب یہ ہوا ۔ کہ حضرت امیر معاویہؓ کا ۶۰ ھ میں انتقال ہوا تو یزید پلید آپ کا جانشین ہوا ۔ تو یزید نے اپنی حکومت کے تحفظ کے پیش نظر گورنر مدینہ ولید بن عتبہ کو امیر معاویہ کی وفات کی خبر دی اور ساتھ ہی حضرت امام حسینؓ سے بیعت لینے کا تاکیدی حکم کیا ۔ واقعہ کتابوں میں موجود ہے ۔

Amathal
۲۴ ۔ ۱ ۔ ۲۰۲۶
۵ ۔ ۸ ۔ ۱۴۴۷
۷ ۔ ۲۱ ۔ PM
لیفہ
۔۵۔

۱۲۸ ۵۷ - شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - وتوکل علی العزیز الرحیم الذی یرٰک ــــ فی الساجدین
اللہ تعالیٰ اپنے محبوب علیہ السلام کو مخاطب ہو کر فرماتا ہے - کہ اے محبوب علیہ السلام
آپ اپنے تمام امور میں غالب رحم کرنے والے پر بھروسہ کریں - کیونکہ وہ آپ کی
تائید کرنے والا اور آپ کا حافظ و ناصر آپ کو کامیاب کرنے والا ہے - الذی یرٰک
میں عجیب انداز بیان ہے - اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کی محبوبیت کا بیان ہے۔
اس کی دلیل یہ آیت ہے: آپ کی ہر ادا اللہ کو محبوب ہے: آپ جس ہیئت میں ہوتے
اللہ تعالیٰ نگاہ کرم آپ پر ہوتی - حضرت ابن عباس و عکرمہ کا قول مبارک ہے کہ آپ
کی نشست و برخاست چلنے پھرنے اور نماز میں ہوتے بلکہ تمام حالات اور اداؤں کو
دیکھتا ہے - اور اس مقام محبوبیت کو اللہ تعالیٰ نے صیغہ راز میں نہیں رکھا - بلکہ
قرآن کریم میں اس کو بیان فرمایا - اس میں آپ کے مقام محبوبیت کا بیان اظہار مقصود
تھا - وتقلبک فی الساجدین اور سجدہ کرنے والوں میں آپ کے پھرنے کو اس آیت
میں بیان فرمایا - یعنی ذات رسول علیہ السلام کے پھرنے کو دیکھتا ہے - یہاں متعلق ذات
رسول علیہ السلام نے تقلب کا ذکر ہے - اور دوسرے مقام پر فرمایا - قد نری تقلب
اور یہاں چہرہ گرامی کے پھرنے کو دیکھتا ہے: اس کے متعلق مفسرین فرماتے ہیں -
کہ حضور علیہ السلام کو اشتیاق تھا - کہ ہمارا قبلہ کعبہ ہو جائے ایک دن حضور علیہ السلام
نے نماز کی حالت میں بجائے زمین کے آسمان کو ملاحظہ فرمایا - انتظار رہا میں کہ اب
تبدیلی قبلہ کا حکم آ جائے - تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ــ

حاشیہ مفتی احمد یار گجراتی - امام رازی رح فرماتے ہیں - کہ تحویل کعبہ قبلہ میں یہ حکمت ہے۔
وَهُوَ اِشَارَةٌ اِلٰى اَنَّهُ تَعَالٰى اَظْهَرَ حُبَّهُ لِمُحَمَّدٍ علیہ السلام بواسطہ
تحویل قبلہ میں یہ حکمت ہے کہ ارشاد تعالیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اپنی محبت کو
ظاہر فرمایا - دیکھئے پہلے آپ کا قبلہ کعبہ تھا - ہجرت کے بعد قبلہ بیت المقدس ہوا پھر اللہ تعالیٰ نے
محبوب کو حکم فرمایا - کہ اے محبوب علیہ السلام تم دعا کرو - میں تمہاری خاطر قبلہ بدل دوں گا - اور اللہ
تعالیٰ نے کائنات پر ثابت کر دیا - کہ جو محبوب تیری رضا ہے وہ میری رضا ہے - کلمصم یطلبون رضائی -

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم   خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

فرمایا محبوب قول وجہک شطر المسجد الحرام فرمایا امت کو حیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ فرمایا اے ایمان والوں کعبہ کو قبلہ بنا لو۔ اس لئے کہ میرے محبوب کا چہرہ کعبہ کو ہو گیا ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں۔ کہ آپ منہ کعبہ کو منہ نماز کی حالت میں کیوں کرتے ہیں اس لئے کہ کعبہ کو قبلہ بنانے کی حکمت یہ ہے۔ کہ مکہ میں سرکار کی ولادت اور تشریف آوری کی وجہ ہے۔ اور امام رازی فرماتے ہیں۔ تمام انوار حسی آپ کے نور سے مخلوق ہیں ابتدا شمس و قمر کا نور آپ کے نور سے آپ کا نور اصل ہے۔ شمس و قمر کا نور۔ اعلیٰ حضرت سے یہ جو مہر و ماہ پہ ہے اطلاق آتا کا نور کا   یہ جو مہر و ماہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا

بھیک تیرے نام کی ہے۔ استعارہ نور کا

احادیث میں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کھلونے نوری سرکار کیلئے بنائے ہیں۔ آپ نے فرمایا جب میں بچپن میں ہنگوڑے میں تھا۔ تو چاند مجھ سے باتیں کیا کرتا تھا۔ اور مجھے بہلاتا تھا۔ کھیلنے کیلئے چاند سے بچپن میں آتا اس لئے یہ سراپا نور تھے۔ وہ یہ تھا کھلونا نور کا۔ پہلے فرمایا کہ دائرہ وجود میں آنے کے بعد آپ کی ہر حالت کو دیکھتا تھا۔ یہاں فرمایا صرف یہی نہیں ہے۔ بلکہ آپ ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔ آپ کا نور پاک نبیوں کی پشت میں جب منتقل ہو رہا تھا میں اس وقت بھی دیکھتا تھا۔

Amanat....

۲۶—۰۱—۲۰۲۶
۰۶—۰۸—۱۴۴۷
۰۱—۵۶—PM   پیر

۵۸ - شانِ محبوبیت صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۙ وتوکل علی العزیز الرحیم ۰ آیت ھذا میں یہ جملہ وتقلبک فی الساجدین کی توجیہ اور تفسیر اس طرح بیان فرمائی - امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یری من خلفہ کما یری من امامہ ، سابق مضمون میں اسلاف کی توجیہات کا مفاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو محبوب علیہ السلام کی ہر ادا محبوب ہے ۔ اور وہ محبوب کی ہر ادا کو دیکھتا ہے اور امام مجاہد کے قول کا مفاد یہ ہے کہ تقلبک سے پہلے یری مقدر ہے ۔ معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محبوب علیہ السلام ساجدین میں اور نمازیوں میں نماز کی حالت میں آپ کی نگاہ کرم کا پھرنا ہم دیکھتے ہیں - یعنی اللہ تعالیٰ کی نماز کی حالت میں جو معراج کا نقشہ ہے ۔ محبوب علیہ السلام کو دیکھتا ہے ۔ اور محبوب علیہ السلام دوران نماز غلاموں کو دیکھتے ہیں - شان حبیب کبریا علیہ السلام یہ ہے ۔ کہ آپ کی توجہ خالق کی طرف بھی ہے ۔ اور مخلوق کی طرف بھی ہے - اور غلاموں کو دیکھنا خالق کی عبادت کے خشوع میں خلل نہیں ڈالتا - توجہ اُدھر بھی ہے اور توجہ اِدھر بھی ہے ۔

نگاہ اُدھر بھی ہے اور نگاہ اِدھر بھی ہے۔ یہ آپ ہی کی شان ہے۔ کہ غلاموں

کو دیکھتے ہیں۔ اور عبادت بھی ہو رہی ہے۔ آپ کی امت ایسا نہیں کر سکتی۔ یہ تو

مقام نبوت ہے۔ امام مجاہد فرماتے ہیں۔ آپ حبیب علیہ السلام سامنے بھی دیکھتے ہیں

ایسے ہی پیچھے بھی دیکھتے ہیں۔ علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔ صحیح حدیث اس کی شاہد ہے

سَدُّوْا صُفُوْفَکُمْ فَاِنِّیْ اَرَاکُمْ مِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِیْ۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف

میں ہے۔ نیز بخاری شریف میں حضرت ابی ہریرہ رضؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام

نے فرمایا۔ تم میرا منہ صرف قبلہ ہی کی طرف دیکھتے ہو۔ فَوَاللّٰہِ مَا یَخْفٰی عَلَیَّ رُکُوْعُکُمْ وَلَا

خُشُوْعُکُمْ اِنِّیْ لَاَرَاکُمْ مِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِیْ کہ مجھ پر تمہارا رکوع و سجود پوشیدہ نہیں

خشوع دل کی کیفیت کا نام ہے۔ معلوم ہوا کہ دل کی کیفیتیں بھی نگاہ مصطفےٰ سے پوشیدہ

نہیں ہیں۔ ڈاکٹر علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

اے فروغت صبح آثار و دہور چشم تو بینندۂ ما فی الصدور

فضالہ بن عمیر رضؓ فرماتے ہیں۔ کہ فتح مکہ کے سال ایک دن حضور علیہ السلام بیت اللہ کا

طواف کر رہے تھے۔ میں نے خیال کیا۔ کہ آپ کو قتل کرنے کا موقع اچھا ہے۔ جب آپ قریب تشریف لائے تو فرمایا۔ فضالہ کیا خیال کر رہے تھے۔ عرض کی آقا۔ اللہ کا ذکر کر رہا تھا۔ آپ نے تبسم فرمایا۔ تو اپنا دست مبارک میرے سینہ پر رکھا تو یہ کیفیت ہوئی وَاللّٰہِ مَا رَفَعَ یَدَہٗ عَنْ صَدْرِیْ حَتّٰی مَا مِنْ خَلْقِ اللّٰہِ شَیْئٌ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْہُ۔ حضرت فضالہ نے چالاکی سے کام لیا۔ لیکن بارگاہ رسالتؐ میں ایسی چالاکیاں کب چل سکتی ہیں۔ یہاں کائنات کا ذرہ ذرہ مثل کف و دست پیش نظر ہے

ہے سر عرش پر ہے تیری گزر دل فرش پہ ہے تیری نظر

ملکوت و ملک میں کوئی شئے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں۔

(ذکر جمیل ص ۱۸۳ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی)

منگل

۲۷ — ۰۱ — ۲۰۲۶

۰۷ — ۰۸ — ۱۴۴۷

۱۱ — ۴۴ — ۰۰AM

۵۹ - شانِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ انا فتحنا لک فتحا مبینا ○ اللہ سبحانہ وتعالیٰ
نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جملہ کمالات وفضائل عطا فرمائے حضرت آدم علیہ السلام
کو مقام اصطفیٰ ملا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مقام خلت نصیب ہوا۔ حضرت موسیٰ
علیہ السلام کو مقام تکلم نصیب ہوا۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محبوبیت
سے نوازا گیا۔ یہ مقام محبوبیت جملہ مقامات انبیاء علیہم السلام کا جامع ہے
اس میں مقام   بھی ہے۔ اور مقام تکلم بھی ہے۔ اور اس مقام محبوبیت کا درجہ
یہ ہے۔ کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو جملہ کمالات انبیاء عطا فرمائے ہیں۔ اور
اپنی تمام نعمتیں آپ پر تمام کر دی ہیں۔ اس سے انکار نہیں ہے۔ کہ انعامات الٰہیہ
کا حصول انبیاء علیہم السلام کو ہوا۔ لیکن نعمتوں کو اتمام اکمال صرف محبوب
پر ہی ہوا۔ اس کی دلیل آیت ھذا ہے۔ اس میں بیان ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو
فتح مبین عطا فرمائی ہے۔ بعد ازاں مغفرت ذنوب پھر اتمام نعمت اور صراط مستقیم پر
ثبات ویتم نعمتہ علیک۔ شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ تمام فضائل

وعلیٰ ہذا کمالات کرامات و برکات اس لفظ میں داخل ہیں ۔ اور ان انعامات الٰہیہ کا شمار اور حصر کوئی نہیں کر سکتا ۔ زبان حال و قال اوصاف مصطفیٰ کو شمار کرنے سے قاصر ہے ۔ لہٰذا تمام محامد صفات اس اجمال میں درج ہیں ۔ اور دائرہ امکان سے خارج ہیں ۔

فان فضل رسول اللہ لیس لہٗ حدٌ فیعرب عنہ ناطقٌ بفمٖ ۔

بے شک حضور علیہ السلام کی فضیلت کی کوئی حد نہیں ۔ کہ بولنے والا اپنی زبان سے آپ کی فضیلت بیان کر سکے ۔ ارشادِ خداوندی ہے ۔ قل لو کان البحر مدادًا لکلمات ربی (سورۃ کہف)

شیخ محقق فرماتے ہیں ۔ اہل تحقیق کے نزدیک ان کلمات سے مراد فضائل و کمالات حقائق و معارف مراد ہیں ۔ کہ رب ذوالجلال والاکرام خاصان درگاہ مثلاً انبیاء و اولیاء خصوصًا امام الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ علیہ السلام پر فیضان فرماتا ہے ۔ جب فیضان اللہ کی حد نہیں ۔ تو نبی علیہ السلام کے فضائل و خصائص کا شمار بھی حد سے خارج ہے ۔ مفسر قرآن احمد یار خان رح فرماتے ہیں ۔ بعض صوفیاء نے فرمایا ہے کہ کلمۃ اللہ ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور کلمات اللہ
حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ سے
بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ کہ جب آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی تو آپ جنت
سے باہر تشریف لے آئے۔ تین سو برس متواتر روتے رہے۔ اور ندامت کی وجہ سے
سر آسمان کی طرف نہ اٹھایا۔ ارشادِ خداوندی ہے۔ فتلقیٰ آدم من ربہ کلمات
وہ کلمے کیا تھے۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں۔ ان کلمات سے مراد ربنا ظلمنا انفسنا
لیکن امام آلوسیؒ فرماتے ہیں۔ قیل رای مکتوباً علی ساق العرش محمد رسول اللہ اتشفع
بہ۔ صاحب تفسیر فرماتے ہیں۔ وَاَنَا اُطْلِقَتْ الْکَلِمَۃُ عَلٰی عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ
فَلْتُطْلِقِ الْکَلِمَاتِ عَلٰی رُوْحِ الْاَعْظَمِ وَالْحَبِیْبِ الْاَکْرَمِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
لہٰذا محبوب علیہ السلام پر کلمات کا اطلاق جائز ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ لکھی
ہوئی عبارت پڑھ کر اس سے عظمت مصطفےٰ کو معلوم کرنا سنت انبیاء ہے۔ دوسرا
یہ معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام نے نبی علیہ السلام کو اپنا شفیع بنایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے

فرمایا۔ کہ اذا سألتنی قد غفرت لک ولولا محمد ما خلقتک معلوم ہوا

تخلیق آدم وجود محبوب علیہ السلام پر موقوف ہے۔ اگر آپ نہ ہوتے تو آدم علیہ السلام

نہ ہوتے۔ آدم علیہ السلام نہ ہوتے تو ہم بھی نہ ہوتے۔ اس کلمات میں ساری بہار محبوب

علیہ السلام کی آمد کا صدقہ ہے۔

زمیں و زماں تمہارے لئے مکین و مکاں تمہارے لئے چنین و چناں تمہارے لئے

بنے دو جہاں تمہارے لئے۔ (امام احمد رضا خاںؒ)

شیخ رح نے فرمایا ہے۔ ربنا ظلمنا انفسنا اور توسل محبوب علیہ السلام میں مطابقت

بیان فرمائی ہے۔ (مدارج النبوۃ)

۲۷۔۰۱۔۲۰۲۶

۰۷۔۰۸۔۱۴۴۷ منگل

۰۱۔۰۴۔۰۰ PM

۶۰۔ شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الم یجدک یتیما فاوی ۔ قرآن کریم فرقانِ حمید میں بکثرت ایسی آیات ہیں جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل و کمالات اور آپ کی محبوبیت کا بیان ہے۔ شیخ محققؒ فرماتے ہیں۔ "فی الحقیقت قرآن کریم میں حمد و ثنا الٰہی کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف و کمالات کا بیان ہے۔ آیت ہذا بھی اسی قبیل سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کی محبوبیت کا یہ عالم ہے۔ کہ رب کائنات کی نگاہ کرم آپ کی ذات پر مرکوز ہے۔ فرمایا کہ محبوب کیا آپ کو حاجت مند پایا پھر غنی کر دیا۔ پس جگہ دی۔ آپ شکم مادر میں تھے۔ کہ والد گرامی کا انتقال ہو گیا۔ پھر عبدالمطلب آپ کے کفیل ہوئے۔ اُن کے انتقال کے بعد حضرت ابو طالب آپ کے کفیل ہوئے۔ امام بغوی نے ترمذی کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا۔ کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ کہ میں نے اپنے رب سے سوال کیا۔ خواہش یہ تھی کہ سوال نہ کرتا۔ میں نے عرض کی یارب تو نے سلیمان بن داؤد علیہم السلام کو ملک عظیم عطا فرمایا۔ اور فلاں فلاں کو یہ یہ عطا فرمایا۔ اے محمد کیا میں نے تجھے یتیم نہ پایا

پھر جگہ دی ۔ میں نے عرض کی ہاں میرے رب ۔ صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں ۔ کہ اکثر لوگوں کا خیال ہے ۔ کہ نبی اکرم علیہ السلام نے اپنے رب سے اسی سوال سے مال اور غنا کا سوال کیا ۔ وہ اس بات کے قائل ہیں ۔ کہ آپ مفلس تھے ۔ قریش اس افلاس کے سبب آپ کو عار دلایا کرتے تھے ۔ انہوں نے یہاں تک کہا ۔ ان کان ربک طلب الغنی جمعنا لک مالا حتی تکون کالیسر اھل المکہ ۔ تو آپ مغموم ہوئے ۔ اس خیال سے کہ آپ کی قوم نے آپ کی تکذیب کی ۔ آپ نے فقر کے سبب تو آپ نے اپنے رب سے یہ سوال کیا ۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ نعمتیں ان گنی اور غنی کا وعدہ فرما کر آپ کو تسلی دے دی ۔ علامہ قاضی ثناء اللہ فرماتے ہیں ۔ کہ اللہ تعالیٰ کا قول ووجدک عائلاً فاغنی اغنی صیغہ ماضی حصول پر دلیل ہے ۔ یعنی غنی زمانہ ماضی میں حاصل ہے ۔ نیز فرمایا کہ نبی اکرم علیہ السلام کی رفعت شان اس بات تک مقتضی نہیں کہ آپ اپنے رب سے دنیا کا سوال کریں ۔ کیونکہ دنیا ناپائیدار ہے ۔ دنیا پوری زیب و زینت سے محبوب علیہ السلام کی بارگاہ میں آئی آپ نے قطعاً التفات نہیں فرمایا ۔

صاحب قصیدہ بردہ فرماتے ہیں۔ کہ سونے کے بلند پہاڑوں نے نبی اکرمؐ کو پھسلانے کی کوشش کی۔ مگر آپ نے استغناء کا مظاہرہ فرمایا۔ اور ان کی التجا کی پرواہ نہ کی۔ اور دنیوی احتیاج نے نبی پاکؐ کے زہد و تقویٰ کو اور بھی مضبوط کر دیا بے شک دنیا کی اغراض و حاجات عصمت نبی پر غلبہ نہیں پا سکتی۔ دنیا کی ضرورت ایسی بلند بالا ہستی کو کسی طرح اپنی طرف مائل کر سکتی تھی بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ اگر آپ نہ ہوتے تو دنیا عدم سے وجود میں ہی نہ آتی۔ یعنی نبی کریمؐ کا وجود نہ ہوتا تو دنیا اپنے عدم پر نہ ہوتی۔ اور اس کا وجود نہ ہوتا۔ پس آپؐ کا وجود دنیا کے وجود کیلئے علت اور سبب ہے۔ سبب نہ ہو تو مسبب کا وجود نہیں ہوتا۔ محبوب کا وجود چونکہ سبب ہے اگر نہ ہوتا تو دنیا کا وجود بھی نہ ہوتا۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو امام حاکم اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ کہ جب آدم علیہ السلام سے صورۃ خطا کا ارتکاب ہوا تو آپؑ نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کی کان لرای علی قوائم العرش مکتوبا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ اے آدم

لولاہ ما خلقت ک۔ پس وجود آدم وجود محبوب علیہ السلام پر موقوف ہے۔

اور آدم علیہ السلام ابو البشر ہیں ۔ اور اللہ تعالیٰ نے بشر کیلئے دنیا کو پیدا فرمایا۔

ھو الذی خلق لکم ــــ آیت ہذا سے ثابت ہوا۔ کہ دنیا کی تخلیق ہے بشر کیلئے؟ اور ابو البشر

کی تخلیق ہے محبوب علیہ السلام کیلئے۔ تو نتیجہ یہ ہوا۔ کہ دنیا و ما فیہا کی تخلیق ہے محبوب

کیلئے۔ پس ثابت ہوا۔ کہ آپ فیکون صلی اللہ علیہ وسلم ھو السبب فی وجود کل شئی

وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو وہ جان ہیں جہان کی معلوم ہوا۔ کہ آپ کی شان و عظمت

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہمیشہ بلند و بالا ہے۔ رفعت و عظمت محبوب علیہ السلام

کو خدا جانتا ہے۔

Smahtab

۲۶ـ۰۱ـ۲۰۲۶
۰۷ـ۰۸ـ۱۴۴۷
۰۳ـ۰۸ـ۰۰ PM منگل

۶۱ - معجزاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵ وَاَوْحَیْنَا اِلٰی مُوْسٰی اَنِ الْقِ عَصَاکَ ۔ الاعراف ۱۱۷
اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء علیہم السلام کو عطا شدہ فضائل و کمالات

دو قسم پر ہیں یعنی فضائل و کمالات امام کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کے خصائص سے ہیں ۔ ایسے کمالات کا حصول خاصہ ختم نبوۃ ہے ۔ اور دوسری
قسم کے فضائل و کمالات آپ کے اور دیگر انبیاء علیہم السلام میں مشترک ہیں
اور اس دوسری قسم کے کمالات میں بھی نبی علیہ السلام ممتاز و منفرد نظر آتے
ہیں ۔ یعنی جو کمال کسی نبی علیہ السلام کو ملا ویسا ہی کمال بلکہ اس سے
بڑھ کر محبوب علیہ السلام کو ملا ۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جملہ کمالات
انبیاء علیہم السلام کمالات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مستفاد
نہیں ۔ امام بوصیری فرماتے ہیں ۔

وَکُلُّ آیٍ اَتَی الرُّسْلُ الْکِرَامُ بِہَا فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُوْرِہٖ بِہِمْ

مذکورہ بالا جو الفاظ تحریر ہوئے اس کی دلیل یہ آیت پاک ہے ۔ لو عطائے

موسیٰ علیہ السلام کا بہت بڑا اژدھا بننا موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ یعنی
معنی کہ عصا لکڑی ہے۔ اور لکڑی بے جان شے ہے جس میں چلنے دیکھنے
اور کھانے کی صلاحیت نہیں۔ لیکن بطور خارق عادت وہ عصا جب کلیم
کے دست مبارک میں ہوتا تو لکڑی ہوتا اور بے جان شے ہوتا۔ لیکن جب زمین
پر ڈالتے تو اژدھا ہو جاتا۔ لکڑی کا دوسری حقیقت میں بدلنا قدرت الٰہی
اور اعجاز کلیم اللہ ہے۔ فرعون کے مقابلہ میں جب آپ نے عصا زمین پر رکھا
تو وہ اژدھا بن کر ساحرین کی تمام لاٹھیوں اور رسیوں کو کھا گیا۔ شیخ محقق فرماتے
ہیں۔ اعجاز کلیم اور اعجاز حبیب علیہما السلام میں فرق یہ ہے کہ عصائے موسیٰ
علیہ السلام باوجود جماد اور بے جان ہونے کے چلنے لگتا۔ دیکھنے اور کھانے لگتا
لیکن باوجود ان اوصاف کے وہ ناطق نہیں تھا۔ یعنی وہ بولتا نہیں تھا۔ کسی
کلام نہیں کرتا تھا۔ اور حبیب کبریا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ یہ ہے
کہ پتھر باوجود جماد محض اور بے جان ہونے کے آپ کو سلام عرض کیا کرتے تھے۔

وہاں بس نپ تو بنا لیکن ناطق نہیں تھا۔ یہاں حبیب علیہ السلام کی بارگاہ پتھر ناطق ہوئے۔ اور انہیں قوت گویائی حاصل ہوئی۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے حضرت جابر بن سمرہ رض سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انی لاعرف حجرًا بمکۃ کان یسلم علی قبل ان البعث ۔ یہ جملہ حدیث شریف کا قابل غور ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں ابھی مبعوث نہیں ہوا۔ نبوت کا اعلان نہیں فرمایا۔ تو وہ پتھر مجھے رسول جانتا تھا۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدہ رکھ کر وہ مجھے سلام کہتا تھا۔ السلام علیک یارسول اللہ ؐ کفار مکہ میں بدبختی میں بدبختی کیسی ہے۔ کہ پتھر تو اعلان نبوت سے پہلے آپ کو نبی مان کر پہچان کر سلام کرتے ہیں۔ لیکن کفار مکہ میں سرکار دو عالم ؐ کے اعلان نبوت کے بعد آپ کی نبوت کا اقرار نہیں۔ بلکہ انکار کیا۔ اور پھر نبی علیہ السلام فرماتے ہیں انی لاعرفہ الان کہ میں اب بھی پہچانتا ہوں۔ اس پتھر کو بعض نے کہا وہ پتھر حجر اسود ہے۔ اور اکثر اس پر ہیں۔ کہ وہ پتھر حضرت خدیجہ رض کے کوچے میں ہے۔

شیخ محقق فرماتے ہیں - ہزار تبرک ہے - اس کی پتھر کی اب بھی زیارت کی جاتی ہے
اور برکت حاصل کی جاتی ہے - اشعۃ اللمعات مدارج ج ۲۳۴ پر فرماتے ہیں - کہ
وہ پتھر دیوار میں محدود ہے - اور لوگ برکت حاصل کرتے ہیں - لوگ کہتے ہیں کہ
جب نبی علیہ السلام اس کوچہ سے گزرتے تو وہ آپ کو سلام کہتا معلوم ہوا کہ پتھروں
میں شعور اور احساس ہے - وہ نبوت محمد علیہ السلام پہچانتے ہیں - اور اس میں یہ
اشارہ ہے - کہ نبی علیہ السلام تمام مخلوق کی طرف رسول بن کر تشریف لائے -
سب سے اولی و اعلی ہمارا نبی سے بالا و الا ہمارا نبی
بر تقریر اول کہ سلام کرنے والا پتھر حجر اسود تھا - اس میں بھی حجر اسود کی فضیلت ہے
کہ محبوب علیہ السلام حجر اسود کو بوسہ بعد میں دیا - لیکن حجر اسود نے بوسہ سرکار کو
پہلے دیا تھا - آپ کا حجر اسود کو بوسہ دینا حدیث شریف سے ثابت ہے - پہلے
حجر اسود نے سرکار کا ادب کیا - تو آپ نے بھی حجر اسود کو بوسہ دے کر شرعی حکم بیان
فرمایا - کہ طواف کی ابتداء کے وقت پہلے حجر اسود کو بوسہ دو - تمہاری نجات ہو جائے گی

چنانچہ روایت میں ہے۔ کہ جب حضرت حلیمہ سعدیہ اپنے دائیوں کے ہمراہ مکہ میں تشریف لائیں

تو نبی علیہ السلام کی تربیت اور خدمت کی سعادت حضرت حلیمہ سعدیہ کے حصہ میں آئی

یہ خوش نصیب حلیمہ وہ ہیں۔ کہ رب کائنات نے اپنا محبوب حضرت حلیمہ کو عطا فرمایا۔

آپ نبی علیہ السلام کو لے کر کعبہ شریف میں آئیں۔ تاکہ آپ حجر اسود کو بوسہ دیں۔ بجائے

اس کے آپ حجر اسود کو بوسہ دیں۔ تو حجر اسود اپنے مکان سے نکل کر نبی علیہ السلام

کو بوسہ دیا۔ حجر اسود نے پہچان لیا۔ کہ یہ محبوب ہیں۔ یہ مطلوب ہیں۔ اور آپ کی

نبوت کو پہچانا۔ وجاءت بہ الی الحجر الاسود لیقبلہ تخرج الاسود من

مکانہ حتی التصق بوجہہ الکریم ﷺ (سورۃ نور تفسیر مظہری)

(signature)

۲۷ — ۰۱ — ۲۰۲۶

۰۹ — ۰۸ — ۱۴۴۷ بدھ

۰۷ — ۴۹ — PM

۶۲- شانِ رسالت

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝ تلک الرسل فضلنا بعضھم ــــ آیت ھذا میں
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ کہ ہم نے بعض رسولوں کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ اس
سے ثابت ہوا۔ کہ ہر رسول علیہ السلام فضیلت و کمال کا حامل ہے۔ اگرچہ بعض بعض
سے افضل ہے۔ اور بعض سے اللہ نے کلام فرمایا۔ اور بعض کا کو درجوں بلند کیا۔ تمام
مفسرین کا اتفاق ہے۔ کہ اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ اس جملہ سے
نبی علیہ السلام کیلئے درجات کا پایا جانا ثابت ہوا۔ پھر اس میں یہ بات بھی قابل
غور ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے درجات کی حد بیان نہیں فرمائی۔ بلکہ جملہ کے لفظ درجات
فرمایا۔ جب آپ کے درجات کی حد کا تعین رب کائنات نے نہیں کیا۔ اور کوئی کائنات
میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات کا تعین کون کرسکتا ہے۔ صاحب قصیدہ
بردہ فرماتے ہیں۔

فان فضل رسول اللہ لیس لہ   حدٌّ فیعرب عنہ ناطق بفم

فرماتے ہیں۔ رسول اللہ کے درجات کی کوئی حد نہیں۔ جسے کوئی بیان کرسکے۔ پھر

یہ بات بھی ناقابل تردید حقیقت ہے۔ جملہ انبیاء علیہم السلام کو جب
فضائل و کمالات ملے وہ تمام نور مصطفےٰ سے مستفاد ہیں۔ آپ تمام کمالات
انبیاء کی اصل ہیں۔ کہ وکل ای اتی رسل الکرام بھا۔ کہ جملہ معجزات جو کہ انبیاء
علیہم السلام لائے ہیں۔ وہ آپ کے نور پاک سے حاصل ہوئے ہیں۔

فانہ شمس فضل ھم کواکبھا یظھرن انوارھا للناس فی الظلم

کیونکہ آپ آفتاب فضل و کمال ہیں۔ انبیاء علیہم السلام آپ کے کمالات کو
لوگوں کے سامنے ظاہر کرتے ہیں۔ شارح قصیدہ بردہ الشیخ ابراہیم باجوری رح
فرماتے ہیں۔ اگر کہا جائے کہ جن معجزات کو انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں کیلئے
لائے ہیں۔ وہ آپ کے نور سے کیسے ہو سکتے ہیں۔ حالانکہ انبیاء علیہم السلام وجود
میں مقدم ہیں۔ اور آپ مؤخر تو وہ فرماتے ہیں۔ کہ ھُوَ صلی اللہ علیہ وسلم مقدم
علی جمیع الانبیاء من حیث النور المحمدی یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پاک
مقدم تھا۔ جمیع انبیاء علیہم السلام سے تو تمام انبیاء کی پشتوں میں نور محمد مصطفےٰ

صلی اللہ علیہ وسلم جاری تھا۔ تو آپ کے نور پاک کی برکت سے انبیاء کو معجزات
اور کمالات ملتے رہے یعنی تمام انبیاء کے کمالات مصطفےٰ علیہ السلام کے مظہر تھے۔
جو کہ کمالات محبوب علیہ السلام کو اپنے ہاتھوں پر ظاہر کرتے تھے۔ صاحب تفسیر مظہری
فرماتے ہیں۔ کہ انبیاء علیہم السلام کو جو کمالات ملے اور جو مصائب ان سے
دور ہوئے۔ وہ نور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت تھی۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔ فان ما
وصل بالانبیاء والامم من الکرامات ودفع البلیات کان ببرکات نورہٖ
صلی اللہ علیہ وسلم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنت اول النبیین فی الخلق
وآخرھم فی البعث رواہ ابو السعید عن قتادہ مرسلاً قال رسول اللہ
کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد رواہ ابی سعید۔ اس عبارت سے معلوم
ہوا۔ کہ جن جن پشتوں اور رحموں میں نور مصطفےٰ منتقل ہوتا رہا۔ آپ کے
نور پاک کی برکت سے ان کو عزت نصیب ہوئی دیکھیے سب سے پہلے نبی علیہ السلام
اور زمین میں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے

سجدہ کیا۔ بلاشبہ اس میں حضرت آدم علیہ السلام کا بڑا اعزاز و اکرام ہے
امام رازی فرماتے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیوں
کرایا گیا۔ انہوں نے فرمایا۔ لان نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی جبھتہ
آدم علیہ السلام معلوم ہوا۔ کہ بظاہر سجدہ آدم علیہ السلام کو لیکن در باطن
تعظیم نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

تیرے آگے خاک پر جھکتا ہے ماتھا نور کا۔

تیرے اک سجدے سے پایا ماتھا نور کا۔

امام رازی فرماتے ہیں۔ کہ آدم علیہ السلام کا مسجود ملائکہ ہونا اس بات
کا مطلب نہیں کہ آپ محمد مصطفیٰ سے افضل ہوں۔ دلائل یہ ہیں۔ قولہ
صلی اللہ علیہ وسلم آدم ومن دونہ تحت لوائی یوم القیامۃ وقال کنت نبیا و
آدم بین الماء والطین۔ منقول ہے۔ کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام
نے معراج کی رات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب پکڑی وھذا

اعظم من السجود نیز اللہ تعالیٰ نے خود محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجا۔ اور فرشتوں اور مومنین کو آپ پر درود شریف پڑھنے کا حکم دیا۔ اور وہ فرشتوں کے سجدہ کرنے سے افضل ہے۔ اس چند وجوہ کی دلیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم کرنا تادیبًا تھا۔ یعنی ان کو آدم علیہ السلام کا ادب سکھایا۔ اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرشتوں کو درود شریف پڑھنے کا حکم کرنا تقربًا تھا۔ کہ تم میرے محبوب علیہ السلام پر درود شریف پڑھو تمہیں قرب حق نصیب ہو جائیگا۔ (۲) محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا قیامت کے دن تک دائمی ہے۔ جیسا کہ یصلون صیغہ مضارع سے معلوم ہوا کیونکہ صیغہ مضارع حال اور استقبال پر دلالت کرتا ہے۔ رہا فرشتوں کا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا وہ ما کان للامرۃ واحدہ ایک ہی مرتبہ تھا۔ آدم علیہ السلام کے ساتھ سجدہ کے دیکھنے والے صرف فرشتے ہی ہوئے رہا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہدیہ درود تو وہ خود اللہ تعالیٰ نے بھیجا۔ اور فرشتوں اور مومنوں کو درود شریف کا پڑھنا حکم دیا۔ اور چوتھا

ان الملائکۃ امروا بالسجود لآدم لاجل ان نور محمد ﷺ فی جبہۃ آدم علیہ السلام

معلوم ہوا کہ وہ تعظیم و تحیت نور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تھی۔ زیر آیت

تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض ۵

۲۸ — ۰۱ — ۲۰۲۶
۱۰ — ۰۸ — ۱۴۴۷
جمعرات ۰۷ — ۳۰ PM
— ۵ —

۶۳ - شفاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کنتم خیر امۃ اخرجت - اللہ تعالیٰ نے حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کو برگزیدہ کیا - اور منتخب مصطفیٰ بنایا - آپ کے ہر ماسوا سے اور فضیلت عام کے ساتھ آپ کو مخصوص فرمایا - جس کا مفاد یہ ہے - کہ ہر چیز جو آپ کی طرف منسوب ہے اس نے بھی اسی فضیلت سے استفادہ حاصل کیا - اور وہ نسبت خواہ نسبًا ہو یا صحبۃً قربۃً یا نسبتًا - جو چیز بھی آپ کی ذات والا صفات سے منسوب ہے وہ اپنی ہم جنس اشیاء سے افضل ہے - دنیا کے تمام شہروں سے شہر مکہ اس لیے افضل ہے - کہ اسی میں آپ کی جلوہ گری ہوئی - یہ فضیلت اسی وجہ سے ہے - کہ رب کائنات نے اسی بلد امین کی قسم اٹھائی ہے - اہل بیت اطہار آپ کی نسبت کی وجہ سے افضل ہیں - صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صحبت کی وجہ سے افضل ہیں - تو اس امت مرحومہ کی فضیلت بھی اسی قبیل سے ہے - کہ اس امت کو آپ کی امت ہونے کا شرف ہے - فرمایا کنتم خیر امۃ - اس میں لفظ کان جو ہے - وہ صاحب مظہری فرماتے ہیں - کہ کان اس کے اسم کیلئے اس کی خبر کے ثابت ہونے پر دلیل ہے - زمانِ ماضی ہے - جیسے فرمان وکان اللہ

غفورًا رحیمًا ۔ یہ جملہ اس پر دلیل ہے کہ امت مرحومہ ماضی میں بہتر ہے۔
علم الٰہی میں یا لوح محفوظ میں ۔ یا کتب سابقہ میں ۔ اسی طرح یہ امت بہتر ہے۔
زمانِ حال اور استقبال میں بہر حال اس امت کی فضیلت و خیریت مسلمہ ہے۔
یہ خوش بختی اور نصیبہ ہمارا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو فضیلت عطا فرمائی پہلی
امتوں پر اس پر ہمیں بشارت سے نوازا ۔ جیسا کہ قصیدہ بردہ میں ہے۔

بُشْرَی لَنَا مَعْشَرَ الْإِسْلَامِ إِنَّ لَنَا مِنَ الْعِنَايَةِ رُكْنًا غَيْرَ مُنْهَدِمِ
لَمَّا دَعَى اللّٰهُ دَاعِيْنَا لِطَاعَتِهِ بِأَكْرَمِ الرُّسُلِ كُنَّا أَكْرَمَ الْأُمَمِ

اے اسلام کے گروہ ہمارے لیے بہت بڑی بشارت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی خاص
عنایت سے ہمیں شرافت کا وہ ستون میسر آگیا ہے ۔ جو کبھی گرنے والا نہیں ہے
جب اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو جو ہمیں اللہ کی اطاعت کی طرف بلاتے ہیں
اکرم الرسل کہہ کے پکارا تو ہم افضل امت قرار دیئے گئے ۔ رکن الشئی وہ ہے ۔ جو کسی
چیز کا سہارا ہو ۔ ہمارے لئے سہارا اور قوم جہت وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی

شریعت ہائے۔ وھو بنی علیہ السلام و شریعتہ آپ ہمارا سہارا بن کر تشریف لائے
گرتوں کو اٹھانے کیلئے تشریف لائے۔ روتوں کو ہنسانے کیلئے تشریف لائے (خر پوتی)
آپ رؤف رحیم ہیں۔ رحمۃ للعالمین ہیں۔ قیامت کے دن آپ غلاموں کو
چھلکتے ہوئے جام حوض کوثر سے پلائیں گے۔ میزان عمل اور پل صراط پر جلوہ افروز ہوں
گے۔ حتی کہ جب آپ جنت میں جائیں گے۔ تو غلاموں کو ہم رکاب کریں گے۔ چنانچہ
حدیث میں ہے۔ شیخ عبدالحق'' امت کی فضیلت پر حدیث بیان کرتے ہیں۔
ابو نعیم در حلیہ الاولیاء انس رض سے روایت کرتے ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم
فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی جو مجھے اس حال میں ملے گا۔ کہ میرے
محبوب علیہ السلام کا منکر ہو تو میں اس کو آتش دوزخ میں داخل کردوں گا۔ عرض
کی کہ احمد کون ہیں۔ فرمایا احمد وہ ہے۔ جو میں نے کسی کو ان سے گرامی تر نہیں
پیدا کیا۔ میں نے ان کا نام اپنے نام کے ساتھ عرش پر لکھا۔ تمام مخلوق پر جنت حرام
ہے۔ جب تک آپ اور آپ کی امت جنت میں نہ جائے۔ شیخ محقق فرماتے ہیں۔ کہ

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ ایک دعوت میں ایک صحابی کے گھر غلاموں کے
بغیر نہیں گئے۔ تو حضرت کے کرم سے قوی امید ہے کہ آپ ان شاء اللہ ہم
گنہگاروں کو جنت میں ساتھ لے کے جائیں گے۔ یہ واقعہ حسین الجمیل اور سابقہ
حدیث مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۱۱۰ اور یہی حدیث غریب تی نے شرح قصیدہ
میں لکھی ہے۔

Amatmal

۳۱ — ۰۱ — ۲۰۲۶
ہفتہ ۱۱ — ۰۸ — ۱۴۴۷
۰۱ — ۴۹ — ۰۰ PM

۶۴۔ شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۰ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس آل عمران ۱۰

آیت ھذا میں اس امت کا بیان ہے۔ یہ سب نبی علیہ السلام کا صدقہ ہے۔
احادیث مبارکہ میں اس امت کے فضائل بکثرت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو
لوگوں کے پیرو شاہد بنایا کہ وہ سابقہ امتوں پر گواہی دیں گے۔ اور اسے فضائل
وکرامات مراتب ودرجات کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ اور کم عمل کے باوجود کثرت سے
ثواب عطا فرمایا۔ اللہ یختص برحمتہ ــــ العظیم ۰ یہ فضیلت اس امت
کے خصائص سے ہے۔ کہ عمر ان کی کم ہے۔ اعمال ان کے اقل بنسبت امم سابقہ
کے اور اجر ان کا زیادہ اور وافر ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے۔ کہ مثال تمہاری
اور ان کی جو تم سے پہلے تھے۔ یہود و نصاریٰ سے ہے کہ ایک شخص نے تین مزدور لیے۔
ایک صبح سے ظہر تک اور دوسرا ظہر سے عصر تک تیسرے نے عصر سے مغرب تک
ہر ایک کی اجرت ایک ایک درہم جب اجرت دینے کا وقت ہوا۔ تو پہلے اجیروں
نے کہا۔ کہ کس طرح روا ہے۔ کہ عمل تفاوت اور اجرت برابر اس شخص نے کہا

میں نے جو شرطیں تھیں دے دی۔ باقی فضل میرا ہے۔ جو جس کو چاہوں دے دوں
مثال اول یہود ہے۔ اور مثال ثانی نصاریٰ ہے۔ اور مثال ثالث یہ امت مرحومہ ہے
جب قلیل عمل سے کثیر ثواب اس امت کے خصائص سے ہے۔ تو بنسبت پہلی
امتوں کے اس امت مرحومہ کی دعا کا اقرب الی الاجابت ہونا بھی اس امت کی
فضیلت ہے۔ مدارج ص ۱۸۳ چنانچہ روایت میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ
علیہ السلام نے سبب دریافت کیا۔ کہ جو عدم اجابت کا موجب تھا۔ فرمایا کہ اے
کلیم جب تک تمہارے ساتھ چغلخور رہے ہیں دعا قبول نہیں کروں گا۔ جب موسیٰ
علیہ السلام تین دن مسلسل بارش طلب کیلئے نکلتے رہے۔ لیکن دعا قبول نہیں ہوئی
موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ وہ کون ہے۔ قال انی البغضہ فکیف احمل عملہ
تھوڑی مدت گزری تو وحی نازل فرمائی۔ کہ وہ چغلخور خود مر گیا ہے۔ اس کی جنازہ گاہ میں
اس کا جنازہ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام جنازہ گاہ میں تشریف لے گئے۔ تو اس میں ستر
جنازے تھے۔ فهذا ستره على اعدائه فكيف على اوليائه یعنی اللہ تعالیٰ نے

مبغوض ہونے کے باوجود اس کی پردہ پوشی فرمائی - اور رسوا نہیں کیا۔ امام رازی فرماتے ہیں

اس میں ایسی امت کی فضیلت کی زیادتی کا بیان ہے۔ اور اشارہ یہ ہے۔ کہ

اللہ تعالیٰ وہاں ایک گنہ گار کی وجہ سے ہزاروں کی دعا مسترد فرما دیا کرتا تھا۔ اور یہاں شان

یہ ہے کہ ایک ہی مطیع اور تابعدار کی وجہ سے گنہگاروں پر رحم فرما دیتا ہے۔ تفسیر کبیر

زیر آیت وللاخرۃ خیر لک من الاولیٰ اور روض الریاحین میں مذکور ہے۔ کہ ایک سال

میں قحط سالی ہوئی - لوگوں نے دعائیں کیں قبول نہ ہوئیں - بالآخر ایک ولی کامل کی دعا سے

ایسی تیز مسلسل بارش ہوئی کہ زمین سیراب ہو گئی۔ قحط سالی دور ہو گئی۔ اس میں اس

امت مرحومہ کے اولیائے کاملین کی عظمت و بزرگی کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بجاہ حبیبہ

صلی اللہ علیہ وسلم ہم گنہ گاروں کو اسلامی تقاضے پورے کرنے کی محبت کاملہ عنایت فرمائے۔

لفضہٖ

۳۱ — ۰۱ — ۲۰۲۶

۱۱ — ۰۸ — ۱۴۴۷

۲ — ۱۴ — pm

۶۵ - خُلقِ عظیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۰ وانک لعلی خلق عظیم ۰ اللہ تعالیٰ نے ذواتِ رسل علیہم السلام
کو مختلف اوصاف و القابات عطا فرمائے ہیں۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کو مقام اصطفٰی
اور ابراہیم علیہ السلام کو مقام خلت اور موسیٰ علیہ السلام کو مقام تکلم سے نوازا۔ اور
نبی علیہ السلام نے اس کی تائید و توثیق فرمائی اور اسے ثابت و برقرار رکھا۔
اور بطور تحدیث نعمت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تعریف یوں
بیان فرمائی ہے۔ الا وانا حبیب اللہ میں اللہ کا محبوب ہوں۔ اس میں شبہ
نہیں کہ جمیع انبیاء و رسل علیہم السلام اور صحابہ کرام اور اولیائے کرام
مومنین اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ لیکن نبی اکرم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے محبوب
اعظم ہیں۔ دیگر انبیاء علیہم السلام اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مابین
فرق کی دلیل یہ ہے۔ کہ قرآن کریم کا مطالعہ کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے
کہ جب بھی کفار و مشرکین نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراض کیا
تو اس کا جواب نبی علیہ السلام نے خود دیا۔ لیکن جب کفار مکہ نے نبی؟

اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیا گیا۔ اور آپکی طرف نامناسب الفاظ منسوب کئے

تو اس کا جواب خود اللہ نے دیا۔ شیخ محقق مدارج ص ۱۰۵ پر فرماتے ہیں

جب نوح علیہ السلام کی قوم نے آپ کو معاذ اللہ ضلالت کی طرف منسوب کیا

تو آپ نے فرمایا۔ لیس بی ضلالۃ ولکنی رسول من رب العالمین (سورۃ الاعراف)

اور ھود علیہ السلام نے قوم نے جب آپ کو سفاھت کی طرف منسوب کیا

تو فرمایا لیس بی سفاھۃ ولکنی رسول من رب العالمین (اعراف) لیکن جب

کفار مکہ نے آپ کو کہا۔ یا ایھا الذی نزل علیہ الذکر انک لمجنون تو اس کا

جواب آپ نے نہیں بلکہ خود اللہ نے دیا۔ ما انت بنعمۃ ربک بمجنون وان لک

لاجرا غیر ممنون۔ وانک لعلی خلق عظیم۔ نبی علیہ السلام کی

عظمت شان کا اندازہ کیجئے۔ کہ خدا بے نیاز ہو کر اپنے حبیب علیہ السلام

کے خلق کی تعریف فرما رہا ہے۔ جس کے خلق کی عظمت کو خدا نے عظیم کہا۔

اس کی عظمت کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ دیکھئے جب ایماندار نمازمیں

سجدہ کرتے ہوتے ہیں۔ تو رکوع میں جھک کر عرض کرتے ہیں سبحان ربی العظیم تمام مومنین عرض کرتے ہیں۔ اے مولا کریم تو عظیم ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اے محبوب میری خدائی میں تیرا خلق عظیم ہے۔ حضرت اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

تیری خلق کو حق نے جمیل کیا تیرے خلق کو حق نے عظیم کہا۔

تو ہی سا اور ہر دو جہان ہے تجھ سا تیری مثل نہیں ہے خدا کی قسم

خداوند قدوس نے اپنے محبوب علیہ السلام کو فرمایا اے محبوب آپ فرما دیں کہ قل متاع الدنیا قلیل۔ اور خود فرمایا وانک لعلی خلق عظیم ہ دنیا کی ہر نعمت باوجود اپنی وسعت اور فراوانی کے قلیل ہے۔ لیکن محبوب کا خلق عظیم ہے۔ جب ہم قلیل کو شمار نہیں کر سکتے تو عظیم کا اندازہ کیسے کر سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا۔ کہ آپ کا خلق کیسا تھا۔ تو فرمایا کان خلقہ القرآن۔ تو شیخ محقق فرماتے ہیں۔ مدارج النبوۃ صفحہ ۴ ہے کہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے قول کی تفسیر و تشریح ہر ایک نے اپنے علم و دانش اور فہم و قیاس کے مطابق کی ہے

ورنہ حقیقت یہ ہے۔ کہ چنانکہ توئی ہر نظر کی بیند بقدر دانش خود ہر کسی
کند ادراک کہ محبوب علیہ السلام کو جیسے آپ ہیں ہر شخص آپ کو نہیں دیکھ سکتی
ہے۔ ہر کسی نے اپنی استعداد کے مطابق آپ کا ادراک کیا۔ کفار نے آپ کو
بشر کہا۔ اپنی مثل لیکن آپ کے غلاموں نے آپ کو بے مثل کہا۔ کسی صحابی نے کہا
ما رأیت قبلہ ولا بعدہ مثلہ کسی نے کہا کان الشمس تجری فی وجھہ خدا تعالیٰ نے
آپ کے چہرہ کی قسم اٹھائی ہے۔

حسن ہے بے مثل صورت لاجواب میں خود فدا آپ ہیں اپنا جواب

تو ہر کسی کی نظر اپنی اپنی ہے عقیدہ اپنا اپنا ہے۔ چنانچہ روایت میں ہے۔ آپ آئینہ
حق نما ہیں۔ آئینہ کے سامنے جو آئے گا۔ آئینہ اس کی ترجمانی کرے گا۔ ایک دفعہ
ابوجہل نے حضور علیہ السلام کو دیکھا۔ تو اس نے حضور علیہ السلام کو معاذ اللہ
بد صورت کہہ دیا۔ تو آپ نے فرمایا تو نے سچ کہا ہے۔ پھر جو صدیق اکبر نے آپ کو دیکھا
تو عرض کی۔ کہ آپ مثل آفتاب ہیں۔ حسن و جمال میں آپ جیسا حسین و جمیل

مشرق و مغرب میں نہیں دیکھا ۔ تو آپ نے صدیق اکبر سے فرمایا ۔ کہ تو نے سچ کہا
ہے ۔ اب صحابہ کرام حیران ہوئے ۔ کہ حضور علیہ السلام نے دونوں کو ہی سچا کہہ
دیا ہے ۔ تو آپ نے فرمایا ۔ میں ایک آئینہ حق نما ہوں ۔ جو شخص مجھے دیکھتا ہے اسے
اپنی ہی شکل نظر آتی ہے ۔ ابوجہل خود ہی سیاہ دل تھا ۔ اس نے مجھے دیکھا تو
اسے اس کو اپنا ہی عکس نظر آیا ۔ اور صدیق اکبر کا دل چونکہ نور ایمان سے منور ہے ۔ انہیں
اپنی ہی نورانی عکس نظر آیا ۔

(ایک حدیث کا وعظ)

Smallmas

٣١ — ٠١ — ٢٠٢٦
١٢ — ٠٨ — ١٤٤٧
ہفتہ ٨ — ١١ — ٠٠ PM

۶۶- حاضر و ناظر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥ یا ایہا النبی انا ارسلنک ـــــ منیراً ٥ احزاب ۴۵

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آیت ھذا میں نبی محترم رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد اوصاف حمیدہ بیان فرمائے آیت کی ابتداء میں نبی علیہ السلام کو مخاطب فرما کر شاہداً فرمایا۔ بعد ازاں متعدد اوصاف بیان فرما کر آخر میں سراجاً منیراً فرمایا۔ یعنی جو نبی علیہ السلام شاہد کی صفت سے متصف ہیں۔ وہی نبی علیہ السلام سراجاً منیراً کی صفت سے متصف موصوف ہے۔ مولانا محمد عمر نے فرمایا جو نبی علیہ السلام شاہد ہے۔ اور وہ سراجاً منیراً ہو اس کے سامنے نبوت کی روشنی ہو تو اس کے سامنے کائنات کی کوئی شے چھپی نہیں رہ سکتی اسی وجہ سے اعلیٰ حضرت نے شاہد کا ترجمہ حاضر و ناظر کیا ہے۔ اور اس کی تائید مفردات امام راغب سے ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں۔ الشھود والشھادۃ الحضور مع المشاہدۃ اما بالبصر او بالبصیرۃ۔ دیکھنا یہ ہے۔ کہ حضور علیہ السلام کس کس پر حاضر ہیں مفسرین فرماتے ہیں۔ انا ارسلنٰک شاہداً علیٰ من بعثت الیہم تراقب احوالہم وتشاھد اعمالھم ہم نے آپ کو حاضر و ناظر بنایا ان سب پر جن کی طرف

آپ رسول بنا کر بھیجے گئے۔ ان کے اعمال گناہ نبوت سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ ان کے اعمال آپ پر پیش کیے جاتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوقات کو اپنی بصر یا بصیرۃ مبارکہ سے دیکھ رہے ہیں۔ حدیث شریف سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ حضرت ثوبان فرماتے ہیں۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ زوی لی الارض حتی رایت مشارقھا ومغاربھا اس حدیث شریف کے تحت امام ملا علی قاری رح فرماتے ہیں۔ کہ حاصل اس کا یہ ہے۔ انہ طوی لہ الارض وجعلھا مجموعۃ کھیئۃ کف فی مراۃ نظرہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اللہ تعالیٰ نے ساری زمین جمع کر کے آپ کی نظر کے آئینے میں ہتھیلی کی مانند بنا دی مرقاۃ جلد اص ۵۵ شان محبوب کا اندازہ کیجئے کہ رب کریم نے زمین کے عجائبات دکھانے کیلئے ساری زمین کو محبوب علیہ السلام کے قدموں میں جمع فرما دیا۔ یہاں یہ بیان کرنا برمحل ہوگا۔ کہ اس میں حضرت سلیمان علیہ السلام پر آپ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ جیسا کہ شیخ محقق عبدالحق فرماتے ہیں۔ اللہ نے ہوا حضرت سلیمان

علیہ السلام کے تابع کر دی تھی۔ ارشاد خداوندی ہے۔ فسخرنا له الريح تجري

بامره ۔ یعنی آپ کے تخت کو اڑاتی اور زمین کے کناروں پر لے جاتی تھی۔ آپ نا

ہوا کے ذریعے جا کر زمین کے مشارق و مغارب کو دیکھا۔ شیخ ؒ فرماتے ہیں۔ فرقا است

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جا کر زمین کو دیکھا۔ اور آپ کی طرف زمین خود سمٹ

کر آ گئی۔ فرق واضح ہے سابقہ کلام سے ثابت ہوا۔ یعنی نبی علیہ السلام عطائے الہی

امت کے احوال و اعمال سے باخبر ہیں۔ آپ نہ صرف اعمال سے باخبر ہیں۔ بلکہ اپنے

غلاموں کی امداد و اعانت بھی فرماتے ہیں۔ اور جہاں ان کا ذہن الجھ جائے آپ راہنمائی

فرماتے ہیں۔ ایسے بکثرت واقعات ہیں۔ چنانچہ قصیدہ بردہ میں ہے کہ جب

امام بوصیری نے قصیدہ بُردہ نبی پاک کے سامنے پڑھا۔ تو جب یہاں پہنچے فمبلغ العلم

فيه انه بشر تو امام نے توقف فرمایا۔ اور ذہن رک گیا۔ فقال علیہ السلام اقرا ء

عرض کی آقا اس بیت کا دوسرا مصرعہ ذہن میں نہیں آتا تو آپ نے فرمایا قل یا

امام وانه خير خلق الله كلهم ۔ معلوم ہوا کہ جہاں امام بوصیری کا ذہن رکا تو

167

تو آپ نے ان کی راہنمائی فرما دی۔ اگرچہ آپ شہر نہیں جانتے۔ لیکن امام کی راہنمائی

کرنا سرکار کا معجزہ ہے۔ معلوم ہوا۔ کہ غلاموں کی خبر بھی ہے۔ اور راہنمائی بھی فرماتے

ہیں۔ روایت ہے کہ ایک شخص نے حج کا ارادہ کیا اور ہزار دینار لیئے تو راستہ

میں ایک عورت ملی اور فرمایا انی من آل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم و بی ضرورۃ

اس نے دینار اسے پیش کر دیئے۔ جب حجاج اپنے شہر کو لوٹے جو جس سے ملتا تو

وہ اسے کہتا۔ تقبل اللہ منک متعجب من قولھم فرأ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی نومہ

وقال لہ تعجب من قولھم قال نعم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ خلق ملکا

علی صورتک حج ونسک وھو یحج منک الی یوم القیامۃ باکرامک لامرۃ ——

اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ آپ کو اپنے غلاموں کے اعمال کی خبر ہے۔ اور نہ صرف آپ

خبر رکھتے ہیں۔ بلکہ غلاموں کو مبارک بھی دیتے ہیں۔ اعمال صالحہ کرنے پر اگر کوئی پریشانی میں

مبتلا ہو تو اس کو بشارت دیتے ہیں۔ بلاشبہ نبی پاک ﷺ کا مقام بڑا ارفع ہے۔

فتاوی شامی جلد ۲ ص ۲۷۵ — انوار — ۲۹۶–۲–۱ / ۱۹۹۷–۰۸–۱۲

۶۷- عطائے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا۔

سورۃ الحشر۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہ نہایت تقدس ہے۔ اور انسان

براہ راست بغیر کسی واسطہ کے اللہ تعالیٰ سے فیضان حاصل نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ

نے انسان کے حصول فیض کیلئے حضرات انبیاء علیہم السلام کو درمیان میں واسطہ بنایا

اس مقصد کے پیش نظر رب العزت نے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔

اور آپ نے ہمارے لیئے ہر مفید و مضر امور کی راہنمائی فرمائی چنانچہ فرمایا۔ وما اتکم کہ جو

کچھ رسول علیہ السلام تمہیں عطا فرمائیں۔ وہ لے لو۔ اور جس سے منع فرمائیں اس سے رک جاؤ

اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے کہ مفید اور مضر امور کی راہنمائی کیلئے میرے محبوب علیہ السلام

کے دروازے پر آجاؤ۔ غیروں کے دروازوں پر ٹھوکریں کھانے کی ضرورت نہیں۔ اعلیٰ

حضرت فرماتے ہیں۔

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر جو وہاں سے ہو یہیں

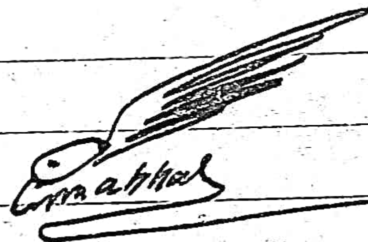
آ کے ہو۔ جو وہاں نہیں تو یہاں نہیں۔ آیت ھذا میں جو لفظ ما ہے۔ وہ عموم

پر دلیل ہے۔ اگرچہ یہ آیت تقسیم غنیمت کے متعلق ہے لیکن حکم عام ہے جیسا کہ مفسرین کرام نے تصریح فرمائی ہے تفسیر صاوی میں ہے۔ معلوم ہوا کہ مسلمان کی دارین میں کامیابی کا مدار آپ کے اوامر پر عمل اور منہیات سے اجتناب پر ہے لہٰذا حکم اس کا عام ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کما حقہ اس پر عمل کیا۔ رب کائنات نے محبوب علیہ السلام کی صحبت اور معیت اور غلامی کیلئے ان کا انتخاب کیا۔ بلاشبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی اس کے اہل تھے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ جو چاہے کہ کسی کی اقتداء کرے چاہئیے کہ ان کی اقتداء کرے۔ جو دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ کیونکہ زندہ پر فتنہ سے امن نہیں۔ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ رب کائنات نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے محبوب کی محبت کیلئے اور دین کے قائم کرنے کیلئے منتخب فرمایا۔ انہوں نے کما حقہ کتاب و سنت پر عمل کیا۔ دیکھئے محبوب علیہ السلام کی تشریف آوری سے پہلے کفر و شرک میں تمام مبتلا تھے۔ بتوں کی پوجا ہوتی ہوتی تھی۔ لیکن جب آفتاب نبوت و رسالت مکہ میں طلوع ہوا تو کفر و شرک

کی تاریکی چھٹ گئی۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سینے مشکوٰۃ نبوت سے ایسے منور ہوئے۔ کہ تمام بتوں کی عبادت چھوڑ کر ان کی پیشانیاں ایک خالق کائنات وحدہ لاشریک کی بارگاہ میں جھکنے لگیں۔ دیکھئے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے معاملہ میں کتنے سخت تھے۔ لیکن جب محبوب علیہ السلام کی غلامی نصیب ہو گئی۔ تو فاروق اعظم نے وہی کیا جو محبوب علیہ السلام نے کیا۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے۔ عابس بن ربیعہ اس روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ اور پیچھے ہٹ کر فرمایا۔ کہ میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔ اگر میرے محبوب نے تجھے بوسہ نہ دیا ہوتا۔ (مشکوٰۃ شریف)

یہ ہے تسلیم آپ نے بت پرستی سے روکا تو فاروق اعظم بت پرستی سے رک گئے۔ دیکھئے بت بھی پتھر ہے اور حجر اسود بھی پتھر ہے۔ بت کو پوجنا شرک ہے۔ اور حجر اسود کو بوسہ دینا عبادت ہے۔ عبادت وہی ہے جو محبوب علیہ السلام نے کی ہے۔ ہمارے اور کفار کے مابین فرق ہے۔ کہ وہ بتوں کی عبادت اپنی طرف سے کرتے ہیں جس پر کوئی دلیل نہیں۔ اور مسلمان کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ کیونکہ

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے ۔ اور حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی متابعت میں ۔ خدا جسے چاہے معظم بنا دے۔ افرادِ انسانیت میں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حجر اسود نے حضور علیہ السلام کی پیشانی پر بوسہ دیا ہے
جیسا کہ تفسیر مظہری میں ہے ۔ جب حضرت حلیمہ رضہ آپ کو گود میں اٹھا کر
حرم شریف میں طواف کیلئے آئیں ـــــ



۱۰-۰۲ــــ ۲-۲۶
۱۲ــ۰۸ــ ۱۴۴۷
۱۱ــ۵۳ــ pm اتوار
ـــــــ

ذکر محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ورفعنا لک ذکرک ۔ کائنات کی ہر شئے اللہ تعالی کی تسبیح خواں ہے ۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہے ۔ اور انسان جو کہ انتہائی غفلت کا شکار ہے ۔ اس کے تمام اوقات و لمحات غفلت میں گزر رہے ہیں ۔ بلاشبہ اگر انسان کا وقت عبادت الٰہی اور ذکر انبیاء و صالحین میں گزرے تو اس کے لئے موجب خیر و برکت ہے اور عبادت اور کفارہ سیئات ہے ۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ ذکر الانبیاء عبادۃ و ذکر الصالحین کفارۃ ۔ نبی پاک ص نے انبیاء کے ذکر کو عبادت میں شمار کیا ۔ انبیاء کرام اور اولیاء کرام کے ذکر کو عبادت اور گناہوں کا کفارہ ہے ۔ تو اشرف الانبیاء حبیب کبریا جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کس درجہ کی عبادت ہوگا ۔ بلکہ رب کائنات نے اپنے محبوب علیہ السلام کے ذکر کو اپنا ذکر قرار دیا ہے ۔ کہ جس نے محبوب کا ذکر کیا اس نے اللہ کا ذکر کیا ۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔ جعلت تمام الایمان بذکرک بلیبی ذکر و قال ایضا جعلتک ذکرا من

ذکر یہ ہے کہ میں مسلمان کا کامل ہونا۔ اس بات پر موقوف رکھا ہے۔ کہ میرے ذکر کے ساتھ محبوب رب کا ذکر ہو۔ حدیث سے ثابت ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی منشاء میں ہے۔ کہ جہاں میرا ذکر ہو وہاں میرے محبوب کا ذکر ہو۔ جو محبوب کے ذکر کو چھوڑ کر صرف رب کریم کا ذکر کرے وہ ذکر منشائے الہی کے خلاف ہے اور عند اللہ نامقبول ہے۔ دیکھئے اذان میں اقامت میں نماز میں خطبات میں جہاں ذکر خدا ہوتا ہے۔ وہاں ذکر مصطفیٰ ہوتا ہے۔

اذان کیا جہاں دیکھو ایمان والو بس ذکر حق ہے ذکر ہے مصطفیٰ کا۔

جس طرح ذکر خدا میں وسعت ہے۔ ویسے ہی ذکر مصطفیٰ میں بھی وسعت ہے۔

آپ کا ذکر فرش پر بھی جاری ہے۔ اور عرش پر بھی جاری ہے۔ فرش والے بھی محبوب کو یاد کرتے ہیں۔ عرش والے بھی آپکو یاد کرتے ہیں۔ چنانچہ حدیث بخاری شریف میں ہے۔ ابی سعید خدری روایت کرتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے اس آیت ورفعنا لک ذکرک کے متعلق پوچھا تو

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا - کہ آیت ھذا میں رفعت ذکر سے مراد یہ ہے . کہ اذا ذکرت

ذکرت معی صاحب تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ فرماتے ہیں - کہ اس آیت اور حدیث کا

مفاد یہ ہے . کہ ملاء اعلیٰ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں - تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ محمد مصطفےٰ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر بھی کرتے ہیں - ان الملاء الاعلی اذا یذکرون اللہ تعالیٰ یذکرونا

معہ محمد اصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملاء اعلیٰ کے ملائکہ مقربین کا بیک وقت ذکر خدا

اور ذکر حبیب کبریا سے متصف ہونا - دوسری حدیث سے بھی ثابت ہے . محدث ابن

عساکر نے حضرت کعب سے تخریج کیا - کہ آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت شیث

علیہ السلام کو وصیت کی فرمایا - کلما ذکرت اللہ ما ذکر الی جنبہ اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم

فانی رایت اسمہ مکتوبا علی ساق العرش وانا بین الروح والطین ثم اتی

علم اری فی السماء موضعا رایت اسم محمد مکتوبا حضرت آدم علیہ السلام کے

زبان سے ثابت ہوا . کہ جنت کے ہر مقام پر لد آسمانوں کی دسقفوں میں اسم محمد صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم مرقوم ہے . تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا . فاکثر ذکرہ اس سے ثابت

ہوا۔ کہ فرشتے آپکو ہر وقت یاد کرتے ہیں۔ اس میں اشارہ یہ ہے۔ کہ اے ایمان والو۔
محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام وردِ زبان کرلو۔ نبی علیہ السلام کے نام کا وظیفہ یاد
کرلو۔ قیامت کے دن اس کا انعام یہ ملے گا۔ کہ میں تمہیں ان محلات کے بالاخانوں
میں جگہ عطا کروں گا۔ جہاں میں محبوب علیہ السلام کا نام لکھا ہے۔ جہاں محبوب ہوں گے
وہاں غلام ہوں گے۔ پھر یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ مکان پر نام مالک کا ہوتا ہے۔ اس میں
شک نہیں کہ کائنات کی ہر شئے اللہ تعالیٰ کی مِلک ہے۔ للہ مافی السموٰت والارض
ای خلقا وملکا ہر شئے پر اللہ تعالیٰ کی ملکیت بالذات ہے۔ اور جنت پر بھی لیکن
اللہ تعالیٰ نے محبوب علیہ السلام کو جنت کا بالعطاء مالک بنا دیا ہے۔ جسے چاہیں
جنت عطا فرمائیں۔ چنانچہ شیخ محقق فرماتے ہیں۔ حدیث سے ثابت ہے۔ کہ ایک
صحابی نے آپ سے جنت طلب کی۔ خوش نصیبی ہے حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی فرماتے
ہیں۔ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رات گزارتا میں نے آپ کی خدمت میں
پانی حاضر کیا۔ تو آپ نے فرمایا سَل ربیعۃ فقلت اسئلک مرافقتک

فی الجنۃ مشکوٰۃ باب السجود۔ شیخ محقق فرماتے ہیں کہ حدیث کے فوائد یہ ہیں۔ کہ بزرگان

دین کی خدمت اور انہیں راضی کرنا سعادت اور حصول کرامت کا موجب ہے۔ کون بزرگ

سید کائنات اجود و اکرم اہل علم اور خلاصہ موجودات شیخ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

اگر خیریت دنیاوعقبیٰ مطلوب ہے۔ مقام نبوت اللہ اسم محبوب علیہ السلام کی

عظمت ساری کائنات پر محبوب کا ظاہر ہے۔ آپ کے دنیا میں جلوہ گر ہونے سے

پہلے محبوب علیہ السلام کا ذکر خیر کائنات میں جاری و ساری تھا۔

Imamael

۰۱ — ۰۲ — ۲۰۲۶
۱۲ — ۰۸ — ۱۴۴۷
۰۱ — ۳۹ — PM اتوار

177

۶۹- میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - یا ایہا الناس قد جاءتکم موعظۃ من ربکم شفاء لما

سورۃ یونس - حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور اور پیدائش موجب فرحت و

سرور ہے ۔ ربیع الاول کا مہینہ ہے ۔ اس کا معنی ہے پہلی بہار بہاریں تو

دنیا میں پہلے بھی آتی ہیں ۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام

اور دیگر انبیاء علیہم السلام دنیا میں تشریف لائے تو بہاریں لے کر آئے لیکن

سرور کائنات کی پیدائش پہلی بہار اس اعتبار سے ہے ۔ کہ ایسی بہار

کائنات میں پہلے کبھی نہیں آئی ۔ کیونکہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کی آمد کی بہاروں

سے انہوں نے فیض لیا ۔ کہ جو ان پر ایمان لائے ۔ لیکن نبی پاک کی آمد سے

دنیا میں ایسی بہار آئی کہ آپ رحمۃ للعالمین بن کر تشریف لائے ۔ آپ سے

سب نے استفادہ حاصل کیا ۔ سابقہ انبیاء علیہم السلام کی نبوت کا دائرہ محدود

تھا ۔ لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا دائرہ اتنا وسیع ہے ۔ کہ جہاں تک خدا کی

خدائی ہے ۔ وہاں تک آپکی رسالت ہے ۔ خدا رب العالمین ہے ۔ اور آپ رحمۃ

للعالمین ہیں۔ آپ نے ہمارا رب العالمین تو خدا نے فرمایا رحمۃ للعالمین۔ آپ نے ہمارا رب الناس اور خدا نے فرمایا کافۃ للناس۔ لہٰذا خدا بھی ایک تو رسول بھی ایک اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ سب سے اعلیٰ و الیٰ ہمارا نبی۔ جیسے سب کا خدا آپ ویسے ہی ان کا ان کا تمہارا ہمارا نبی۔ لہٰذا آپ کی آمد پر مسلمان خوش آپ جن کے رسول ہیں۔ آپ کی آمد پر سب خوشیاں منائیں۔ آپ زمین و آسمان کے رسول شجر و حجر کے رسول۔ نباتات جمادات کے رسول اور حیوانات کے رسول لہٰذا آپ کی آمد پر سب خوش ہوئے۔ مدارج النبوۃ میں ہے۔ کہ جب ذرہ مصطفوی جسم میں صدف رحم آمنہ میں تشریف لائے۔ تو اعلان ہوا کہ عالم کو انوار قدس سے منور کر دو۔ اور ملائکہ زمین و آسمان خوشی اور مسرت میں جھوم رہے خازن بہشت کو حکم ہوا کہ فردوس اعلیٰ کے دروازے کھول دو۔ عالم کو خوشبو کی سے معطر کر دو۔ تمام طبقات زمین و آسمان میں خوشخبری سنادو۔ کہ آج رات نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحم آمنہ میں تشریف لے آئیں ہیں۔

روایت میں ہے کہ اس رات کی صبح میں روئے زمین کے شب و روز منور ہو گئے۔ بادشاہوں کے تمام تخت سرنگوں ہو گئے۔ اس رات کوئی جگہ نہ تھی مگر روشن ہو گئی۔ اور نہ رہا کوئی دآبہ مگر بول اٹھا۔ مشرق کے وحشیوں نے مغرب کے وحشیوں کو آپ کی آمد کی بشارت دی۔ قریش شدید قحط سالی اور عظیم تنگی میں تھے۔ اس طرح کہ تمام درخت خشک ہو گئے۔ جانور لاغر ہو گئے۔ پھر ایسی بہار آئی۔ آپ کی آمد سے خدا تعالیٰ نے باران رحمت بھیجی۔ درخت سر سبز شاداب ہوئے۔ اس سال کا نام سنۃ الفتح رالاسال رکھا گیا۔ (مدارج ص ۱۸)

روایت ھذا سے معلوم ہوا۔ کہ آپ کی آمد پر تمام خوش ہوئے۔ اور وحوش و طیور نے مبارکبادیاں دیں۔ اس لئے آپ سب کے رسول ہیں۔ لہذا آپ کی تشریف آوری پر امت خوشیاں مناتی ہے۔ اور جانوروں نے آپکی رسالت کو مان کر آپ کی ذات نبوت کو پہچان کر خوشی منائی۔ اور آپکی رسالت کی گواہی دی۔ حضرت شیخ محقق فرماتے ہیں۔ کہ ارباب تحقیق اور اہل باطن

سے فرمایا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حیوانات نباتات جمادات کی طرف رسول ہیں۔ اور سب

پر آپ کی اطاعت و ایمان شہادت رسالت کی تقسیم لقا فرض ہے۔ ایک بھیڑیے

نے چرواہے کو آپ کی آمد کی بشارت دی اور وہ جاکر مسلمان ہو گیا (مشکوٰۃ)

باب المعجزات۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی اونٹنی جس نے آپ کو پہچان کر آپکی رسالت کی

گواہی دی۔ سورۃ قلم تفسیر مظہری۔ معلوم ہوا کہ کفار حیوانات سے بدتر تھے۔ کہ

انہوں نے رسالت کو تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ اپنی مثل بشر کہتے رہے۔ لیکن حیوانات نے

گواہی دی۔ آپ کی رسالت کا اقرار کیا۔

Ammabhai

۰۲ — ۰۲ — ۲۰۲۶

پیر

۱۳ — ۰۸ — ۱۴۴۷

۱۱ — ۳۸ — AM

۷۰۔ شانِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ہ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ۔ آل عمران ۱۰۴۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات گرامی انتہائی تقدس میں ہے ۔ اور انسان براہ راست اللہ تعالیٰ سے فیوض و برکات اور احکام شرعیہ کا استفادہ نہیں کر سکتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسی حکمت کے پیش نظر انبیاء و مرسلین علیہم السلام کا انتخاب فرمایا۔ اور انہیں نبوت و رسالت عطا فرمائی تا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اکتساب فیض کر کے اپنی امتوں کو وہ فیضان پہنچائیں ۔ صاحب تفسیر مظہری رحمہ فرماتے ہیں ۔ لان الرسول برزخ بین الخالق والمخلوق ۔ ایک مناسبت خالق کے ساتھ تا کہ وہ اس کی جناب مقدس سے فیض لے اور دوسری مناسبت مخلوق کے ساتھ کہ جناب قدس سے استفادہ شدہ فیضان مخلوق تک پہنچائیں ۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو صراطِ مستقیم اور دین حق کی راہنمائی کیلئے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ شروع فرمایا۔ اور حضرت آدم علیہ السلام سے نبوت کی ابتداء ہوئی ۔ اور خاتم الانبیاء حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا سلسلہ ختم ہوا۔ اور آپ نے پوری انسانیت

کو توحید و رسالت اور دین حق کی ترغیب دی۔ آپ کے وصال شریف کے بعد اور چونکہ
کوئی نبی قیامت تک نہیں آسکتا۔ تو تبلیغ اور امر بالمعروف والنہی عن المنکر
کا فریضہ آپ کی امت پر عائد ہوا۔ آیت ھذا میں فرمایا۔ کہ تم میں ایک گروہ
ایسا ہونا چاہئے۔ جو کہ لوگوں کو بہتر عقائد واخلاق اور اعمال کی طرف بلائے جن میں
انکی دین و دنیا میں بھلائی ہے۔ اور نیکی کا حکم کریں برائی سے منع کریں یہی لوگ
کامیاب ہیں۔ علماء تفسیر نے بیان فرمایا۔ کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر فرض کفایہ ہے
ملاں جیون رح فرماتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ فرضیت اللہ تعالی
کے قول ولتکن سے ثابت ہے۔ کیونکہ یہ امر ہے۔ والامر للوجوب اور تبلیغ کا
کفایہ ہونا اللہ تعالی کے قول منکم سے مفہوم ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ عمل فرض کفایہ
ہے۔ قرون اولی میں تو اس پر عمل ہوتا رہا۔ تو ان کا عمل کتاب و سنت کے مطابق
ہوتا ہے۔ دور حاضر میں اس پر عمل کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ اس پر عمل کرنے سے
معاشرے کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ اور منکرات کو مٹانا اور انہیں ختم کرنا یا

اثر ارباب اقتدار کی ذمہ داری ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ کہ نبی
پاک علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ برائی کو روکنے کے تین درجے ہیں۔ رواہ ابی سعید رض
فتاوی عالمگیری میں منکرات کو مٹانے کا طریقہ بیان فرمایا ہے۔ لائق ہے۔ کہ پہلے امر
بالمعروف نرمی اور مہربانی سے ہو تاکہ نصیحت مؤثر ہو۔ اگر نرمی سے نصیحت کارگر
نہ ہو۔ تو پھر سختی سے جھڑک کر کہا جائے۔ لیکن گالی اور فحش زبان پر نہ لائے۔ اگر
نہ ہو تو ہاتھ سے تدارک کیا جائے۔ شرابی ہو تو اس کی شراب پھینک دی جائے
ساز ہوں تو ساز توڑ دیئے جائیں۔ چنانچہ ساز کے متعلق عمدۃ السالکین
امام العارفین ابو الحسن نوری رح کی حکایت موجود ہے۔ کہ آپ نے جب شاہ وقت
کے شراب کے مٹکے توڑے تو آپ کو دربار میں بلایا گیا۔ تو آپ کا خلوص
اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر جہاد کرنا بادشاہ پر ایسا اثر انداز ہوا کہ اس نے
آپ کو باقاعدہ محتسب بنا دیا۔

۲۰۲۶ — ۲ — ۰۲
۱۴۴۷ — ۸ — ۱۳
PM — ۹ — ۰۱ پیر — ۵ —

۱۷ - ذکرِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ ورفعنا لک ذکرک ○ اللہ تعالیٰ نے آیت ھذا میں محبوب علیہ السلام کے رفعت ذکر کی نسبت اپنی طرف کی۔ کہ ہم نے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو بلند کیا۔ اور اس کی حد بیان نہیں کی اس رفعت ذکر کا تعین نہیں کیا۔ اب انسان کی کیا مجال ہے۔ کہ آپ کے ذکر کی بلندی کا کوئی تعین کر سکے۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنا ذکر کیا۔ اس کے ساتھ ہی محبوب علیہ السلام کا ذکر کیا۔ ارشاد رب العزت ہے۔ واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ومن یطع اللہ ورسولہ واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول دیکھئے جہاں ذکر خدا ہے اس کے ساتھ ہی ذکر مصطفٰے ہے صلی اللہ علیہ وسلم ذکر محبوب علیہ السلام کی شان یہ ہے۔ کہ زمین و آسمان میں آپکی شہرت ہے۔ عرش عظیم پر آپکا اسم شریف مکتوب ہے۔ خطبات اذان واقامت شہادۃ اور تشہد میں ذکر خدا کے ساتھ ذکر مصطفٰے بھی ہے۔ غرض کہ آفاق اور پوری کائنات میں آپکا ذکر جاری ہے۔

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ   فرش پر طرفہ دھوم دھام

کان جدھر لگائیے تیری ہی داستان ہے۔

قرآن پاک میں حمد و ثنائے الہی کے بعد محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا اور نعت کا بیان ہے۔ شیخ محقق فرماتے ہیں۔ در حقیقت قرآن ہمہ از حمد و ثناء الہی مبین اوصاف و کمالات اوست صلی اللہ علیہ وسلم مدارج ص ۱۰۵ آپ کی ثنا خوانی اور نعت کا بیان ہے۔ اور آپکی نعت خوانی کرنا خواہ نظماً یا نثراً ہر طرح جائز و مستحسن ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا آپ کے سامنے کھڑے ہو کر آپ کی مدح اور تعریف میں اشعار پڑھنا حدیث شریف سے ثابت ہے۔ شمائل ترمذی میں ہے۔ حضرت ام المومنین روایت کرتی ہیں۔ حسان بن ثابت نبی پاک کے سامنے کھڑے ہو کر مسجد میں حضور علیہ السلام کی ثناء و تعریف کرتے تھے۔ دیکھئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر کی شان کس قدر بلند ہے۔ کہ نبی علیہ السلام حسان رضی اللہ عنہ کیلئے منبر رکھواتے اور وہ منبر پر کھڑے

ہوتے - نبی علیہ السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھ کر اشعار سنتے - وہ زبان کس قدر مبارک ہے - جو کہ نعت رسول اور ثنائے رسول میں متحرک ہو - بلاشبہ ثناء خوانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں بھی عزت والا ہے - اور آخرت میں بھی نعت سنانے والا اور سننے والے بھی عزت والے ہیں - فرمایا واللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین جب تک حضرت حسان رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام کی تعریف اور دشمنوں کی مذمت میں اشعار کہتے جبرائیل ان کی مدد کرتے شارح حدیث فرماتے ہیں - جب آپ نے حضرت حسان کیلئے دعا کی تو اعانہ جبریل "ما فی قلبہ بصورۃ المنظوم - معلوم ہوا کہ جبریل علیہ السلام بھی نبی علیہ السلام کے نعت خواں ہیں - جیسے زمین پر آپ کے نعت خواں اور آپ کے ذکر خیر اور نعت خوانی سے گناہ زائل ہو جاتے ہیں - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں - ذکر الانبیاء من العبادۃ وذکر الصالحین کفارۃ - تو غور فرمائیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر و نعت کس قدر عبادت اور کفارۂ سیئات ہوگی - چنانچہ امام بوصیری رح فرماتے ہیں

کہ پہلے میں بادشاہوں کا مقرب اور معتمد تھا۔ ان کی تعریف میں اشعار پڑھتا تھا۔
اللہ تعالیٰ نے میری دستگیری فرمائی کہ بادشاہوں کی تعریف سے ہٹا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کا نعت خوان بنا دیا۔ اور جب سے میں نبی علیہ السلام کا میں نعت خوان بنا تو میرا ایمان ہے
کہ پہلی عمر میری ضائع ہو گئی۔ گناہوں میں گزری اور میں نے محبوب علیہ السلام کی نعت
خوانی شروع کی اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ آپکی تعریف کرنے کے صدقے میرے گذشتہ گناہ
معاف فرما دے گا۔ آپ نے فرمایا خدمتہ بمدیح استقیل بہ ذنوب عمر مضیٰ فی
الشعر والخدم۔ امام خرپوتی فرماتے ہیں۔ کہ امام نے فرمایا۔ ذنوب عمر مضیٰ بمعنی ذھب
یعنی مطلب یہ ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جو عمر گزری ضائع ہوئی اور جو عمر بعد میں نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں گزری وہ عمر بن گئی۔ اصل میں عمر یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ
اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے ہمیں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ثنا خوانی میں رکھے۔

[signature]

پیر
۲۔ ۲۔ ۲۰۲۶
۱۴۔ ۰۸۔ ۱۴۴۷
۷۔ ۳۹۔ pm

۴۷ - رحمت خداوندی جل جلالہٗ

اعراف ۱۵۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ ورحمتی وسعت کل شئی ـــــ الرسول النبی الامی

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت کا بیان ہے۔ ارشاد رب العزت ہے کہ دنیا میں تو میری رحمت ہر شئی کو عام ہے۔ مومن و کافر کو مکلف و غیر مکلف کو دنیا میں تو ہر شئے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے استفادہ حاصل کر رہی ہے۔ اور آخرت میں کفار رحمت الٰہی سے محروم رہیں گے۔ کیونکہ انہوں نے خود اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مرحوم ہونے سے انکار کیا۔ کفار کا آخرت میں رحمت خداوندی سے محروم ہونا یہ ان کا اپنا قصور ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عموم رحمت میں کوئی کلام نہیں۔ چنانچہ ابن عباس رضی سے روایت ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ابلیس ملعون نے امید کی اور کہا۔ انا شئی من الاشیاء یکون لی نصیب من رحمتہ اور یہود و نصاریٰ نے امید کی تو جب اللہ تعالیٰ کا فرمان نازل ہوا فساکتبھا الذین ـــــ الزکوٰۃ یعنی میں رحمت ان کو عطا کروں گا۔ جو شرک سے بچتے ہیں۔ اور زکوٰۃ دیتے ہیں میری آیات پر ایمان رکھتے ہیں۔ تو یہود و نصاریٰ نے کہا کہ ہم شرک سے بچتے

ہیں - اور اس کی آیات پر ایمان رکھتے ہیں - تو اللہ تعالیٰ کا کلام نازل ہوا۔ الذین
یتبعون الرسول النبی الامی - رحمت خداوندی ان کا حصہ ہے - چونکہ تم میرے محبوب کی
رسالت کے منکر ہو لہٰذا میری رحمت سے تمہارا حصہ نہیں - پس یہود و نصاریٰ
ناامید ہو گئے - و بقیت الرحمۃ للمؤمنین تنبیہ الغافلین ص ۳۹ معلوم ہوا کہ محبوب
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت میں جو آپ کی نبوت کا انکار کر کے ہزار
عبادتیں ریاضتیں کرتا رہے - تو وہ عند اللہ مقبول نہیں - وہ درجہ قبولیت نہیں
پا سکتا - عمل وہی مقبول ہوگا - جو قیامت کے دن سرکارؐ کی غلامی میں آ کر عمل لائے
گا - رات دن کی عبادت مجھ کو نامنظور ہے - دور ہے جو میرے احمدؐ سے وہ مجھ سے دور ہے -
حدیث میں فرمان ہے - کہ اے بنی اسرائیل رحمت قیامت میں میں اس کے لئے واجب کر دوں گا
جو کفر و معاصی سے بچے زکوٰۃ ادا کرے اور میری آیات پر ایمان رکھے - جب اللہ تعالیٰ
کے علم میں تھا - کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت منسوخ ہو چکی ہے گی - تو
اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع پر ترغیب دی تو فرمایا - رحمت کا

مستحق وہ ہوگا۔ جو نبی امی کی پیروی کرے گا۔ امی ام کی طرف منسوب ہے۔ یعنی آپ اسی ہیئت پر ہیں جس پر آپ پیدا ہوئے۔ آپ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے امی ہونا عام لوگوں میں عیب ہے۔ اور محبوب علیہ السلام کا امی ہونا کمال ہے کہ آپ نے باوجود امی ہونے کے ایسا قرآن کلام پیش فرمایا۔ کہ اہل عرب اس کی مثل لانے سے عاجز رہے۔ یہ آپ کا معجزہ ہے۔ بعض نے کہا۔ کہ امی امت کی طرف منسوب ہے۔ منسوب الی الامۃ بکثرۃ امتہ وعن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا اکثر الانبیاء تبعا یوم القیامۃ وانا اول من یقرع باب الجنۃ (رواہ المسلم) تمام انبیاء علیہم السلام سے آپ کی امت کی کثرت ہوگی۔ اخرج ابن حبان عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لکل نبی یوم القیامۃ منبر امتی خودوانی علی الحولھا وانوارھا۔ حدیث کے ان الفاظ سے ثابت ہوا۔ کہ منبر تو تمام انبیاء علیہم السلام کے ہوں گے لیکن نبی کریم علیہ السلام کا منبر شریف تمام منبروں سے اونچا ہوگا۔ معلوم ہوا کہ جیسے آپ دنیا میں

تمام انبیاء سے افضل ہیں ویسے ہی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آپ کو تمام انبیاء
سے اونچا رکھے گا۔ معلوم ہوا۔ کہ جب اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کی نبی علیہ السلام
کے برابر نہیں کرتا۔ تو امتی ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کیسے ہو سکتا ہے۔
اعلیٰ حضرت رح فرماتے ہیں۔ کہ سارے اونچوں سے اونچا سمجھئے جب —
تو ایک ندا کرے گا۔ این النبی الامی تو انبیاء علیہم السلام کہیں گے۔ کہ ہم میں نبی
الاُمی۔ پھر دوبارہ اعلان ہوگا۔ این النبی الامی العربی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اتر دیں
گے۔ جنت کے دروازے کو کھٹکھٹائیں گے۔ دروازہ کھلے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ پر تجلی فرمائے گا۔
آپ سجدہ فرمائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ ارفع راسک وتکلم واشفع تشفع حدیث
اس پر دلیل ہے۔ کہ امی امت سے مشتق ہے۔ تفسیر مظہری آیت هذا الترغیب جلد ۴

قیامت کی نشانیاں —

محمد گل

۲۳—۰۲—۲۰۲۶
۱۴—۸—۱۴۴۷
۷—۵۰—PM

۴۷ - نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۞ الم یجدک یتیماً فاوی ۞ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے محبوب اعظم ہیں.
محبوب کا اعلیٰ ترین مقام آپکو نصیب ہے۔ محبوبیت کا مقتضا یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کو آپکی ہر
ادا محبوب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نگاہ کرم ہمہ وقت آپ کی طرف مبذول ہے۔ آیت هذا میں
اللہ تعالیٰ نے محبت بھرے انداز میں آپ کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ الم یجدک یتیما فاوی۔
اے محبوب کیا آپکو یتیم نہیں پایا۔ پھر جگہ دی۔ ابھی آپ پیدا نہیں ہوئے۔ کہ باپ کا سایہ اٹھ گیا
آپ چار برس کے ہوئے۔ تو آپکی والدہ کا وصال ہو گیا۔ آپ آٹھ برس کے ہوئے۔ تو آپ کے دادا
عبد المطلب کا وصال ہو گیا۔ پھر آپ کے چچا ابو طالب آپ کے کفیل ہوئے۔ تفسیر صاوی میں ہے۔
روایت میں ہے۔ لما مات ابواہ قالت الملائکۃ بقی نبیک یتیما فقال اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔
انا کافل لہ کہ محبوب کا میں ہی سرپرست اور خبر گیری کرنے والا ہوں۔ ظاہر ہے۔ کہ اولاد کی تربیت
اور قرآن کی تعلیم سے روشناس کرانا والدین کا فرض ہے۔ چنانچہ فقیہ ابو اللیث سمرقندی فرماتے
ہیں۔ کہ والد پر بیٹے کا کیا حق ہے۔ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال
من حق الولد علی الوالد ثلاثۃ اشیاء ان یحسن اسمہ اذا ولد ویعلمہ الکتاب

اذا عقل و یزوجه اذا ادرک یعنی والد بچے کا اچھا نام رکھے قرآن کریم کی تعلیم دے جب

سمجھدار ہو۔ اور شادی کر دے جب بالغ ہو۔ یعنی والدین پر تین حق ہیں۔ تو رب کائنات

نے فرشتوں کو فرمایا۔ کہ اے فرشتو یہ اولاد سے تینوں حق والدین ادا کرتے ہیں۔ تو میں نے محبوب علیہ السلام

کے سارے سہارے توڑ دیئے تو لہذا میں ہی اپنے محبوب کا کفیل ہوں۔ جب میں ہی کفیل ہوں

تو محبوب کا نام بھی میں ہی رکھوں گا۔ اور قرآن بھی میں خود پڑھاؤں گا۔ اور اپنے محبوب علیہ السلام

کی شادی کے اسباب بھی میں ہی پیدا کروں گا۔ جب نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پشت آدم

میں بطور امانت رکھا گیا۔ تو وہ نور محبوب علیہ السلام اصلاب طاہرہ اور ارحام طیبہ میں منتقل

ہو کر جب نور مکنون حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچا۔ تو آپ کی ماں ہیں۔ جیسے

امام جعفر صادق نے روایت کیا۔ کہ جب حضرت آمنہ رضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاملہ

تھیں۔ تو آپ کو خواب میں فرمایا ۔ کہ اے آمنہ جب بچہ ہو تو نام محمد رکھیں اُمرت

آمنة امی فی المنام وھی حامل برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تسمیه محمد اھ سیرت حلبیہ [۱۲۸]

دیکھئے ہمارے ہاں بچے پیدا ہوتے ہیں۔ تو والدین بچے کا نام خود رکھتے ہیں۔ اور ساتویں دن نام رکھتے

کا حکم ہے۔ لیکن محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام خود خدا نے رکھا۔ کس منت رکھا۔ اس وقت وقت

نہیں تھا۔ آدم علیہ السلام ابھی پیدا نہیں ہوئے۔ جب آپ کی تخلیق ہوئی تو دیکھا۔ کہ اسم محمد

صلی اللہ علیہ وسلم عرش کے ستونوں پر اور جنت کے ہر مقام پر مرقوم ہے۔ دوسرا کام والدین کا

بچے کو قرآن کی تعلیم دینا۔ اللہ تعالیٰ نے محبوب علیہ السلام کو مخلوق کی تعلیم کا محتاج نہیں کیا۔ بلکہ

فرمایا الرحمٰن علم القرآن باوجود امی ہونے کے اور ایام جاہلیت میں پیدا ہونے کے آپ غایت

درجہ کا مودب اور معلم کائنات ہونا سرکار کا معجزہ ہے۔ امام بوصیری فرماتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کی شادی کے اسباب حضرت خدیجہ رض حسب و نسب صورت و سیرت میں سب سے بڑھ کر تھیں۔

بڑے بڑے امراء ان کی طرف رجوع کر کے مایوس ہو چکے تھے۔ حضرت خدیجہ رض نے سب کی درخواستوں کو مسترد

کر دیا۔ کیونکہ ان کا ارادہ شادی کرنے کا نہیں تھا۔ حضرت خدیجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال

پاکیزہ اخلاق سے بہت متاثر ہوئیں۔ حقیقت میں ازل سے ہی سعادت مندیاں ان کے لیے مقدر ہو چکی تھیں

ان کو سیدہ نساء العالمین حضرت سیدہ فاطمہ رض کی والدہ ہونے کا شرف حاصل کرنا تھا۔

۲۶-۲-۲۰۰۴
۱۴-۰۸-۱۴۲۴ (12-59-PM) بدھ

۷۳ ـ اللہ کا ذکر محبوبِ خدا ﷺ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ الذین امنوا وتطمئن قلوبھم ـــــ رعد ۲۸ ـــ

اسی آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ کہ جن کو ایمان ملا ۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر پاک سے مطمئن ہوتے ہیں ۔ انہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے سکون قلب نصیب ہوتا ہے

اس آیت کریمہ کے تحت مفتی احمد یار خاں فرماتے ہیں ۔ کہ یا تو اس لئے کہ بے چینی گناہوں سے ہوتی ہے ۔ اور ذکر اللہ گناہ مٹاتا ہے ۔ لہٰذا سکون و چین حاصل ہوتا ہے ۔ یا اس لئے اللہ کا ذکر روح کے دیس کا ذکر ہے ۔ اور پردیسی کو دیس کے ذکر سے سکون ملتا ہے ۔ بہر حال اللہ کا ذکر مومن کے دل کا چین ہے ۔ جیسے دوا سے مرض پانی سے پیاس روٹی سے بھوک سورج سے رات چلی جاتی ہے ایسے ہی اللہ کے ذکر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے مومن کے رنج و غم دور ہو کر راحت و چین حاصل ہوتا ہے ۔ یہاں آیت میں الفاظ ہیں ۔ وتطمئن قلوبھم بذکر اللہ

اللہ تعالیٰ کا ذکر یہاں صراحتاً موجود ہے ۔ مفتی صاحب فرماتے ہیں ۔ کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ذکر اللہ سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوں ۔ جیسے کہ دوسرے مقام پر یہ الفاظ ہیں ۔

قد انزل اللہ الیکم ذکر رسولاً ۔ یہاں اللہ نے رسول علیہ السلام کو ذکر فرمایا۔ یعنی نبی علیہ ذکر بن کر تشریف لائے ۔ آیت ھذا کے تحت امام رازی فرماتے ہیں ۔ قد انزل اللہ الیکم ذکر رسولاً ھو الرسول صلی اللہ علیہ وسلم معلوم ہوا ۔ کہ رسول علیہ السلام ہی ذکر ہیں ۔ صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں ۔ کہ آپ کو ذکر سے کیوں موسوم کیا ۔ او محمداً صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ لمواظبتہ علی الذکر وتلاوۃ القرآن ۔ اب دیکھنا ہے ۔ کہ کائنات کی ہر شئے اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور ذکر میں مشغول ہے ۔ وان من شئی الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم لیکن اللہ تعالیٰ نے کسی شئے کا نام نہیں رکھا ۔ صرف محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ذکر کہا ۔ معلوم ہوا کہ ہر شئے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے ۔ محب ہو کر لیکن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا ذکر کرتے ہیں محبوب ہو کر ۔ محبوب کا ذکر اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے ۔ تو آپکو ذکر کہا ۔ حقیقت ہوئے ۔ کہ ذکر رسول ہی ذکر خدا ہے ۔ حدیث قدسی میں ہے ۔ جعلت تمام الایمان بذکرک معی وقال ایضاً جعلتک ذکراً من ذکری فمن ذکرک ذکرنی (شفا شریف) جب یہ ثابت ہوا کہ ذکر رسول ذکر خدا ہے ۔ تو تسلیم کرنا پڑے گا ۔ کہ دونوں ذکروں کا مفاد ایک ہی ہے ۔ جیسے اللہ کا ذکر

سے دلوں کو سکون ملتا ہے ویسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر سے دلوں کو سکون

ملتا ہے۔ حقیقتاً بلا مبالغہ بات یہ ہے کہ انسان تو کیا۔ محبوب علیہ السلام کے ذکر سے

جانوروں کو جمادات کو ہر شئے کو سکون نصیب ہوا۔ دلیل کیلئے ایک حدیث شریف عرض

ہے۔ نزہۃ المجالس میں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا۔ تو اسے فرمایا اکتب تو حید کی

لا الٰہ الا اللہ ثم قال اکتب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ یہاں تو یہ الفاظ ہیں۔ دوسری

حدیث ترمذی شریف میں ہے۔ اس کے الفاظ ہیں۔ کہ جب قلم پیدا کی گئی تو پروردگار نے

ارشاد فرمایا۔ لکھ تو قلم نے عرض کی کیا لکھوں۔ فرمایا لکھ ما کان و ما یکون الی الابد پس معلوم ہوا

کہ قلم کی تخلیق سے پہلے کائنات تھی۔ بعض نے کہا مہ عرش و کرسی ارواح ہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے

کہ ما کان سے مراد نبی علیہ السلام کی تعریف اور ما یکون سے مراد باقی کائنات کی تشریح آپ کا

نور پاک ہر شئے سے مقدم ہے۔ تو میں تحریر کر رہا تھا۔ کہ جب قلم نے یہ جملہ سنا اکتب محمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ تو قلم نے عرض کی تو جب قلم نے اسم محمد سنا تو اس نے سجدہ کیا۔

اور اپنے سجدے میں کہا۔ سبحان الموصوف بالکرم سبحان الرؤف الرحیم ؛ اے اللہ تیرے اسم اعظم کی

کو مجھے پہچان ہے۔ اور معرفت ہے۔ تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون ہیں۔ جس کے نام کو تو نے اپنے نام کے ساتھ ملایا ہے۔ تو آواز آئی اے قلم ادب کر فو عزتی و جلالی ما خلقت خلقی الا لمحبتہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ القلم من حلاوۃ ذکر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ذوق میں آکر قلم نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ تو ~~معلوم ہوا~~ سلام کا جواب نہ آیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ محبوب علیہ السلام کی طرف سے میں جواب دیتا ہوں۔ وعلیک السلام ورحمتہ وبرکاتہ سلام کی ابتدا سنت ہے۔ اس لیئے یہ مخلوق کی طرف سے اور جواب فرض وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔

Dmattha

۲۰۲۶ — ۰۲ — ۰۴

۱۴۴۷ — ۰۸ — ۱۴

بدھ — PM — ۰۷ — ۰۲

صـ 2

۷۵ - شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم وما ارسلنٰک الا کافۃ للناس بشیرًا و نذیرًا ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔

سورۃ سبا ءمت ۲۸ - حضور علیہ السلام اللہ کی تمام مخلوق کی طرف رسول بن کر تشریف لائے۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ سابقہ انبیاء و رسل علیہم السلام مخصوص

وقت کیلئے اور مخصوص قوم کیلئے رسول بن کر تشریف لائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت

نوح علیہم السلام کے متعلق فرمایا۔ انا ارسلنا نوحًا الی قومہ۔ صاحب تفسیر مظہری کہا کے

ہیں۔ وتقدیر برسالۃ الی قومہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کی طرف رسول بن

کر تشریف لائے۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے متعلق ارشاد گرامی ہے۔ واذ قال عیسٰی

ابن مریم ——— انی رسول اللہ الیکم۔ نص سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام صرف

قوم بنی اسرائیل کی طرف رسول تھے۔ اور جہاں تک ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق

ہے۔ تو آپ ساری کائنات کے رسول ہیں۔ دلیل یہی آیت ہے دوسری آیت

میں ہے۔ قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ ——— جمیعًا دونوں آیتوں کا مفاد یہ ہے

کہ آپ تمام لوگوں کے رسول ہیں۔ تمام لوگ آپ کی امت ہیں۔ اجابت ہو یا امت

دعوت ہمہ گیری۔ آیت میں ان سے زیادہ وسعت ہے ارشاد خداوندی ہے۔
تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون۔ اس میں ہے کہ آپ تمام جہانوں کو
ڈرانے والے ہیں۔ مسلم شریف کی حدیث میں ان آیتوں سے زیادہ وسعت ہے۔
ہم الحمد للہ کتاب وسنت کو مانتے ہیں۔ جو حکم کتاب وسنت سے ثابت ہو وہی ہمارا
مذہب ہے۔ حدیث میں ہے۔ ارسلت الی الخلق کافۃ۔ کہ مجھے تمام مخلوق کی طرف
رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ یہاں کسی شئے کا تعین نہیں ہے مفاد حدیث شریف یہ
ہے۔ کہ جس شئے کا خدا رب ہے۔ اس شئے کے نبی علیہ السلام رسول ہیں۔ وہ رب العالمین
ہے۔ اور آپ رحمۃ العالمین ہے۔ تمام انبیاء ومرسلین اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت لے کر
اور آپ سراپا رحمت بن کر تشریف لائے۔ رحمت کے سارے محتاج ہیں۔ اور حصول رحمت
سے ہر انسان کو خوشی اور مسرت حاصل ہوتی ہے۔ ہمارا مشاہدہ کہ جب قحط سالی
ہو۔ تمام جاندار انسان قحط سالی کا شکار ہو تو جب باران رحمت کے آثار نظر آئیں
بارش سے پہلے ہوائیں چلیں تو ہر انسان خوش ہوتا ہے۔ رحمت کے ملنے امید ہوتی ہے

کہ اب قحط سالی دور ہوگی۔ موسم بہار آئے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قاعدہ بیان فرمایا۔ وھو الذی
ارسل الریاح بشرا بین یدیہ رحمتہ وانزلنا من السماء ماء طھورا (فرقان) وہی
ہے۔ جو باران رحمت سے پہلے خوشخبری دینے والی ہواؤں کو بھیجتا ہے۔ ظاہر ہے کہ
بارش مخصوص علاقے پر ہوتی تو وہی خوش ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے
ہم پر ایک ایسی رحمت بھیجی جو تمام جہانوں کی رحمت ہے۔ تو آپ کی آمد اور
جلوہ گری پر تمام کائنات خوش ہوئی۔ کیونکہ آپ تمام کائنات کیلئے رحمت اور رسول
بن کر تشریف لائے چنانچہ روایت میں ہے۔ حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں۔
کہ حمل کی رات کوئی ایسی جگہ اور مکان نہ تھا۔ جو نور سے منور نہ ہوا ہو۔ اور قریش
کے تمام چوپائے گویا ہوئے۔ اور یہ کہتے تھے۔ رب کعبہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
جو دنیا کی امان اور اہل دنیا کے آفتاب ہیں۔ وہ اپنی والدہ کے بطن میں تشریف
لائے ہیں۔ اور دنیا کے تمام بادشاہوں کے تخت اور بت صبح کے وقت اوندھے پائے
گئے۔ مشرق و مغرب کے وحشی چرند اور پرند اور دریائی جانوروں نے ایک دوسرے کو

بشارت دی۔ زمین پھر سرسبز شاداب ہو گئی۔ قحط سالی دور ہو گئی۔ اس سال کا نام سنۃ الفتح رکھا گیا۔ فتح تروتازگی خوشی کا سال۔ اس روایت میں یہ الفاظ قابل غور ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو دنیا کی امان ہیں دیکھئے ابھی آپ تشریف نہیں لائے۔ آپکی آمد سے پہلے جانوروں کو بھی یہ علم تھا۔ کہ حضرت آمنہ کے بطن میں تشریف لانے والے معمولی نہیں۔ بلکہ اللہ کے شان والے رسول ہیں۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں۔ جب میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سواری پر سوار کیا تو اس نے کعبہ کی طرف تین سجدے کیے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ کہ اس نے مجھے محبوب عطا فرمایا۔ حلیمہ فرماتی ہیں۔ جب میں مکہ میں آئی تو سواری کمزور تھی۔ لیکن واپسی پر اتنی فربہ اور تیز رو ہو گئی۔ کہ دوسری عورتوں نے تعجب سے کہا آ بنت ذوہیب۔ یہ وہی سواری ہے۔ تو سواری بھی خدا کی قدرت سے بول اٹھی یا نساء بنی سعد انکن فی غفلۃ وھل تدرین من علیٰ ظھری خیار النبیین وسید المرسلین وسید الاولین والآخرین وحبیب رب العالمین (مدارج)

سواری کا عقیدہ دیکھیئے کہ آپ سید الاولین وسید النبیین ہیں۔ تمام انسانوں کے سردار ہیں

آپ چار رسولوں کے سردار ہیں۔ جب رسولوں کے سردار ہیں۔ تو نتیجہ یہ ہوا کہ آپ تمام اولاد

آدم کے سردار ہیں۔ دیکھئے اس سواری کا عقیدہ۔ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم حلیمہ کی گود

میں شباب کو نہیں پہنچے۔ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حراء پر نہیں گئے۔ قرآن ابھی نازل

نہیں ہوا۔ ابھی نبوت کا اعلان نہیں فرمایا۔ کافروں کو آپ کی ذات کا علم نہیں۔ لیکن

سواری نے کہا۔ کہ تم نہیں جانتی میں جانتی ہوں۔ کہ مجھ پر سوار ہونے والے رسولوں کے سردار

ہیں۔ ۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔ خلق سے اولیاء اولیا سے رسل اور رسولوں سے سید یا رسول

جو اس دن سواری نے آپ کی فضیلت کو بیان کیا۔ تو آپ نے اعلان نبوت کے بعد صحابہ کے

جھرمٹ میں فرمایا انا سید ولد آدم ولا فخر۔ پوری حدیث اس طرح ہے۔ ابی ہریرہ

نے روایت کیا۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انا سید ولد آدم یوم القیامۃ واول من

ینشق عنہ القبر و اول شافع و اول مشفع ۔ رواہ المسلم و مشکوۃ۔ حدیث شریف سے

ثابت ہوا۔ کہ سب سے پہلے مزار شریف آپ کا کھلے گا۔ سب سے پہلے آپ شفیع ہوں گے۔

اس حدیث سے اپنی امت پر آپ کی شفقت نوازش اور مہربانی کا اظہار ہے ارشادِ

رب العزت ہائے عزیز علیہ ما عنتم ـــــ چنانچہ روایت میں ہے۔ امام کائنات علیہ السلام
کے صحابہ کے سامنے ارشاد فرمایا۔ کہ قیامت کے دن جبرائیل میکائیل اور اسرافیل علیہ السلام
آپ کی قبر کے پاس آئیں گے۔ اسرافیل عرض کریں گے یا حبیب اللہ قم باذن اللہ
پھر میکائیل علیہ السلام عرض کریں گے۔ یا نبی اللہ قم باذن اللہ پھر جبرئیل علیہ السلام
عرض کریں گے۔ یا شفیع المذنبین قم باذن اللہ فیقول لبیک فھو اول من تنشق عنہ
الارض آپ شفیع المذنبین کے نام پر فوراً مزار سے باہر تشریف لائیں گے۔ اور میدان
محشر میں آکر ہم گنہگاروں کی شفاعت کریں گے۔ اور ان شاء اللہ ہم گنہگاروں کی
نجات ہوگی۔ (ثم آمین)

٥ ـــ ٠٢ ـــ ٢٠٢٦
١٦ ـــ ٠٨ ـــ ١٤٤٧
جمعرات PM ـــ ٢٠ ـــ ٤

۶۔ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ربنا وابعث فیھم رسولا من انفسھم ــــ بقرہ ۱۲۹ ــــ

اللہ تعالیٰ نے اپنے پاکیزہ گھر بیت اللہ شریف کو تعمیر کرنے کیلئے حضرت ابراہیم و اسماعیل کا انتخاب فرمایا۔ بلاشبہ یہ ان کیلئے بڑا اعزاز ہے۔ تو جب حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام تعمیر کعبہ سے فارغ ہوئے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کی۔ ربنا وابعث فیھم رسولا ــــ ان میں ان میں سے ایک عظیم الشان رسول علیہ السلام مبعوث فرما۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نگاہ نبوت سے جانتے تھے۔ یہ کعبہ جو ہم نے بنایا ہے۔ جب تک اس میں وہ عظیم الشان رسول مبعوث نہ ہوگا کعبہ آباد نہیں ہوگا۔ آیت میں دو لفظ قابل غور ہیں۔ ایک تو رسولاً۔ دوسرا منھم رسول مبعوث ہو تو ان میں سے یعنی میری اولاد میں ہو۔ تاکہ باغ خلیل علیہ السلام قیامت تک مہکتا رہے۔ مفسرین کا اجماع ہے کہ لفظ رسول سے مراد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ امام رازیؒ نے اس کی چند وجوہ بیان کی ہیں۔ (۱) مفسرین کا اجماع اور یہ حجت ہے۔ (۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا مکہ شریف میں

کعبہ شریف کے پاس اہل مکہ کے لئے دعا کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ اور مضافات مکہ کے لئے صرف محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی مبعوث فرمایا۔ امام رازیؒ نے یہاں ضمناً ایک نکتہ بیان فرمایا۔ کہ باب الصلوٰۃ میں تشہد میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے ساتھ ابراہیم علیہ السلام کا ذکر بھی ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ابراہیمؑ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے دعا کی ربنا وابعث ـــــ تو جب حبیب پر خلیل کیلئے حق واجب تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس طرح حق ادا کیا۔ کہ قیامت کے دن تک آپکی امت کی زبانوں پر ابراہیمؑ کے ذکر کو جاری کر دیا۔ نمازی جہاں حبیب علیہ السلام کے ذکر سے برکتیں حاصل کرتا ہے۔ وہاں خلیل علیہ السلام کے ذکر سے فیضیاب ہوتا ہے۔ نماز اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ کو پسند یہ ہے۔ کہ عین میری عبادت میں میرے پاک انبیاء حبیب و خلیلؑ کا بھی ذکر ہو۔ معلوم ہوا۔ انبیاء کا ذکر غیر اللہ کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ عین عبادت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ ذکر الانبیاء

من العبادة وذکر الصالحین کفارۃ (۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ آپ نے خود ارشاد فرمایا

کہ انا دعوۃ ابراہیم وبشارۃ عیسیٰ آپ کے فرمان انا دعوۃ ابراہیم سے مراد میں

ہی ہوں - یعنی خلیل علیہ السلام کی دعا میرے لیئے ہی تھی - معلوم ہوا کہ حضرت انبیاء

علیہم السلام حضور کی آمد کی دعا کرتے ہیں - اور آپ کے منتظر تھے - علامہ اقبال

عبد دیگر عبدہ چیزے دیگر   ایں سراپا انتظار او منتظر

اور بشارۃ عیسیٰ علیہ السلام سے مراد سورۃ صف کی آیت مبارکہ ہے ومبشرا

برسول یاتی ______ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو جمع کر کے ان کے

سامنے احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا خوانی کی اور ان کی آمد کی بشارت دی

ابھی آپ کی تشریف آوری میں ہزاروں سال ہیں - محبوب علیہ السلام کا چرچا اور

ذکر خیر پہلے ہو رہا ہے - لہذا ہم میلاد شریف میں جمع ہو کر ذکر محبوب علیہ السلام

سنتے سناتے ہیں - اور یہ صرف رواج ہی نہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سنت ہے

حدیث شریف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آپ پر ایمان لانے کی تاکیدی

حکم کیا گیا ۔ حدیث شریف میں ہے ۔ ابن عباس رضہ سے روایت ہے ۔ کہ اللہ

تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی ۔ یا عیسیٰ آمن بمحمد وامر امتک

اورکہ من امتک ان یومنوا بہ فلولا محمد ما خلقت آدم ولولا محمد

ما خلقت الجنۃ ولا النار ولقد خلقت العرش علی الماء ما ضطرب

فکتبت علیہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ حدیث شریف

سے ثابت ہوا ۔ کہ تخلیق آدم علیہ السلام اور تخلیق جنت ودوزخ محمد مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق پر موقوف ہے ۔ اگر آپ نہ ہوتے تو نہ آدمؑ ہوتے اور

نہ ہی جنت ودوزخ ہوتا ۔ بلکہ ساری کائنات نہ ہوتی ۔ یہ ساری بہاریں .

اور رونقیں آپکی آمد کا صدقہ ہے ۔ اگر آپ نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا اور

جو نہ تھے ۔ تو کچھ نہ تھا ۔ اور یہ لفظ رسولا منھم سے مراد ابراہیم علیہ السلام کی

دعا ، یا اللہ رسول انہیں میں سے ہو ۔ انہی کی جنس میں سے ہو ۔ یہ تسلیم

ہے کہ نبی علیہ السلام جنس بشریت میں آئے ۔ اور والدین کے ذریعے تشریف

لیکن آپ کی پیدائش اس اعتبار سے بھی بے مثل ہے۔ کہ آپ عام بچوں کی طرح پیدا نہیں ہوئے
بلکہ آپ کی پیدائش نور وضیاء میں ہوئی۔ آپکی پیدائش کا انداز عجیب تھا۔ علماء سیرت
نے آپکی پیدائش کے سات معجزات بیان فرمائے ہیں۔ دیکھنے بچہ پیدا ہونے کے بعد والدین کی شفقت
کا محتاج ہوتا ہے۔ لیکن نبی پاک علیہ السلام کائنات کے مشکل کشاء حاجت روا اور رحمۃ للعالمین
بن کر تشریف لائے۔ آپ نے پیدا ہوتے ہی سجدہ فرمایا۔ اور عرض کی رب امتی امتی آپ پیدا ہوتے ہی
امت کا غم لے کر تشریف لائے۔ دوسرے مقام پر فرمایا۔ عزیز علیہا عنتم۔ اگر تکلیف امت کو ہو تو
محسوس نبی پاک علیہ السلام کو ہوتی ہے۔ امت کی حرص میں آپکی شان حدیث شریف میں ہے۔
کہ قیامت میں جبرائیل میکائیل اسرافیل علیہم السلام مزار شریف کے پاس آئیں گے
(نوٹ) یہ حدیث سابقہ مضمون میں بھی گزری ہے۔

ع ب

جمعرات ۰۵ — ۰۲ — ۲۰۲۶
۱۲ — ۰۸ — ۱۴۴۷
۱۱ — ۳۲ — PM

۷۷۔ میلاد النبی ﷺ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ فنادٰھا من تحتھا الا تحزنی ــــ جنیاً (مریم ۲۴-۲۵)

حضرات انبیاء علیہم السلام کے میلاد شریف کا موضوع ایسا عمدہ ترین اور عظیم الشان موضوع ہے۔ کہ رب کائنات نے اپنی لاریب کتاب قرآن کریم میں متعدد انبیاء علیہم السلام کے میلاد شریف کا ذکر خیر بیان فرمایا۔ جہاں تک حبیب کبریا احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف کا تعلق ہے۔ تو قرآن کریم میں بکثرت آیات ایسی ہیں۔ جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد اور آمد کا ذکر خیر ہے۔ مثلاً لقد جاءکم رسول من انفسکم ــــ قد جاءکم من اللہ نور ــــ ھو الذی بعث فی الامیین اور علاوہ ازیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام کے میلاد کا ذکر خیر اور آیت ھذا میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے میلاد کا ذکر خیر بیان فرمایا۔ جب آپ کی ولادت باسعادت کا وقت قریب آیا۔ تو سیدہ مریم علیہا السلام علیحدہ دور تشریف لے گئیں۔ تو آپ نے کھجور کے ایک خشک تنے پر ٹیک لگائی۔ تو اس خلوت اور علیحدگی کی حالت میں عدم اکل و شرب اور لوگوں کی باتوں کا جب احساس ہوا۔ تو

پریشانی اور غم کی کیفیت طاری ہوگی۔ تو رب کائنات نے حضرت سیدہ مریم علیہا السلام

کے سارے انتظامات فراہم کر دیئے۔ تو ارشاد رب العزت ہے۔ فنادھا من تحتھا

کہ نشیبی جانب سے حضرت مریم کو کسی نے پکارا۔ اس کے متعلق مفسرین فرماتے ہیں۔

کہ بعض قراءت من جارہ پڑھا اس تقریر پر نادی کا فاعل محذوف ہوگا۔

یعنی نادھا منادی وھو جبرائیل۔ ابن عباس وقتادہ وغیرہ کا قول ہے۔ حضرت

مریم اونچے ٹیلہ پر تھیں۔ اور حضرت جبرائیل علیہ السلام ٹیلہ کے نشیبی جانب میں۔

حضرت مجاہد اور حسن کا یہ قول ہے۔ وہ پکارنے والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔

یعنی لما خرج من بطنھا نادھا باقی قراء نے میم اول کا کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے۔

پر تقریر پر من موصولہ اپنے صلہ کے ساتھ مل کر نادی یہ حاصل ہوگا۔ یعنی نادھا

للذی کان تحتھا وھو جبرائیل علیہ السلام وعیسیٰ علیہ السلام لا تحزنی۔ ای لا تحزنی

بالوحدۃ وعدم الطعام والشراب ومقالۃ الناس۔ اگر نادی کے فاعل عیسیٰ علیہ السلام

ہوں تو معنیٰ یہ ہوا۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی اپنی والدہ کی گود میں

213

آ کر عرض کی کہ امی جان آپ وحدہ اور بعدم اکل و شرب اور لوگوں کی باتوں کا غم

نہ کریں۔ کیونکہ جس والدہ کی گود میں اللہ تعالیٰ کے عظیم الشان رسول روح اللہ

ہوں۔ ان کی والدہ غمگین نہیں ہو سکتی۔ امی جی آپ پریشان نہ ہوں۔ آپ کے غم

ان شاء اللہ غلط ہو جائیں۔ اس لیئے کہ اکل و شرب کا انتظام خالقِ کائنات

کرے گا۔ اور رہا لوگوں کی باتوں کا غم تو میں خود ان سے نمٹ لوں گا۔ ہمارے

بچے پیدا ہوتے ہیں تو وہ والدین کی شفقت اور رحم کے محتاج ہوتے ہیں۔ لیکن حضرت

عیسیٰ علیہ السلام سہارا بن کر اور غم دور کرنے کیلئے تشریف لائے۔ عرض کی امی

جان قد جعل ربك تحتك سريا۔ بعض نے کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے امور تکوینیہ

اولیاء کے زیر تصرف کر دیئے ہیں۔ یہ تصرف بالعطا ہے۔ بعض نے کہا کہ جبرائیل

علیہ السلام نے پیر مارا۔ بعض نے کہا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پاؤں زمین پر

مارے۔ تو چشمہ جاری ہو گیا۔ بعض نے کہا۔ وہاں خشک نہر تھی۔ اللہ تعالیٰ نے

اسے حضرت مریم علیہا السلام کیلئے جاری کر دیا۔ جب پانی کا انتظام ہو گیا۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا - وھذی ـــــــ جنیاً ـ یہاں فرمایا - کہ اے مریم کھجور کے خشک تنے کو ہاتھ لگاؤ وہ پھل دار ہو جائیگا - ہاتھ لگانے کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے تاکہ ثابت ہو جائے - کہ ولی کے ہاتھ کا اثر ہوتا ہے - اچھوں کا اچھا اثر بروں کا برا اثر - چنانچہ روایت میں ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح کی خدمت میں بادشاہ حاضر ہوا - عرض کی حضرت مجھے کرامت یہ دکھاؤ کہ غیب سے سیب ظاہر ہوں - آپ نے ہاتھ ہوا میں اوپر اٹھایا - کر نیچے کیا - تو دو سیب تھے - آپ نے ایک خود رکھا اور ایک ظالم بادشاہ کو دیا - جب اس نے کاٹا تو وہ کڑوا اور آپ نے کاٹا تو وہ میٹھا تھا - تو اس نے عرض کی یہ کیا وجہ تو فرمایا - تمہارا سیب کڑوا ہوا اس کو ظالم کا ہاتھ لگا - میرا ہاتھ سیب کو لگا وہ میٹھا ہوا - اس لیئے کہ اس کو غوث اعظم کا ہاتھ لگا - اس لیئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا ہاتھ لگا تو وہ ہرا ہو گیا - پھل دار ہو گیا - اس میں حیات آ گئی - تو میں عرض کرتا ہوں - کہ جب ولی کے ہاتھ سے درخت میں حیات آ سکتی ہے - تو ولی کی نگاہ سے دل مردہ بھی زندہ ہو سکتے ہیں یہ حضرت

اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا عرض کرتی ہیں ۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جعفر کی اولاد پر نظر جلد اثر کرتی ہے کیا میں ان کیلئے دم کرا سکتی ہوں ۔ فرمایا ہاں مشکوٰۃ باب الطب والرقی مفاد حدیث یہ ہے کہ نظر حق ہے ۔ اور وہ نظر جب خباثت طبع سے حسد کی آمیزش کے ساتھ جب نکلتی ہے تو وہ زہر ہوا میں اڑ کر معیون تک پہنچتی ہے ۔ تو وہ معیون کو تکلیف ہوتی ہے ۔ امام ملا علی قاری رح فرماتے ہیں کہ اس کے برعکس عارفین کی نظر ہے ۔ کیونکہ نظر عارف تاثیر اکسیر کی حیثیت سے یجعل الکافر مومنا والناس صالحا والجاھل عالما ۔ نظر جمال ہوتی ہے ۔ ارباب جمال نے کیا خوب فرمایا ۔ اگر ابلیس کیلئے سعادت ازلی ہوتی نہ کہ شقاوت ابدی تو وہ انظرنی الی یوم یبعثون نہ کہتا بلکہ انظر الی کہتا یا ارنی انظر الیک کہتا ۔ مرقاۃ ص ۴۶۳ جلد ۸ = معلوم ہوا کہ نگاہ کا بڑا اثر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ بجاہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم گنہگاروں پر اپنی نگاہ لطف وکرم فرمائے ۔ آمین

۶ — ۲ — ۲۰۲۶   PM — ۴۵ — ۱۰ =

۱۷ — ۸ — ۱۴۴۷   جمعۃ المبارک

٧٨ - شانِ ولائیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ واذ قال ربک للملائکہ .... (الخ بقرہ ۳۰) اللہ سبحانہ

وتعالیٰ بغیر کسی ظاہری سبب کے اپنی کمال قدرت سے سیدنا آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔

تخلیق آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت کی دلیل ہے۔ تخلیق وجود آدم علیہ السلام

اور تمام فرشتوں پر آپ کی فضیلت آدم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے

اور یہ نعمت صرف آپ پر ہی محدود نہیں بلکہ یہ نعمت آپ کی اولادوں کو بھی حاصل ہے۔ ہماری

اس عالی مرتبت والوں کی طرف نسبت ہے۔ کہ ہمارے والد گرامی اس شان و عظمت کے

حامل ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو آدم علیہ السلام کے سامنے جھکا دیا۔ ارشاد فرمایا

واذ قال ربک .... خلیفہ بطور مشورہ پوچھا۔ صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں۔ کہ اللہ

تعالیٰ نے آسمان و زمین فرشتوں اور جنات کو پیدا کیا۔ فرشتوں کو آسمانوں میں ٹھہرایا۔

اور جنات کو زمین میں۔ وہ طویل عرصہ زمین میں ٹھہرے رہے۔ پھر ان میں فساد اور حسد ظاہر

ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی طرف فرشتوں کا لشکر بھیجا۔ جنہیں جن کہا جاتا ہے۔ تو ابلیس

ان کا رئیس اور مرشد تھا۔ اور علم میں ان سے زیادہ تھا۔ وہ زمین میں اترے اور جنات

کو جزائر میں بھگا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو زمین کی بادشاہت اور آسمانوں کی
بادشاہت اور جنت کا خزانہ عطا فرمایا۔ وہ کبھی زمین میں عبادت کرتا کبھی آسمان اور
کبھی جنت میں اس کے دل میں عجب اور خود پسندی سما گئی۔ اور سجدۂ آدم علیہ السلام
سے انکار کر گیا۔ آیت میں لفظ خلیفہ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ "فانہ خلیفۃ
اللہ فی ارضہ لاقامۃ احکامہ وتنفیذ قضایاہ وھدایۃ عبادہ الی اللہ الماطائفہم
رایت قربہ" صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں کہ آپ کو خلیفہ بنانے اللہ تعالیٰ کی طرف
سے بطور احتیاج نہیں۔ بلکہ مستخلف علیہم کے قصور کی وجہ سے ہے۔ کہ وہ بغیر
کسی واسطے کے قبول فیض الٰہی اور احکام الٰہی کو لینے سے قاصر ہیں تو فرشتوں نے بطور
اعتراض نہیں بلکہ بطور تعجب کیا۔ قالوا اتجعل فیھا ——— نقدس لک۔ اللہ
تعالیٰ کی تسبیح وحمد بہت اعلیٰ عبادت ہے۔ آپ سے سوال ہوا سئل رسول اللہ ؐ
ای الکلام افضل قال ما اصطفی اللہ للملائکۃ سبحان اللہ وبحمدہ رواہ مسلم
قال انی اعلم ما لا تعلمون۔ صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے

فرشتے جانتے تھے۔ کہ بشر سے صالحین و گنہگار اور کافر بھی ہوں گے۔ تو ان کا گمان تھا۔ کہ فرشتے ان سے افضل ہیں۔ مکو لحم پس ان کا خلیفہ بننا اولی ہے۔ اور بشر کا خلیفہ بننا موجب فساد ہے۔ قاضی ثناءاللہ فرماتے ہیں۔ کہ فرشتوں نے ایک جہت دیکھی اور دوسری جہت کو نہ دیکھا۔ کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے بعض کے دلوں میں اپنی طرف سے محبت ذاتی ودیعت فرمائے گا۔ جو محبت ذاتیہ اور خاص محبوبیت کی موجب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان اللہ مع الصابرین۔ ان اللہ مع المتقین ۔ حدیث قدسی میں ہے۔ لا یزال عبدی۔ انہوں نے یہ نہ جانا کہ انہیں اللہ تعالیٰ کا وہ قرب و منزلت نصیب ہوگا۔ جو دوسروں کے لئے متصور نہیں۔ فرماتے ہیں۔ بحیث یکون التقرب الی عباد اللہ الصالحین ہو حیا التقرب اللہ تعالیٰ ۔۔۔ نیز ارشاد رب العزت ہے۔ انا جلیس من ذکرنی یہاں ھو جلیسی نہیں فرمایا۔ بلکہ انا جلیس فرمایا۔ اسی لئے عارف رومی فرماتے ہیں۔

~~ہے~~ ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا ۔۔۔ گو نشیند در حضور اولیاء

کہ جو اللہ کا قرب چاہے۔ وہ ولی کے قریب ہو جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

جہاں ولی ہو وہاں میں ہوتا ہوں۔ جیسا کہ اگر کوئی عطار کی دکان کے پاس سے گزرے اگر عطر نہ بھی خریدے۔ لیکن خوشبو ضرور محسوس کرے گا۔ تو بلا شبہ جہاں ولی کامل ہو وہاں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ تو جو بھی ولی کی بارگاہ میں چند لمحات بیٹھ جائے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں برکتوں کی خیرات لیکر آتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے خلیفۃ اللہ فی الارض کی اولاد میں انبیاء اولیاء پیدا فرمائے۔ جو اس وقت کہے گئے کہ مولا وہ زمین میں فساد خونریزی کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اپنے ولیوں کا خادم بنا دیا۔ چنانچہ شیخ عبدالقادر جیلانی رح کے متعلق روایت ہے۔ آپ سے پوچھا گیا۔ کہ آپ کو اپنے ولی ہونے کا کب علم ہوا۔ تو فرمایا۔ میں دس سال کا تھا۔ جب میں اپنے گھر سے مکتب کی طرف آتا۔ تو میں دیکھتا کہ فرشتے میرے گرد چل رہے ہیں۔ تلاذرا الجواہر۔ اللہ نے فرشتوں کو عبدالقادر کا خادم بنا دیا۔ تو میں عرض کر رہا تھا کہ ولی کو ایسا قرب حق ہوتا ہے۔ کہ جو ولی کامل کی بارگاہ میں بیٹھ جائے تو ان شاء اللہ وہ بھی مقرب ہو جاتا ہے۔

جمعۃ المبارک
۶ — ۲ — ۲۰۲۶
۱۸ — ۸ — ۱۴۴۷   ۷ — ۳۷ — PM

۷۹- شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۰ وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ ــــ مبین ۰ سورۃ یٰسین ۶۹

اللہ تعالیٰ نے اکثر مقامات پر تین اصول بیان فرمائے ہیں - واحدانیت - رسالت

اور حشر آیت ھذا سے ماقبل وحدانیت کا بیان ہوا - الم اعھد الیکم ــــ مستقیم

رہا حشر کا ذکر تو وہ اس کے مابعد ہے۔ الیوم نختم ــــ جیب اول و آخر دونوں

اصولوں کا ذکر فرمایا - تو درمیان میں اصل ثالث رسالت کا ذکر ہوا - وہ وما علمناہ

تو امام رازی فرماتے ہیں - تعلیم کی نفی کے ساتھ شعر کو ہی کیوں مخصوص کیا گیا - باوجودکہ

کفار آپ کو کئی چیزوں کی طرف منسوب کرتے تھے - من جملہ ان کے سحر ہے۔ ولم یقل وما علمناہ

الشعر ــــ اور آپ کو کہانت کی طرف منسوب کرتے تھے - ولم یقل وما علمناہ

الکہانۃ تو جواب یہ ہے - کہ کفار آپ کو کہانت کی طرف اس وقت منسوب

کرتے تھے - جس وقت آپ غیب کی خبر دیتے تھے - اور ایسا ہی ہونا جیسے آپ

خبر دیتے - رہا سحر تو وہ آپکو سحر کی طرف اس وقت منسوب کرتے جب آپ ایسا

کام کرتے جس پر دوسرا کوئی قدرت نہ رکھتا - مثلاً چاند کے دو ٹکڑے کرنا جس

کا مشاہدہ تمام کفار نے کیا۔ کنکریوں اور ستون حنانہ کا کلام کرنا۔ وغیرہا مگر یا
شعر تو کافر آپ کو شاعر کی طرف اس وقت نسبت کرتے جب آپ ان کے سامنے
قرآن پڑھتے۔ تو یہاں شعر کی تخصیص اس لئے ہے۔ کہ آپ نے غیب کی خبریں دیں
چاند دو ٹکڑے ہوا۔ پتھروں نے کلمہ پڑھا درخت چل کر آئے۔ لیکن ان امور میں
آپ نے ان کافروں کو یہ چیلنج نہیں دیا۔ کہ اس کی مثل کر کے دکھاؤ۔ اگرچہ وہ ایسا
کبھی نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ یہ امور خصائص نبوت میں ہے۔ لیکن آپ نے یہاں
کافروں کو قرآن پاک کے بارے میں چیلنج دیا۔ فرمایا وان کنتم فی ریب مما ۔۔۔ من مثلہ
تو اس اعلان کی بنا پر شاعر کا ذکر خاص طور پر ہوا۔ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی
عظمت وبلندی کو دیکھئے قاعدہ یہ ہے۔ کہ اگر کوئی کسی کے محبوب کے بارے میں عیب جوئی کرے
تو اس کی بے ادبی کرے۔ تو محب غضبناک ہوتا ہے۔ تو چونکہ نبی علیہ السلام اللہ تعالیٰ
کے محبوب اعظم ہیں۔ تو اسی قاعدہ کے پیش نظر جب بھی کافروں نے آپ پر اعتراض
کیا۔ تو اس کا جواب خدا نے دیا۔ دیکھئے آپ نے نبوت کا اعلان فرمایا۔ انی رسول اللہ الیکم

جب آپ نے اپنے رسول ہونے کا دعویٰ کیا۔ تو کافروں نے اعتراض کیا۔ ویقول الذین کفروا لست مرسلا۔ اعتراض کیا جواب اللہ تعالیٰ نے دیا۔ فرمایا یٰسین والقرآن الحکیم ـــ المرسلین کہ اے محبوب کافر آپ کی رسالت کا انکار کرتے ہیں۔ لیکن میں اقرار کرتا ہوں۔ کہ آپ رسول ہیں یہاں تک جب کافروں نے آپ کے کلام کو شعر اور آپکو شاعر کہا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وما علمناہ الشعر ـــ شعر فی نفسہٖ برا نہیں۔ جو شعر اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی علیہ السلام کی تعریف پر مشتمل ہو وہ اچھا اور مستحسن شرعاً جائز ہے۔ لیکن آپ کا خود شعر نہ بنانا اور اس کا آپکی زبان مبارک پر صحیح طور پر ادا نہ ہونا اس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کا رسول برحق ہونیکی دلیل بنائی یہ یاد رہے۔ کہ اگر آپ شاعر نہیں تھے۔ لیکن جہاں کہیں آپ کے غلاموں میں سے کسی شاعر کا ذہن رک جائے تو راہنمائی فرما دیتے ہیں۔ اس کے لئے ایک روایت ہے۔ صاحب قصیدہ بردہ امام بوصیری رحمۃ اللہ نے یہ قصیدہ امام کائنات علیہ السلام کی بارگاہ میں شروع کیا۔ تو پڑھتے ہوئے جب اس شعر پر پہنچے۔ تو آپ نے پڑھا۔ فمبلغ العلم فیہ انہ بشر تو امام نے توقف فرمایا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اقرا یا امام بوصیری تو مرض کی آقا کہ مجھے اس شعر
کے دوسرا مصرعہ کی توفیق نہیں ہو رہی - تو آپ نے فرمایا. وانہ خلق اللہ کلہم
شعر مکمل ہو گیا - یہاں دو باتیں ثابت ہوئیں - ایک یہ کہ آپ شعر بنانا نہیں
جانتے لیکن غلاموں کی راہنمائی ضرور فرما دیتے ہیں - دوسرا یہ کہ آپ جب چاہیں
غلاموں کے پاس حاضر ہوتے ہیں - اسلیئے کہ آپ مظہر ذات ہیں - اور تخلقوا باخلاق
اللہ کے وصف کے ساتھ متصف ہیں - اللہ تعالیٰ کی صفت ہے - انا جلیس من ذکرنی
اللہ فرمایا ہے کہ جو مجھے یاد کرے میں اس کے پاس ہوتا ہوں. اور آپ مظہر صفات الہی
ہیں - تو ثابت ہوا کہ جو غلام خلوص سے آپ کو یاد کرے تو آپ موجود ہوتے ہیں -
مصطفیٰ آئینہ ذات خدا منعکس در وے ہمہ خوئے خدا - تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ
آپ کا کلام شعر نہیں بلکہ وہ ان ھو الا ذکر و قرآن مبین ——— حیاً کہ
قرآن ایک نصیحت اور اس میں ہر شئے کا بیان ہے. تاکہ آپ ان کو آگاہ
کریں جو زندہ ہے - صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں. نحن نزلنا القرآن

وارسلنا محمداً الینذر القرآن اول رسول من کان حیاً اہ ای مومنا
کیونکہ مومن حی القلب ہے فرماتے ہیں ۔ نیز حیاۃ ابدی ایمان سے نصیب ہوتی
ہے الحیوۃ الابدی بالایمان اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کی برکت سے اہل
ایمان اور اولیاء کاملین کو اللہ تعالیٰ حیاتِ ابدی نصیب فرماتا ہے ۔ بخلاف
کافر کے فانہ کالمیت ۔ معلوم ہوا کہ مومن بمنزلہ زندہ اور کافر مردہ ہے ۔
کافر دنیا میں بھی ہو مردہ کی مثل ہے ۔ اور مومن و ولی کامل مزار میں بھی ہو
تو زندہ ہوتا ہے ۔ امام ملا علی قاری رح نے فرمایا ۔ اولیاء اللہ لا یموتون بلا ھم ینتقلون
من دار الی دار حیات کا مراد حیات قلب پر ہے ۔ جس کا دل زندہ ہے وہ
زندہ ہے ۔ اگرچہ قبر میں ہو ۔ اور جو مردہ دل ہے وہ مردہ ہے ۔ اگرچہ دنیا
میں ہو ۔ زندگی زندہ دلی کا نام ہے ۔ مردہ دل کیا خاک جیا کرتے ہیں ۔
روایت ہے کہ حضرت ابوسعید میران شاہ بھیکھ رح کا ایک جولاہا مرید تھا ۔ آپ نے
اسے کلمہ شریف تلقین فرمایا ۔ اس نے یہاں تک مشق کی ایک دھاگے کے ساتھ

225

لا الہ دوسرے کے ساتھ الا اللہ کہا اس کا انتقال ہوگیا۔ جب آپ وہاں تشریف

لے گئے۔ تو فرمایا تجھے مرنا نہیں چاہئیے تھا۔ آپ کے ارشاد کے بعد وہ دوزانو اُٹھ

بیٹھا آپ نے فرمایا۔ شریعت کا پردہ نہ کھول معلوم ہوگیا۔ تیری روح زندہ ہے اور

مری نہیں۔ (ذکر خیر صفحہ ~~۱۴۴~~ ۱۹۷) معلوم ہوا کہ اولیاء کاملین کو حیات برزخی حاصل

ہے۔ اللہ تعالیٰ بجاہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیائے کرام کے صدقہ ہم گنہگاروں

کو ایسی حیات نصیب فرمائے۔ آمین

۰۷ — ۰۲ — ۲۰۲۶

۱۸ — ۰۸ — ۱۴۴۷

جمعۃ المبارک

۰۹ — — PM

۸۰۔ شانِ قرآن و صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ وما تاتیھم من آیۃ من آیاتِ ربھم ـــــ یستہزؤن (الانعام)

آیت ھذا میں ایامِ جاہلیت میں قبل از اعلانِ نبوت اہلِ مکہ کی شقاوت و بدبختی

کا بیان ہو رہا ہے ۔ لفظ ھم میں ضمیر کا مرجع اہلِ مکہ ہیں ۔ نبی پاک علیہ السلام نے

اہلِ مکہ کے سامنے مسلسل آیاتِ الٰہی کو پیش فرمایا ۔ اور ان میں فطرتِ سلیمہ کی استعداد

و صلاحیت اس درجہ مفقود ہو چکی تھی ۔ کہ جب بھی آپ نے من جانب اللہ کوئی

آیت اور دلیل پیش کی تو بجائے اس کے کہ اس میں غور و فکر کریں ۔ اعراض

ہی کرتے رہے ۔ آیات سے مراد انشقاق پتھروں کا کلمہ پڑھنا ۔ اور قرآنی آیات کا

نزول بیمر فرمایا کہ آیاتِ الٰہیہ سے اعراض کے ساتھ انہوں نے حق کی تکذیب کی

جب حق ان کے پاس آیا ۔ صاحبِ تفسیر مظہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔ کہ حق سے مراد

بالقرآن وقیل لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کا حق ہونا اظہر من الشمس ما بین

من الانس حالانکہ قرآن کریم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے عظیم معجزہ

ہے ۔ قرآن کریم ہر دور ہر زمانے میں لفظاً معنًا معجزہ ہے ۔ باوجود چیلنج کے کفار قرآن

کی مثل نہیں لاسکے یہ چیلنج قیامت تک کے لیئے ہے۔ قرآن کی مثل نہ لاسکنا۔
یہ قرآن کریم کا معجزہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایام جاہلیت میں پیدا ہوئے۔
اور وہاں کوئی درس گاہ نہیں تھی۔ مزید برآں والدین کا سایہ بھی سر سے اٹھ چکا
تھا۔ باوجود ان امور کے آپ پر قرآن کا نزول اور آپ کا معلم کائنات ہونا آپ
کا عظیم ترین معجزہ ہے۔ صاحب تفسیر فرماتے ہیں۔ کہ باوجود اس کے آپ علم و
حکمت اور آداب و اخلاق کے چشمے جاری ہوئے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں

وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا۔ چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

دیکھیئے کفار مکہ نے آپ کے ہاتھ پر بڑے معجزات دیکھے چاند کا دو ٹکڑے ہونا۔ کنکروں
کا کلمہ پڑھنا۔ درختوں کا چل کے آنا۔ سورج کا نماز عصر پہ آنا۔ لیکن ان کی شقاوت
و بدبختی ان پر غالب آئی ایمان نصیب نہ ہوا۔ لیکن بعض خوش بخت افراد جنہوں
نے بغیر کسی معجزہ دیکھنے کے کلمہ شریف پڑھ کر محبوب کی غلامی نصیب ہوئی معلوم ہوتا ہے
کہ اس میں اپنی فطرت سلیمہ میں فرق کیرہ ہے استعداد۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پیدا فرما کر بعض

بعض قسموں میں کچھ صلاحیتیں خصوصیتیں رکھی ہیں۔ جو دوسرے قسموں کو حاصل نہیں
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ والبلد الطیب یخرج نباتہ ـــــ نکدا ۵۸ اعراف اس
میں اللہ تعالیٰ کے فیض اور عموم رحمت کا بیان ہے۔ لیکن مبدا فیاض سے قبول فیض کی
استعدادات متفاوت و مختلف ہیں۔ اور یہ نقصان متاثر کی جہت سے ہے جیسا
کہ زمین کا سبزہ زمین کی استعداد کے متفاوت ہونے کی وجہ سے متفاوت ہوتا ہے
باوجود اس کے کہ بارش کا فیضان ایک ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح آیات کا بیان دلائل کا
قائم کرنا۔ رسولوں کا بھیجنا۔ اگرچہ آپ رحمۃ للعالمین ہوں۔ لیکن رحمت محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
سے فائدہ وہی حاصل کرتے ہیں۔ جو مومنین کامل ہوں۔ ابوجہل نے معجزات دیکھے
تو وہ ان ھذا الا سحر مبین کہتا رہا۔ اور صدیق نے رات کو خواب دیکھا۔ تو بغیر کسی
معجزہ کے کلمہ شریف پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ آپ کا معجزہ ابوجہل نے گھر
میں کنواں کھدوایا۔ تو آپ ہی اسی میں گرا تو نبی علیہ السلام نے اسے نکالا۔ نکلا تو بجائے
اسلام لانے کے کہا کہ آپ معاذ اللہ ساحر ہیں (رونق المجالس باب معجزات)

229

۸۱ _ امتحان گاہ آزمائش خداوندی

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝ یا ایہا الذین امنوا لا تلہکم ـــــ ھم الخسرون ـ منافقون.

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایمان والوں کو اپنا کثرت سے ذکر خیر کرنے کی جا بجا ترغیب

دی ہے ـ اور آیت ھذا میں اس کا بیان ہے. اللہ تعالیٰ اپنے ایمان والے بندوں کو

کثرت سے اپنا ذکر کرنے کا حکم فرما رہا ہے. اور ساتھ ہی انہیں ان چیزوں سے منع فرما رہا ہے

جو کہ انہیں ذکر سے غافل کر دیں. وہ ہے مال اور اولاد. آیت ھذا میں غور کرو کہ ابتداء

میں خطاب ہے ایمان والوں کو. یا ایہا الذین امنوا ـــ آخر میں ہے. ذکر اللہ درمیان

میں جو چیز ذکر الہیٰ میں رکاوٹ چیزیں اس سے مانع اس کا ذکر ہے. اس سے یہ بات ثابت

ہوئی. کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اہل ایمان کا خاصہ اور اُن کی شان ہے. بے ایمان اور مسلم غیر

کو ذکر الہیٰ سے کوئی تعلق نہیں ہمارے سامنے دو چیزیں ہیں. ذکر الہیٰ اور مال و اولاد

سے محبت. اور ان کے حقوق کی ادائیگی. جہاں تک ذکر الہیٰ کا تعلق ہے. وہی اصل اور مقصد

تخلیق انسانیت ہے. وما خلقت الجن ـــ لیعبدون ـ اور مال و اولاد کی محبت

بالتبع ـ اسلام میں رہبانیت اور ترک دنیا کا تصور نہیں ہمارے لئے دونوں چیزیں

ضروری کا ہیں۔ حصول مال و دولت میں اس درجہ انہماک و استغراق بھی نہ ہو کہ اصل
مقصد تخلیق کو نظر انداز کر کے سرے سے ذکر الٰہی سے غافل ہو جائے۔ اور نہ ہی ایسا ہو کہ
مال و دولت اولاد میں رد کر دے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ حقوق الٰہی کو ادا کرنا اور حقوق زوجین
وعیال ادا کرنا ہی کمال انسانیت ہے۔ عارفین کاملین نے اس پر کما حقہٗ عمل فرمایا۔
تمام حقوق ادا کیے۔ اور شرعی احکام پر من کل الوجوہ عمل کرتے ہوئے اعمال پر اعتماد
نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور محبوب علیہ السلام کی شفاعت پر اعتماد رکھا۔ چنانچہ
ولی کامل صاحب حضوری حضرت شرف الدین بوصیری فرماتے ہیں ؎

هو الحبيب الذی ترجی شفاعته لكل هول من الاهوال منقحم۔

مولا کریم جیسے اپنے تقویٰ و طہارت اور مقام ولایت پر ناز نہیں اگر صرف ناز ہے تو
صرف پیارے محبوب علیہ السلام کی شفاعت پر ہے۔ عارف موصوف نے شعر میں
کیا عمدہ بات کہی پہلے آپ کی محبوبیت کا ذکر کیا۔ ھو الحبیب بعد میں
شفاعت کا ذکر عرض کرتے ہیں۔ مولا قاعدہ یہ ہے کہ محبوب چونکہ محب ہی

مان لیتا ہے۔ اور آپ کامل فی المحبوبیت ہیں۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے۔ کہ کل قیامت کے دن آپ بحیثیت محبوب جو کہہ دیں گے۔ اللہ تعالیٰ مان لے گا۔ اور ہماری نجات ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ قیامت کی گھبراہٹوں اور ہولناکیوں کا ذکر قرآن مجید میں کئی جگہ بیان فرمایا ہے چنانچہ سورۃ فجر میں ہے۔ وجایٔ یومئذ ــــ الذکری ﴿۲۳﴾ اس دن کی ہولناکیوں سے کوئی دم نہ مار سکے گا کسی کو بولنے کی گنجائش نہ ہوگی۔ اور عرصات قیامت میں شان محبوبیت بدرجہ اتم ظاہر ہوگی۔ اور آپ کی عزت کا کمال اظہار ہوگا۔ امام اہلسنت احمد رضا فرماتے ہیں۔

سے عرش مسند رفعت رسول اللہ کی دیکھنی ہے حشر میں عزت رسول اللہ کی۔
ٹوٹ جائیں گے گنہگاروں کے فوراً قید و بند حشر کو کھل جائیگی طاقت رسول اللہ کی۔
وہ جہنم میں گیا جو اُن سے مستغنی ہوا۔ ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی۔

اس دن تمام نفسی نفسی پکارتے رہیں گے۔ صرف محمد مصطفیٰ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم امتی امتی پکارتے رہیں گے۔ اس دن بھی آپ کو اپنی امت کا غم ہوگا۔ آپ کا وصف یہ ہے عزیز علیہ ما عنتم ــــ رؤف رحیم ہے جہنم کو میدان حشر لانے سے متعلق حدیث

شریف شرح قصیدہ اسی شعر کے تحت درج ہے۔ نیز یہی حدیث تفسیر مظہری میں
بھی درج ہے۔ جس میں شان محبوب علیہ السلام کی عظمت کا اظہار ہے۔

[signature]

۲-۲۶ — ۲- — ۷-
۱۴۴۷ — ۰۸ — ۱۹
بوقت .. — ۳۴ — ۷- PM

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
۸۲ - شانِ نبوت و رسالت

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ واما بنعمۃ ربک فحدث - آیت ھذا میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ السلام کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ آپ اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کیجئے۔ اور ان کا چرچا کیجئے - آیت کریمہ میں ذکرِ نعمت کا مطلق ہے کسی خاص نعمت کی تخصیص نہیں - جہاں تک اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تعلق ہے۔ وہ ان گنت ہیں - وان تعدو نعمت اللہ لا تحصوھا - انسان کا عدم سے وجود میں آنا نعمت قوت سماعت و بصارت اور قوت گویائی نعمت حصول عقل و دانش نعمت حصول ایمان و اسلام سب سے بڑھ کر نعمت یعنی انسان کا وجود ہی بہت نعمتوں کا حامل ہے۔ جہاں تک ساری کائنات کی نعمتیں ہیں وہ ساری انسان کیلئے - تو ہر نعمت دینی ہو یا دنیاوی اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرنا واجب ہے۔ اور شکر کی تعریف یہ ہے۔ کہ نعمت کو منعم کی رضا میں استعمال کرنا - مال نعمت ہے۔ اس کو اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کرنا شکر ہے - بدن نعمت ہے۔ اس کا شکر واجبات کو ادا کرنا اور معاصی سے اجتناب علم نعمت اس کا شکر تعلیم و ارشاد اور

بیان شکر ہے۔ چونکہ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم پوری انسانیت کیلئے کامل نمونہ ہے

تو آپ نے نعمتوں کو بیان کیا۔ اس میں اشارہ یہ ہے۔ کہ اے میرے محبوب کے غلاموں میرے

محبوب کی اتباع کرتا ہوئے تم بھی نعمتوں کا اظہار وبیان کرو۔ کیونکہ اس میں نعمت کا

بیان بھی ہوگا۔ اور میرے محبوب کی سنت بھی ادا ہو جائے گی۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے۔

انا سید ولد آدم ولا فخر۔ اسی قبیل سے ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔ انا قائد المرسلین ولا فخر۔ انا خاتم النبیین ولا فخر

وانا اول شافع ومشفع ولا فخر رواہ الدارمی اس حدیث میں نبی علیہ السلام

اپنے فضائل وکمالات بھی بیان فرما رہے ہیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ فخر وغرور کی

نفی بھی کر رہے ہیں۔ یہ بھی تعلیم امت کیلئے ہے۔ حالانکہ نفس الامر میں آپکو

فخر سے دور کا بھی تعلق نہیں شارحین حدیث نے اس کی یہ توجیہ بیان کی ہے

ملا علی قاری رحمہ فرماتے ہیں۔ یہ ممکن ہے۔ کہ یہ معنیٰ ہو ولا فخر لی بھذہ السیادۃ

بل افتخر بالعبودیہ لہ والعباد کہ مجھے سیادت پر فخر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے عبد ہونے

2:35

پر فخر ہے ۔ تمام انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے عبد لیکن بنی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عبدہ ہیں ۔ ڈاکٹر علامہ اقبال فرماتے ہیں ۔ ——— (دگر ایں سراپا انتظار)

عبدیت کا تقاضا عجز ہے ۔ آپ رئیس المتواضعین ہیں ۔ آپ نے فرمایا یمن تواضع

اللہ رفع اللہ ۔ آپ نے اس قدر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی کا تقاضا بلند ہے ۔ اللہ تعالیٰ

نے آپ کو اس قدر رفعت عطا فرمائی کہ شب معراج تمام انبیاء علیہم السلام اپنے

مقام پر رہے اور آپ وہاں سے گزر کر ایسے مقام پر پہنچے ۔ جہاں کسی کی عقل کی رسائی کا

نہیں ۔ عقل جن و بشر کا یہاں ذکر کیا ۔ عقل روح الامین دنگ ہے عظمت مصطفیٰ

کی کسے حد ملے یہ وہ دریا ہے جس کا کنارہ نہیں ۔ ہمیشہ جھکی ہوئی ٹہنی کو پھل

لگتا ہے ۔ اور جو سیدھی کھڑی ہو وہ پھل سے محروم ہوتی ہے ۔ تو بلا تشبیہ عاجزی

کا موجب بارگاہ ربوبیت میں بلندی اور حصول قرب الٰہی ہے ۔ جن ایمان والوں

نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاکیزہ کردار پر عمل کیا ۔ وہی آپ کے منظور نظر ہوئے ۔ چنانچہ

جب آپ نے ہجرت فرمائی تو روایت میں ہے ۔ کہ اہل مدینہ آپ کے منتظر تھے ۔ اور آپ

کی آمد پر اظہار مسرت کیا۔ حدیث شریف میں ہے۔ الرجال و النساء فوق البیوت ـــــ ـــــ یا محمد یا رسول اللہ تمام اہل مدینہ نے گھروں کو سجایا۔ کہ محبوب علیہ السلام ہمارے گھر آئیں گے۔ لیکن ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ غریب تھے کہا۔ اگر محبوب امیروں کے ہاں گئے۔ تو میں امیر نہیں۔ اور اگر محبوب علیہ السلام کا قیام غریبوں کے ہاں ہوا۔ تو مجھ جیسا غریب کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی عاجزی پسند آئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے محبوب علیہ السلام کو وہاں قیام کا حکم فرمایا۔

۷۔ ۲۔ ۲۰۲۶
۱۹۔ ۸۔ ۱۴۴۷
بقیہ ۸۔ ۲۱ pm

ـ ۵ ـ

237

۸۳ - نشان توبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم - الا من تاب وامن وعمل عملا صالحا ــــ رحیماً فرقان ۷۰

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو شرعی احکام کا مکلف بنایا ہے۔ اور اس کے دو پہلو ہیں طاعات

حسنات پر عمل اور معاصی اور منکرات سے اجتناب اور جو خوش بخت بتوفیق الٰہی

ان دونوں امور پر عمل کرے وہ کامل الایمان ہے تکمیل ایمان صرف دو چیزوں پر

موقوف ہے۔ آیت ھذا میں اس کے ماقبل عباد الرحمان کا ذکر ہے۔ جو اس

کے اصول پر عامل ہیں۔ ان کے اوصاف یہ ہیں۔ کہ وہ زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں

ان کے ہر اعضاء سے عجز کی جھلک نمودار ہوتی ہے۔ رات کو ساری رات قیام و

سجود میں گذارتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات کرتے ہوئے میانہ روی سے

کام لیتے ہیں۔ یہ صفتیں جو بیان ہوئیں - یہ اصول طاعت میں جو ان کے لئے ثابت

ہیں۔ اس کے بعد ان سے امہات معاصی کی نفی فرمائی۔ ان کے کمال ایمان کے اظہار

کیلئے بعد موعود ان کیلئے ہے۔ جو ان اوصاف کا جامع ہو فرمایا - کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک

نہیں ٹھہراتے۔ کسی کو ناحق قتل نہیں کرتے اور زنا کاری نہیں کرتے جو ایسا کرے گا۔ وہ وادی

آثام میں جائیگا۔ لیکن جس نے توبہ کر لی الا من تاب ـــــ عملا صالحا تو اس کا ثمرہ یہ ہوگا

فاولئک یبدل اللہ سیئاتھم حسنات یہاں تبدیل سیئات سے کیا مراد ہے

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اس کی چند وجوہ ہیں۔ کہ تبدیلی دنیا میں ہو جاتی ہے

کہ اللہ تعالیٰ شرک میں ان کے قبیح اعمال کو اسلام میں محاسن اعمال سے بدل دیتا

ہے۔ شرک کو ایمان سے قتل مومنین کی جگہ قتل مشرکین سے زنا کے بدلے عفت

پاکبازی سے یہ قول ابن عباس حسن مجاہد قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے اس کی

تائید قرآنی آیات سے ہوتی ہے۔ ھو الذی بعث فی الامیین۔ نبی محترم علیہ السلام نے

دنیا میں جلوہ گر ہو کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ایسا تزکیہ فرمایا۔ کہ

آپ کی نگاہ کرم سے جو پستیوں میں گرے ہوئے تھے۔ وہ قرب حق کی بلندیوں پر فائز

ہو گئے۔ وہ آپکی تعلیم تھی جس نے راہزنوں کو رہبر بنایا۔ ظالم کو عادل خائن

کو امین جاہل کو عارف بنایا۔ گویا انسان کو انسان بنایا۔ بھٹکے ہوؤں پہ نظر اٹھائی تو

رشک قمر بنا دیا۔ اچھی نظر کا اچھا اثر بری نظر کا برا اثر۔ فاسق کی نظر سے نظر

بد ہو جاتی ہے۔ اور اچھوں کی نظر سے فاسق ولی ہو جاتے ہیں۔ مگر اولیاء میں یہ تاثیر
جب ولی کی نظر سے فاسق ولی ہو جاتا ہے۔ تو امام الانبیاء علیہ السلام کی نظر سے ابوبکر صدیق
عمر فاروق اور عثمان ذوالنورین اور علی حیدر کرار ہو سکتے ہیں۔ وللہ الحمد۔ بعض کا قول ہے۔ کہ
اللہ تعالیٰ بندے کے سیئات کو محو فرما کر اس کی جگہ حسنات ثبت فرمائے گا۔ بحکم اس
اس آیت کے یہ تبدیلی آخرت میں ہو گی۔ یہ قول سعید بن مسیب کا ہے۔ قاضی ثناء اللہ
رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ اگر کہا جائے کہ گناہوں کا حسنات میں تبدیل ہونا کیسے ہے۔ حالانکہ
گناہ امر مکروہ اور اللہ تعالیٰ کا ناپسندیدہ ہے۔ تو اس کا ناپسندیدہ ہونا کیسے ہے فرماتے
ہیں۔ میرے نزدیک اس طرح ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی عباد صالحین سے جب معصیت صادر ہوتی
ہے۔ تو وہ نہایت درجہ نادم ہوتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو حقیر سمجھتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ
میں نہایت درجہ التجا کرتے ہیں۔ مغفرت کی امید کرتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں
تو اللہ تعالیٰ کی کمال رحمت کا امیدوار ہو جاتے ہیں۔ اس حیثیت سے کہ اگر وہ گناہ نہ کرتے
تو یہ مقام حاصل نہ ہوتا تو ان کی معصیاں جو عتاب کا سبب ہوتی ہیں۔ وہ توبہ ندامت

کے واسطے ثواب کا سبب ہو جاتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ والذی

نفسی بیدہ لو لم ——— ولی بقوم یذنبون فیستغفرون اللہ فیغفر لہم رواہ مسلم

ابی ہریرۃ مشکوٰۃ شریف باب التوبہ والاستغفار

۰۹ — ۰۲ — ۲۰۲۶

۲۰ — ۰۸ — ۱۴۴۷

۱۲ — ۳۰ AM

پیر

۸۴ - علم غیب نبوت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم والنجم اذا ھوی ــــــ وحی یوحیٰ ؕ وہ افراد جن کے لیئے ازل سے ہی سعادت اور خوشبختی مقدر میں ہوتی ہے۔ ان کے بچپن سے ہی ان کے روشن مستقبل کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ جہاں تک انبیاء ورسل علیہم السلام کا تعلق ہے۔ ان کا بچپن شریف بے مثل اور ان کا زمانہ شباب بھی بے مثل خصوصاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ دیکھیے عام انسان جب بچپن میں ہوتا ہے۔ اسے کوئی شعور نہیں ہوتا۔ مفید اور مضر امور میں تمیز کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا بچپن شریف اس حیثیت سے بھی بے مثل ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ السلام کا بچپن و شباب کا ذکر خیر اس آیت میں بیان فرمایا۔ ارشاد ہوا۔ والنجم قسم ہے ستارے کی بعض نے فرمایا۔ اس سے مراد ثریا ہے۔ ھذا قول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعض نے کہا۔ آسمان کے تمام ستارے مراد ہیں۔ ھذا قول مجاہد بعض نے کہا۔ اہل نبوت کے مہکتے ہوئے پھول۔ حضرت جعفر صادق رضہ نے فرمایا۔ اس سے مراد یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اذا انزل من السماء لیلۃ المعراج اس سے آپ کا شب معراج عروج کرنا ثابت ہوا۔ کیونکہ نزول تب ہی ثابت ہو گا۔ جب عروج ثابت ہو۔

عروج پہلے ہے نزول بعد میں ہے۔ نزول کے وقت کی قسم اٹھائی۔ کیونکہ عروج سے واپسی دنیا

میں امت کی راہنمائی کیلئے اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ سید احمد سعید کاظمیؒ فرماتے ہیں۔ لوگوں کو معراج

پر جانے میں تعجب ہے۔ مجھے آپؐ کے واپس آنے پر تعجب ہے۔ کیونکہ آپؐ کی اصل نور ہے۔ کل

شئی یرجع الی اصلہ اگر واپس آنے میں حکمتیں متعلق نہ ہوتیں۔ تو آپؐ وہیں رہتے۔ پھر فرمایا۔

ما ضل صاحبکم ـــــ امام رازی فرماتے ہیں۔ ما ضل صاحبکم وما غوی میں ما ضل وما

غوی ماضی ہیں۔ اور ینطق صیغہ مستقبل حکمت یہ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میرے محبوب علیہ السلام

اپنے بچپن شریف میں گمراہ نہیں تھے۔ بلکہ راہ راست پر تھے۔ جب تم سے اور تمہارے بتوں کی

عبادت سے علیحدہ رہے۔ وما غوی جس وقت آپؐ نے خلوت اختیار کی اور اب جب کہ آپؐ

تمہاری طرف رسول اور بشارت دینے والا بنا کر بھیجے گئے۔ تو آپؐ اپنی خواہش سے کیسے بول سکتے ہیں۔

بلکہ آپؐ کا بولنا وحی الٰہی ہے۔ فرماتے ہیں۔ پہلے آپؐ کامل فی الذات تھے۔ بخاری شریف میں ہے۔

کہ آپؐ نے اپنی خلوت کو عبادت الٰہی کیلئے مخصوص فرمایا۔ کہ غار حرا میں اللہ کی عبادت کی جائے۔ شارحین

فرماتے ہیں۔ کہ غار حراء کو اختیار کرنے کی وجہ اس میں تین عبادت میسر ہیں۔ خلوت عبادت

دیدار کعبہ شریف حضرت عبداللہ بن عمر رض فرماتے ہیں۔ کہ جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا اسے لکھ لیتا۔ قریش نے مجھے منع کیا۔ کہ ہر بات نہ لکھا کرو۔ کیونکہ بتقاضہ بشریت ممکن ہے کہ غصہ کی حالت میں کوئی بات ایسی نکل جائے۔ جو لکھنے کے قابل نہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں۔ میں رک گیا۔ اور اس کا ذکر آپ کی خدمت میں کیا۔ تو آپ نے فرمایا اکتب فوالذی نفسی بیدہ ما یخرج منہ حق۔ (ابوداؤد) وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا ــــ اعلیٰ حضرت نے آپ کے سینہ مبارک کو علم و حکمت کا چشمہ قرار دیا۔ جیسے دنیا چشمہ سے انسان حیوان درند پرندے پانی استعمال کرتے ہیں۔ لیکن چشمے میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ بلاتشبیہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سینہ کو علم الہامی حکمت کا چشمہ بنایا ہے۔ آپ کے چشمہ علم و حکمت سے انبیاء نے فیض حاصل کیا۔ اور اولیاء نے فیض حاصل کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر عصا مار کر پانی کے چشمے بہائے لیکن میرے آقا علیہ السلام نے صحابہ کے سینوں میں علم و عرفان کے چشمے جاری فرمائے۔ اور آپ کا سینہ علوم غیب کا خزانہ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپکو علم ما کان وما یکون کا علم عطا فرمایا۔ اور آپ نے غلاموں کو مغیبات کی خبریں دیں۔ چنانچہ حدیث شریف

میں ہے۔ حضرت ابن ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
میں اس آخری جہنمی کو پہچانتا ہوں جو سب آخر میں جہنم سے نکالا جائے گا۔ اور جنت میں داخل کیا
جائے گا۔ ابن کثیر جلد ۳ ص ۳۲۷ مزید واقعہ علم غیب کے متعلق ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم
کے بارے میں حضرت جابر بن عبداللہ ارشاد فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے جابر امام حسین
رضی اللہ عنہ کے ہاں علی بن حسین پیدا ہوں گے۔ ان کے ہاں محمد باقر پیدا ہوں گے جب ان سے
ملو تو میرا ان کو سلام کہنا نور الابصار ص ۱۴۳

محمد

۹ — ۰۲ — ۲۰۲۶
۲۰ — ۰۸ — ۱۴۴۷
پیر ۱ — ۱۲ — PM

۸۵ ۔ آزمائش ایمان

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ یاایھا الذین امنوا ——— ۔ فان اللہ غفور رحیم تغابن ع ۔

آیت ھذا میں اہل ایمان کو خطاب ہے ۔ کہ کہیں تمہاری ازواج اولاد تمہارے دشمن ہیں اس حیثیت

سے کہ کہیں تمہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے غافل نہ کر دے ایمان سے ان سے پرہیز کرو ۔ کہ ان

کی ملنے ہوئے ۔ امور خیر ہجرت و جہاد وغیرہ کو نہ ترک کرو ۔ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم

مکہ شریف میں ایمان لائے ہجرت کا ارادہ کیا تو ان کے اہل و عیال نے ہجرت سے روکا

جب بعد میں مدینہ شریف آئے دیکھا کہ صحابہ کرام نے دین میں کافی سمجھ حاصل کر لی ہے ۔

تو انہوں نے انہیں ایذا رسانی کا ارادہ کیا ۔ تو فرمایا گیا وان تعفوا ——— فان غفور رحیم ۔

اگر تم درگزر کرو گے ۔ تو اللہ تعالیٰ تم پر رحم کریگا ۔ انما اموالکم واولادکم فتنہ یعنی مال و اولاد

اللہ کے دربار میں تمہاری ابتلاء و آزمائش ہے ۔ تو جس نے کثرت علائق کے باوجود اللہ تعالیٰ

اور بندوں کے حقوق ادا کیے تو اللہ تعالیٰ اسے منازل ابرار پر اٹھائے گا ۔ اسی واسطے یہ اہلسنت

کا مسلک ہے ۔ کہ خواص انبیاء علیھم السلام خواص ملائکہ سے افضل ہیں ۔ اور عوام بشر

یعنی اولیاء صلحاء عوام ملائکہ سے افضل ہیں ۔ کیونکہ فرشتوں کو اطاعت الہی سے روکنے والی کوئی چیز

نہیں۔ تو جس کو مال اولاد اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے غافل کرے اور ادائے حق سے اور اسے
ارتکاب معصیت پر برانگیختہ کرے تو اس کو اسفل سافلین میں بھیجے گا۔ فائدہ اللہ سبحانہ
وتعالیٰ نے ازواج و اولاد کی عداوت بیان فرمائی تو اس جگہ من تبعیضیہ وارد کیا۔ کیونکہ اولاد
کی محبت ایک فطری سا امر ہے۔ حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ میں ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم
نے حسنین کو دیکھا تو دوڑ کر ان کو اٹھایا اور پیار کیا اور فرمایا اللہ نے سچ فرمایا ہے۔ کہ تمہارا
مال اور اولاد آزمائش ہے۔ معلوم ہوا کہ جو مال و اولاد کی محبت میں مصروف ہو کر ذکر
الٰہی کو ترک کرے ایسا مال و اولاد مذموم ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب مال و اولاد اور
حصول اقتدار کا یہ حال ہے۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ دعا کیوں کی۔ قال رب اغفرلی
وھب لی من لدنک ملکا۔ لا ینبغی لاحد من بعدی انک انت الوھاب ص ۳۵
یاد رکھو انبیاء مرسلین کے حال کو اپنے حال پر قیاس مع الفارق ہے۔ بعض نے فرمایا۔ کہ
آپ نے اس لئے سوال کیا۔ کہ حصول ملک للنبوتہ ومعجزۃ لہ امام مقاتل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں
حضرت سلیمان بادشاہ تھے آپ نے اپنے قول لا ینبغی لاحد من بعدی سے تسخیر الریاح

شیخ محقق فرماتے ہیں۔ کمال سلیمانؑ اور کمال محمد علیہ السلام میں فرق ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہوا کے ذریعے زمین کے مشارق و مغارب کو دیکھا۔ لیکن کمال محبوب علیہ السلام یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ زمین میرے سامنے سمیٹ دی گئی میں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھا۔ جس کو سلیمان علیہ السلام نے جاکر دیکھا۔ وہ مشارق و مغرب محبوب علیہ السلام کے قدموں میں سمٹ کر آگئے۔ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے ایک توجیہ بیان کی ہے۔ کہ آپ کی دعا لوگوں پر شفقت کی وجہ سے تھی۔ کہ جو مخلوق سے تعلقات کے منقطع ہونے میں اور اللہ تعالیٰ کی محبت و معرفت کے ساتھ دل کے مشغول ہونے میں ممد و معاون ہو تو اسے مضر نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے اسے غافل نہیں کرے گی۔ تو دنیا اس کے لیئے کسب حسنات کا وسیلہ ہو گا۔ جو ایسا نہیں اور دنیا اسے اللہ تعالیٰ سے غافل کرے تو وہ دنیا اس کے لیئے زہر قاتل ہے۔

مزید تفصیل تفسیر مظہری آیت ھذا میں ہے۔

احمد

۲۰۲۶ — ۰۲ — ۰۹

۱۴۴۷ — ۰۸ — ۲۰ پیر

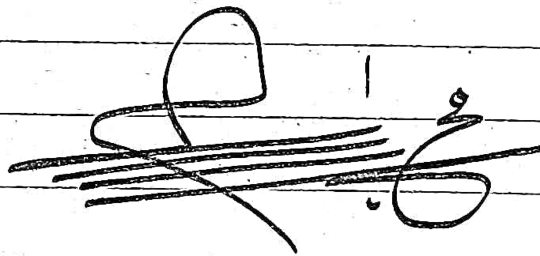
۴ — ۴۵ — PM

۸۶ - رمضان المبارک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ یاایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام ـــــ تتقون ۔ بقرہ

آیت ھذا میں رمضان شریف کے روزوں کا بیان ہے۔ اہل ایمان کو مخاطب ہو کر ارشاد
فرمایا۔ کہ تم پر روزے ایسے فرض کیئے گئے جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض کیئے گئے تھے۔ روزہ
کی فرضیت صرف اس امت پر ہی نہیں ہے ۔ یہ عبادت تمام انبیاء کی امتوں پر فرض تھی۔
امام رازی رح فرماتے ہیں ۔ روزہ کی فرضیت اس کی حکمت یوں معلوم ہوتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ
نے روزہ ایسی عبادت فرض کی ہے ۔ کہ مسلمان ایک مخصوص وقت تک طلوع صبح سے
غروب آفتاب تک ہر قسم کے گناہ سے پرہیز کر کے پورا کرتے ہیں ۔ لعلکم تتقون ۔ حکم
الٰہی میں روزہ رکھ کر ہر عمل کو پورا کرتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کے عظمت و جلال سے خوف
کرتے ہوئے مخصوص وقت تک کھانے پینے سے پرہیز کرتے ہیں۔ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ
روایت کرتے ہیں ۔ کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ آدمی ت
روزہ توڑنے کے بارے میں سوال کیا ـــــ آنکہ کا سوال ۔ حضرت قتادہ ۔ ربیعہ
نے جنت مانگی ۔ اور رمضان شریف کا وہ مقدس مہینہ ہے ۔ کہ جس میں

قرآن مجید کا نزول ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن۔ رمضان کا تعارف کروایا۔ ہر رمضان بابرکت مہینہ ہے جس میں قرآن کریم کا نزول ہوا۔ ایمان والوں کو روزے کے ماہ کا اشتیاق رہتا ہے۔ ماہ رمضان میں نصرانی کا واقعہ کہ اس نے اپنے بچے کو تھپڑ مارا۔



۰۹ ـــ ۰۲ ـــ ۲۰۲۶
۲۱ ـــ ۰۸ ـــ ۱۴۴۷
۰۷ ـــ ۴۲ ـــ pm
بدھ

251

۸۷ - شبِ قدر

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥ الذین یحملون العرش ومن حولہ ــــ الجحیم مومن ۷
مخلوق دو قسم پر ہے مکلف وغیر مکلف اس پر اتفاق یہ ہے کہ مکلف غیر مکلف
سے افضل ہے۔ اور اس پر اتفاق ہے۔ اس کی چار اقسام ہیں۔ ملائکہ انسان جن
والنس ۔ انسان کا مقام و مسکن پستی ہے۔ انسان کا قیام فرش پر اور ملائکہ
کا قیام قرب عرش ہے۔ ملائکہ معصوم ہیں۔ انسان سراپا معصیت۔ لیکن باوجود
اس کے اہل ایمان کی فضیلت و کرامت ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے قدسی فرشتے جہاں
مصروف ذکر الہی میں وہاں ساتھ ہی اہل ایمان کیلئے استغفار اور بخشش کی دعا کرتے
ہیں۔ ارشاد رب العزت ہے۔ الذین یحملون العرش ــــ جو عرش اٹھاتے
ہیں۔ اور اس کے گرد اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے ہیں۔ اور
اس پر ایمان لاتے اور مسلمانوں کیلئے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ عرش اعظم
کا طواف کرنے والے کروبین ہیں۔ ان کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔
مفسر قرآن مفتی احمد یار خان فرماتے ہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مومن

بڑی عزت والے ہیں۔ کہ رب تعالیٰ کے قرب حضور میں ملائکہ کی زبان سے حمد الٰہی کے

ساتھ ان کا ذکر بھی ہو رہا ہے۔ اور ان کے لیئے دعائیں بھی ہو رہی ہیں۔ معلوم ہوا انسان

مومن کیا بلند ہے۔ کہ اہل ایمان رہتے فرش پر ہیں۔ لیکن ان کا ذکر عرش پر ہو رہا ہے۔

یہ سب صدقہ ہے نسبت جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا۔ نیز فرماتے ہیں

کہ مسلمانوں کے لیئے غائبانہ دعا کرنی اور بے غرض دعا کرنی سنت ملائکہ ہے۔ چنانچہ

رفعت شان مسلمان دیکھیئے۔ کہ وہ قدسی فرشتے گیارہ مہینے مسلمانوں کیلیئے دعائے

مغفرت کرتے ہیں۔ اور جب رمضان المبارک میں شب قدر ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ

ارشاد فرماتا ہے۔ اے فرشتو پہلے تو تم غائبانہ دعا کرتے رہے ہو اب جاؤ اس رات

زمین پر اترو۔ اہل ایمان کی زیارت بھی کرو۔ اور انہیں میرا سلام بھی پہنچاؤ۔

فرمایا تنزل الملائکۃ والروح ـــــ سلام باذن ربھم سے معلوم ہوا۔ کہ یہ اس

پر دلیل ہے: انھم کانو مشتاقین اللہ ـــ امام رازی ؒ فرماتے ہیں۔ اگر کہا جائے

کہ وہ ہماری طرف رغبت کیسے کرتے ہیں۔ باوجود کہ ہماری بے شمار معصیت ہے۔

معلوم ہوا کہ وہ معاصی کی تفصیل پر واقف نہیں۔ روایت ہے۔ کہ وہ لوح کا مطالعہ
کرتے ہیں۔ تو ملائکہ لوح میں مکلف کی اطاعت کو تفصیلاً دیکھتے ہیں۔ تو جب
وہ مکلف کے معاصی تک پہنچتے ہیں تو پردہ حائل ہو جاتا ہے۔ تو اس وقت
ملائکہ کہتے ہیں۔ سبحان من اظہر الجمیل ـــ سوال یہ ہے۔ کہ ملائکہ عالم انوار عالم
ملکوت کو چھوڑ کر زمین پر کیسے آجاتے ہیں۔ تو امام رازیؒ فرماتے ہیں فرشتے
زمین میں انواع اطاعت میں ایسی چیزیں دیکھتے ہیں جس کو وہ عالم ملکوت سموات
میں نہیں دیکھتے۔ وہ یہ کہ باہم غمخواری۔ ہمدردی خیرات فی سبیل اللہ اغنیاء
فقراء پر خیرات کرتے ہیں۔ فقراء اغنیاء کا کھانا کھاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت
کرتے ہیں۔ امام رازیؒ نے اس مسئلہ کو تفصیلاً ذکر فرمایا ہے۔ زیر آیت

سورۃ القدر ص ۳۵

۰۹ــ۰۲ــ۲۰۲۶
۲۱ــ۰۸ــ۱۴۴۷
پیر
۰۸ــ۲۴ــPM

۸۸- دعا کی قبولیت

۱۸۶
بسم اللہ الرحمن الرحیم o واذا سألك عبادی عنی فانی قریب - سورۃ بقرہ

خالق و مخلوق کے مابین یہی فرق ہے۔ مخلوق کے دروازے پر جب سائل آئے کبھی تو سائل کو خیرات مل جاتی ہے۔ اور کبھی وہ واپس خالی دامن لوٹتا ہے۔ اور اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ دولت مند مالدار سائل کو جھڑک دیتا ہے۔ کبھی جب سائل دروازے پر جائے تو صاحب خانہ کبھی غضبناک ہوتا ہے۔ لیکن خالق کی شان یہ ہے۔ کہ جب بندہ سوال نہ کرے تو وہ غضبناک ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے شان کرم اور خزانہ کرم کی حد نہیں۔ چنانچہ حضرت سیدنا ابی ذر غفاری رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث میں یہ جملہ ہے کہ اے میرے بندو اگر تمہارے پہلے اور آخری سوال ہوں اور تمام جن والنس تمام اجمع ہو کر سوال کریں فاعطیت کل انسان منھم مسالتہ تو میں ہر انسان کے سوال کو پورا کروں گا۔ ظاہر ہے کہ سوال ایک کبھی رد نہیں ہوتا۔ سوال مختلف ہوتے ہیں۔ تو فرمایا جو خزانے میرے ہیں۔ اس میں سے تمام انسانوں کے سوال کم نہیں کریں گے۔ مگر اتنا ہی جتنا سوئی سمندر میں سے کم کرتی ہے۔ ترغیب جلد ۲ ص ۴۷۶ علامہ نوری رح فرماتے

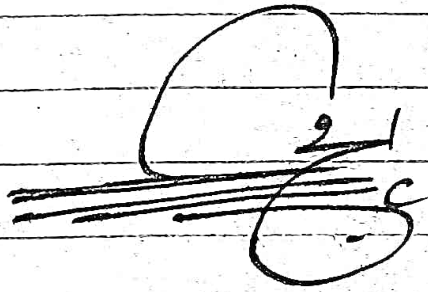
اور سوئی موجودات میں صغیر تر ہے۔ اور سوئی اس قدر صیقل ہوتی ہے۔ کہ اس کے
پانی متمکن نہیں ہوتا۔ علامہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ تو صرف سمجھانے کیلئے مثال ہے۔ اور نہ
نفس الامر میں ساری کائنات کو منہ مانگا عطا کرنے کے بعد بھی اس کے خزانے کرم
میں سوئی برابر بھی کمی نہیں ہوتی۔ لا ینقص شیئاً اصلاً میں نقص محدود فانی
میں داخل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عطا اس کے کرم و رحمت سے ہے۔ یہ دونوں قدیم
صفتیں ہیں۔ جن میں کمی نہیں ہو سکتی۔ نیز فرمایا۔ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔
یعنی بندہ جب بھی جس وقت میں مانگے دعا کرے میں عطا فرماتا ہوں۔ میرا دروازہ کھلا
ہے۔ کبھی بند نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا کمال کرم ہے۔ دعا کی ترغیب کے ساتھ
قبولیت دعا کا بھی وعدہ دیا جا رہا ہے۔ اگر کوئی سوال کرے کہ ہم دعا کرتے ہیں ساری
قبول نہیں ہوتیں۔ تو فرمایا آیت کا معنی ہے۔ کہ وہ بندوں کی دعائیں قبول فرماتا
ہے۔ پھر اگر وہی مقدر ہو جو اس نے مانگا تو وہی عطا فرماتا ہے اور وہ مقدر نہ ہو تو
اس کی دعا کا ثواب آخرت میں ذخیرہ رکھا جاتا ہے۔ یا اس سے کوئی مشکل دعا

کی برکت سے دور فرماتا ہے۔ بعض نے فرمایا۔ ایک وجہ یہ ہے۔ ان اللہ یحب دعوۃ
المومن فی الوقت ویؤخر اعطاء مرادہ لیدعوہ ویسمع صوتہ ویعجل اعطاء من
لا یحبہ لانہ یبغض صوتہ معلوم ہوا۔ اس میں حکمت یہ ہے۔ استاد کی بارگاہ
میں شاگرد اچھا لگتا ہے۔ شیخ کی بارگاہ میں مرید اچھا لگتا ہے۔ اور اللہ کی بارگاہ
میں بنی اچھا لگتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی منشا یہ ہے۔ کہ کوئی بھی خلوص سے دعا کرے
روایت میں ہے۔ بلاد کفر میں دو راہب تھے۔ ایک مسلمان اسیر ان کی خدمت
کیا کرتا تھا۔ اور وہ کثیر التلاوۃ تھا۔ تو انہوں نے اس سے دو آیتیں یاد کرلیں۔ پہلی
واسئلوا اللہ من فضلہ دوسرا قال ربکم ادعونی استجب لکم ایک دن وہ
کھانا کھا رہے تھے۔ تو ایک کو لقمہ اٹک گیا۔ اسیر نے شراب پیش کی۔ تو کوئی
نفع نہ ہوا۔ تو اس نے دل میں کہا۔ تو نے فرمایا ہے۔ واسئلوا اللہ من فضلہ ادعونی
استجب لکم ——— تو رحمت ہوگئی۔ تھا دیکھئے خلوص کی دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔
موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی برکت سے بارہ چشمے جاری فرما دیئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے نبی پاک

صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کیلئے پانی کا چشمہ پتھر سے جاری فرما دیا۔ اور دعا کی مقبولیت

کا واقعہ عیسائی طبیب کے حق میں حضرت شبلیؒ کا دعا کرنا۔ اور اس کا مسلمان ہونا۔

پہلا واقعہ نزہۃ المجالس ص ۸۹ — روض الریاحین ص ۱۷۰



۱۱ — ۰۲ — ۲۰۲۶
۲۲ — ۰۸ — ۱۴۴۷
بدھ ۱۰ — ۲۰ — AM

۸۹- اللہ کا ذکر

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥ یاایھا الذین امنوا اذکر اللہ ــــــ اصیلاہ
سورۃ الاحزاب ۴۱ - حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا - کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے
بندوں پر کوئی فرض نہیں فرمایا - مگر اس کی حد مقرر فرمائی ہے - پھر عذر کی حالت
میں اپنے بندوں کو آسانی میں رکھا - سوائے ذکر کے کہ اس کی کوئی حد نہیں ہے - اور
نہ ہی اس کے ترک کرنے میں اس کو معذور رکھا - سوائے مغلوب العقل کے کیونکہ ذکر
کا نام احوال میں حکم ہے - فرمایا - فاذکر اللہ قیاما ــــ جنوبکم - ہر حال ذکر الٰہی
ہر حال میں مستحسن ہے - رات ہو یا دن صحت ہو یا بیماری - امام مجاہد رض
نے فرمایا - ذکر کثیر یہ ہے - قاضی ثناء اللہ فرماتے ہیں - کہ ذکر صفا قلب اور دوام حضور
کے بغیر متصور نہیں بلاشبہ وہ دل بڑا خوش بخت ہے - جس میں نور ایمان اور
اللہ تعالیٰ کی معرفت ہو - اور زبان پر ذکر خدا جاری رہے - اس لئے کہ زبان دل
کی ترجمان ہے - دل میں حب خدا حب مصطفےٰ ہو تو اس کا اظہار زبان پر ہوتا
ہے - اور یہی مقام تفرید اور کمال ایمان ہے - چنانچہ حضرت سیدنا ابی ہریرہ فرماتے ہیں

کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ شریف کے راستے میں چل رہے تھے۔ تو آپ
پہاڑ کے پاس سے گزرے جسے جمدان کہا جاتا ہے۔ تنہا چلنے والوں سے پیش
قدمی کی عرض کی آقا وما المفردون یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الذاکرون
اللہ کثیرا والذاکرات کہ مفردوہ ہیں کہ جنہوں نے دل اور زبان جدا کر لیا ہے
اپنے آپ کو واسطے عبادت کے اور ماسوائے حق سے کٹ کر صرف اسی کی طرف
متوجہ ہوئے۔ اور اسی کے ذکر کے ساتھ متوجہ ہوئے ہیں۔ اور یہ مقام تفرید ہے اللہ
تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ السلام کو اسی مقام کی طرف حکم فرمایا۔ واذکر اسم ربک
وتبتل الیہ تبتیلا ؕ یعنی اپنے رب کے نام کا ذکر کرو۔ اور تمام خلق سے
کٹ کر صرف اسی کی طرف متوجہ ہو جائے۔ آپ اسی مقام پر فائز ہوئے۔ چنانچہ
روایت میں ہے کہ شب معراج آپ مقام قاب قوسین پر پہنچے جو تمام مقامات
سے بلند ہے۔ اور آپ کے ساتھ مخصوص ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا انا وانت وماسوی
ذلک۔ خلقتہ لاجلک فقال علیہ السلام۔ انا وانت وماسوی ذلک ترکتہ لاجلک

اے مولا اگر تو نے ہر چیز میرے لیئے پیدا کی ہے لیکن میری توجہ تیری طرف ہے میں خلق کو نہیں چاہتا خالق کو چاہتا ہوں۔ یہ فضیلت و مقام اور مقام تفرید ذکر الٰہی سے حاصل ہوتا ہے۔ بندہ جب زبان سے ذکر الٰہی کرے اور آنکھوں سے مشاہدہ قدرت الٰہی کرے یا لا نیکی کے کاموں کی طرف بڑھے قدم نیک کاموں کی طرف اٹھیں غرضیکہ بندہ جب ذکر الٰہی میں گھر جائے۔ تو صفاتِ الٰہی کا جلوہ بندہ میں نظر آتا ہے۔ تخلقو اخلاق اللہ کے مطابق بندہ کو حیاتِ طیبہ اور حیات حقیقی ایسی نصیب ہوتی ہے جس کی مثال نہیں ہے۔ حدیث میں ہے۔ کہ بندہ ذکر الٰہی میں اللہ کے نور کے جلوے میں ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ باب الذکر) اسی لیئے صوفیاء فرماتے ہیں۔ ان اولیاء اللہ کا ہو گا۔ روایت میں ہے سائیں توکل شاہ انبالویؒ فرماتے ہیں۔ ذکر خدا اعلیٰ شئے ہے۔ یہ ادنیٰ اعلیٰ ذات کو نہیں دیکھتا جو اسے مضبوط پکڑے تو اسے پاک بنا دیتا ہے۔

حضرت سید میراں شاہ بھیکھ ؒ کے مرید کا ذکر پہلے بھی گزرا ہے۔

۱۱ — ۰۲ — ۲۰۲۶

بدھ ۲۲ — ۰۸ — ۱۴۴۷ ۱۰ — ۴۸ — AM

۹۰- شانِ ولایت

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ قال انظرنی الی یوم یبعثون ـــــ اعراف ـــــ

اللہ تعالیٰ نے خلیفۃ اللہ فی الارض سیدنا آدم علیہ السلام کی عظمت و فضیلت کے اظہار کیلئے تمام فرشتوں کو فرمایا ۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو ۔ تمام فرشتوں نے حکم الٰہی کی تعمیل میں حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا ۔ لیکن ابلیس ازراہ تکبر و عناد حکم الٰہی کی تعمیل نہ کرتے ہوئے اس سعادت سے محروم رہا ۔ جب اس نے شان و نبوت کی عظمت کا انکار کیا ۔ تو وہ ملعون و مردود ہو گیا ۔ اور ہر قسم کی سعادت سے محروم ہوا ۔ اس کی سابقہ عبادت و ریاضت اس کے کام نہ آئی ۔ دیکھئے عظمت نبوت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کس قدر بلند ہے ۔ یہ وہ بارگاہ نبوت کا بے ادب و گستاخ ہوا تو اس کا موحد ہونا بھی اس کے کام نہ آیا ۔ معلوم ہوا کہ عظمت نبوت ایسی نازک ہے ۔ کہ یہاں تھوڑی سی بے ادبی سے اعمال ضبط ہو جاتے ہیں ۔ قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے ۔ یاایھاالذین امنوا لاترفعوا ـــــ کہ نبی علیہ السلام کی آواز پر آواز بلند کرنے سے اعمال ضبط ہو جاتے ہیں ۔ علامہ صاوی فرماتے ہیں ۔ کہ ابلیس نے

ایک معصیت میں تین گناہوں کا ارتکاب کیا۔ ایک تو حکم الہی کی مخالفت دوسرا
جماعت فرشتوں سے علیحدگی یعنی تکبر اور آدم علیہ السلام کو حقارت سے دیکھنا
یہ اس کی ہلاکت کا سبب ہوا۔ صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں۔ پھر اس نے کہا ۔ قال
انظرنی الی یوم یبعثون ۔ اس نے مہلت مانگی تو فرمایا گیا۔ قال انک من المنظرین
اس نے نفخہ ثانیہ تک مہلت مانگی تاکہ موت کی سختی سے بچ جائے۔ اللہ تعالیٰ اس
کی دعا قبول فرمائی۔ کچھ ترمیم سے فرمایا۔ انک من المنظرین یعنی نفخہ اولیٰ تک۔ لیکن موت
کی سختی سے محفوظ نہ رہے گا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ابلیس کی شقاوت ازلی اس پر غالب
آ گئی۔ اگر سعادت مند ہوتا۔ تو بجائے انظرنی کے انظر الی کہتا۔ اس نے مہلت مانگی پر
یہ نہیں کہا۔ مجھ پر نگاہ کرم فرمائیے۔ کیونکہ نگاہ میں اثر ہوتا ہے۔ اچھوں کا اچھا اثر بروں کا برا۔ چنانچہ
حدیث شریف میں حضرت اسماء بن عمیس تھیں آپکی خدمت میں حاضر ہوئی عرض کی کہ حضرت
جعفر کے بچوں پر نظر جلد اثر کرتی ہے کیا میں دم کرا سکتی ہوں۔ فرمایا ہاں نظر بد برحق ہے۔ بعض کی
خیانت باطن کی وجہ سے معمول پر اثر ہو جاتا ہے۔ ملا علی قاری رحمہ فرماتے ہیں کہ جب بد نظر

263

کا یہ اثر ہے۔ تو نظر عارف کا کیا کہنا۔ عارف کی نظر جب کسی پر ہو جائے تو نظر عارف

جاہل کو عالم۔ ظالم کو عادل۔ اور فاسق کو ولی بنا دیتی ہے۔ روایت میں ہے کہ حضرت رابعہ

بصری رحمۃ اللہ علیہا اپنے مقام پر رات کے وقت مصروف عبادت تھیں تو وہاں ایک چور آیا۔ تو اس کو

آپ کے آستانے پر سے کوئی چیز نظر نہ آئی۔ تو حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے بارگاہ الٰہی میں ہاتھ دراز

کیئے۔ عرض کی مولا میرے مکان پر آیا ہے۔ دنیا کی کوئی چیز نہیں ملی۔ تو میں عرض کرتی ہوں۔ مولا

اگر یہ میرے گھر سے خالی جائے۔ تو میری بدنامی ہے۔ کیا کہے گا کہ ولیہ کے گھر گیا تو خالی آیا۔

دعا کرنا تھی اللہ تعالیٰ نے اسے رابعہ کی دعا سے مقام ولایت عطا فرمایا۔

11 — 2 — 2026

22 — 8 — 1447

بدھ 11 — 58 — AM

۱۹- شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝ قالوا یایھا الذی نزل علیہ الذکر انک لمجنون حجر ۶
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ شریف میں شباب کا وقت چالیس سال گزارا۔ چالیس سال
کی عمر میں آپ پر نزول وحی کا سلسلہ شروع ہوا۔ تو کفار مکہ نے اپنی شقاوت اور بدبختی کا
مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ ہے کہ جس پر ذکر یعنی قرآن مجید نازل ہوا ہے۔ تو مجنون ہے۔ انہوں نے
معاذاللہ آپ کو مجنون کی طرف منسوب کیا۔ شیخ محقق رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ کہ جب یہی
مشرکین اعداء دین نے آپ پر اعتراض کیا تو اللہ تعالیٰ نے خود اس کا جواب دیا۔ کیونکہ
محب کی عادت اس پر جاری ہے۔ کہ جب کوئی کسی کے محبوب پر اعتراض کرے تو محب اس کا جواب
دیتا ہے۔ جب انہوں نے آپ کو مجنون کہا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ن والقلم ــــ بمجنون۔
کفار مکہ نے آپ کی طرف غلط الفاظ کو منسوب کرتے۔ کوئی آپ کو شاعر کہتا۔ کوئی ساحر
کہتا۔ کوئی مجنون۔ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کفار کی بے ادبی کا ذکر کرتا ہے۔ اذ یقول
الظلمون ــــ مسحورا (بنی اسرائیل ۴۷) جب کہ یہ ظالم کہتے ہیں۔ کہ تم کو اس
کی تابعداری میں لگے ہو۔ جس پر جادو کر دیا گیا ہے۔ جس طرح روایت میں ہے۔ ابو سفیان بن

جب ابوجہل بن ہشام اخنس بن شریق رات کو اپنے گھروں سے نکلے آپکی زبان سے قرآن مجید سننے کیلئے آپ اپنے گھر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ اُدھر اِدھر بیٹھ کے قرآن مجید سننے لگے۔ صبح کو یہاں سے چلے اتفاقا راستے میں ملاقات ہوگئی۔ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ عہد کیا کہ آئندہ حرکت نہ کریں۔ لیکن رات کو پھر آگئے۔ اور قرآن سننے میں رات گذار دی۔ باوجود کہ کافر تھے۔ دل میں عداوت محبوب تھی۔ لیکن قرآن پاک کی تلاوت سنتے تھے۔ کہ ایسے محو ہوئے۔ مسلسل تین رات قرآن مجید محو ہوکر نیند قربان کردی۔ جب کفار کا یہ حال تھا۔ تو فرشتے شمع رسالت کے پروانے تھے۔ جنہیں قرب کی بلندی نصیب تھی۔ ان کے ذوق قرآن کا کیا عالم تھا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں۔ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یامرنا بالتخفیف ویؤمنا بالصافات رواہ النسائی فی باب ما علی الامام مشکوٰۃ صاحب مرقاۃ فرماتے ہیں یا تو آپ کبھی بیان جواز کیلئے کرتے یا آپکی طوالت قوم کیلئے ملال کا موجب نہیں ہوتی۔ تو یعنی یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت سے لذت

محسوس کرتے فیض الٰہی کا ظہور ہوتا۔ کہ ہر ایک یہ چاہتا کہ ان کی تمام عمر ایک ہی رکعت

میں صرف ہو جائے۔ یہ نصیب صحابہ کا ہے۔ کہ جب وہ صفوں میں کھڑے ہوتے تو سامنے

صاحب قرآن ہوتے اور قرآن سنتے عبادت خدا میں وہ حسنِ مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے لطف اندوز

ہوتے۔ جب حسن تھا اُن کا جلوہ نما انوار کا کیا عالم ہوگا۔ مخلوق خدا ہے بن

دیکھے دیدار کا عالم کیا ہوگا۔ تینوں نے ایسا عہد کیا کہ اب ایسا نہ کریں۔ صبح کو اخنس

ابو سفیان کے گھر گیا۔ کہا تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے۔ تو ابو سفیان نے کہا بعض

کلام آیات کا مطلب میں نہیں سمجھا۔ اور بہت آیتوں کا مطلب معلوم ہے۔ اخنس نے کہا۔

میرا بھی یہی حال ہے۔ پھر وہ ابو جہل کے پاس گیا۔ تو اس نے کہا کہ شرافت سرداری

میں ہمارا نام رہا۔ اس نے کہا کہ بات اتنی سی ہے۔ کہ حجاج کو انہوں نے کھلایا ہم نے

بھی کھلایا۔ انہوں نے سواریاں دیں ہم نے بھی دیں۔ انہوں نے اچھا سلوک کیا ہم نے بھی کیا۔

جبکہ ہم اور وہ برابر رہے۔ پس انہوں نے کہا ہم میں نبوت ہے۔ اب بتلاؤ ہم کیسے مان لیں۔

غرض کہ ابو جہل پر شقاوت و بد بختی غالب آگئی۔ ایمان نصیب نہ ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کو ساحر و مجنون کہا۔ مذمم کہتا رہا۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ۔ آپؐ نے فرمایا۔

کہ اللہ تعالیٰ کفار کی بکواس کو کیسے رد فرمایا۔ فرمایا ان کا مذمم کوئی اور ہوگا میں تو محمدؐ

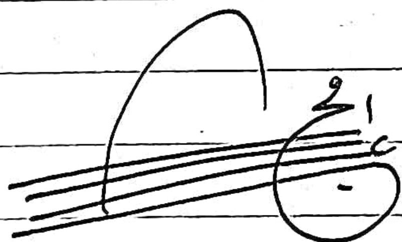
بن کے آیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کفار تو آپ کو مذمم کہتے

ہیں۔ لیکن ہم تو آپ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کہیں گے۔ فرمایا محمد رسول اللہؐ

والذین معہ ـــــ آپ کے اسم محمدؐ کی تعریف ساری کائنات میں ہوئی۔ دعا ہے۔

کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اسی عقیدہ پر تا دم آخر قائم رکھے۔ اور مقام محمدؐ سمجھنے کی توفیق

عطا فرمائے۔ (آمین)



۱۲ ـــ ۲ ـــ ۲۰۲۶
۲۳ ـــ ۰۸ ـــ ۱۴۴۷
۰۱ ـــ ۰۸ ـــ PM جمعرات

ـــ ۵ ـــ

۹۲- سیرۃ حضرت ابراہیم علیہ السلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ واذ قال ابراھیم رب اجعل ھذا بلدا امنا ہ (سورۃ ابراہیم)

اللہ تعالیٰ جل شانہ مستغنی اور بے نیاز ہے۔ تمام کائنات علویات و سفلیات اسی کی محتاج ہے۔ وہی مشکل کشا، حاجت روا ہے۔ یہ اس کے ایک ہونے کی دلیل ہے۔ اللہ کے رسول علیہ السلام نے اس سے سوال کرنے اور مانگنے کی ترغیب دی ہے۔ وہ ساری کائنات کو عنایت فرماتا ہے۔ لیکن اس کے خزانہ کرم میں کوئی کمی نہیں۔ وہی عطا فرماتا ہے۔ لیکن اس سے مانگنے کے کچھ آداب و شرائط ہیں۔ من جملہ شرائط میں سے کچھ شرائط ہیں اکل حلال صدق مقال بنیادی شرط ہے۔ اللہ کی بارگاہ میں عام گنہگار مسلمان آداب و شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے اللہ سے مانگے تو اللہ اس کی دعا کو قبول فرماتا ہے۔ اس سے اونچا درجہ ولایت کا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔ انہوں نے جو مانگا اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ آیت ھذا میں آپ دعا کر رہے ہیں کہ یا الٰہی اس شہر کو امن والا بنا دے۔ مفسرین فرماتے ہیں اس جگہ ابراہیم علیہ السلام نے معرفہ بیان کیا۔ یہاں دعا شہر کے آباد ہونے کی ہو رہی ہے۔ اور سورۃ البقرہ

269

بلند نکرہ وہ اس وقت ہے ۔ کہ آپ حضرت ہاجرہ اور اسماعیل علیہ السلام کو لے کر

گئے ۔ وہاں اس وقت آبادی نہیں تھی ۔ چٹیل میدان تھا ۔ لیکن آپ دعا کر رہے ہیں ۔

کہ اس شہر کو امن والا بنا دے معلوم ہوا ہماری نظر اور ہے ۔ نبی کی نظر ہیں اور ہے ۔

ہماری نظر موجود کو دیکھتی ہے لیکن ابراہیم علیہ السلام کی نظر نے معدوم کو دیکھ لیا ۔

کہ آپ کو نگاہ نبوت سے معلوم تھا ۔ کہ اس جنگل میں کعبہ ہوگا ۔ حضرت خلیل اللہ ؑ

کی دعا کو اللہ نے قبول فرمایا ۔ اور ارشاد فرمایا ۔ ومن دخلہ کان آمناً ۔ من جملہ

حرم کعبہ کے امن ہونیکے یہ خصوصیات بھی ہیں ۔ جن کو امام کائنات علیہ السلام

نے بیان فرمایا ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ۔ کہ آپ نے فتح مکہ کے

دن فرمایا ۔ کہ یہ شہر تخلیق زمین و آسمان سے لے کر قیامت تک امن والا ہے ۔

لہذا اس کے نہ توڑے جائیں اس کا شکار نہ بھگایا جائے ۔ اس کی گھاس

نہ اکھیڑی جائے ۔ دیکھیے حضرت عباس میں حیثیت آپکے چچا ہیں ۔ حضرت عباس ؓ نے

یا ابن اخی نہیں کہا ۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرض کی کہ آقا نسب کے رشتے

ختم ہیں۔ ہمیں معلوم ہوا۔ کہ صحابہ کرام بارگاہ رسالت میں یارسول اللہ کہتے تھے۔
یہی نہیں بلکہ غائبانہ بھی یارسول اللہ کہتے۔ چنانچہ روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن
عمرؓ کا پاؤں سُن ہو گیا۔ تو آپ نے عرض کیا، اذکر احب الناس —— یا محمد
تو آپ نے بھی کائنات میں نظر ڈالی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا۔ معلوم ہوا۔
کہ نبی علیہ السلام آپ سب کو پیارے ہیں۔ آپ کے نام کی برکت ہے۔ آپ اچھے
ہو گئے —— دل کے آئینے میں ہے تصویر یار جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی
در دل مسلم مقام مصطفےٰ است (شفا شریف) حضرت عباسؓ نے اذخر کی
اجازت مانگی آپ نے اجازت دے دی۔ دیکھئے پہلے آپ نے گھاس اکھیڑنے سے منع فرمایا
حضرت عباسؓ کی درخواست پر آپ نے اجازت دے دی۔ معلوم ہوا کہ آپ کے لب
کی جنبش قانون مقدس ہے۔ جنبش لب اور آپ کے قانون میں ترمیم کرنے کے مجاز
ہیں۔ مکہ شریف آپ کا مولد ہے۔ مدینہ شریف مدفن ہے۔ دونوں شہر متبرک
ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کی فضیلت اس طرح بیان فرمائی۔

فرمایا یہ دونوں شہر قیامت تک امن والے ہیں۔ مشکوٰۃ ص ۲۴۱ حدیث ھذا
میں مرنے والے کی فضیلت کا بیان ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ موت و دفن ہوگا۔ جہاں مقدر
ہوگا۔ تو الیسی فضیلت کیسے حاصل کریں گے۔ چونکہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔ بلاشبہ
آپ کی قبر شریف کی زیارت باعث برکت ہے۔ یہاں الشیخ احمد فاسی رح کا واقعہ
آپکی قبر شریف کی زیارت کرنے کا اور عارف جامی رح کی مدینہ شریف میں حاضری
اللہ تعالیٰ ہم سب کو حاضری مدینہ نصیب فرمائے۔

۲۰۲۶ — ۲ — ۱۲
۱۴۴۷ — ۰۸ — ۲۲
PM — ۳ — ۳ — ۰۳
جمعرات

۹۳- سیدہ حضرت ابراہیم علیہ السلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥ ان ابراہیم کان امۃ قانتا للہ۔ نحل — اللہ رب العزت

نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مدح بیان فرمایا ہے۔ آیت ھذا میں مفسرین کے

متعدد اقوال ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے خلیل کے اوصاف حمیدہ بیان فرمائے ہیں

اس میں ہمیں یہ تعلیم ہے۔ اللہ فرماتا ہے۔ کہ میرے خلیل علیہ السلام کے متعلق وہی

عقیدہ رکھو جو میں نے قرآن میں بیان فرمایا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے

امت اور قانت سے کیا مراد ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ امت معلم الخیر اور قانت المطیع

اللہ ورسولہ تو امام الشعبی فرماتے ہیں۔ کہ ابن مسعود نے فرمایا۔ کہ قانتا للہ حنیفا

تو میں نے دل میں سوچا کہ ابو عبدالرحمن نے غلطی کی ہے۔ کہ یہ اوصاف تو حضرت ابراہیم

علیہ السلام کے ہیں۔ تو میرے عرض کرنے پر آپ نے فرمایا۔ تو جانتا ہے۔ کہ امت اور قانت

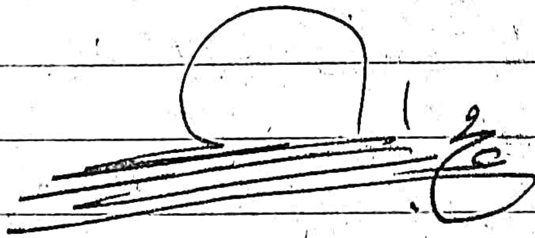
سے کیا مراد ہے۔ میں نے کہا۔ اللہ اعلم فرمایا۔ الامۃ الذی عالم الخیر قانت المطیع

اللہ ورسولہ۔ یعنی مراد ابن مسعودؓ یہ ہے۔ کہ یہ اوصاف اگرچہ خلیل اللہ علیہ السلام کے ہیں

لیکن حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بارگاہ امام کائنات میں بیٹھے تھے۔ اور آپ کی نگاہ کرم

سے حضرت خلیل علیہ السلام سے تھوڑی سی جھلک نصیب ہوئی ہے۔ اندازہ فرمائیں
بقول عارف رومی ؒ یک زمانہ صحبت با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
جب ولی کی بارگاہ میں بیٹھنے والے کا یہ مقام ہے۔ تو امام الانبیاء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم
کی بارگاہ میں بیٹھنے سے کتنا مقام نصیب ہوگا۔ حضرت ~~سعد بن ابی وقاص~~ معاذ کو جب آپ
نے یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا تو آپ معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلے تو سرکار قاضی عادل
ایسی صحابی کو بناتے تھے۔ جو اس عہدہ کے لائق ہوتے۔ معاذ سواری پر تھے۔ اور سرکار پیدل
چل رہے تھے۔ تو آپ نے انہیں وصیت فرمائی۔ تو آپ نے فرمایا۔ اے معاذ اب میری اور تمہاری
ملاقات نہیں ہوگی۔ تو معاذ فراق محبوب میں رونے لگے۔ تو آپ نے مدینہ شریف کی طرف چہرہ
پھیر کر فرمایا۔ ان اولی الناس بی المتقون۔ اے معاذ جو پرہیز گار نیکوکار ہوں اگر صورتاً
مجھ سے دور ہوں لیکن معنًا اور در باطن میرے قریب ہوتے ہیں۔ اور میں ان کے قریب ہوتا
ہوں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ الی روح النبی صلی اللہ علیہ وسلم حاضر
حب نبوت اصل الاسلام۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام آپ تمام اوصاف کے

جامع تھے۔ جو خوبیاں امت میں تھیں۔ وہ اللہ تعالیٰ نے ساری ابراہیم علیہ السلام کو عطا فرمائیں
تو میں عرض کرتا ہوں۔ کہ حبیب اللہ کی شان دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے خلیل اللہ علیہ السلام کو وہ
خوبیاں عطا فرمائی جو امت میں منتشر تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ السلام کو وہ خوبیاں
عطا فرمائی جو تمام نبیوں میں منتشر تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو لوگوں کا
امام بنایا انی جاعلک اماما۔ لیکن اللہ نے اپنے حبیب علیہ السلام کو نبیوں کا امام بنایا دیکھئے
شب معراج ابراہیم علیہ السلام جو لوگوں کے امام تھے۔ اس رات وہ حبیب علیہ السلام کی اقتدا
کر رہے تھے۔ اور آپ امامت فرما رہے تھے۔ چنانچہ مشکوۃ شریف میں ہے۔ آپ نے ارشاد
فرمایا۔ کہ جب قیامت کا دن ہوگا۔ میں انبیاء علیہم السلام کا امام ہوں گا۔



۱۲ — ۰۲ — ۲۰۲۶
۲۴ — ۰۸ — ۱۴۴۷
۷ — ۳۰ — PM جمعرات

۹۴ - سیرۃ حضرت ابراھیم علیہ السلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۰ رب ھب لی من الصالحین ـــــ حلیم (صٰفٰت)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب بارگاہ خدا میں التجا کی۔ اور اللہ تعالیٰ کی توحید دلائل
قاطعہ نمرودیوں کے سامنے بیان فرمائے۔ تو وہ آپ کے دلائل سے عاجز ہو گئے۔ آخر
انہوں نے آپ کو پکڑ کے آگ میں ڈال دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے نار نمرود کو گلزار کر دیا اور اپنے خلیل
کو بچا لیا۔ جب آپ ان کے ایمان لانے سے مایوس ہوئے تو آپ نے شام کی طرف
ہجرت فرمائی۔ تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی رب ھب لی من الصالحین۔ تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی
کہ یا اللہ مجھے مطیع اولاد دے جو کہ میری قوم اور قبیلے کا عوض ہو جن سے میں جدا ہوا ہوں۔
تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا فبشرنہ بغلم حلیم ۰ صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں۔ یعنی اسماعیل
وھو الذبیح اس میں اسلاف کے مابین اختلاف ہے۔ کہ ذبیح کون ہے۔ اہل علم کی
ایک جماعت کا قول ہے۔ کہ ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں۔ اس میں جملہ تابعین
تبع تابعین شامل ہیں۔ بعض علماء نے فرمایا کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں
مفسر قرآن حضرت علامہ شاہ محدث دہلوی رح فرماتے ہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے

ذبیح کے ساتھ مامور ہونے پر دلیل ہے۔ کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام بالاجماع حضرت ابراہیم کے شام کی طرف ہجرت کرنے کے بعد پہلے مولود ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فبشرناہ بغلم حلیم کو رب ھب لی من الصالحین پر فاء کے ساتھ عطف کیا۔ چونکہ بلاتراخی تعقیب کیلئے مقرر ہے رہے اسحاق علیہ السلام تو وہ تراخی کے ساتھ پیدا ہوئے۔ چنانچہ علامہ ابن کثیر؟ فرماتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک ۸۶ سال تھی۔ جب اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اور اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک ۹۹ سال تھی۔ معلوم ہوا کہ پیدائش اسماعیل علیہ السلام بلاتراخی ہے۔ اور پیدائش اسحاق علیہ السلام تراخی سے ہے۔ دوسری دلیل اس کے بعد اسحاق علیہ السلام کی بشارت اس غلام کی بشارت پر معطوف ہے۔ وہ ان کے ہیں۔ اور وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں یعلوم ہوا۔ کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ تیسری دلیل حضرت سارہ رضی اللہ عنہا۔ کو جب حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت دی گئی۔ تو اس کے ساتھ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بشارت دی گئی۔ فبشرنھا باسحق ۔ پس حضرت یعقوب علیہ السلام کی ولادت سے

پہلے اسحاق علیہ السلام کو ذبح کا حکم کرنا متصور نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا۔ کہ اسحاق علیہ السلام
کی نسل جاری ہوگی۔ پھر اس کے بعد انہیں ذبح کا حکم کرنا متصور نہیں۔ معلوم ہوا کہ ذبیح
صرف اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کا بیان ہے۔ کہ ان کے
سامنے ذبیح کا ذکر ہوا کہ اسماعیل ہیں یا اسحاق علیہما السلام تو فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس تھے۔ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو
عطا فرمایا ہے۔ اس میں سے خیرات کیجئے یا ابن الذبیحین فضحک رسول رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم عرض کیا گیا کہ یا امیر المومنین وما الذبیحان فرمایا۔ کہ حضرت عبدالمطلب
کو جب زمزم شریف کے کھودنے کا حکم ہوا۔ تو آپ نے نذر مانی اگر اللہ تعالیٰ اس کو آسان
کرے گا۔ تو وہ اپنی اولاد میں سے ایک بیٹے کو ذبح کریں گے۔ تو قرعہ حضرت عبداللہ کے
نام نکلا تو آپ کے ننھیال اس سے مانع ہوئے۔ تو کہا۔ کہ حضرت عبداللہ کے بدلے
سو اونٹ فدیہ میں ذبح کر دو۔ تو آپ نے ان کے بدلے سو اونٹ ذبح کیے۔ اس لیے آپ
ذبیح ہوئے، دوسرے حضرت اسماعیل علیہ السلام وہ بھی ذبیح تھے۔ تو ان کے فدیہ

میں بھی ایک مینڈھا ذبح ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ دونوں ہستیوں کی پیشانیوں
میں نور مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر تھا۔ آپ کا موجود ہونا ان کی پشت سے مقدر
ہو چکا تھا۔ تو وہ کیسے ذبح ہو سکتے تھے۔ یہ ساری برکتیں نور مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی ہیں۔ اس میں واقعہ کاہنہ کے پاس قریش کا جانا۔ اور حضرت عبدالمطلب کی اونٹنی
کے پاؤں کے نیچے پانی کا چشمہ جاری ہونا۔ خدا تعالیٰ کی قدرت کو دیکھ کر قریش نے کہا۔
کہ زمزم پر ہمارا حق نہیں۔ یہ حق حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا ہے۔ جو خدا یہاں پانی دے
سکتا ہے۔ وہ خدا مکہ میں زمزم عطا کر سکتا ہے۔ سیرت حلبیہ جلد اول

١٤ — ٠٢ — ٢٠٢٦
٢٦ — ٠٨ — ١٤٤٧
١٠ — ٢٩ — AM
ہفتہ

۹۵- میلاد النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم - لقد جاءکم رسول من انفسکم ـــــ لرحیم ۝ سورۃ توبہ نمبر ۱۲۸

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کی دنیا میں تشریف آوری اور آپ کا میلاد بیان فرمایا۔ اور جن اوصاف کے ساتھ آپ متصف تھے۔ ان کا ذکر بھی بیان فرمایا۔ فرمایا۔ تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے ایک رسول من انفسکم کی تفسیر میں علماء تفسیر فرماتے ہیں۔ یعنی من جنسکم عربیا مثلکم یعنی آپ تمہاری جنسی جنس بشریت میں تشریف لائے۔ اور تمہاری مثل عربی ہیں۔ یہ تسلیم ہے۔ کہ آپ بظاہر لباس بشریت میں تشریف لائے۔ اور والدین کے ذریعے تشریف لائے لیکن ان امور کو دیکھ کر کہیں آپ کو اپنی مثل نہ کہ دو۔ کیونکہ اسی لفظ انفسکم بفتح الفاء سے آپ کا بے مثل ہونا ثابت ہے۔ یعنی افضلکم واشرفکم قدرًا۔ امام رازی رح فرماتے ہیں۔ کہ یہ قرأت ھی قرأۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و فاطمۃ و عائشہ رضی اللہ عنھما ہے۔ آپ بشر بے مثل ہیں۔ اور تمام مخلوق سے بہتر ہیں۔ صاحب قصیدہ بردہ فرماتے ہیں۔ فمبلغ العلم انہ بشر وانہ خیر خلق اللہ کلھم آپ کا بے مثل ہونا۔ حدیث شریف سے ثابت ہے۔ حضرت ابی ہریرہ رضی

رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال سے منع فرمایا۔ تو ایک

شخص نے عرض کیا کہ آپ خود صوم وصال رکھتے ہیں۔ قال ایکم مثلی انی ———

بخاری و مسلم۔ دوسری حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

قال انی لست مثلکم حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ نے فرمایا کہ تم میں میری مثل کون ہے۔

اس میں آپ نے اپنا بے مثل ہونا ثابت کیا۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے آپ کا

مثل کسی کے پاس کا جواب نہیں۔ تو یہ حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ میں خود ہی فرما دیا۔ کہ میں

تمہاری مثل نہیں۔ دیکھئے شب معراج جبرائیل علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ سے آگے

آپ کے ساتھ نہیں گئے۔ اور نہ ہی آپ کو آگے جانے سے روکا۔ معلوم ہوا جبرائیل علیہ السلام

نے سرکار کو بے مثل مانا جو عقیدہ جبرائیل علیہ السلام کا ہے۔ اہل سنت وجماعت ہم

محبت والوں کا وہی عقیدہ ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

تیرا مسند ناز ہے عرش بریں تیرا محرم راز ہے روح الامین۔ تو ہی سرور ہر دو جہاں ہے

شہا تیرا مثل نہیں خدا کی قسم۔ تو شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ لمعات میں۔

محبوب کا میلاد شریف کا ذکر جہاں سنت الہی ہے۔ وہاں نبی علیہ السلام نے اپنا میلاد
شریف خود بیان فرمایا۔ حدیث شریف میں ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام
نے ممبر پر جلوہ گر ہو کر فرمایا میں محمد بن عبد المطلب ہوں۔ اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا مجھے
بہترین مخلوق انسانوں میں کیا۔ پھر انسانوں کے دو گروہ عرب و عجم بنائے مجھے بہترین گروہ عرب
میں سے کیا۔ پھر عرب کے چند قبیلے بنائے۔ مجھے بہترین قبیلہ قریش میں رکھا۔ پھر قریش
کے چند خاندان بنائے مجھے سب سے اچھے خاندان بنی ہاشم میں سے رکھا۔ فانا خیرھم نفسا
و خیرھم بیتا میں ذاتی اور خاندانی طور پر سب سے اچھا ہوں۔ ان الفاظ سے معلوم ہوا۔
کہ جیسے آپ کی ذات بے مثل ہے تو آپ کی ہر ادا بے مثل ہے۔ ویسے ہی آپ کی آمد
بے مثل ہے۔ آپ عام بچوں کی طرح پیدا نہیں ہے۔ آپ کی دنیا میں جلوہ گری آپ کا
میلاد بھی بے مثل ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ
میں آپکی پیدائش کے وقت حاضر تھی۔ تو میں نے آپ میں چھ علامتیں دیکھیں ایک یہ ہے
کہ رایتہ حین سقط علی الارض ساجدا۔ دیکھیے بچے پیدا ہوتے ہیں تو چیختے چلاتے

ہیں لیکن آپ پیدا ہوتے ہی سجدہ ریز ہو گئے۔ سجدہ مسجود کی معرفت کے بغیر متصور نہیں۔ معلوم ہوا آپ پیدا ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل تھی۔ تمام انبیاء علیہم السلام عارف باللہ پیدا ہوتے ہیں۔ دیکھئے حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تو عرش کے پایوں پر کلمہ شریف لکھا ہوا پڑھا۔ دوسرا یہ ہم سجدہ میں سبحان ربی العظیم کہتے ہیں۔ لیکن نبی علیہ السلام نے سجدہ میں رب امتی کہا۔ آپ پیدا ہوتے ہی امت کا غم لیکر آئے۔

عزیز علیہ ما عنتم ــــ رحیمؒ

۱۴ ــــ ۰۲ ــــ ۲۰۲۶
۲۶ ــــ ۰۸ ــــ ۱۴۴۷

ہفتہ ۱۱ ــــ ۱۵ ــــ AM

ـــ٥ـــ

۹۶۔ شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ الیوم اکملت لکم دینکم ——— دینا ؕ سورۃ مائدہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت کی وجہ سے امت پر اللہ تعالیٰ کے بڑے احسانات ہیں۔ من جملہ احسانات خداوندی کے ایک بڑا احسان یہ ہے کہ اس امت مرحومہ پر ان کے دین کو مکمل وکامل کر دیا ہے۔ اب یہ امت دین اسلام کے سوا کسی دین کے محتاج نہیں اور ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی نبی کے محتاج نہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم الانبیاء بنایا۔ اور تمام جن وانس کی طرف آپ کو مبعوث فرمایا لہٰذا یہ دین کسی مخلوق کا خود ساختہ نہیں۔ یہ دین اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ ہے۔ دین ان کے لئے کامل کیا۔ اور ان پر نعمت تمام کر دی یعنی فرمایا۔ ورضیت لکم الاسلام دینا پس دین کامل وہ ہے۔ حاصل یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے دین عطا فرما کر اسے خود پسند فرمایا۔ اور افضل الرسل علیہ السلام کو یہ دین عطا فرمایا۔ اور آپ کو مبعوث فرمایا۔ اور افضل الکتاب قرآن مجید میں اس دین کو بیان فرمایا۔ یہ دین ہر حیثیت سے جامع ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے عقائد کے قواعد شریعت کے فرائض واجبات سنن

حلال وحرام مکروہ اور قوانین واختیار بیان فرمائے یہ دین کامل ومکمل ہے۔ صاحب قصیدہ بردہ فرماتے ہیں۔ اہل اسلام کو بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کمال عنایت سے ایسا رکن عطا فرمایا ہے۔ جو کبھی منہدم نہیں ہے۔ اس سے مراد شریعت ہے۔ امام بوصیری فرماتے ہیں۔ کہ یہ شریعت منسوخ نہیں ہو سکتی۔ اس میں ترمیم نہیں ہو سکتی۔ جب تک شریعت قائم ہے۔ اسلام قائم ہے۔ جب تک اسلام قائم ہے۔ محبوب کا نام زندہ ہے۔ صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں۔ کہ اس سے مراد ہے۔ کہ دین اکمال ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام پر پہنچ چکے ہیں۔ کہ اولین وآخرین آپ پر رشک کریں گے۔ اور آپکی کمال محبوبیت کا مقام یہ ہے۔ کہ آپ کی وجہ سے آپکی امت کے تمام گناہ بخشے گئے۔ یہاں تک کہ خون اور مظالم۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کی شام اپنی امت کیلئے مغفرت کی دعا کی۔ تو فرمان ہوا میں نے انہیں بخش دیا۔ سوائے ظالم کے میں مظلوم کیلئے ظالم سے مواخذہ کروں گا۔ تو آپ نے عرض کیا رب انی شئت اعطیت المظلوم من الجنۃ اغفرت الظالم

285

تو اس رات دعا قبول نہ ہوئی۔ جب آپ نے مزدلفہ میں صبح کی دعا کا اعادہ کیا تو جو

محبوب نے مانگا وہی مل گیا۔ اس سے آپ کی محبوبیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ

کو آپ کی رضا مطلوب ہے۔ ولسوف یعطیک فترضیٰ ۔ اللہ تعالیٰ دارین میں

آپ کو راضی کرے گا۔ قیامت میں آپ کی شفاعت ہوگی اور ان شاء اللہ ہماری نجات

ہوگی۔ اللہ کی رضا سب چاہیں اور اللہ محبوب کی رضا چاہتا ہے۔ مشکوٰۃ۔

باب وقوف عرفہ شیخ محقق فرماتے ہیں۔ جب آپ نے مزدلفہ میں صبح کی اور دعا

کی۔ جواب آمد اجابت کردم آنچہ تو خواستی۔ آپ رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین

مشکل کشا ہیں۔ تو آپ دولتوں کو بہانے والے اور جہاں آپ مسکرائیں

تو پریشانیاں کیوں نہ دور ہوں گی۔ معلوم ہوا کہ بار بار دعا کرنا سنت محبوب علیہ السلام

ہے۔ بار بار دعا کرنے سے دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے محبوب علیہ السلام کو فرما

دیا۔ کہ محبوب جو آپ کی رضا ہے۔ وہی ہماری رضا ہے۔

١٤ — ٠٢ — ٢٠٢٦
٢٦ — ٠٨ — ١٤٤٧
١٢ — ٤٢ — PM

ہفتہ

۹۷۔ شانِ قرآن مجید

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ انہ یرٰکم ھو و قبیلہ ــــــــ لا یؤمنون (۲۷۔ اعراف)

حضرات انبیاء علیہم السلام کے قصص کے بیان کا مقصد ان لوگوں کے لیئے عبرت و نصیحت کا حصول ہے جو انہیں سنیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا اس میں بیان ہے کہ شیطان کی آدم علیہ السلام کے ساتھ شدید عداوت ہے اس میں متنبہ کیا گیا ہے۔ کہ جب شیطان آدم علیہ السلام کا سخت ترین دشمن ہے تو وہ اولاد آدم علیہ السلام کا مخلص اور خیر خواہ کب ہو سکتا ہے۔ مزید برآں یہ کہ وہ ایسا دشمن ہے۔ جو ہمیں نظر نہیں آتا۔ اور ہمارے دین و ایمان کا دشمن ہے۔ اور جو کھل کر سامنے نہ آئے۔ اور رگ و ریشہ میں نفوذ کر جائے۔ دوست اور خیر خواہی کا روپ بدل کر وسوسہ اندازی کرے اس سے تغافل بڑی غلطی ہے۔ اس لیے محتاط رہنے کی نصیحت فرمائی جا رہی ہے۔ حضرت امام الاولیاء زبدۃ الاصفیاء ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں۔ اگر تیرا دشمن ایسا ہے۔ کہ وہ تجھے دیکھتا ہے۔ اور تو اس کو نہیں دیکھ سکتا۔ تو ایک ایسی ہستی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہتی ہے۔ جو تیرے اس دشمن کو دیکھتا ہے۔ لیکن تو اسے نہیں دیکھ سکتا۔ انہ یرٰکم ــــ لا ترونھم۔ یہ ایک اصول

ہے۔ لیکن یاد رہے۔ پناہ خدا میں آنا قرآن کلام الہی میں ہے۔ کلام متکلم کی صفت ہوتی ہے
فرمایا جو قرآن پڑھنا شروع کردے تو وہ ایک ایسے مضبوط و مستحکم قلعہ اور پناہ گاہ میں
آجاتا ہے کہ شیطان کا شر اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ شیطان انسان مسلمان
کو ضرور دیکھتا ہے۔ لیکن مسلمان جب قرآن پڑھنا شروع کردے تو کیفیت پیدا ہوتی
ہے۔ شیطان سامنے ہوتا ہے۔ قاری قرآن سامنے موجود ہوتا ہے۔ لیکن قرأت قرآن کی
برکت سے شیطان کو مسلمان نظر نہیں آتا۔ امام کائنات علیہ السلام نے فرمایا واذا
قرأت القرآن جعلنا بینک ——— حجابا مستورا جب سورۃ تبت یدا نازل ہوئی
تو ابولہب کی بیوی ام جمیل ایک دھاری دار پتھر لیکر آئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر
کے پاس تھے۔ آپ سامنے تشریف فرما تھے۔ لیکن سرکار ام جمیل کو نظر نہ آئے۔ آپ نے
قرآن پڑھنا شروع کردیا۔ تو اس نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا۔ کہ مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ
آپ کے ساتھی نے میری مذمت کی ہے۔ فقال واللہ ما ینطق بالشعر ولا یقولہ۔ آپ نے سچ
فرمایا۔ ارشاد خداوندی ہے۔ وما علمناہ الشعر ——— ہم نے آپ کو شعر کی تعلیم نہ دی

اور نہ ہی شعر آپکی شان کے لائق ہے۔ باوجود کہ آپ کو علوم اولین آخرین ملے لیکن شعر گوئی
آپ کی رفعت شان کے لائق نہیں۔ یہاں امام بوصیری کا کو بتانا کہ نے توجہ فرمائی ـــــــ
ام جمیل کو سرکار نظر ہی نہ آئے یہ حقیقت ہے۔ کہ جلوہ ہائے حسن مصطفےٰ کافروں کا
حصہ نہیں ہے۔ انداز حسینوں کو سکھائے نہیں جاتے۔ ابوجہل کو محبوب دکھائے نہیں جاتے۔
دیکھیے یہاں سرکار تشریف فرما ہیں۔ ام جمیل کے حواس درست ہیں لیکن سرکار نظر نہیں آئے
مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ کہ آپ ایک مرتبہ کہیں چلے گئے۔ ہم آپ کی تلاش میں نکلے۔ ابی ہریرہ
فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک باغ کے قریب آیا۔ تو خوشبوئے نبوت میں نے باہر سے محسوس کر لی۔ اور کہا۔
اے ابوہریرہ رضی اللہ سرکار یہاں موجود ہیں۔ ابوہریرہ نے باہر سے آپ کو محسوس کر لیا لیکن
کفار آپکو قریب سے بھی نہ دیکھ سکے۔

۱۴ — ۰۷ — ۲۰۲۶
۲۶ — ۰۸ — ۱۴۴۷
۰۱ — ۲۶ — pm

ناقل

— ٥ —

۹۸۔ شانِ نورانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ہ یا ایھا النبی انا ارسلنٰک شاہدًا ــــــ مبشرًا ہ احزاب۔

اللہ تعالیٰ نے آیت ھذا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر جتنی تعالیٰ نے جن اوصاف کے ساتھ آپ متصف تھے۔ ان کا ذکر خیر بیان فرمایا۔ اس آیت میں آپکی نبوت کا اثبات ہے۔ انا ارسلنٰک اس سے آپ کا بھیجا جانا ثابت ہوا۔ آپ نے تو دعوٰی نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپکو نبی بنا کر بھیجا شاہدًا آپ شاہد ہیں۔ آپ مبشرًا ہیں۔ اہل ایمان کیلئے آپ مبشر ہیں۔ کفار کیلئے آپ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے ہیں۔ اور سراج منیر ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے آپکی ذات اور حقیقت کو نوری ثابت کر دیا۔ سورج کو بھی اللہ تعالیٰ نے سراج منیر فرمایا۔ وجعل الشمس سراجا۔ جب سورج خود روشن ہے۔ اور کائنات کو روشن کر رہا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی سراج منیر ہیں۔ اور اہل ایمان کے قلوب کو روشن فرما رہا ہیں۔ تمام تر آپ سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔ ۔ چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے۔ میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے۔

آفتاب دنیا دن کے وقت طلوع ہوتا ہے۔ جب دن ختم ہو جائے تو تاریک رات

ہو جاتی ہیں۔ جب رات ہو تو اس وقت دن نہیں ہو سکتا۔ جب دن ہو تو رات نہیں۔
اس میں تقدیم اور تاخیر نہیں ہو سکتی۔ ارشاد خداوندی ہے۔ لا الشمس ینبغی لہا ـــــ
آفتاب دنیا اس کا پابند ہے۔ لیکن جب آفتاب نبوت طلوع ہوا تو کتب سیر میں مذکور
ہے۔ کہ صبح صادق طلوع ہوتا ہے اس وقت رات اختتام پذیر ہوتی ہے۔ اور دن کا آغاز ہونے
والا ہوتا ہے۔ اس میں حکمت یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ آپ اگر دن کے وقت پر تشریف لاتے تو
دن فخر کرتا۔ اور اگر محبوب علیہ السلام رات کو پیدا ہوتے تو رات فخر کرتی۔ بنی علیہ السلام
رحمۃ للعالمین ہیں۔ ساری کائنات کے رسول بن کر تشریف لائے۔ آپ نے دن کو بھی
روشنی کی خیرات دے دی رات کو بھی روشنی دے کر منور کر دیا ـــــ آپ کی آمد ماہ
ربیع الاول بروز سوموار کو ہوئی۔ تو حضرت صفیہ بنت عبد المطلب رض فرماتی ہیں کہ جس
وقت آپ پیدا ہوئے۔ تو میں خدمت سر انجام دینے کیلئے حاضر ہوئی۔ فرماتی ہیں
رایت نورہ علی ضوء السراج کہ میں نے آپ کا نور پاک دیکھا۔ کہ روئے مبارک کی
روشنی دن کی روشنی پر غالب آگئی۔ معلوم ہوا۔ کہ سورج کی روشنی کی کیا حیثیت ہے

بلکہ آپ کا نور سورج چاند کی روشنی پر غالب تھا۔ وہ مغلوب تھے۔ اسی وجہ سے آپ کا
کا سایہ نہ تھا۔ جس نے بے مثل نے اپنے محبوب کو بے مثل بنا دیا۔ کہ جہاں جسم نہیں ہے۔
تو وہاں سایہ نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ عبداللہ بن مبارک اور ابن جوزی
کی روایت میں ہے۔ لم یکن له ظل ولم مع شمس قط الا غالب ضوء علی
ضوء الشمس ولم مع سراج قط الا غلب ضوء علی ضوء السراج
انوار شمس و قمر نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسے غالب آسکتا ہے۔ کیونکہ انہوں
نے نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا ہے۔

یہ جو مہر و ماہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا۔ بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا۔
میرے آقا کی انگلی جب اٹھی تو چاند دو ٹکڑے ہو کر قدموں میں آگیا۔ ڈوبا ہوا سورج
وقت عصر پر آگیا۔ یہ دونوں محبوب کے اشارہ پر چل رہے ہیں۔ چاند کے اشارہ مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم پر شق ہونے کا واقعہ اس میں نبی علیہ السلام کے عظیم الشان معجزہ کا اظہار
ہے۔ جب ملنے کا واقعہ یہ کتب میں موجود ہے

۱۶ — ۰۲ — ۲۰۲۶
۲۸ — ۰۸ — ۱۴۴۷
پیر ۱۱ — ۱۵ — AM

۹۹ - شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۰ لقد جاءکم رسول من انفسکم ـــــ رحیم توبہ ۱۲۸

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت پر نہایت درجہ غم خوار اور انتہائی مہربان ہیں۔ باپ

اپنی اولاد پر استاد شاگردوں پر اتنا مہربان نہیں ہوتا۔ جس قدر آپ اپنی امت پر مہربان

ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔ عزیز علیہ ما عنتم یعنی تمہارا مشقت میں پڑنا آپ پر گراں ہے

حریص علیکم ـــــ رحیم ۰ امام رازی رح فرماتے ہیں۔ آپ کی حرص یہ ہے۔ حریص علی ایصال الخیرات

الیکم فی الدنیا والآخرۃ آپ ایمان والوں پر اس قدر حریص ہیں۔ کہ دنیا و آخرت میں تم

کو بھلائی اور خیرات نصیب ہو۔ زاہد کو اپنے زہد پر فخر نہیں عابد کو اپنی عبادت پر ناز

نہیں۔ اگر ناز ہے تو صرف شفاعت محبوب علیہ السلام کی امید ہے۔ امام بوصیری رح فرماتے ہیں

ھو الحبیب الذی ترجی شفاعتہ لکل ھول من الاھوال مقتحم دنیا اور آخرت کی مصیبتوں اور

پریشانیوں کیلئے بارگاہ رسالت سہارا بن کر ایمان والوں کیلئے حضور کی شفاعت آگئی۔

مسلمان دنیا میں رہے۔ تو آپکی رحمت مہربانی سے استفادہ حاصل کرتا ہے۔ جب

مومن قبر میں جاتا ہے۔ تو سرکار کی جلوہ گری وہاں ہوتی ہے۔ اور قیامت کے دن ایسے

مشکل وقت میں ہماری شفاعت فرمائیں گے۔ آپ کے واقعات میلاد میں مذکور ہیں کہ حضرت سیدہ آمنہ فرماتی ہیں۔ کہ آپ کی ولادت کے وقت چار عورتیں حاضر ہوئیں سب جوان تھیں۔ کہ یہ کون ہیں۔ تو ایک نے کہا۔ آمنہ خوف نہ کر میں انبیاء ورسل علیہم السلام کی والدہ حضرت حوا علیہا السلام ہوں۔ دوسری نے کہا۔ میں سارہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی والدہ ہوں۔ یوسف و یعقوب کی والدہ دادی ہوں۔ تیسری نے کہا۔ میں حاجرہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ہوں۔ چوتھی نے کہا۔ میں آسیہ ہوں۔ ہم محبوب علیہ السلام کی زیارت کیلئے آئی ہیں۔ حضرت صفیہؓ فرماتی ہیں۔ پھر انہوں نے محبوب علیہ السلام میری گود میں رکھ دیا۔ پھر آپ نے سجدہ کیا۔ آپ نے سجدہ میں عرض کیا یا رب امتی تو غیب سے آواز آئی اے فرشتو میرے محبوب کی شفقت کو دیکھو۔ کہ پیدا ہوتے ہی آپ نے امت سنبھال لی۔ جس محبوب علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی اپنی امت کو نہیں بھلایا۔ وہ قیامت کے دن امت کو کیسے فراموش کریں گے۔ قیامت کا نقشہ اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر بیان فرمایا ہے۔ سورۃ عم

پیش ساہلوں میں ہے۔ کہ قیامت کا دن اتنا سخت ہوگا۔ یوم یقوم الروح والملائکۃ صفاً

اس دن بارگاہ جلیل میں کوئی کلام نہ کر سکے گا۔ عرض کی مولا اس دن کوئی کلام نہیں کریگا۔

تو سرکار دو عالم علیہ السلام نے فرمایا۔ انا خطیبھم اذا انصتوا یعنی جب وہ خاموش ہوں گے

تو میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کا خطبہ پڑھوں گا۔ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو خاموش کرادے گا۔

کہ میرا محبوب میری حمد وثناء کا خطبہ پڑھ رہا ہے۔ میں بھی سنتا ہوں تم بھی سنو۔ وہاں عجیب

منظر ہوگا۔ آپ اللہ تعالیٰ کی تعریف کریں گے۔ ہر مخلوق آپ کی تعریف کرے گی۔ آپ

اس دن حامد بھی ہوں گے۔ محمود بھی ہوں گے۔ امام اہلسنت احمد رضا خاں فرماتے ہیں۔

صبا وہ چلے کہ باغ پھلے وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے۔ لوا کے تلے ثناء میں کھلے رضا کی زباں

تمہارے لیے۔ یعنی انبیاء ومرسلین کے جھرمٹ میں ثنا خوان مصطفیٰ احمد رضا ہوگا۔ حدیث

شریف میں ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ تمام انبیاء ومرسلین علیہم السلام کیلئے

نوری منبر ہوں گے۔ وانا علی اعلاھا واطولھا میں سب سے زیادہ نوری اور اونچے

منبر پر ہوں گا۔ جتنا شہ اونچا ہے اتنا ہی اونچا منبر بھی ہوگا۔ احمد رضا رحمۃ اللہ فرماتے ہیں

سارے اونچوں سے اونچا سمجھیے جسے ہے اس اونچے سے اونچا ہمارا نبی .

خلق سے اولیاء اولیا سے رسل سب رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی .

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام محمود پر جلوہ گر ہو کر ہم گنہگاروں کی سفارش فرمائیں

گے . اور ان شاء اللہ ہماری نجات ہوگی . آمین .

١٦ — ٠٢ — ٢٠٢٦

٢٨ — ٠٨ — ١٤٤٧

پیر وار ٠١ — ٠٠ — PM

— ٥ —

۱۰۰ ۔ شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۰ وما ارسلنٰک الا کافۃ ـــــ یعلمون سبا ۲۸

عمومِ رسالت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب علیہ السلام

کو مخاطب ہو کر ارشاد فرماتا ہے۔ وما ارسلنٰک ـــــ آیت ھذا میں لفظ الناس

انسانوں کی تخصیص ہے۔ دوسری آیت میں اس سے زیادہ وسعت ہے۔ تبارک الذی نزل

ـــــ للعالمین نذیرا ۰ اس میں عالمین کا ذکر ہے۔ سورۃ فاتحہ میں ہے الحمد للہ رب العالمین

معلوم ہوا۔ کہ اللہ عالمین کا رب ہے۔ اور نبی علیہ السلام عالمین کے نذیر ہیں۔ اعلیٰ حضرت

فرماتے ہیں۔ جیسے سب کا خدا ایک ہے۔ ویسے ہی ان کا رسول کا اعتبار ایمان بنی ہے

معلوم ہوا کہ آپ کی رسالت عام ہے۔ رسول مرسل علیہم سے افضل ہوتا ہے۔ اس لیے

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے عبد اللہ بن عباس سے فرماتے ہوئے سنا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام فرشتوں اور انبیاء پر فضیلت دی عرض کیا گیا۔ اے ابن عباس

کس وجہ سے فضیلت ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے حق میں

فرمایا۔ وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں

فرمایا۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین ﴿﴾۔ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ کا اس قول کا مرفوعاً ہونا۔ صحیحین میں حضرت سیدنا جابر رضی اللہ سے

ثابت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ مجھے پانچ چیزیں ایسی دی

گئیں۔ مجھ سے پہلے کسی نبی علیہ السلام کو نہیں دی گئیں۔ نصرت بالرعب۔ ——

لی الارض مسجدا وطہورا ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ نماز پہلے لوگوں کیلئے جگہ مخصوص

تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کیلئے نماز مباح کی جہاں کہیں وقت ہو جائے۔ وہاں پڑھ

لو۔ دیکھئے انبیاء علیہم السلام آتے رہے۔ زمین سجدہ گاہ تو بن گئی۔ لیکن طہور نہیں ہوئی

یہ امام کائنات ﷺ کی آمد اور جلوہ گری کا صدقہ ہے۔ جب پیدا ہو کر آقا ﷺ نے قدم

زمین پر رکھا۔ تو زمین ایسی پاک کر دی جو کوئی ناپاک ہو کر زمین سے تیمم کرے تو

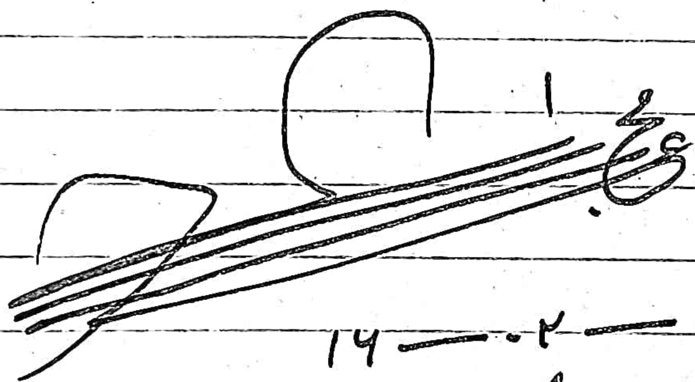
زمین اس کو پاک کر دے گی۔ آپ ﷺ کے قدم مکہ میں آئے تو اللہ تعالیٰ نے مکہ شریف

کی قسم اٹھائی ۔ سے ہے کلام الہی میں شمس و ضحیٰ تیرے چہرہ نور فضا کی قسم ——

روایت میں ہے۔ کہ آسمان زمین پر آپ ﷺ کی ولادت سے پہلے فخر کیا کرتا تھا۔ کہ

کہ عرش مجھ میں ہے۔ ملائکہ شمس و قمر نجوم مجھ میں ہیں۔ تو ان سے خالی ہے۔ جب
نبی علیہ السلام پیدا ہوئے۔ تو زمین نے آسمان پر فخر کیا۔ اگر شمس و قمر نجوم فرشتے
تجھ میں ہیں۔ تو مجھ پر علی ظہری حبیبی نبی مبارک نور العرش من نورہ۔ وعلی ظہری مبعثہ دعوتہ
تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبؐ کے ساتھ جب زمین کی مفاخرت سنی تو فرمایا کہ زمین تو نے فخر کیا
تو میں نے جعلت تراب بشر تک وطہرتک طہوراً لہ ـــ تو آپ نے فرمایا جعلت لی
الارض مسجداً وطہوراً نصرت بالرعب مسیرۃ شہر میرے لئے غنیمتیں حلال کی گئیں۔ مجھ سے پہلے کسی
کے لیئے حلال نہ تھیں۔ مجھے شفاعت دی گئی۔ نبی علیہ السلام خاص قوم کی طرف بھیجے جاتے
تھے۔ مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا۔ وفی روایۃ ارسلت الی الخلق کافۃً۔
ملا علی قاری رح فرماتے ہیں۔ یعنی تمام جن و انس ملک حیوانات جمادات کی طرف امام
علامہ علی قاری رح نے حیوانات و جمادات اور تمام فرشتوں کیلئے آپ کی رسالت کو تسلیم
کیا ہے۔ جیسا کہ امام ابن حجر مکی رح فتاوی حدیثیہ ۱۸۱ میں انہا کی شرح و بسط
سے اس کو بیان کیا ہے۔ کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے

شیث علیہ السلام کو وصیت کی. فرمایا: کلما ذکرت اللہ فاذکر الی جنبہ اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم فانی رایت اسمہ مکتوبا علی ساق العرش وانا بین الروح والجسد والطین فلم ار فی السماء موضعا الا رایت اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم مکتوبا علیہ .



١٦ — ٠٢ — ٢٠٢٦
٢٨ — ٠٨ — ١٤٤٧
پیر وار ٠١ — ٥٨ — pm

۱۰۱۔ نورِ محبوب پاک علیہ السلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۰ واذ اخذنا من النبیین میثاقھم ــــــــــ غلیظًا ۰ احزاب

اللہ تعالٰی نے تمام انبیاء علیہم السلام سے عہد و میثاق لیا کہ وہ خود اللہ تعالٰی کی عبادت

پر قائم رہیں گے ۔ اور لوگوں کو عبادت الٰہی کی دعوت دیتے رہیں۔ بالعموم انبیاء علیہم السلام

کا ذکر بیان فرمایا ۔ پانچ اولوالعزم رسل علیہم السلام کا ذکر خیر بیان فرمایا ان کی عظمت و

توقیر کے بیان کیلئے اور سب سے پہلے خاتم الانبیاء کا ذکر بیان فرما کر عظمت و اولیت بیان

فرمادی ۔ ترتیب کا متقضا تو یہ تھا ۔ کہ ان کا ذکر بعد میں ہوتا ۔ لیکن آپ کا ذکر پہلے ہوا۔

آپ کی تعظیم و توقیر کے اظہار کیلئے اور یہ ثابت کرنے کیلئے آپ تمام انبیاء و مرسلین سے

من حیث التخلیق مقدم ہیں۔ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کریمہ واذ اخذنا کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کنت

اول النبیین فی الخلق وآخرھم فی البعث ۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ کی ابتدا

سب سے مقدم ہے ۔ دوسری حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے فرمایا ۔ انا اول ما خلق اللہ نوری

سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا فرمایا ۔ اولیت نور ہمہ لہٰذا صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے ۔ سوائے آپ کے

کہ ایک حدیث میں ہے۔ اول ما خلق اللہ العقل دوسری حدیث میں ہے۔ اول ما خلق اللہ القلم۔

تو شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے۔ جہاں تک حدیث اول ما خلق اللہ

العقل کا تعلق ہے۔ محدثین کے نزدیک یہ صحیح نہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ

نے قلم کو پیدا فرمایا۔ تو فرمایا لکھ قلم نے عرض کی۔ کہ کیا لکھوں۔ فرمایا اکتب القدر تقدیر لکھ تو

قلم نے لکھا۔ ما کان وما یکون الی الابد شرح مدی شریف شیخ محقق رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ کہ ما کان

سے معلوم ہوا۔ کہ قلم سے پہلے مخلوق تھی۔ جو لکھی گئی۔ تو علماء نے فرمایا۔ عرش و کرسی ارواح

اور نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جو ان سب سے پہلے تھا۔ تو اس وجہ یہ ہو سکتا ہے۔ کہ قلم نے

صفات و احوال محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھیں۔ جو اس عالم میں ثابت تھیں۔

معلوم ہوا۔ نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو قلم سے بھی پہلے تھا۔ تو قلم نے صفات محبوب

علیہ السلام لکھیں جن میں جملہ اوصاف نبوت و رسالت لکھ دی۔ سوال ہوا کہ آپ نبی

کب سے ہیں فرمایا۔ کنت نبیا و آدم بین الماء والطین۔ ظاہر ہے کہ صفت نبوت

تھی۔ اور جب تک موصوف نہ ہو۔ صفت نہیں ہو سکتی۔ معلوم ہوا۔ کہ نبوت صفت

ہے۔ جب صفت نبی موصوف یعنی ذات بھی بطریق اولیٰ ثابت ہوئی۔ وہ ذات نوری تھی

اول ما خلق اللہ نوری۔ آپ کی ذات نوری تھی۔ شیخ محقق رح ایک سوال کا جواب دیتے

ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ علم الٰہی میں تمام کی نبوت ثابت ہے۔ آپکی تخصیص کی کیا وجہ فرمایا

انبیاء علیہم السلام نبوت مکتوب و مستور تھی۔ لیکن آپ کی نبوت معلوم و مشہور تھی۔

علماء فرماتے ہیں۔ کہ روح محبوب علیہ السلام اس عالم میں بھی ارواح انبیاء علیہم السلام

کی تربیت فرمارہے تھے۔ تمام انبیاء کو یہ فیض آپ سے ملا۔ اولیاء کو فیض آپ سے

ملا۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا فرماتے ہیں۔

لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا۔ بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی۔

امام بوصیری رح فرماتے ہیں۔ فان شمس فضل ھم کواکبھا یظھرن انوارھا للناس فی الظلم۔

حدیث میں ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے نور محبوب علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ تو آپ

سے انوار انبیاء علیہم السلام نکلے۔ تو اللہ تعالیٰ نے نور محبوب علیہ السلام فرمایا۔ کہ انوار انبیاء

کو دیکھیں۔ جب آپ نے نظر کی۔ تو انوار الانبیاء علیہم السلام کو ڈھانپ لیا۔ عرض کیا

یا اللہ یہ کون ہیں۔ فرمایا این نور محمد است صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے عرض کیا

ہم ایمان لائے۔ یہاں واقعہ قلم کا ہے۔ نزہۃ المجالس میں کہ سلام کرنا سنت ہے

اور جواب دینا واجب ہے اس کی وجہ کیا ہے۔

۲-۲۶
۱۴-۰۲
۲۹-۰۸-۱۹۹۷
پیر وار ۷-۲۲ PM

۱۰۲ - شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝ الم یجدک یتیمًا فاوٰی ۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ کیا اس نے تجھے یتیم نہیں پایا پھر تجھے جگہ دی۔ اللہ تعالیٰ نے محبوب علیہ السلام کو مقامِ رضا نصیب فرمائے ہیں۔ جب آپ پیدا ہوئے تو یتیمی کے داغ دیکھے اور چھ سال کے ہوئے تو والدہ کا وصال ہوا۔ جب آپ کے دادا کا وصال ہوا تو ابو طالب آپکے کفیل ہوئے۔ تو ذوالنون نے عرض کی کہ اللہ آپکا نبی یتیم ہوا۔ فقال اللہ انا لہ کافل فی الامس ۔

تمام ایمان والوں کے دلوں میں آپکی محبت کو جگہ دی ایمان والوں کا دل مکان ہے۔ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم مکین ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دلوں میں تشریف فرما ہیں۔ معلوم ہوا۔ کسی مسلمان ایمان دار کا دل حُب مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی نہیں چنانچہ امام قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وکل مسن حب ایمان صلی اللہ علیہ وسلم ۔ جس کے دل میں ایمان کی دولت ہے۔ جب مسلمان ذکرِ محبوب سنتا ہے خواہ کیسا ہی گنہگار ہو۔ وہ ذوق محسوس کرتا ہے۔ ذکرِ محبوب سے سکون پاتا ہے یہ ایک حقیقت ہے۔ رب کائنات نے حسنِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حیثیت سے تخلیق

فرمایا ہے۔ کہ جس نے بھی حسن محبوب کو دیکھا ہے اس نتیجہ پر پہنچا آپ جیسا

حسن میری نگاہوں نے نہیں دیکھا۔ حضرت ابی ہریرہ رضہ نے روایت کیا۔ لم ار شیئا

احسن من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا لم اری قبلہ

ولا بعدہ مثلہ۔ شمائل ترمذی میں ہے۔ جابر ابن سمرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

چاندنی رات تھی۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ سرخ حلہ تھا۔ میں

کبھی چاند کو دیکھتا کبھی حسن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتا۔ عندی احسن من

القمر بالآخر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ آپ چاند سے زیادہ خوبصورت ہیں۔ اس لئے

آپ کا نور چاند سورج کا نور فرع ہے۔ ان کا نور حسن مصطفیٰ سے مستفاد ہے

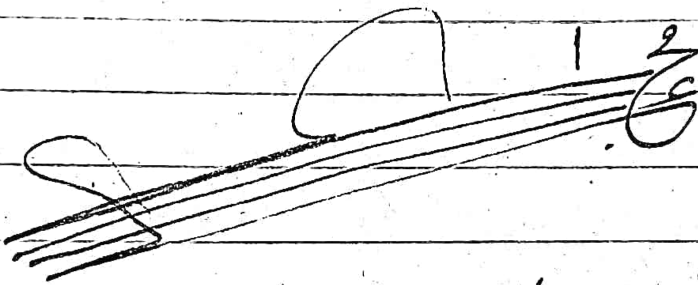
یعنی جس نے آپ کو دیکھا وہ آپ کا عاشق ہو گیا۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ فرماتی ہیں

میں نے آپ کو دیکھا تو میں قربان ہو گئی۔ جب آپ حلیمہ کے گھر گئے۔ تو گھر میں برکتیں

ہی برکتیں ہر دنوں میں اضافہ ہو گیا۔ حلیمہ فرماتی ہیں۔ جب سے محبوب علیہ السلام میرے

گھر میں آئے۔ ہم دیا (چراغ) جلانے کے محتاج نہیں ہوئے۔ آپ کا نورانی چہرہ

کیلئے جانا۔ اور شیر کا آپ کے قدموں پر گر جانا۔ آپ کا معجزہ تھا۔ حقیقت میں حلیمہ نے
آپ کو نہیں پالا۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حلیمہ کو پالا ہے۔



۱۷ — ۰۲ — ۲۰۲۶

۲۹ — ۰۸ — ۱۴۴۷

منگل ۔ ۴ — ۳ ۔ — PM

—o—

۱۰۳- شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم -

بسم اللہ الرحمن الرحیم - وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین ۔ (انبیاء) 107

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب علیہ السلام کی شان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اس آیت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا عموم ایسے ہی ہے۔ جیسے الحمد للہ رب العالمین میں تمام جہانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا عموم ہے۔ جس شئے کا رب ہے اس شئے کے لئے نبی علیہ السلام رحمت ہیں۔ عموم رحمت محبوب علیہ السلام آپ کے خصائص میں ہے۔ لیکن اگر کوئی بدبخت عمداً قصداً آپ کی رحمت سے استفادہ حاصل نہ کر سکے۔ تو اس کا اپنا قصور ہے۔ آپکی عموم رحمت میں قصور نہیں۔ دیکھئے آفتاب دنیا جب افق صبح سے طلوع ہوتا ہے۔ تو رات کی تاریکی چھٹ جاتی ہے۔ کائنات کی ہر شئے نور آفتاب سے مستفید ہوتی ہے۔ لیکن اگر کوئی اپنی آنکھیں بند کر کے فیضان آفتاب استفادہ حاصل نہ کرے تو اپنی غلطی ہے۔ یعنی اسی طرح محبوب علیہ السلام آفتاب نبوت جب مکہ میں طلوع ہوا۔ تو آپکی آمد کے صدقہ کفر و شرک کی تاریکی ختم ہونے لگی۔ آپکی طلعت

نور مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ جب آپ پیدا ہوئے تو میں موجود تھی۔ تو میں نے دیکھا۔ آپ کے نور گردی سے سارا کمرہ روشن ہوگیا۔ روایت میں ہے۔ آپ کا نور میں نے کمرے تک محدود دیکھا۔ لیکن آپ کی والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ حدیث میں ہے۔ خرج منی نور اضاء لھا منہ قصور الشام۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے شام کے محلات روشن ہوگئے۔ علماء فرماتے ہیں کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا بیداری میں دیکھیں۔ اس حدیث نور مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کا ملک شام تک متجاوز ہونا ثابت ہے۔ لیکن ایک روایت میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے بھی دور کی بات کہی۔ فرماتے ہیں۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا ارادہ ہے کہ میں آپکی تعریف کروں۔ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ خدا وندکریم تیرے منہ سلامت رکھے۔ وانت لما ولدت اشرقت الارض وضاءت بنورک الافق۔ آپ جب پیدا ہوئے تو تمام زمین روشن ہوگئی۔ اور تمام آسمان بھی روشن ہوگیا۔ اس میں ساری کائنات کے روشن ہونے کا ثبوت ہے۔ حضرت عباس اور حضرت آمنہ کو دیکھا کہ دیکھو تمہارا بیٹا معمولی نہیں بلکہ طبیب کہہ یا امام الانبیاء

ساری کائنات کا رسول ہے۔ جہاں تک آپ کا نور ہے۔ وہاں تک آپکی رسالت ہے بیٹا لائق ہو تو والدین کو خوشی ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میرے دو وزیر زمین پر ہیں معلوم ہوا آپکی آمد سے ساری کائنات روشن ہوگئی۔ لیکن مکے کے کافر بدبخت تاریکی میں رہے۔ روشنی سے فیض حاصل نہ کر سکے۔ اور جن خوش بخت افراد کا نصیب بیدار ہوا۔ نورانیت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی چمک روم میں پہنچی تو حضرت صہیب رومی آکر کلمہ پڑھ کر محبوب علیہ السلام کی غلامی میں آگئے۔ اور نورانیت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم حبشہ میں پہنچی تو حضرت بلال آپ کے گرویدہ ہوئے آپکی غلامی نصیب ہوئی۔ نورانیت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم یمن میں پہنچی تو حضرت خواجہ اویس قرنی رض غلامی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض یاب ہوئے۔ ان حضرات نے کوئی معجزہ طلب نہیں کیا۔ نورانیت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کائنات کا روشن ہو جانا۔ کیا یہ کم معجزہ ہے۔ انہوں نے اسی اعجاز مصطفےٰ علیہ السلام کو آپ کی نبوت کی صداقت کا معیار سمجھ کر اسلام قبول کر لیا۔ لیکن وہ کافر مکہ میں رہ کر آپ کے معجزات دیکھ کر اسلام کی دولت نصیب

نہ ہوئی۔ کفار نے کتنے معجزات دیکھے۔ لیکن معاذ اللہ آپ کو ساحر کاہن کہتے رہے۔ روایت
میں ہے کہ ابوجہل اونٹنی پر بیٹھ کر مکہ سے باہر گیا۔ دور دیکھا کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کو دیکھا تو آپ کو پیچھے بٹھایا۔ نہ اٹھی۔ لیکن جب آپ کو آگے بٹھایا تو اس نے چلنا شروع
کیا۔ بے زبان نے آپ کا ادب کیا۔ لیکن وہ بدبخت بے ادب ہی رہا۔ اللہ تعالیٰ بجاہ حبیبہا
صلی اللہ علیہ وسلم ہم گنہگاروں کو ادب کی توفیق عطا فرمائے اور خاتمہ ایمان پر فرمائے

۱۷ — ۰۲ — ۲۰۲۶
۳۰ — ۰۸ — ۱۴۴۷
منگل ۰۷ — ۰۸ — pm

۱۰۴۔ نورانیت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵ قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین ۵ مائدہ ۔ تحقیق تشریف لائے ہیں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور روشن کتاب ۔ آیت ھذا میں دو چیزوں کے آنے کا ذکر ہے ۔ ایک نور اور دوسرا کتاب مبین ۔ یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ جمہور مفسرین متقدمین اپنی تفاسیر میں تصریح فرمائی ہے۔ کہ نور سے مراد حضور علیہ السلام اور کتاب مبین سے مراد قرآن مجید ہے۔ کیونکہ کتاب مبین کو بطور عطف لایا گیا ہے ۔ اور اصل عطف میں یہ ہے۔ کہ معطوف اور معطوف علیہ میں مغائرت ہے۔ چنانچہ ترجمان القرآن سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ قد جاءکم من اللہ نور یعنی محمدا صلی اللہ علیہ وسلم تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو سراپا نور تسلیم کیا ۔ بعض لوگ کہتے ہیں ۔ کہ بعض مفسرین نے لفظ نور سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے قرآن ہی مراد لیا ہے ۔ سید احمد سعید کاظمی فرماتے ہیں ۔ کہ اکثر علماء تفسیر نے یہاں نور کا معنی قرآن کیے ہیں ۔ جہاں تک مفسرین اہلسنت جماعت کا تعلق ہے ۔ انہوں نے لفظ نور سے مراد ذات مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مراد لیا ہے ۔ صاحب تفسیر روح المعانی فرماتے ہیں ۔ کہ قد جاءکم

من اللہ نور عظیم و نور الانوار النبی المختار ر اور ابو علی نے نور سے قرآن مراد لیا ہے۔ مگر وہ لوگ بھی دنیا میں اپنے چمکتے ہوئے آثار چھوڑ گئے۔ جنہوں نے نور اور کتاب مبین دونوں نور ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کو مراد لیا ہے۔ معلوم ہوا۔ ذات مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی عملی تفسیر ہے۔

محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم قرآن ناطق ہیں۔ محمد بن کعب قرطبی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ من بلغہ القرآن فکانما رای محمدا صلی اللہ علیہ وسلم جس نے قرآن کو دیکھا اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ قرآن کریم اوراق کی کتاب کے سانچہ حسن مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سیکھے۔ سورۃ انعام ص ۲۲۳ تفسیر مظہری

معلوم ہوا۔ قرآن کریم ہے آپ نور ہیں آپ کی نور کی ابتدا کب ہوئی۔ صاحب مدارج فرماتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اول ما خلق اللہ نوری ساری کائنات سے پہلے نور مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم تخلیق ہوا۔ اس کی ابتداء کو خدا جانے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا آپ جبرائیل تیری عمر کتنی ہے۔ سیرت حلبیہ جلد اول ص ۲۹ فلما خلق اللہ آدم علیہ السلام جعل ذالک النور فی ظہرہ۔ پھر وہ نور حبیب علیہ السلام آدم علیہ السلام سے

ہو کر شیث علیہ السلام کے پاس آیا۔ پھر قرناً بعد قرن زماناً بعد زمان وہ نور پاک

اصلاب انبیاء اور ارحام طاہرہ میں منتقل ہوتا رہا۔ امام احمد رضا خاں فرماتے ہیں۔

قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی — چاند بدلی سے نکلا ہمارا نبی۔

انبیاء بدلتے رہے۔ یکے بعد دیگرے آتے رہے۔ آپ کا نور پاک حجاب اور پردے میں تھا۔

جب ولادت کا وقت قریب ہوا۔ حجاب ایک طرف ہوا۔ چاند جب سرزمین مکہ میں چمکا

تو کفر کی تاریکی چھٹ گئی۔ ساری زمین نور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے جگمگا اٹھی۔ حضرت صفیہ

رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے نور سے کمرہ روشن ہو گیا۔ ۵

میں حاضر سماں نور محمد ایسا چانن لایا — جلوہ نور پیا جس ویلے دیوا نظر نہ آیا۔

شرح خر پوتی ص ۱۲ نور محمد علیہ السلام جن کے مقدر میں تھا۔ وہ تو مستفیذ ہوئے

البتہ کافر معجزات دیکھنے کے باوجود محروم رہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی محبوب علیہ السلام کی

غلامی نصیب فرمائے۔

[signature]

۱۸ — ۰۲ — ۲۰۲۶
۳۰ — ۰۸ — ۱۴۴۷
بدھ — ۱۰ — ۳۰ — AM

۱۰۵۔ شانِ صداقت

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ ـــــ الصادقین توبہ ۱۱۹ ۔ غزوہ تبوک کے
موقعے پر کچھ منافقین نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جانے سے پیچھے رہ گئے ۔ اور پیچھے رہنے والوں میں
تین صحابہ کرام رضی اللہ عنھم بھی پیچھے رہ گئے ۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو منافقین نے بہانے اور
عذر پیش کیے ۔ لیکن اصحاب ثلاثہ نے جو کہ کعب بن مالک ہلال بن امیہ مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنھم تھے ۔
سچ بات کہ دی ۔ تو پچاس راتیں گزرنے کے بعد ان کی توبہ قبول ہوئی ۔ تو اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا ۔ یا ایھا الذین
امنوا اتقوا اللہ ۔ یعنی فی مخالفۃ امر الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وکونو مع الصادقین یعنی مع الرسول واصحابہ فی الغزوات
تفسیر رازی ۔ معلوم ہوا ۔ اس تفسیر کے مطابق امام کائنات علیہ السلام سراپا صداقت تھے ۔ اور
آپکی بارگاہ میں بیٹھنے والے صحابہ کو بھی صدق کی خیرات نصیب ہوئی ۔ یہ شان نزول سے معلوم ہوا ۔
کہ کذب نفاق کی علامت ہے ۔ اور صدق صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم کی صفت ہے ۔ ایمان کے ساتھ
تقویٰ اور صداقت ضروری ہے ۔ صدق کی ضد کذب ہے ۔ کذب ایسی مذموم اور قبیح شئی ہے کہ ابلیس
ملعون نے بھی کذب سے اجتناب کیا ۔ کہ امام رازی رح فرماتے ہیں ۔ اللہ تعالٰی ابلیس کی طرف سے قرآن کریم
میں ارشاد فرماتا ہے ۔ اس نے کہا ۔ فبعزتک لاغوینھم اجمعین الا عبادک منھم المخلصین ابلیس

نے اس استثنا کا ذکر کیا۔ کیونکہ اگر وہ استثنا نہ کرتا تو تمام کو تکفیر نے کے دعوا ہی میں وہ جھوٹا
ہوتا۔ گویا کہ ابلیس نے کذب سے نفرت کرتے ہوئے اس استثنا کا ذکر کیا۔ جس وقت کذب سے
ابلیس کو بھی نفرت ہے۔ تو مسلمان کو اس سے زیادہ نفرت ہونی چاہیے۔ کذب ایسی مذموم
شئے ہے۔ کہ الشیخ بدرالدین عینی فرماتے ہیں۔ کہ عقل بھی کذب کی قباحت کا حکم کرتی ہے۔
کذب وہ جو تقاضائے عقل کے خلاف ہو اور کسی ملت میں کذب کی اباحت منقول نہیں ہے۔
بخاری شریف میں ہے۔ کہ ہرقل کے پاس جب دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ عنہ خط لے کر گئے تو ابوسفیان
بغرض تجارت وہاں تھے۔ اس نے دربار میں آپکو بلا کر نبی علیہ السلام کے اوصاف کے متعلق پوچھا
تو ابوسفیان نے کہا۔ فواللہ لولا الحیاء ـــــــــ (بخاری باب الوحی) اللہ کی قسم اگر مجھے اس بات
کی غیرت نہ ہوتی لوگ میرے اوپر جھوٹ بولنے کا الزام لگائیں گے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت
غلط باتیں بیان کر دیتا۔ دیکھیئے ابوسفیان اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ حالت کفر میں بھی
جھوٹ سے نفرت ہے۔ معلوم ہوا کہ زمانہ جاہلیت میں بھی جھوٹ کو برا سمجھا جاتا تھا (عمدۃ القاری)
جلد اول صـ ۸۵ میں عرض کرتا ہوں۔ کہ اس وقت ہرقل دربار میں ہوگا۔ تمام رعایا نصرانی دربار میں

میں ہوں گے۔ اور وہاں محبوب علیہ السلام کا ذکر ہونے والا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ابو سفیان کی زبان کو پابند کر دیا ہوگا۔ کہ خبردار میرے محبوب علیہ السلام کی نبوت عظمت کا معاملہ ہے۔ بشری زبان سے جھوٹ نہ نکلے۔ بلکہ سچ جاری ہو۔ میں عرض کرتا ہوں۔ یہاں آپ نے سچائی سے کام لیا۔ سچائی یہ رنگ لائی کہ بعد میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی نصیب ہوگئی۔ چنانچہ امام رازی (تفسیر کبیر) میں اسی آیت کے تحت (لکھتے ہیں۔ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہ آپ نصیحت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ شراب زنا چوری اور جھوٹ چھوڑ دے۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تمام چیزوں کو نہیں چھوڑ سکتا۔ ایک چھوڑ دوں گا۔ جو آپ فرمائیں گے۔ آپ نے فرمایا۔ جھوٹ چھوڑ دے۔ وہ چلا گیا۔ شراب پینے لگا۔ خیال کیا کہ اگر پیئوں گا۔ اگر جھوٹ بولا تو عہد ٹوٹے گا۔ اگر سچ بولا تو حد جاری ہوگی۔ اسی خیال کے پیش نظر سچائی کی برکت سے سب برائیاں ختم ہوگئیں۔ اسی کے تحت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے بارے میں واقعہ ہے۔ کہ آپ نے سچ بولا جس کی برکت سے راہزنوں نے توبہ کر کے اولیاء کاملین بن گئے۔ (قلائد الجواہر)

۲۰۲۶ — ۲ — ۱۸
۱۴۴۷ — ۸ — ۳۰
11 — 10 — AM بدھ

۱۰۶ - قیامت کا دن

بسم اللہ الرحمن الرحیم ہ وقال الذین کفروا لا تاتینا الساعۃ ـــ سبا ۳

انسان کا یہ شرف اور فضیلت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو شرعی احکامات کا
مکلف قرار دیا کہ اس کی راہنمائی کیلئے حضرات انبیاء علیہم السلام کو دنیا میں مبعوث فرمایا
اور انہیں ان حضرات کی وساطت سے ایک ضابطہ حیات عطا فرمایا۔ جس پر عمل کرنے
سے انسان کی دارین میں کامیابی ہے۔ اسی سلسلہ کے تحت جب امام کائنات علیہ السلام
دنیا میں تشریف لائے تو آپ نے اہل مکہ کو دین حق کی تعلیم دی اور ان کے سامنے وہ اصول
بیان فرمائے۔ جن میں ایک اصول قیامت کا آنا ہے۔ تاکہ اس دن میں اللہ تعالیٰ عاملین کو
جزا و سزا عطا کر سکے۔ قیامت کا آنا یقینی ہے۔ یہ منجملہ ارکان ایمان میں سے ہے ایک
اہم ترین رکن ہے۔ اس کی دلیل مشکوٰۃ شریف باب الایمان میں ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی یارسول اللہ ما الایمان آپ نے فرمایا
ان تومن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر یعنی قیامت پر ایمان لانا ایمان کیلئے ضروری
ہے۔ یہاں سوال یہ ہے۔ کہ انبیاء ملائکہ سے افضل ہیں لیکن یہاں آپ نے پہلے ملائکہ

کا بیان فرمایا۔ ملا علی قاری کا رحمہ فرماتے ہیں ۔ یہاں ملائکہ کی تقدیم ترتیب کا تقاضا ہے ۔ ورنہ نفس الامر میں جو مقام لی مع اللہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہے ۔ وہ کسی فرشتہ نہ جبرائیل کو بھی ہے نہیں نہ خلیل و ذبیح کو ہے ۔ دیکھئے شب معراج محبوب علیہ السلام مقام قاب قوسین پر جلوہ گر ہوتے وہ آپ کا ہی خاصہ ہے ۔ فرمایا قیامت کا آنا مسلمہ ہے لیکن کفار اس کے منکر ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ۔ عالم الغیب ـــــ ولا فی الارض امام الرازی فرماتے ہیں ۔ انسان جسم اور روح کے مرکب ہے اس کے مرنے کے بعد اجسام کے اجزاء زمین میں ہوتے ہیں ۔ اور ارواح آسمان میں اللہ تعالیٰ کا قول ہے ۔ لا یعزب عنہ مثقال ذرۃ فی السموات یہ ارواح کے علم کی طرف اشارہ ہے ۔ ولا فی الارض اجسام کے علم کی طرف اشارہ ہے ۔ جب اسے اشباح اور ارواح کا علم ہے ۔ اور ان کے جمع کرنے پر قادر ہے ۔ تو قیامت بعید کب ہے ۔ اس میں اسی کا بیان ہے ۔ کہ اللہ تعالیٰ کا علم تمام کائنات کو شامل ہے ماضی ہو یا مستقبل تمام زمانے اور زمانیات ماضی ہوں یا مستقبل اللہ کے نزدیک حاضر ہیں ۔ اور وہ زمان سے خارج اللہ تعالیٰ زمان و مکان سے پاک ہے ۔ زمان و مکان اس کے مخلوق ہیں ۔ اسی طرح قیامت بھی اللہ تعالیٰ سے غیب نہیں ہے کہ صاحب

تفسیر مظہری ؒ فرماتے ہیں ۔ کہ بعض اکابر پر یہ حالت وارد ہوتی ہے ۔ کہ یری الماضی والمستقبل موجوداً عندہ اس پر شاہد صحیحین کی حدیث ہے ۔ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں ۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورج گرہن ہوا ۔ تو آپ نے صحابہ کرام رضہ کو نماز پڑھائی ۔ آپ فارغ ہوئے تو صحابہ نے عرض کی ۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ رأیناک ـــــ فقال انی رایت الجنۃ ـــــ ما بقیت الدنیا ـــــ بلاشبہ جنت میں داخلہ اور جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونا قیامت کے بعد ہوگا ۔ لیکن محبوب علیہ السلام کی شان دیکھئے کہ دنیا میں ہی آپ نے جنت کو اپنے پاس موجود دیکھا ۔ جنت کہاں ہے ۔ عند سدرۃ المنتہیٰ ـــ جنۃ الماوٰی ۔ یہاں دو صورتیں ہیں ۔ کہ یا تو جنت مدینہ میں آپکی بارگاہ میں آگئی ۔ یا جنت وہاں رہی ۔ تو مدینے میں رہتے ہوئے آپ کا ہاتھ وہاں پہنچ گیا ۔ یہ تصرف محبوب علیہ السلام ہے ۔ علامہ بدرالدین عینی رہ فرماتے ہیں ۔ انی رایت الجنۃ ظاہرہ من رویۃ العین کشف اللہ تعالیٰ الحجب التی بینہ و بین الجنۃ ـــــ جلد ۴ صـ ۸۳ ـ معلوم ہوا ۔ کہ آیا تو جنت یہاں آ یا یا آپ کا ہاتھ وہاں پہنچا ۔ یہ آپ کا معجزہ ہے ۔ ابوجہل کو کنویں سے نکالا ـــــ (رونق المجالس باب المعجزات)

۱۰۷ - قیامت کا یوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ہ ھل ینظرون الا الساعۃ زخرف (۶۷) - کیا یہ کافر ہیں اس
بات کے منتظر ہیں - کہ اچانک قیامت انکے پاس آجائے۔ اس دن کیفیت یہ ہوگی،
کہ اس دن سب ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔ سوائے پرہیزگاروں کے یہ دنیا دار
التکلیف ہے۔ اس میں انسان شرعی احکامات کا مکلف ہے۔ دنیا میں انسان عمل
خیر کرے یا شر تو قیامت آنے کا یہی فلسفہ ہے - کہ عاملین کو ان کے اعمال کی جزا
اور سزا مل سکے - یہ عین انصاف ہے۔ اس قیامت کا آنا حتمی اور یقینی ہے لیکن
کفار اس کے منکر ہیں - آیت ھذا میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے - کہ یہ کفار و مشرکین
رسل علیہم السلام کی تکذیب کرنے والے قیامت کے منتظر ہیں۔ وہ تو اچانک آجائے
گی - اور انہیں شعور نہیں ہوگا - قیامت لامحالہ آنے والی ہے۔ اور وہ اس سے غافل
ہیں - اس کے لیے تیار نہیں - چنانچہ جب قیامت آجائے گی، اس وقت نادم
ہوں گے - لیکن اس وقت ندامت کام نہیں دے گی۔ اور کیفیت یہ ہوگی - کہ غیر اللہ
کیلیے ہر صداقت محبت فانها تنقلب یوم القیامۃ عداوۃ الا ما کان اللہ

فانہ دائم بدوامہ ابن کثیر پر ہیز گاروں کی آپس میں جو محبت ہوگی۔ وہ بفضلہ تعالیٰ
منقطع نہیں ہوگی۔ قائم رہے گی۔ اور متقین ہی اولیاء اللہ ہیں۔ ارشاد اللہ رب العزت ہے۔
الذین امنوا وکانو یتقون۔ میدان حشر کی ہولناکی سے گھبرا کر جب مخلوق خدا
ایک دوسرے کا ساتھ چھوڑ دے گی۔ تو اولیاء کرام قیامت کے دن بے سہاروں کا سہارا بن
کر گنہگاروں کی شفاعت کریں گے مشکوۃ شریف ص ۴۹۴ حضرت انس بن مالک
رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن حساب وکتاب
کے بعد جب خداوند تعالیٰ مخلوق کے حق میں آخری فیصلہ کر دے گا۔ حکم ہوگا۔ کہ جنتیوں کو
جنت میں جاؤ۔ فرمایا جب ولیوں کا گذر ہوگا۔ دوزخیوں کے پاس سے گزریں گے۔ پر
صف بستہ کھڑے ہوں گے۔ تو ایک دوزخی ولی کامل سے عرض کرے گا۔ اما تعرفنی
کہہ رہے گا۔ انا الذی سقیتک شربۃ میں وہ ہوں جس نے آپ کو پانی پلایا
اور کوئی کہے گا۔ میں وہ ہوں جس نے آپ کو وضو کرایا تھا۔ فیشفع لہ فیدخلہ الجنۃ
وہ اولیاء گنہگاروں کی سفارش کریں گے۔ خدا کا غضب رحمت میں تبدیل ہو

جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ بدل کر ان کو جنت عطا فرمائے گا۔ اقبال فرماتے ہیں۔ کہنے میں

اندازہ کون کر سکتا ہے۔ ان کے زور بازو کا۔ نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں۔

امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس کا نقشہ جو بیان فرمایا ہے۔ جیسے دنیا میں جہاں حال

داروں کا گزر ہوتا ہے۔ تو فقرا و سائلین ان کے راستے میں پڑ جاتے ہیں۔ وہ سوال کرتے

ہیں۔ انہیں خیرات مل جاتی ہے۔ بلعینہ اسی طرح جب گنہگاروں کے دوزخی ہو جانے کا

فیصلہ ہو جائے گا۔ تو ان پر اللہ تعالیٰ کا کرم اس طرح ہو گا۔ کہ سارے دوزخیوں یہاں صف

بستہ کھڑے ہو جائیں ولیوں کا یہاں گزر ہو گا۔ ان کا دامن پکڑ لینا وہ سفارش کریں گے۔

ہم بخش دیں گے۔ فرماتے ہیں۔ فی طریق الجنۃ من العلماء والاخیار والصلحاء الابرار مرقاۃ

جلد ۱۰ صفحہ ۳۱۲ سوال یہ ہے۔ کہ جب ان کے جہنمی ہو جانے کا فیصلہ ہو جائے گا۔

تو ولیوں کی سفارش سے یہ فیصلہ کیسے بدل جائے گا۔ اس فلسفہ کو امام رازی نے

نے اس طرح حل فرمایا ہے تو فرماتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ اپنے رب کی اطاعت

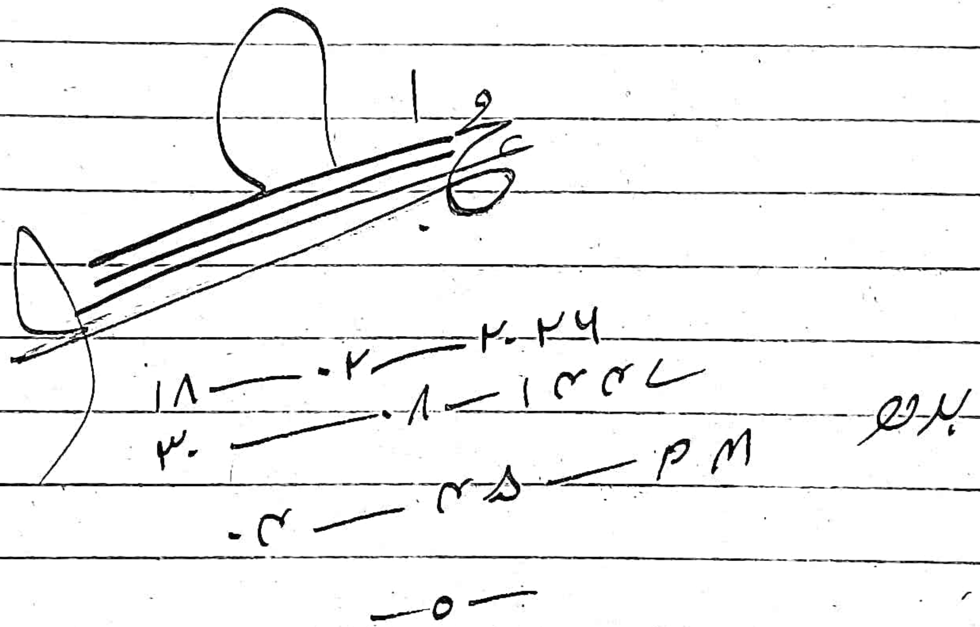
وفرمانبرداری کرتا ہے۔ اور جس چیز سے وہ منع کرتا ہے۔ رک جاتا ہے۔ تکلیف

يبعد ان يفعل الرب الرحيم الكريم مرة واحدة ما يريد العبد یعنی یہ کیونکر بعید
امر ناممکن ہے۔ ایک بندہ عاجز و بے اختیار ہو کر بھی جو خدا کہتا ہے وہ کرتا
ہے تو اللہ تعالیٰ قادر و مطلق اور خالق کائنات اور رحیم و کریم ہو کر جو بندہ کہے
وہ نہیں کر سکتا ضرور کر سکتا ہے۔ ثابت ہوا۔ کہ جو خدا نے فرمایا۔ وہ والیوں نے
کیا۔ اور بعد از حشر میں جو یہ کہیں گے وہ خدا کر دے گا۔ اس حدیث شریف سے
معلوم ہوا۔ کہ اگر کسی کو وضو کرانا اور وضو کا پانی کسی کے لئے مہیا کرنا ایسا امر ہے
کہ اس کے لئے سفارش کا سبب ہو جائے گا۔ تو جب وضو کرانے کا ثواب اس قدر
ہے۔ تو خود وضو کرنے اور نماز پڑھنے کا ثواب کس قدر ہوگا۔ چنانچہ حدیث شریف
میں ہے۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے بعد حضرت بلال کو ارشاد فرمایا۔
کہ اے بلال اسلام لانے کی حالت میں سب سے زیادہ پر امید عمل تمہارے نزدیک کون
سا ہے۔ کیونکہ میں نے جنت میں تمہارے جوتوں کی آواز سنی ہے۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم میں رات دن کی ساعتوں میں جب بے وضو ہوتا ہوں تو فوراً وضو کر لیتا

ہوا۔ اور دو رکعت نماز پڑھتا ہوا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ان کو لازم کر لو۔ یہ فضیلت

ہمیں اس لیئے ملی ہے۔ مشکوۃ شریف ص ۱۱۷ مرقاۃ جلد ۳ ص ۲۰۵ عمدۃ القاری

فی شرح صحیح البخاری جز ۷ ص ۲۰۷۔



۱۰۸ - شفاعت کا اذن

بسم اللہ الرحمن الرحیم مَن ذَا الَّذِی یَشفَعُ عِندَہٗ اِلَّا بِاِذنِہٖ ــــ یہ آیت الکرسی کی ایک طویل آیت کا ایک حصہ ہے۔ فرمایا کون ہے۔ جو اس کے ہاں سفارش کر سکے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال بڑائی کبریائی کا بیان ہے۔ کہ وہ ذات و صفات میں جلال و ہیبت کا حامل ہے۔ کہ کوئی اس کی بارگاہ میں شفاعت کی جسارت نہ کر سکے گا۔ کیا کوئی بھی سفارش نہ کر سکے گا۔ بعد میں فرمایا اِلَّا بِاِذنِہٖ یعنی سفارش وہ کرے گا جسے اجازت ملے گی۔ لفظ الا حرف استثناء ہے مَن ذَا الَّذِی یَشفَعُ عِندَہٗ مستثنیٰ منہ ہے۔ یعنی بلا اذن کوئی شفاعت نہیں کر سکے گا۔ شفاعت ہوگی تو باذن ہوگی۔ قیامت کے دن انبیاء اولیاء علماء شفاعت کریں گے۔ جہاں تک امام الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے۔ آپ نے تو دنیا میں ہی غلاموں کو فرما دیا ہے کہ مجھے شفاعت کا اذن مل چکا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَن زَارَ قَبرِی وَجَبَت لَہٗ شَفَاعَتِی۔ شفاء السقام میں روایت ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا مَن زَارَ قَبرِی وَجَبَت لَہٗ شَفَاعَتِی۔ ایک نے بیان کیا یعنی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَن زَارَ اِلٰی مُتَعَمِّدًا

جس نے قصداً آپ کی زیارت کی ثواب کی نیت سے معلوم ہوا جو گنبد خضراء پر حاضر ہوں وہ میرے محبوب علیہ السلام کے پاس جاتا ہے۔ فرمایا کان لی جواری یوم القیامۃ فی مسکن المدینۃ وصبر علی بلدھا۔

کنت لہ شفیعاً یوم القیامۃ۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں ۔ کنت لہ شہیداً الطاعتہ

شفیعاً ای لمعصیتہ معلوم ہوا۔ آپ اپنے غلاموں کے اعمال سے باخبر ہیں۔ تب ہی آپ اُن کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ اور آپ ان کے گناہوں کی سفارش کریں گے۔ شفاعت ثابت ہوئی۔ نیز معلوم ہوا۔ کہ جو زائرین گنبد خضراء پر جاتے ہیں۔ آپ ان کو جانتے ہیں۔ تب ہی سفارش کریں گے۔ باقی زیارت آپکے طفیل ہے۔ بالذات مقصود زیارت روضہ شریف ہے۔ امام احمد رضا فرماتے ہیں۔ ان کے طفیل حج بھی اللہ نے کرا دیئے۔ اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے اور آپ کی قبر انور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ما بین بیتی ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ وہ قطعہ جو کہ وہ جنت ہے

محمد علی

۲۰۲۶ ـ ۲ ـ ۱۸

بدھ ـ ۶ ـ ۹ ـ ۱۴۴۷ ـ ۶:۰۰ PM

۱۰۹۔ شانِ ولائیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥ الا ان اولیاء اللہ ــــــ یحزنون ٥ یونس ۶۲ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں انسان کو فضیلت و برتری عطا فرمائی ہے۔ اور انسان کے آپس میں درجات متفاوت اور مختلف ہیں۔ وہ انسان بڑا ہی خوش نصیب ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے دولت ایمان سے نوازا ہے۔ صفت ایمان سے مومن غیر مومن اور مسلم غیر مسلم سے ممتاز ہو گیا ہے۔ اور حصول ایمان کے بعد جیسے جیسے تقویٰ طہارت اور پرہیزگاری کی توفیق ملی اس کو شرعی اصطلاح میں اولیاء اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کا ذکر قرآن کریم میں مذکور ہے۔ الا ان اولیاء اللہ اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہے۔ اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔ امام رازی فرماتے ہیں۔ کہ واؤ اور لام اور یاء کی ترکیب قرب کے معنی پر دلیل ہے۔ پس ولی اللہ کے قریب ہوتا ہے۔ مکان اور جہت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کا قرب محال ہے۔ قرب الٰہی اس اعتبار سے ہے۔ فالقرب منہ انما یکون اذا کان القلب مستغرقاً فی نور معرفۃ اللہ تعالیٰ اگر دیکھے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل دیکھے اگر سنے تو اللہ تعالیٰ کی آیات سنے اگر بولے تو اللہ تعالیٰ کی ثنا بولے۔ اگر حرکت کرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف حرکت کرے۔ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کا ولی ہے۔ جب ایسا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کا

ولی ہو جاتا ہے۔ اللہ ولی الذین امنوا قرب الہی ولایت کا نام ہے صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں بلکہ تمام مخلوق کے ساتھ قرب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان اس پر دلیل ہے۔ نحن اقرب

الیہ من حبل الورید۔ یہ قرب عام ہے۔ ایک اللہ تعالیٰ کا اولیاء کاملین کے ساتھ قرب ہے۔ وہ قرب

محبت ہے۔ صاحب تفسیر فرماتے ہیں۔ اس دوسرے قرب کے درجات غیر متناھیۃ ہیں۔ اس پر دلیل

حدیث قدسی ہے۔ لایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل ـــــ یعنی جس وقت اس کے سمع و بصر

اور تمام اعضاء کی غایت اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ہو جاتی ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ اس کی سمع و بصر ہو گیا۔

صاحب فیض الباری فرماتے ہیں۔ میں کہتا ہوں۔ یہ الفاظ کے حق سے عدول ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ

کا قول کنت سمعہ بصیغۃ المتکلم ہے۔ وہ اس پر دلیل ہے۔ کہ متقرب بالنوافل کا جسم باقی

رہ جاتا ہے۔ وصار المتصرف فیہ ـ اس کو صوفیہ نے فنا فی اللہ سے تعبیر کیا ہے فیض الباری

جلد ۴ ص ۴۲۸ دیکھئے قرآن کریم میں موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں فلما جاءھا نودی ان بورک من فی النار

جب موسیٰ علیہ السلام نے آگ دیکھی وہ مشاہد آگ تھی۔ رب جل مجدہ نہیں تھا۔ لیکن جب اللہ

تعالیٰ نے اس میں تجلی فرمائی تو درخت نے کہا۔ من الشجرہ ان یا موسیٰ انی انا اللہ رب العالمین۔

(سورۃ قصص) پس مری آگ تھی۔ اور اس میں متکلم درخت تھا۔ کیونکہ تجلی درخت پر وارد ہوئی جب

صحیح ہے، کہ درخت سے انی انا اللہ کی آواز آئے تو کیا اللہ تبارک وتعالی متقرب بالنوافل کے سمع

اور بصر نہیں ہو سکتا۔ مزید اس حدیث کی توضیح کے متعلق امام رازی رح فرماتے ہیں۔ واذا صار

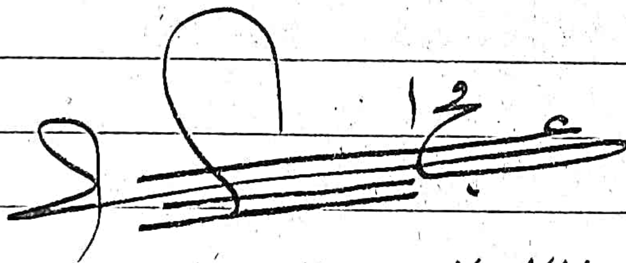
نور جلال سمعا لہ سمع القریب والبعید واذا صار ذالک النور بصرا لہ حدیث کا مفاد یہ ہے۔

کہ ولی کامل جیسے نزدیک کی آواز سنتا ہے ویسے دور کی آواز بھی سنتا ہے۔ اور جیسے قریب کو

دیکھتا ہے۔ ویسے ہی بعید کو دیکھتا ہے۔ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا واقعہ آپ وضو کرتے

ہوئے۔ اپنے مریدوں کی دور سے استغاثت فرمائی اور اپنی قیام گاہ پر بیٹھ کر دور کے واقعہ کو دیکھ لیا۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یاساریۃ الجبل کہنا بھی حدیث میں وارد ہے



۱۹ — ۰۲ — ۲۰۲۶
۰۱ — ۰۹ — ۱۴۴۷
جمعرات ۱۱ — ۴۲ — AM — ۰ —

۱۱۔ دعائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ خذ من اموالھم صدقۃ ——— العلیم ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
فرمان گرامی کے مطابق اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ توحید و رسالت کی گواہی دینا
نماز قائم کرنا۔ زکوٰۃ دینا۔ حج بیت اللہ کرنا۔ اور رمضان کے روزے رکھنا۔ رسول علیہ السلام
نے فرمایا۔ گواہی توحید و رسالت کو مقدم رکھا گیا ہے۔ یہ اسلام کی اصل ہے۔ اس کے بعد نماز کا ذکر
فرمایا۔ جو کہ اس کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ اور اس کے متصل زکوٰۃ کا ذکر ہے۔ آپ نے قرآن
کریم کا متبع کرتے ہوئے اس ترتیب کو ملحوظ رکھا۔ ویسے قرآن کی تلاوت باعث نجات اور موجب
خیر و برکت ہے۔ اور اس سے ثواب حاصل ہوتا ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر بڑے احسان ہے۔ کہ آپ نے
قرآن کریم کو انتہائی مدبر سے پڑھا جس سے بہت سے مسائل کا استنباط فرمایا۔ علامہ ابن عابدین
شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ قرآن کریم میں بتیس مقامات ایسے آتے ہیں۔ کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے
نماز کا ذکر فرمایا ہے۔ اس کے متصل ہی زکوٰۃ کا ذکر فرمایا۔ جہاں تک زکوٰۃ کی ادائیگی اور فرضیت
کا تعلق ہے۔ تو قرآن کریم میں اکثر مقامات پر اس کا ذکر ہے۔ چنانچہ آیت خذ امن چلم
ان آیات میں سے ایک ہے۔ رب کائنات نے اپنے محبوب علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ آپ

ان سے صدقہ خیرات وصول کریں۔ اور اس سے ان کو پاک اور ستھرا کر دیں نیز ان کے
حق میں دعا خیر کریں۔ کیونکہ آپکی دعا ان کے حق میں وجہ تسکین قلب ہے۔ علامہ ابن کثیر
فرماتے ہیں۔ کہ آپ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ ہوئے۔ تو قبائل عرب میں سے بعض
نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا۔ کہ ہم زکوٰۃ امام کو نہیں دیں گے۔ یہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ خاص تھا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے قول خذ من اموالھم صدقۃ سے استدلال کیا۔ علامہ ابن کثیر
فرماتے ہیں۔ اور یہ تاویل تاویل ناسو تھی۔ حضرت صدیق اکبر اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کا رد کیا۔ اور
ان سے قتال کیا۔ علامہ عبداللہ بن علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ وہ زکوٰۃ کے ادا نہ کرنے میں تاویل
کرنے والے تھے۔ اور استدلال خذ من اموالھم سے کیا۔ کہ اس میں حکم صرف آپکو ہے۔ علامہ فرماتے
ہیں۔ کہ کتاب مبین میں خطاب تین قسم پر ہے۔ خطاب عام مثلاً۔ اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا
اور خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص۔ ومن اللیل فتہجد بہ نافلۃ لک قید نافلۃ لک نے
تشریک کو منقطع کیا۔ اور خطاب مواجھۃ یعنی مخاطب تو آپ ہیں۔ لیکن حکم آپ کو اور تمام
امت کو ہے۔ جیسے اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس زکوٰۃ کا حکم بھی اسی قبیل سے ہے۔ کہ آپ کے

بعد جو امیر امت کا والی ہو اسے چاہیے کہ آپ کی پیروی کرتے ہوئے ۔ ان سے زکوٰۃ وصول کرے ۔

ہر ہی زکوٰۃ دینے والے کے لئے امام کی طرف سے تطہیر تزکیہ کی دعا تو جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول

علیہ السلام کی پیروی کرتے ہوئے زکوٰۃ پر عمل کرے گا ۔ تو وہ ان تمام دعاؤں کو پالے گا ۔ تو آپ

کے زمانہ میں جس عمل پر آپ کا وعدہ ہے ۔ وہ وعدہ باقی ہے ۔ منقطع نہیں ۔ لہذا امام

کو مستحب ہے ۔ کہ وہ خیرات کرنے والے کیلئے دعا کرے ۔ اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو رد نہیں کریگا ۔

کیونکہ وہ نبی علیہ السلام کا خلیفہ ہے ۔ یہاں علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ نے عجیب بات بیان فرمائی ۔

وہ حکم آپکی حیات میں تھا ۔ آپ کی وفات کے بعد تو خلیفہ کی دعا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

دعا کے قائم مقام ہے ۔ اعمال آپ پر صبح و شام پیش کئے جاتے ہیں ۔ حدیث شریف میں ہے ۔ حیاتی

خیر لکم و مماتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم فی الصباح فی المساء فان وجدت خیرا ___

بعد میں یہ نتیجہ یہ اخذ کیا کہ دعاء رسول صلی اللہ علیہ وسلم حاصل فی حیاتہ و بعد موتہ معلوم ہوا ۔

کہ غلاموں پر آپ کی نظر ہے ۔ آپ عزیز علیہما عنتم ___ رحیم ہیں ۔ تو زندہ ہیں واللہ تو زندہ ہے

دیکھئے جب بیٹا نیک کام کرے تو باپ خوش ہوتا ہے ۔ شاگرد نیک کام کرے تو استاد خوش

ہوتا ہے۔ اسی طرح اس نیک کام کرنے سے تو نبی علیہ السلام خوش ہوتے ہیں۔ خیرات کی بڑی برکات ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ خیرات سے رزق میں برکت اور حصول ثواب ہے۔

(نزہتہ المجالس باب الصدقہ)

ع ب

۲۰-۲-۲۰۲۶
۰۲-۰۹-۱۴۴۷
جمعۃ المبارک ۰۱-۳۵ AM -

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون ۝ آل عمران - اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے قرآن کریم میں اکثر مقامات پر انفاق فی سبیل اللہ زکوٰۃ صدقات و خیرات کی ایمان والوں کو ترغیب دی ہے۔ جس کا مفاد یہ ہے کہ مال سے خیرات کرنے میں مال پاکیزہ ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس میں برکت عطا فرماتا ہے۔ اور خیرات کرنے والے کے دل میں جذبہ سخا جذبہ ایثار قربانی پیدا ہوتا ہے۔ آیت ھذا میں انفاق فی سبیل اللہ کے ساتھ اس چیز کی قید ہے کہ جو مال تمہارا مرغوب طبع ہے اور تمہارا پسندیدہ ہے۔ اس کو خیرات کرنے سے تمہیں بھلائی نصیب ہو گی۔ لفظِ بِر سے مراد سلف صالحین کے مختلف اقوال ہیں۔ بقول ابن مسعود ابن عباس رضی اللہ عنہم بر سے مراد جنت ہے۔ امام مقاتل وابن حبان نے فرمایا بر سے مراد طاعت ہے۔ بعض نے کہا کہ بھلائی ہے۔ امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ لن تکونوا ابرارا یعنی کثیر الخیر۔ جملہ اقوال سلف کا مفاد یہ ہے کہ خیرات کرنے والا تمام خوبیوں یعنی جنت طاعت خیر کثیر کو حاصل کرتا ہے۔ اور رحمت رضا الٰہی جنت کو حاصل کر کے من جملہ ابرار میں سے ہو جاتا ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں۔ ان من انفق مما احب کان من جملۃ الابرار اور جنت میں جو ان کا اعزاز

واکرام ہوگا۔ فرمایا۔ ان الابرار لفی نعیم وقال ایضاً ان الابرار یشربون من کاس کان

مزاجھا کافوراً۔ بعض مفسرین نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے قول مما تحبون میں من تبعیض کیلئے

ہے۔ بعض مال خیرات کرو۔ فیہ اشارۃ الی ان انفاق الکل لا یجوز امام بخاری رح نے

ایک باب منعقد کیا ہے۔ لاصدقۃ الا عن ظھر غنی صدقہ اسی صورت میں جائز ہے۔ کہ

اس کی مالداری قائم ہے۔ اور جس نے خیرات کیا۔ اس مال میں کہ وہ آپ کا محتاج ہے۔ یا اس

کے گھر والے محتاج ہیں۔ یا اس پر دین ہے تو دین کا ادا کرنا صدقہ سے اور آزادی ہبہ سے

زیادہ مستحق ہے۔ اور وہ اس پر پھیر دیا جائے گا۔ پھر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ ہاں اس

صورت میں الا ان یکون معروفا بالصبر وہ صبر میں مشہور ہو اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح

دے۔ کفعل ابی بکر تصدق بمالہ۔ آپ نے سارا مال خیرات کر دیا۔ بخاری کتاب الزکوٰۃ ص۱۹۲ جلد ۱

اور آپ کا سارے مال سے دست بردار ہونا ظہر غنی سے تھا۔ لانہ کان غنیا بقوۃ توکلہ

حدیث مرفوع میں جس کو ابوداؤد ترمذی نے روایت کیا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خیرات کرنے کا حکم دیا۔ اتفاق سے میرے پاس مال تھا۔ میں نے کہا آج

میں ابوبکر رضی سے سبقت کر جاؤں گا۔ ــــــ قال ابقیت لھم اللہ ورسولہ یہاں سوال ہے کہ حضرت
کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعروں میں سے تھے جب غزوہ تبوک کی حاضری سے پیچھے
رہ گیا۔ تو عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ میں اس غلطی کی توبہ میں سارا مال خیرات کرتا ہوں۔ تو آپ نے
ارشاد فرمایا۔ کہ بعض خیرات کرو اور بعض اپنے پاس رکھو۔ تو بنی پاک علیہ السلام نے حضرت کعب
کو سارا مال خیرات کرنے سے روکا۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نہیں روکا۔ علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ
علیہ فرماتے ہیں۔ وجہ یہ ہے۔ کہ لانہ کان شدید الصبر قوی التوکل وکعب لم یکن مثلہ۔ بنی علیہ السلام
اپنے غلاموں کے صبر و رضا توکل علی اللہ اور نییات کے خلوص سے باخبر ہیں۔ جیسا کس کا
مقام تھا۔ ویسے ہی آپ نے اجازت فرمائی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی جان و مال محبوب[4]
کے قدموں پر قربان کر دی۔ یہ جان و مال دونوں آقا آپ کیلئے ہیں۔ مرناشری کی گلی میں جینا شری
گلی میں۔ آپ کی خیرات کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وابتغاء وجہ ربہ الاعلی ولسوف
یرضی بنی علیہ السلام کے متعلق فرمایا۔ ولسوف یعطیک فترضیٰ۔ محبوب کو یہاں تک عطا ہوگا۔
کہ وہ راضی ہو جائیگا۔ اور صدیق کو یہاں تک عطا ہوگا۔ کہ صدیق راضی ہو جائیگا۔ صدیق

خدا سے راضی ہو جائے گا۔ اور خدا صدیق سے راضی ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر راضی ہونے کا اعلان فرما رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ کرام کی محبت عطا فرمائے۔ (آمین)

عرفان

۲۱ — ۰۲ — ۲۰۲۶
۰۳ — ۰۹ — ۱۴۴۷
pm — ۲۰ — ۱ ہفتہ

—o—

۱۱۲ - معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ سبحن الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام ــــــ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سیر معراج آپ کا بہت بڑا کمال اور عظیم الشان معجزہ ہے۔ جہاں تک معراج کا تعلق ہے۔ علمائے کرام نے فرمایا۔ کہ معراج ہر نبی اور رسول علیہ السلام کو ہوا۔ ہر ایک کے مقام ومرتبہ کے مطابق لفظ معراج عروج سے ہے۔ جس کا معنیٰ ہے بلندی۔ یعنی بلندی پر جانا معراج ہے۔ لیکن محدثین نے فرمایا ہے۔ کہ معراج ایک خاص حال اور کیفیت کا نام ہے۔ جس میں نبی علیہ السلام کو ایک خاص قسم کا قرب حق نصیب ہوتا ہے۔ اسی قرب خاص کو معراج سے موسوم کیا گیا ہے۔ دیکھئے حضرت یونس علیہ السلام جب مچھلی کے شکم میں تشریف لے گئے۔ وہ آپ کو تحت الثریٰ میں لے گئی۔ کیونکہ آپ بطن ماہی میں زمین کے نیچے گئے۔ لیکن وہ آپ کا معراج تھا۔ چنانچہ امام ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔ ولھذا قیل کان معراج یونس علیہ السلام فی بطن الحوت۔ کما ان معراج نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کان فی ظھر السماء فالقرب ــــ لہذا ثابت ہوا۔ ابراہیم علیہ السلام کا نار نمرود میں جانا آپ کا معراج ہے۔ اسماعیل علیہ السلام کے حلق مبارک کا چھری کی دھار کے نیچے آنا آپ کا معراج ہے۔ یوسف علیہ السلام کا

کنویں میں جانا آپ کا معراج ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کا کوہ طور پر جانا ان کا معراج ہے۔

محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معراج اس حیثیت سے بھی عظیم الشان ہے کہ

تمام کو معراج فرش پر ہوا۔ لیکن ہمارے آقا علیہ السلام کو معراج مافوق العرش ہوا۔

جس شان و شوکت سے معراج آپ کو ہوا۔ وہ کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ دیکھیے قرآن

کریم میں موسیٰ علیہ السلام کے معراج کا ذکر ہے۔ کہ آپ کا اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کیلئے

کوہ طور کا سفر کرنا۔ ولما جاء موسیٰ لمیقاتنا۔ آپ کے مبارک سفر کی عظمت اس اعتبار

سے ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کے معراج میں کہا۔ ولما جاء موسیٰ لمیقاتنا۔ اور معراج

محبوب علیہ السلام میں فرمایا سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ ـــــ جو خود جائیں وہ موسیٰ

علیہ السلام ہیں۔ جو بلائے جائیں وہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ فرق واضح ہے

معراج کلیم مقام طور تھا۔ معراج حبیب بساط نور تھا۔ وہ طالب بن کر گئے۔ آپ مطلوب

بن کر گئے۔ یہ طور اور معراج کے قصہ سے ہوا عیاں۔ اپنا جانا اور ہے اُن کا بلانا اور ہے

جس شان و شوکت سے آپ کا معراج ہے حدیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ روض الفائق

ہوں ہے ۔ ۲۷ رجب شریف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت ام ہانی کے گھر تشریف فرما تھے ۔ خالق کائنات نے جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا وانزل مع سبعین الف ملک الی باب شفیع الامم سید العرب والعجم فقف ببابہ اے جبرائیل تم ستر ہزار فرشتے لے کر حجرہ رسول علیہ السلام پر حاضر ہو جاؤ ۔ اے اسرافیل و عزرائیل اے میکائیل تم بھی ایسا کرو ۔ اے جبرائیل آفتاب کی روشنی سے چاند کی روشنی پر اضافہ کر دے ۔ اور چاند کی روشنی سے ستاروں کے نور پر اضافہ کر دے ۔ واجعلھا شمعتین بین یدی سید الکونین یہ روایت محدث ابن جوزیؒ نے بیان فرمائی ہے ۔ روض الفائق ص ۱۱۵ اسری بعبدہ لیلاً ۔ رات کو معراج کیوں ہوئی دن کو نہیں ہوا ۔ دیکھئے اس رات فرشتوں کی نورانیت کی روشنی مزید برآں چاند و سورج ستاروں کی روشنی کا اللہ تعالیٰ نے ثابت کر دیا تھا ۔ کہ میرے محبوب علیہ السلام کی اور روشنی کے محتاج نہیں ۔ جب ان تمام انوار سے فضائے حجاز منور ہو گئی ۔ تو فرمان آیا کہ اے حبیب ستر ہزار نور آپ پر جو بشریت کے ہیں ۔ ایک پردہ اٹھا دو ۔ ایک پردہ اٹھا تو آپ کی نہایت درجہ نورانیت پہلے آپ کا نور پاک تمام انوار پر غالب آگیا ۔ اس کی طرف امام اہلسنت

سے اشارہ فرمایا۔ خورشید تھا بس نور پر بڑھ کر وہ چمکا تھا۔ قمر بے پردہ حبیب

وہ رخ ہوا یہ بھی نہیں ۔ وہ بھی نہیں ۔ چنانچہ فرشتے خدمت میں آ گئے۔ آپ کا

انشراح صدر فرمایا۔ یہ وہ مقام ہے جس کی تمنا کلیم اللہ علیہ السلام نے کی رب

اشرح لی صدری لیکن حبیب علیہ السلام کو یہ مقام بے مانگے ملا۔ الم نشرح

لک صدرک ۔ پھر آپ کو براق پر سوار کیا گیا۔ اس نے کچھ شوخی کی۔ اس

کی حکمت علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آپ وعدہ فرمائیں کہ قیامت کے دن مجھ پر سواری فرمائیں ——

٢١ — ٠٢ — ٢٠٢٦

٠٣ — ٠٩ — ١٤٤٧

ہفتہ ٠٥ — ٤٠ — PM

۱۱۳ معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۰ سبحان الذی اسریٰ بعبدہ ——— البصیر ۰ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ معراج آپ کا کمال اور عظیم الشان معجزہ ہے۔ جہاں تک معراج کا تعلق ہے علمائے کرام نے فرمایا۔ کہ معراج ——— جملہ انبیاء علیہم السلام فضائل وکمالات کے حامل ہیں۔ اور جہاں تک حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق ہے۔ تو آپ سراپا فضائل وکمالات ہیں کچھ ایسے فضائل وکمالات ہیں۔ جو کہ آپ کے خصائص ہیں۔ من جملہ ان کے کمال معراج ہے۔ یہ تخصیص اس اعتبار سے ہے۔ کہ جس شان وشوکت سے آپ کو معراج ہوا۔ ایسا کسی کو نہیں ہوا۔ یہ فرق تو خالق کائنات نے خود بیان فرمایا۔ چنانچہ امام نسفی رح بیان فرماتے ہیں۔ کہ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ یا رب العالمین میں تیرا کلیم ہوں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرا حبیب ہیں۔ ان میں فرق کیا ہے۔ فرمایا کلیم اپنے مولا کی رضا پر عمل کرتا ہے۔ اور حبیب کہ اس کا مولا اس کی رضا پر عمل کرتا ہے۔ والکلیم یحب اللہ والحبیب یحبہ اللہ الکلیم یاتی الی الطور سینا ثم یناجی والحبیب ینام علی فراشہ فی طرفۃ عین الی مکان ——— فرق ظاہر ہے۔ بخاری شریف کی حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ ابو ذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے۔ انہوں نے میرے سینے کو چاک کیا۔ ثم غسلہ بماء زمزم پھر سونے کا ایک طشت ایمان و حکمت کا بھرا ہوا لائے۔ میرے سینے میں ڈال دیا۔ علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ آپ کا شق صدر چار مرتبہ ہوا۔ اس میں حکمتیں تھیں۔ پہلا حضرت حلیمہ کے پاس شق صدر ہوا۔ آپ کی عمر چار برس کی تھی۔ اس میں حکمت یہ تھی۔ تا کہ آپ اکمل ترین حالات پر نشوونما پائیں۔ باقی بچوں کی طرح نہ ہو۔ نیز دس سال کی عمر میں تا کہ اس حال میں بالغ ہوں کہ اجمل اور اکمل ترین اخلاق پر ہوں۔ اور عند البعثۃ تا کہ علوم قرآن کا تحمل کر سکیں۔ اور معراج کی رات تا کہ آپ ملاقات ملاء اعلیٰ مناجات حق اور مشاہدہ الٰہی کیلئے تیار ہو جائیں۔ یہ ایسی فضیلت ہے کہ کلیم مانگتے ہیں۔ رب اشرح لی صدری۔ اور جب کو بن مانگے عطا فرماتا ہے۔ نیز آپ براق پر سوار ہوئے۔ حضرت قتادہ سے روایت ہے۔ کہ جب آپ نے سوار ہونے کا ارادہ فرمایا۔ تو اس نے شوخی کی تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا۔ ایسا تو حیا نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مکرم

تجھ پر سوار نہیں ہوا۔ تو وہ ٹھہر گیا۔ شارح بخاری علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے
ہیں۔ کہ میں نے ثقہ مشائخ سے سنا ہے۔ کہ براق نے اس لیے شوخی کی۔ تاکہ آپ اسے قیامت
کے دن اس پر سوار ہونے کا وعدہ کر لیں۔ جب آپ نے وعدہ کر لیا۔ تو اسے قرار ہوا جیسے
براق کتنا سمجھدار تھا۔ اسے معلوم تھا۔ کہ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ آپ
سائل کو رد نہیں کرتے۔ آپ دریائے سخا موجزن ہے۔ جو مانگو کامل مل جائے گا۔ تو
براق نے جو مانگا وہی مل گیا۔ قیامت کے دن اور براقوں پر انبیاء سوار ہوں گے۔ مجھ پر
حبیب کبریا سوار ہوں گے۔ جبرائیل علیہ السلام نے رکاب پکڑا۔ میکائیل نے مہار تھامی
قدسیوں کے جھرمٹ میں سواری چلی یا نہ عالم میں باد بہاری چلی۔ پھر آپ راستہ
میں مقامات مقدسہ مدینہ شریفہ مدین مقام طور پر اترے اور دو رکعت نماز
پڑھتے رہے۔ وہاں سے چلے۔ تو آپ مسجد اقصیٰ میں پہنچے ارشاد رب العزت ہے
سبحان الذی اسریٰ ——— اقصیٰ ہے جب آپ کا مقصود بارگاہ رب العزت میں
حاضری اور دیدار روایت الٰہی تھا۔ تو سیدھے آسمان پر کیوں نہیں پہنچے بیت

345

المقدس کیوں گئے۔ تو علامہ صاوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ اس لئے اقصیٰ آپ کو بلایا۔ تا کہ تمام

انبیاء و رسل علیہم السلام پر آپکی فضیلت ظاہر ہو۔ لانہ صلی اللہ علیہ وسلم اماما

فی مکانہم وشان الذی یتقدم علی الانسان فی بیتہ یکون ھو السلطان جب

آپ نے اقصیٰ میں جو انبیاء کا گھر ہے۔ امام بن کر نماز پڑھائی۔ تو ثابت ہوا۔ کہ آپ

سلطان الانبیاء امام الانبیاء حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسری حکمت

یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اقصیٰ میں محبوب کا قدم آجائے۔ تا کہ آپ کے قدم پاک

کی برکت سے آپکی امت پر حشر آسان ہو جائے۔ اقصیٰ میں آپ کا نماز پڑھانا

جو کہ کتب احادیث و سیر میں موجود ہے۔ مرقاۃ امام ملا علی قاری رحمۃ سیرت

حلبیہ مدارج النبوۃ شیخ عبد الحق محدث دہلوی

۲۴ ـــ ۲ ـــ ۲۰۲۱

۶ ـــ ۹ ـــ ۱۴۴۲ ـــ 11 ـــ 57 ـــ AM

منگل

معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱۱۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۰ سبحان الذی اسری بعبدہ ــــــ اللہ تعالیٰ نے جن وانس کو شرعی احکامات کا مکلف بنایا ہے۔ اور ان احکامات کی تفصیل و تبلیغ کیلئے حضرت انبیاء و رسل علیہم السلام کو منتخب فرمایا۔ مقام نبوت و رسالت اللہ تعالیٰ کا ایک خاص اور نہایت بہت بڑی نعمت ہے۔ اور ان انبیاء و رسل علیہم السلام میں امام کائنات علیہ السلام کی خصوصیت آپ کی رسالت کا عموم ہے۔ آپ سے پہلے سابقہ انبیاء و رسل علیہم السلام خاص اقوام کی طرف بھیجے گئے ان کی نبوت و رسالت کا دائرہ محدود ہوتا تھا۔ لیکن جہاں تک آپ کی رسالت کا تعلق ہے۔ آپ کی رسالت میں اس قدر وسعت ہے۔ کہ جہاں تک خدا کی خدائی ہے۔ وہاں تک محبوب علیہ السلام کی رسالت ہے اللہ تعالیٰ رب العالمین اور آپ رحمۃ للعالمین ہیں حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق فرمایا انا ارسلنا نوحا الی قومہ۔ اور حضور علیہ السلام کے متعلق فرمایا۔ وما ارسلنک الا کافۃ للناس چنانچہ بخاری شریف کی حدیث باب التیمم میں ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئیں کہ

347

مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں ۔ منجملہ ان میں سے یہ ہے کہ "وکان النبی یبعث الی قومہ خاصۃ وبعثت الی الناس عامۃ" محدث ابن جوزی ؒ فرماتے ہیں ۔ کہ زمانہ اول میں جب کوئی نبی کسی قوم کی طرف بھیجے جاتے تو دوسرے نبی دوسرے اقوام کی طرف بھیجے جاتے ۔ وکان تجتمع فی ______ بذالک لکل تو آپ بعثت کے اعتبار سے منفرد تھے ۔ اس انفرادیت کی حیثیت سے آپ کو کل کائنات کا رسول بنایا گیا ۔ جو کام انبیاء علیہم السلام کی جماعت نے مل کر سرانجام دیا ۔ وہ نبی علیہ السلام نے اکیلے ہو کر پورا کیا ۔ سابقہ ادوار میں انبیاء علیہم السلام کی تبلیغ سے تھوڑے مسلمان ہوتے تھے ۔ لیکن آپ کی مختصر زندگی میں اسلام زمین کے کونے کونے تک پھیل گیا ۔ آپ صرف زمین والوں کے رسول نہیں ۔ بلکہ آپ زمین و آسمان فرشتوں حور و غلمان شجر حجر جمادات ہر چیز کے رسول ہیں جیسے سب کا خدا ایک ہے ۔ ویسے ہی ان کا آقا کا نبی ہمارا نبی ۔ امام ابن حجر مکی ؒ فرماتے ہیں ۔ آپ کو معراج کرانے میں یہی حکمت تھی ۔ آپ کو اقصیٰ بلایا گیا ۔ وہاں سے ہفت سماوات

عرش فوق العرش جنت و دوزخ دکھایا گیا۔ تاکہ آپ تمام مخلوق کو اپنے رسول ہونے
کی تبلیغ فرمائیں۔ اور وہ آپ پر ایمان لائیں۔ تبلیغ جمیع من فی السموات من الملائکہ
ومن الجنان من الحور العین ـــــ چنانچہ آپ اسی مقصد کے پیش نظر مسجد حرام سے
براق پر سوار ہو کر چلے راستے میں عجائب مشاہدہ فرمایا۔ تو مسجد اقصی پہنچے تو
آپ نے فرمایا۔ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔ کہ قد رایتنی فی جماعۃ من الانبیاء فاذا موسیٰ
قائم یصلی واذا عیسی قائم یصلی واذا ابراہیم قائم یصلی (مسلم شریف) امام ملا
علی قاری فرماتے ہیں۔ جنہوں نے آپ کے ساتھ اقصی میں نماز پڑھی ارواح کا
احتمال رکھتی ہیں۔ اور ارواح کے ساتھ اجساد کا احتمال رکھتی ہیں۔ آپ کہتے ہیں۔
ان اللہ حرم علی الارض ـــــ پھر ان کے اجساد وارواح کیلئے عالم ملک
وملکوت میں ظاہر ہونے سے کوئی مانع نہیں۔ تفصیل مرقاۃ جلد ۱۱ ص ۱۵۷ پھر
آپ امام ہوئے۔ نماز اقصی میں تھا ہی سہی ـــ پھر نماز کے بعد تمام انبیاء علیہم
السلام نے خطبے پڑھے۔ پھر آپ کی بارگاہ میں دو برتن پیش کیے گئے۔ دودھ

349

اور شراب تو آپ نے دو دہ استعمال فرمایا۔ تفصیلاً واقعہ نزہۃ المجالس

اور دیگر کتب سیرۃ

خ

۲۰۶ — ۲۰ — ۲۶

۱۳۴۷ — ۹۰ — ۷۰

AM — ۳۸ — ۱۱

گل

یدھ

طا

۱۱۵۔ حاضر و ناظر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۰ یا ایہا النبی انا ارسلنٰک شاہدا ــــ منیرا ۰

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ اوصاف حمیدہ بیان فرمائے۔ ان اوصاف میں ایک وصف جمیل شاہدا ہے۔ اور اس کا معنی ہے حاضر و ناظر چنانچہ تفسیر جلالین اور دیگر تفاسیر میں ہے۔ انا ارسلنٰک شاہدا علی من بعثت الیہم ہم نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا ان سب پر جن کی طرف آپ رسول بنا کر بھیجے گئے۔ آپ کس کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔ مسلم شریف میں ہے۔ ارسلت الی الخلق کافۃ آیت پاک اور حدیث شریف کا مفاد یہ ہے کہ آپ تمام مخلوق کے رسول ہیں۔ جب تمام کے رسول ہیں۔ تو تمام مخلوق کے شاہد ہیں۔ تمام مخلوق آپ کے مشاہدہ میں ہے۔ خواہ ان کا تعلق علویات سے ہو۔ یا سفلیات سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ما من شئی لم اکن اریتہ الا قد رایتہ فی مقامی ھذا حتی الجنۃ والنار کوئی چیز ایسی نہیں جو مجھ کو نہ دکھلائی گئی ہو۔ مگر میں نے اس کو اس مقام دیکھ لیا حتیٰ

جنت ساتوں آسمانوں کے اوپر اور دوزخ ساتوں زمینوں کے نیچے معلوم ہوا
نگاہ مصطفٰے علیہ السلام کی رسائی تحت الثری سے لے کر فوق العرش تک ہے۔
سر عرش پر ہے تیری گذر دل فرش پر ہے تیری نظر۔ محبوب علیہ السلام کی عظمت
و شان دیکھنے پہلے اللہ تعالیٰ نے وہ اشیاء آپ کو فرش پر دکھائی پھر وہی اشیاء
عرش پر بلا کر دکھائیں۔ چونکہ آپ شاہد ہیں۔ شاہد کیلئے مشاہدہ ضروری تھا۔
اس لیئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سماوات بلا کر وہاں کے موجودات کا مشاہدہ
کرایا۔ جنت و دوزخ دکھایا۔ دوستوں دشمنوں کیلئے جو سزا و جزا تیار کر رکھی ہے
وہ اپنے حبیب علیہ السلام کو دکھائی۔ جب تمام موجودات کا مشاہدہ کرایا پھر اپنی
لامکان بارگاہ قدس میں بلا کر اپنا جمال بھی دکھایا۔ امام بیہقی نے روایت بیان فرمائی
ان اللہ اصطفیٰ ابراہیم بالخلۃ واصطفیٰ موسیٰ بالکلام واصطفیٰ محمدًا بالرؤیۃ
ذکر جمیل بیالیس کلیم و حبیب میں فرق دیدار الٰہی کلیم مانگتے رہے۔ لیکن ملتا نہیں۔
لیکن حبیب کو بن مانگے مل رہا ہے۔ معلوم ہوا۔ دنیا میں دیدار الٰہی محبوب کا

حصہ ہے مسئلہ رویت میں علماء کرام نے بہت طویل کشش کی ہے۔ بعض نفی کی طرف گئے۔ اور اکثر علماء کرام اثبات کی طرف سے یہی راجح ہے کیونکہ یہ دلیل میں مثبت ہے لیکن شیخ محقق رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ معراج شریف آپ کے بہت بڑے کمالات سے ہے۔ کہ انبیاء میں سے کسی کو اس کمال میں شرکت نہیں۔ اور کسی بشر اور ملائکہ کو اس مقام تک رسائی نہیں۔ فرماتے ہیں تعجب ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس مقام تک آپ کو بلائے۔ اور خلوت خاص میں لائے۔ اور اعلیٰ ترین مطلوب جو دیدار ہے۔ وہ نہ کرائے یہ نہیں ہو سکتا۔ مدارج ص ۲۰۸ بنی اسرائیل میں آپ کی یہ سیر معراج کی غرض یہ بیان کی۔ لنریہ من آیاتنا۔ سورۃ النجم میں ہے۔ لقد رای من آیات ربہ الکبریٰ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ کہ بعض نے اس سے استدلال کیا۔ کہ آپ کے معراج کی غرض وغایت رویت آیات تھی۔ آپ نے آیات دیکھیں۔ ذات نہیں دیکھی تو اس کا جواب علامہ الوسی نے دیا۔ کہ آیات مراۃ ذات ہیں۔ پہلے آپ نے آسمانوں میں سدرۃ المنتہیٰ میں آیات دیکھیں پھر آیات کے بعد ذات کو دیکھا۔ جب

353

ذات کو دیکھا۔ تو پھر آیات کی طرف ملتفت نہیں ہوئے۔ فرمایا مازاغ البصر وما

طغیٰ یعنی آپ کی نگاہ نے محبوب کو دیکھا۔ تو محبوب سے آپ کی نگاہ غیر محبوب کی

طرف متجاوز نہیں ہوئی۔ وللہ الحمد حاصل یہ ہے واقعہ معراج آپ کے افضل

ترین محمودہ ترین کمالات سے ہے۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

اللہ نے نصیب فرمایا۔

۲۵ — ۰۲ — ۲۰۲۶

۰۷ — ۰۹ — ۱۴۴۷

بدھ ۱۲ — ۳۸ — PM

356

۱۱۶۔ شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝ النبی اولی بالمؤمنین ـــــ احزاب۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایمان والوں کے ان کی جانوں سے بھی زیادہ حقدار ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا حق حقوق الہی کے بعد تمام حقوق سے مقدم ہے۔ اس لیئے اہل ایمان پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رافت شفقت محبت بہت زیادہ ہے۔ اس لیئے مسلمان اپنے قلب میں نفس مال اولاد کی محبت سے زیادہ آپکی محبت کو ترجیح دے۔ آیت ھذا کی مطابقت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ما من مومن الا اولی الناس ـــــ کہ ہر ایمان والے کا میں سب سے زیادہ اس دنیا اور آخرت میں خیر خواہ ہوں۔ اگر تم چاہو تو اس آیت کو پڑھو۔ آپ نے فرمایا جس مومن نے مال کو چھوڑا ہے تو اس کے وارث اس کے رشتہ دار ہوں گے۔ اور اگر کسی کا قرضہ اس کے اوپر آتا ہے۔ تو میں اس کا قرض ادا کروں گا۔ یہ جو آپ نے فرمایا۔ سلف صالحین نے اس کی تفسیر میں فرمایا۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی کی طرف بلائیں اور نفس دوسری چیز کی طرف پہنچیں تو آپ کی اطاعت نفس کی اطاعت پر اولی ہے۔ عمدۃ القاری جز ۱۲ ص ۲۳۵

کیونکہ آپ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔

آلافلہ جب آپ کا حق نفس سے مقدم ہے۔ تو مال اولاد ازواج سے بطریق اولیٰ

مقدم ہوگا۔ علامہ صاوی فرماتے ہیں۔ فحققۃ صلی اللہ علیہ وسلم علی امتہ اعظم من

حق ـــ آپ محبوب خالق ہیں۔ محبوب مخلوق بھی ہیں۔ جو شفقت آپکو امت پر ہے

ایسی باپ کو بیٹے پر نہیں ہو سکتی۔ دوسرے مقام پر آپ کا وصف جمیل ہے۔

عزیز علیہ ما عنتم ـــ الرحیم کہ جب آپ پیدا ہوئے تو امت کا غم اور شب معراج

جب آپ نے براق پر سوار ہونے کا ارادہ فرمایا۔ تو روایت میں ہے۔ کہ آپ آبدیدہ

ہو گئے۔ جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے اس کا سبب پوچھا۔ فرمایا مجھے امت یاد

آگئی کیا قیامت کے دن وہ بھی سواریوں پر ہوں گے۔ عرض کی ہاں۔ نحشر المتقین

الی الرحمن وفدا ـــ یعنی سواریوں پر ہوں گے۔ تو آپ مطمئن ہوئے۔ جب وہاں سے

سفر کا آغاز ہوا تو اقصیٰ پہنچے وہاں سے ہفت سمٰوٰت کی سیر فرمائی۔ پھر

منتہیٰ عرش فوق العرش اس کی مسافت کو خدا جانے یا محبوب کبریا جانے

وہاں کوئی ساتھی نہیں تھا۔ جو مسافت جانے جبرائیل پیچھے رہ گئے۔ آپ آگے چلے

گئے۔ جب مقام قاب قوسین پر پہنچے دیدار الٰہی سے مستفیض ہوئے۔ نہ صرف وہاں

ہوش میں رہے۔ بلکہ امت کا خیال رہا۔ عرض کی یا اللہ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف

وحی فرمائی۔ فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف کیا وحی فرمائی۔ فرمایا عائشہ تو یہ جاننا چاہتی ہے۔ کہ جس کو

جبرائیل و میکائیل نبی رسل ملک مقرب نہیں جانتے فرمایا۔ جب میں مقام قاب

قوسین پر پہنچا تو میں نے عرض کی کہ تو نے امتوں کو عذاب کیا۔ بعض کو پتھروں سے

بعض مسخ تو میری امت کے ساتھ کیا معاملہ رہے گا۔ فرمایا انزل علیہم الرحمۃ فی

السماء وابدل سیاتھم حسنات ــــــ

عرض کہ شاہ نے امت گنہ گار ہے۔ بخش دے میرے مولا تو غفار ہے

لہٰذا آپ کی محبت امتیوں کے ساتھ ہے۔ بخاری شریف میں ہے۔

PM .. ۹ ــــ ۲. ــــــ ۲۲-۲ ــــ ۲ ــــ ۲۶

جمعرات ۸ ــــ ۹ ــــ ۱۴۴۷

۱۱۷ - عبادت خداوندی جل جلالہٗ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ قد افلح المومنون الذین ھم فی صلاتھم خاشعون۔

عالم دنیا دار العمل ہے۔ اور آخرت دار الجزاء ہے۔ اس دار فانی میں انسان کے اعمال مختلف ہیں۔ ہر ایک کامیابی و کامرانی کا خواہاں ہے۔ لیکن یہ کامیابی فانی عارضی ناپائیدار ہے۔ اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے۔ جو حقیقی کامیابی ہے وہ ہمیشہ رہنے والی ہے۔ رب کائنات نے قرآن حکیم میں کامیابی کا معیار بیان فرمایا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔ قد افلح المومنون ـــــ خاشعون۔ آیت کی ابتداء میں حرف قد ہے۔ جو تحقیق کیلئے ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کریم جو وعدہ کرے اسکا خلاف نہیں کرتا۔ ان اللہ لا یخلف المیعاد کہہ فرمایا افلح المومنون یعنی کامیاب ہوئے۔ الذین ھم صلاتھم خاشعون خشوع ایک ایسا وصف ہے۔ کامیابی اسی پر موقوف ہے۔ علامہ صاوی فرماتے ہیں۔ خشوع دو قسم پر ہے ظاہری اور باطنی ظاہری آداب خشوع باطن اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال ہیبت کبریائی کو دل میں منور کرنا۔ اور دنیا میں تفکر بلا شبہ یہ حالت مستحسن ہے یہی

کمال نماز اور یہی مومن کی معراج ہے۔ ایسا نمازی دارین میں کامیاب ہیں۔ اسی
فلاح وکامیابی مراد ہے۔ ام فوری فلاح ہے کامیابی کا کمال یہ ہے تفسیر مظہری آیت ھذا
دیکھئیے نماز کی کیسی برکتیں ہیں۔ تمام نعمتوں کے علاوہ حصول دیدار الٰہی ہے۔ نبی علیہ السلام
کی معراج قاب قوسین او ادنیٰ بلندیوں پر جانا اور ہماری ایمان والوں کی معراج
نماز میں ہے۔ سید احمد سعید کاظمی فرماتے ہیں۔ نماز مسلمانوں کیلئے معراج شریف کا
تحفہ ہے۔ اس کی چند وجوہ ہیں۔ اللہ کے دربار میں حاضری معراج کا نقشہ ہے۔
نماز معراج شریف کے موقعہ پر فرض ہوئی۔ التحیات میں معراج کے انوار وتجلیات پائے
جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معراج تو یہ تھی۔ کہ حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے
دیدار سے مشرف ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ کا جمال دیکھا۔ لیکن حضور علیہ السلام کے سوا اس
دنیا میں جسمانی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کسی کو نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ہماری
معراج حضور علیہ السلام تک پہنچ جانا ہے اسی حکمت کیلئے تشہد میں السلام علیک
ایھا النبی کے الفاظ رکھے ہیں۔ نماز میں اپنے قصدہ و ارادہ سے غیر اللہ کو بلانا

اور پکارنا نماز کے فساد کا موجب ہے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کے

صیغہ سے پکارنا واجب ہے۔ معلوم ہوا۔ مومن اجابت نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی حضوری سے مشرف ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنا اللہ تعالیٰ تک پہنچنا

ہے۔ اسی لئے عارفین فرماتے ہیں۔ کہ جب التحیات سے ملکوت کا دروازہ کھلوا تے

ہیں۔ تو انہیں حی الذی لا یموت کا دربار میں حاضری کی اجازت مل جاتی ہے۔ پھر

مناجات کے سا تھ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں۔ پھر اس نتیجے تک پہنچتے ہیں

یہ سب کرم جو ہے۔ دربار الٰہی میں حاضری ان خلق بواسطہ نبی الرحمۃ و برکتہ

متابعتہ ـــــ قائلین السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ لعام غزالی فرماتے

وانحضرنی قالب النبی وشخصہ للکریم وقل السلام علیک ایہا النبی مصدوم ہوا آپ

مطلوب مومنین ہیں۔ حاضر ہیں۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

در دل مسلم مقام مصطفیٰ۔ آپ اوصاف خداوندی سے متصف ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ انا جلیس من ذکرنی جب کوئی خدا کو یاد کرے تو خدا

موجود ہوتا ہے۔ اگر کوئی نبی علیہ السلام پر بار بار درود و سلام پیش کرے تو محبوب
کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی موجود ہوتے ہیں۔

جمعرات

۲۶ — ۰۲ — ۲۰۲۶
۰۹ — ۰۹ — ۱۴۴۷
۰۶ — ۱۸ — PM

۱۱۸- شانِ عبادتِ خداوندی جل جلالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؁ ومن اللیل فتہجد بہ نافلۃ ــــــــ مقاماً محمودًا ؁

سورۃ بنی اسرائیل ؁ ذکر الٰہی بہت عمدہ عبادت ہے اس کا مفاد یہ ہے کہ جو
بندہ اللہ تعالیٰ کو پستی میں یاد کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ بلندیوں میں یاد کرتا ہے جہاں
تک نماز کا تعلق ہے یہ بہت عمدہ عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا بہت بہترین
موضوع ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تمام اذکار کا مجموعہ ہے۔ مزید براں اس
کی خصوصیت یہ ہے کہ تمام احکام شرعیہ بواسطہ جبرائیل علیہ السلام زمین پر فرض
ہے۔ لیکن نماز محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو قاب قوسین کی بلندیوں پر بلا کر عطا فرمائی۔
جو زمین اور لامکان میں فرق ہے۔ اتنی فضیلت میں فرق ہے۔ اس عطیہ الٰہی کے بعد
رب کائنات نے دوسرے مقام پر عبادت کی نصیحت کو بیان فرمایا۔ ارشاد رب العزت
ہے۔ واعبد ربک حتی یاتیک الیقین اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم موت کے آنے
تک اپنے رب کریم کی عبادت کیجیے پانچوں نمازوں تک اکتفا نہیں فرمایا۔ بلکہ ارشاد
فرمایا۔ ومن اللیل فتہجد فرمایا اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم رات کے کچھ حصے میں

پڑھیئے۔ یہ زیادتی خاص آپ کے لیے ہے۔ علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔ امر لہ بقیام
اللیل بعد المکتوبۃ ۔ کما رواہ فی صحیح مسلم عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ انہٗ
سئل ای الصلوٰۃ افضل بعد المکتوبۃ قال صلوٰۃ اللیل چنانچہ آپ حکم الہی کی
تعمیل میں اس قدر کوشاں رہے۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ آپ
رات کو یہاں تک قیام فرماتے۔ کہ آپ کے پاؤں مبارک ورم کر جاتے۔ عرض کی آقا
آپ اس قدر مشقت کیوں اٹھاتے ہیں۔ حالانکہ قد غفر اللہ ما تقدم من ذنبک
وما تاخر۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ افلا اکون عبداً شکوراً۔ اس
جملہ میں آپ نے ارشاد فرمایا۔ تہجد ادا کرنے میں مجھے مشقت نہیں
اس میں تو میری معراج ہے۔ جعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ۔ اس میں میری
آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ علامہ بدر الدین عینیؒ فرماتے ہیں۔ گویا
آپ نے فرمایا۔ حصول نعمت مغفرت ذنوب اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے
اور نعمت پر شکر کرنا چاہیئے۔ شکر ہی مغفرت کا سبب ہے اور تہجد

اور تہجد شکر ہے۔ لہذا میں اسے ترک کیوں کر دوں۔ ان الشکر سبب للمغفرۃ والتہجد ھو الشکر فلا اترکہ۔ عمدۃ القاری جزء ے صفحہ ۱۸۰ رب کائنات نے فرمایا محبوب آپ قیام اللیل پر پابندی کیجئے اس کا صلہ انعام یہ ہوگا۔ کہ عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں اٹھائے گا۔ عسیٰ اللہ ان یبعثک مقاما محمودا اعلیٰ حضرت نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح فرمایا ہے۔ کہ آپ کا رب آپ کو ایسے مقام پر اٹھائے گا۔ کہ سب آپ کی تعریف کریں گے۔ لہذا قیامت کے دن یعنی افعل ھذا الذی امرتک بہ لنقیمک یوم القیامۃ مقاما محمودا یحمدک فیہ الخلائق کلھم و خالقھم تبارک و تعالیٰ۔ ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۵۵ اے محبوب قیامت کے دن آپ کی محمدیت کا ظہور ہوگا۔ آپ مخلوق کے بھی محمد ہوں گے۔ اور خالق کے بھی محمد ہوں گے۔ جہاں مخلوق تعریف کرے گی، وہاں خالق بھی تعریف کرے گا۔ اسی مقام پر اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔ جس با وہ چلے کہ باغ پھلے وہ پھول کھلے کہ دن ہو بھلے لواء کے تلے ثنا میں کھلے رضا کی زبان تمہارے لیے

یعنی قیامت کے دن مقام مقام محمود ہوگا۔ تعریف محمد کی ہوگی۔ ثنا خوان احمد رضا ہوگا۔ لہذا آپ کا وظیفہ حیات عبادت الہی تھا۔ چنانچہ شب رات کی رات میں آپ نے قیام فرمایا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شب برات کی فضیلت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تفصیلاً بیان فرمائی۔ اللہ تعالیٰ بجاہ حبیبہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اور خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین

[signature]

۲-۲۶
۲۶ ــــ ۰۲ ــــ ۲-۲۶
۰۹ ــــ ۰۹ ــــ ۱۴۴۷
۰۸ ــــ ۰۷ ــــ ۰۰ PM

جمعرات

۱۱۹۔ رمضان المبارک

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط یا ایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب — تتقون۔ بقرہ۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل اور واسطہ سے جو دین اسلام ہمیں عطا فرمایا ہے۔ وہ انتہائی جامع اور مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس امت پر یہ احسان ہے۔ کہ دین اسلام کے کامل مکمل ہونے کے ساتھ اسے بہت سہل اور آسان بنایا۔ انسانی طبیعت اور اس کے مزاج کے مطابق احکام شریعہ یک بارگی نہیں۔ بلکہ تدریجاً آہستہ آہستہ نازل فرمائے۔ تاکہ ان کا تحمل برداشت اور ان پر عمل آسان ہو۔ جہاں تک روزے کا تعلق ہے۔ چونکہ وہ نفوس پر یشان پر تو حکمت الہیہ اس بات پر متفق ہوئی۔ کہ خفیف ترین تکلیف کے ساتھ ابتداء ہو۔ دیکھیے۔ قبل از ہجرت نماز شب معراج مکہ شریف میں فرض ہوئی۔ مکلف کی مشق کیلئے۔ ثانیاً زکوٰۃ جو متوسط ہے۔ روزہ سہولت میں آسانی پر جسم کا صدقہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ الدین یسر اور بہت آسان ہے۔ صوم رمضان میں آسانی اس اعتبار سے کہ صوم رمضان کو

کہ اس وقت سے مسافر اور مریض کیلئے موخر کرنا جائز ہے۔ یہ عین یسر ہے۔ پھر ماہ رمضان شریف پورے بارہ مہینے میں ایک مہینہ ہے۔ ھذا عین الیسر فقط حدیث یسر سے مراد یعنی دین آسانی والا ہے۔ گویا۔ شدت یسر کی وجہ سے نفس یسر ذات یسر جیسا کہا جاتا ہے۔ ابو حنیفہ فقہ یہ کلام علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ کی ہے۔ عمدۃ القاری جز اول ص ۲۳۱۔ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکر کیا گیا ہے۔ نزل اللہ ذکرا رسولا۔ تو حاصل یہ کہ روزہ اہل ایمان پر فرض کیا گیا جیسا ان سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا۔ فرمان الٰہی۔ کما کتب علی الذین من قبلکم اس تشبیہ کا مفاد یہ ہے۔ امام رازی رح نے فرمایا۔ ان الصوم عبادۃ شاقۃ والشئی الشاق اذا عم خف تحملہ۔ جب روزہ عبادت شاق ہے۔ تو ثواب بھی بقدر مشقت ہونا چاہیئے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آپ نے ارشاد فرمایا من فطر منہ صائما کان مغفرۃ لذنوبہ۔ عتق رقبتہ من النار۔ جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے۔ اس کے لئے گناہوں کی مغفرت ہے۔ اور

آگ سے خلاصی کا سبب ہو گا۔ جب افطار کرانے کا ثواب یہ ہے۔ تو روزہ رکھنے

کا ثواب کیا ہو گا۔ دیکھیے اس بیان میں حدیث شریف بھی ہے مسلم شریف۔ ابی

ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ابن آدم کا

ہر عمل خیر بقدر اخلاص ایک سے دس تک اور دس سے ستر گنا دیک کیا جاتا

ہے۔ قال اللہ تعالیٰ الا الصوم۔ فانہ لی وانا اجزی بہ۔ شارحین حدیث فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرمایا ہے۔ کہ دوسرے اعمال خیر کا اجر و ثواب فرشتے دیئے گئے۔ روزے کا

ثواب میں خود دوں گا۔ مثلاً آقا ہے۔ اور اسے اللہ تعالیٰ نے سخاوت کی توفیق

عطا فرائی ہے۔ جس دروازے پر منگتے سائل آتے ہیں۔ تو آقا نے غلاموں کو کہا۔ کہ

ان سائلوں کو خیرات تم دے دو۔ لیکن وہ سائل جو ہے اس کو خیرات میں

خود دوں گا۔ ظاہر ہے کہ خیرات تو سب کو مل جائے گی۔ اور غلام جو خیرات

دیں گے۔ وہ خیرات بھی آقا کی ہے۔ لیکن غور کرنے سے ثابت یہ ہوا۔ کہ اگرچہ

خیرات تمام کو مل گئی۔ لیکن اس کا انکار نہیں کہ جس کو آقا خیرات دے گا۔

تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ اس پہ آقا کی خاص نظر ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے
گا۔ کہ فرشتو ان کو ثواب تم دے دو۔ لیکن روزہ دار کو ثواب میں دوں گا۔ وانا اجزی بہ
تو ظاہر ہے۔ کہ ثواب زیادہ ہونا چاہیئے۔ وہ یہ ہے کہ تمام خیر کا ثواب۔ دخول جنت ہوگا
لیکن روزے کا ثواب دیدار الٰہی ہوگا۔ مفتی احمد یار خان فرماتے ہیں۔ کہ دیگر عبادات پر عبادت
غالب ہوتی ہے۔ لیکن روزے پر عشق غالب ہوتا ہے

کوئی حد نہیں۔ بے صبر کا اجر ~~[illegible]~~
ملے گا

۲۷ — ۲ — ۲-۲۶
۹ — ۹ — ۱۹۹۷
(جمعۃ المبارک ۱۰ — ۱۵ — pm)

اس لیئے عبادت پر جنت اور روزہ پر دیدار الٰہی فرمایا انا اجزی بہ اسی جزا کی حد
میں جانتا ہوں۔ انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب۔ ہم اپنے عرف میں
کہتے ہیں۔ کہ فلاں کے پاس مال بے حساب ہے۔ مخلوق کی بے حسابی کی حد ہے۔ اور اللہ کے حساب

۱۲۰۔ رمضان المبارک

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۰ یاایھاالذین امنوا کتب علیکم الصیام ۔۔ تتقون ۔

ماہ صیام بنسبت دوسرے مہینوں کے بہت فضائل وخصوصیات کا حامل ہے۔

من جملہ ان کے کہ اس بابرکت مہینے میں ایمان واحتساب کے ساتھ روزہ رکھنے

والوں کے سابقہ گناہ بخشے جاتے ہیں ۔ اور اس میں جنت کے دروازے کھو

جاتے ہیں ۔ اور اس میں دوزخ کے دروازے بند کیے جاتے ہیں۔ اور اس میں

شیاطین کو جکڑا جاتا ہے۔ اور یہ مہینہ جو ان اوصاف کے ساتھ موصوف ہے ۔

اس کے روزہ کی فرضیت دلائل قطعیہ سے ثابت ہیں ۔ اور یہ بھی یاد رہے

کہ اس ماہ کے روزے محدود ومتعین دنوں میں ہیں ۔ اور وہ محدود دن

شہر رمضان ہے ۔ یعنی اس مہینے کے روزوں کی ابتداء چاند دیکھنے سے متعلق

ہے ۔ جب چاند نظر آئے ۔ تو روزوں کی ابتداء ہوتی ہے ۔ لہذا شعبان کی ۲۹

تاریخ کو چاند دیکھنا واجب ہے ۔ چاند نظر آئے تو ٹھیک ورنہ بصورت دیگر

۳۰ دن پورے کرے ۔ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چاند دیکھ کر روزے رکھو۔ اور چاند دیکھ کر افطار کرو۔
حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ، ۲۹ شعبان گزار کر رات کے کسی حصہ میں تولد ہوئے۔ چونکہ
رویت ہلال کا مسئلہ ہوتا۔ حضرت سیدنا عبداللہ صومعی رضہ جو حضور غوث پاک رضی اللہ
کے نانا تھے۔ مسئلہ رویت ہلال کی تسکین کیلئے لوگوں کا اجتماع ہوا۔ اسی دوران
ایک خادمہ جو کہ غوث پاک جب پیدا ہوئے تو تو مبارک باد حضرت شیخ کو دی۔ اور
ساتھ ہی عرض کر دی ہے۔ بسم کار مولود مسعود نے مادر محترم کا دودھ نوش نہیں کیا۔
تو آپ نے فرمایا۔ مسلمانو تم نے سنا کہ بچے نے دودھ نہیں پیا۔ دودھ انسان
کی بنیادی غذا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج دودھ کو ترجیح دی
اور فاطمی نسبہ کا خاصہ ہے۔ کہ سادات کرام کی نسل کا کوئی بچہ ماں کے دودھ
کو ترک نہیں کرتا۔ مگر ہمارے نواسے نے دودھ نہیں پیا۔ یقین کریں کہ رات کو
چاند ہو گیا۔ آج رمضان شریف کا پہلا روزہ ہے۔ آپ حاضور من اللہ پیدا ہوئے
ہیں۔ رمضان کا احترام کیا۔ اور روزہ رکھا۔ پھر بعد میں شرعی شہادت بھی

موصول ہوئی۔ دیکھئے آپ نے روزہ رکھا۔ روزہ اس وقت رکھا جاتا ہے۔ جب چاند نظر آئے۔ ثابت ہوا۔ جو چاند جیلان والوں کو نظر نہیں آتا۔ وہ چاند غوث اعظم نے ماں کی گود میں دیکھ لیا۔ معلوم ہوا۔ کہ عام مسلمان اور ولی کی نگاہ میں فرق ہے۔ وجہ یہ ہے۔ عام انسان عادت کے مطابق دیکھتا ہے۔ اور ولی کامل ما فوق العادت دیکھتا ہے۔ یہی ولی میں فرق ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ حدیث قدسی میں ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے۔ میرا بندہ برابر نفل پڑھ کر میرا قرب حاصل کرتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اسے محبوب بنالیتا ہوں۔ تو میں کنت سمعه الذی یسمع بہ۔ و بصرہ الذی یبصر بہ۔ یہ مقام عبادت و ریاضت کے بغیر ملتا ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں۔ جب اللہ اپنے کسی بندے کو قرب عطا فرماتا ہے۔ تو قریب اور بعید کو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ محققین فرماتے ہیں۔ کہ ذات ولی میں تصرف خدا کا ہوتا ہے۔ ولی مظہر صفات خداوندی ہوتا ہے۔ نزدیک بھی دیکھتا ہے۔ اور بعید بھی دیکھتا ہے۔ یہ تو چاند کی بات ہے۔ بلکہ ولی کامل تو زمین پر

بن کر لوح محفوظ کو دیکھ لیتا ہے عام ولی کو یہ مقام عبادت و ریاضت کے بعد

ملتا ہے۔ مگر عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو یہ مقام پیدا ہوتے ہی نصیب تھا۔

بلکہ ولی کامل تو پیشانیوں پر شقاوت و سعادت کو دیکھ لیتے ہیں۔ سورۃ الملد

یمحو اللہ ما یشاء ـــ مجدد الف ثانی رح کے صاحبزادوں کے استاد ملا طاہر لاہوری

رح کا واقعہ تفسیر مظہری زیر آیت ھذا سورۃ رعد میں موجود ہے

۲۷ ـــ ۰۲ ـــ ۲۰۲۶
۰۹ ـــ ۰۹ ـــ ۱۴۴۷

جمعۃ المبارک ۱ ـــ ۵۸ ـــ PM

۱۲۱۔ رمضان المبارک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰ شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ۔ اللہ تعالیٰ نے عظمت و روحانیت رمضان شریف کے مہینے کی بیان فرمائی ہے ۔ کہ اللہ نے اس ماہ کو قرآن عظیم کے نزول کیلئے مخصوص فرمایا ۔ بلکہ یہ خصوصیت صرف قرآن حکیم کی نہیں ۔ حدیث میں وارد ہے ۔ کہ اس مہینے میں انبیاء علیہم السلام پر نازل شدہ کتب الہیہ بھی اسی ماہ میں نازل کی گئیں ۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کہ صحائف ابراہیم علیہ السلام رمضان شریف کی پہلی رات نازل فرمائے ۔ تورات شریف رمضان شریف کی ۶ تاریخ کو اور انجیل شریف ۱۳ رمضان کو اور قرآن شریف ۲۷ رمضان کو نازل فرمایا ۔ تو حدیث شریف سے ثابت ہوا ۔ کہ کلام الٰہی کو ماہ رمضان شریف سے ایک خاص نسبت ہے ۔ اور اس حکمت کے پیش نظر بخاری شریف میں حدیث موجود ہے کہ آپ ہر رمضان میں اعتکاف بیٹھتے تھے ۔ اور جبرائیل علیہ السلام ہر رمضان شریف کی ہر رات قرآن کا دور کرتے

اور آپ جبرائیل علیہ السلام سے قرآن کا دور کرتے بیشک یاد رہے ہے۔ کہ اس مہینہ میں۔
قرآن کی تلاوت کثرت سے ہوتی ہے۔ تراویح میں قرآن پاک ختم کیا جاتا ہے۔
شبینے پڑھے جاتے ہیں۔ لیکن بنسبت دوسری کتب الہیہ کے اس کی خاصیت یہ ہے
کہ قرآن کریم کو شرف مکان اور شرف زمان حاصل ہے۔ شرف زمان تو اس حیثیت
سے کہ یہ ماہ رمضان میں نازل ہوا۔ اور شرف مکان اس حیثیت سے کہ حدیث
شریف میں ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اقام بمکۃ عشر سنین ینزل علیہ
القرآن وبالمدینۃ عشرا۔ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں۔ کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ
نے اس حدیث کو فضائل قرآن میں بیان فرمایا ہے۔ اور مناسبت کی وجہ یہ ہے کہ
قرآن کے نزول کی ابتداء رمضان شریف یعنی بلد الحرام میں ہوئی۔ جیسا کہ اس
کا نزول زمان شریف رمضان شریف میں ہے۔ پس قرآن پاک کو شرف زمان
بھی حاصل ہے۔ اور شرف مکان اس امت مرحومہ پر ہر طرح احسان الٰہی کہ یہ قرآن
تمام کتابوں سے افضل جس زبان میں آیا۔ وہ تمام زبانوں سے افضل جس

مہینہ میں نازل ہوا۔ وہ تمام مہینوں سے افضل جس مکان میں نازل ہوا۔ وہ تمام
مکانوں سے افضل ہے۔ اور جس نبی علیہ السلام پر نازل ہوا۔ وہ تمام انبیاء سے
افضل لیکن کفار نے اپنی بدبختی کا اس طرح مظاہرہ کیا۔ اور کہا وقال الذین کفروا
۔۔۔ تر تیلا ؕ فرقان ۔ کہ جیسے پہلی کتابیں ایک ساتھ اتریں قرآن ایسا
کیوں نہیں اترا۔ اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اس میں میرے محبوب علیہ السلام کا
اعزاز ہے۔ اور یہ قرآن رات دن سفر و حضر ہر موقع پر نازل ہوگا۔ دیکھئے آپ
جہاں گئے۔ جبرائیل وہیں جاتے تھے۔ اگر آپ مکہ میں ہیں۔ جبرائیل مکہ میں اگر آپ
مدینہ میں ہیں۔ جبرائیل مدینہ میں ہیں۔ کافر عقل کے اندھے ان کو علم نہیں تھا۔ کہ
قرآن کو دونوں صفتیں حاصل ہیں۔ کہ لیلۃ القدر میں قرآن مکمل ایک ساتھ آسمان
اول میں بیت العزت میں نازل ہوا۔ پھر حسب ضرورت ۲۳ سال میں مکمل
ہوا۔ اور تدریجاً نازل کرنے میں یہ حکمت ہے۔ کہ قرآن آپ کے سینوں میں محفوظ
ہو جائے۔ آپ کی برکت سے یہ فضیلت آپ کے غلاموں کو نصیب ہے آج

قرآن لاکھوں حفاظ کے سینوں میں محفوظ ہے ۔ سورۃ عنکبوت میں ہے ۔ بل ھو آیت بینٰت

فی صدور الذین اوتوا العلم ـــــ الظٰلمون ـ صحیح مسلم میں حدیث ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

و منزل علیک کتابا لا یغسلہ الماء تقرؤہ نائما و یقظانا ۔ یعنی اگر پانی بھی محل

مکتوب کو دھو دے ۔ تو اس کی احتیاج نہیں ۔ کیونکہ قرآن سینوں میں محفوظ

ہے ۔ اسی لئے پہلی کتابوں کی صفت دیکھی گئی ۔ یعنی ان کی کتاب انکے سینوں میں

ہوگی ۔ یہی حدیث مرقاۃ جلد ۱۰ صفحہ ۱۵ پر ہے ۔ اس میں ہے کہ دنیا میں کیا

تلاوت قرآن تو کیا قبر میں بھی ہوتی ہے ۔ جیسے ایک شیخ کامل کا واقعہ ہے کہ وصال

کے بعد اپنے مرید سے قرآن کا دور کیا کرتے تھے ۔ ایمان دار کا یہ شرف ہے کہ جہاں

جائے قرآن وہیں جاتا ہے ۔ تو وہاں صاحب قرآن بھی جلوہ گر ہوتے ہیں جیسے حضرت

خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ ۔ اور امیر خسرو ۔ کا واقعہ

۲۸ ـــــ ۰۲ ـــــ ۲۰۲۶

۱۱ ـــــ ۰۹ ـــــ ۱۴۴۷

PM ـــــ ۱۰ ـــــ ۶ بعد عشاء

377

۱۲۲ - میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ۔ کنز ۱۵
احزاب ہے ۲۱ ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ وصفات اہل ایمان کیلئے بہترین
نمونہ ہے ۔ آپ براہ راست خالق کائنات سے فیضان شریعت حاصل کرکے اپنے
اقوال وافعال واعمال سے ہمیں فیض یاب فرما رہے ہیں ۔ آیت میں ارشاد رب العزت
ہے ۔ کہ اے میرے بندو رسول اللہ صلی اللہ علیہ السلام کی ذات ہی بہترین نمونہ ہے ۔ ان
کی پیروی کرو ۔ لہذا کامیاب زندگی وہی ہے ۔ جو اُن کے نقش قدم پر ہو ۔ اگر ہمارا
جینا مرنا جاگنا ۔ نشست وبرخاست حضور صلی اللہ علیہ السلام کے نقش قدم پر ہو
جائے ۔ تو ہمارے سارے کام عبادت بن جائے ۔ یہ آیت کریمہ کے ماقبل احزاب کا
ذکر ہے ۔ اور ماقبل میں فرمایا گیا کہ میرے محبوب علیہ السلام نے جس ثابت درجہ
کے صبر وتحمل اور عدم المثال شجاعت وبہادری کا مظاہرہ کیا ہے ۔ کہ اے ایمان والو ۔
میرے محبوب تمہارے لئے نمونہ ہے ۔ تم آپ کی زندگی پر عمل کرتے ہوئے ۔ صبر وتحمل وثبات
شجاعت سے کام لو ۔ تو میرے محبوب علیہ السلام کی سنت پر عمل کرنے کی برکت سے

فتح و کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔ اسی لئے علماء کرام تفسیر میں فرماتے ہیں۔ لقد کان لکم
فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ اقتدا بہ فی القتال والثبات فی مواطنہ اس کے تحت
علامہ صاوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ صرف قتال ہی میں آپ کی پیروی کیا بل الاقتداء
برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واجب فی الاقوال والافعال والاحوال کیونکہ آپ حبیب
خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبی برحق ہیں۔ آپ کا ہر قول ہر فعل ہر ادا قانون شریعت
ہے۔ مخلوق تو مخلوق خود خالق کائنات کو بھی محبوب کی ہر ادا محبوب ہے۔ آپ اگر چادر
اوڑھ کر لیٹے ہیں۔ تو اعلان ہوتا ہے۔ یاایھا المزمل علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ آپ
کے اقوال و افعال و احوال کی پیروی کے واجب ہونا اس وجہ سے ہے۔ لانہ لا ینطق ولا یفعل عن
ھوی بل جمیع افعالہ واقوالہ واحوالہ عن ربہ۔ اس واسطے عارف کامل نے فرمایا۔ بالھدی
فی کل امر فلست تشاء الا ما یشاء آپ ہر ادا میں مرکز ہدایت ہیں۔ آپ میں یہی وہ
خاصہ ہے جو خدا چاہتا ہے۔ یہ مقام ادب ہے۔ کیونکہ آپ وہی چاہتے ہیں۔ جو خدا چاہتا
ہے۔ لیکن کبھی جو آپ چاہیں۔ وہ مقام محبوبیت ہے۔ جیسے کعبہ کا بدلنا سورج کا

واپس ہونا ثابت ہوا۔ کہ قانون کا نفاذ آپ کے دروازہ سے ہوتا ہے۔ بخدا کا یہی ہے در
نہیں اور کوئی مفر مقر۔ جو وہاں سے ہو جو یہاں سے ہو۔ جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں۔ آپ کی
ہر ادا قابل عمل قابل اتباع ہے۔ جو مسلمان آپ کی ہر ادا کو سنت رسول علیہ السلام سمجھ
کر کرے گا۔ اسے ادائیگی سنت کا ثواب ہوگا۔ دیکھئے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ انتہائی جری
اور بہادر تھے جب محبوب علیہ السلام کی نعلین نصیب ہوگئی آپ نے فرمایا۔ اے عمر بت پرستی
شرک ہے۔ فوراً رک گئے۔ پھر آپ نے امام کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو حجر اسود کا بوسہ
لیتے ہوئے دیکھا۔ تو فوراً حجر اسود کا بوسہ لیا ——— لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ
بت پرستی شرک ہے کہ آپ نے روکا۔ حجر اسود کو بوسہ دینا عبادت ہے اس لئے کر
آپ نے کیا۔ اس حدیث کی شرح مرقاۃ اور عمدۃ القاری شرح بخاری آپ کی ہر سنت پر عمل باعث
برکت ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ باب العید بن انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ آپ
عیدگاہ میں تشریف لے جاتے جب تک کھجوریں نہ کھالیتے اور وہ طاق ہوتیں۔ آپ کی اتباع
واطاعت اہل ایمان کیلئے باعث نجات ہے۔ آپ چونکہ معلم کائنات ہیں۔ ویعلمھم الکتاب

والحکمۃ اور معلم ہی طریقے سے قول و عمل سے تعلیم دیتا ہے. چنانچہ آپ کا کھانا پینا ہر

کام تعلیم امت کیلئے ہے

۰۱ — ۰۳ — ۲۰۲۶

۱۱ — ۰۹ — ۱۴۴۷

اتوار ۱۲ — ۴۵ — PM

۱۲۳ - شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؐ ومن الاعراب من یومن باللہ والیوم الآخر ——— الرحیم توبہ ۹۹

جاننا چاہیئے کہ جمیع طاعات حسنات اور تمام نیک اعمال میں ایمان کا مقدم ہونا ضروری ہے۔ بغیر ایمان کے کوئی نیک کام درجہ قبولیت کو نہیں پا سکتا۔ آیت ھذا سے ماقبل آیت میں ارشاد خداوندی ہے۔ کہ کچھ گنوار ایسے ہیں۔ کہ جو کچھ وہ خرچ کرتے ہیں۔ اسے تاوان ٹیکس سمجھتے ہیں۔ اس کے مقابل قوم صالحین مومنین مجاہدین کا ذکر فرمایا۔ یہ جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اس کو غنیمت سمجھتے ہیں۔ ان کا اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان لانا۔ دوسرا یہ کہ جس کو وہ خرچ کرتے ہیں۔ اس کو اللہ تعالیٰ کے قرب اور رسول علیہ السلام سے دعائیں حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ کیونکہ رسول علیہ السلام کو حکم الہٰی ہے۔ کہ اے محبوب جو خیرات لے کر آئے۔ آپ اس کے لئے دعائے خیر کریں۔ وصل علیہم ——— سکن لھم۔ آپ اس کے لیے دعا کریں۔ اللھم صل علیٰ آل ابی اوفیٰ نے اللہ نے فرمایا۔ خیرات کرنے والے کا جو سلسلہ ہے۔ کہ خیرات قرب الہٰی اور حصول دعائے رسول علیہ السلام

کا ذکر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق فرمائی ہے، بلکہ اس شہادۃ کو حرف
تنبیہ سے مؤکد کیا۔ وہ لفظ الا کلمہ حرف تحقیق ہے وھو قولہ بمعنی تاکید
میں اضافہ کیا۔ فرمایا: سیدخلھم اللہ فی رحمتہ امام رازی فرماتے ہیں۔ اس
سین کا داخل کرنا مزید تاکید کا موجب ہے، ھذا کلام اللہ۔ امام رازیؒ نے
نے قربات عند اللہ کے ساتھ صلوٰۃ الرسول کا ذکر اس لئے بیان فرمایا۔ کہ نبی
علیہ السلام کی دعائیں ہی ہر نعمت میں واسطہ ہیں۔ لہٰذا ہر عمل میں اس کا
لحاظ واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود محبوب علیہ السلام کا دروازہ بتایا قل ان کنتم
تحبون اللہ یحببکم اللہ ـــ لہٰذا قرب الٰہی کو حاصل کرنے کا یہی ایک دروازہ ہے
علامہ صاویؒ فرماتے ہیں جلد ۲ صـ ۱۵۴ ـ والوصول الیہ وصول الی اللہ آپ کی
دعا کی برکت سے جملہ نیک کاموں سے وہ قرب الٰہی حاصل نہیں ہوتا۔ جو
امام کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے قرب حق نصیب ہوتا ہے۔ دیکھئے نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔ اللھم اید الاسلام بعمر بن الخطاب۔ اور بعمر بن ہشام۔

آپ کی دعا ایسی موثر ثابت ہوئی۔ کہ دوسرے دن عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔
اور مقام صحابیت پر فائز ہوئے۔ جو دنیائے کائنات کے تمام اولیاء سے افضل ہیں
آپ کی صحابہ کے درمیان یہ فضیلت ہے۔ کہ تمام میں یہ خود آکر اسلام لائے
لیکن نبی علیہ السلام نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مانگ کر لیا۔ آپ مراد رسول
علیہ السلام ہیں۔ عمدۃ القاری جزء احد ۹ آپ کی دعا کا یہ اثر ہوا۔ کہ کفر
وشرک کی نجاست سے نجات حاصل ہوئی۔ اور سینہ عمر رضی اللہ عنہ ایمان و
اتباع و معارف کا مرکز بن گیا۔ اور پھر ہر عمل میں اتباع محبوب علیہ السلام کو
ترجیح دی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ بت پرستی اور بت کو پوجنا شرک ہے۔
آپ رک گئے۔ اور حجر اسود کو بوسہ دینا عبادت ہے۔ آپ نے بوسہ دیا۔
دیکھیئے بت بھی پتھر ہے۔ اور حجر اسود بھی پتھر ہے۔ وہ شرک ہے۔ یہ عبادت
ہے۔ اس لیئے کہ اس کو محبوب علیہ السلام نے چوما ہے۔ اس پر لب ہائے
محبوب علیہ السلام آئے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ کہ آپ نے حجر

اسود کے سامنے ہوئے۔ فرمایا میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے کہ تو کسی کو نقصان اور فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ میں نے محبوب علیہ السلام کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے کہ مشکوۃ۔ اور بخاری شریف میں حضرت عمر کا آپ سے اس ارشاد رسول اور اتباع رسول کو ملحوظ رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم گنہگاروں کو اتباع رسول کی توفیق عطا فرمائے۔ اور خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین۔

۰۲ — ۰۳ — ۲۰۲۶

۱۲ — ۰۹ — ۱۴۴۷

پیر ۱۲ — ۵۴ — PM

— ۵ —

۱۲۴ - نماز کی فضیلت

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی ۔۔۔ قانتین ۔

انسان کی تخلیق کا مقصد عبادت الہی ہے اور انسان جب دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ تو وہ شرعی احکام کا مکلف ہو جاتا ہے۔ احکام شرعیہ میں سے سب سے اہم ترین حکم نماز قائم کرنا ہے۔ قرآن کریم فرقان حمید میں اس کی بار بار تاکید کی گئی ہے۔ علماء محققین نے انتہائی تدبر سے قرآن پڑھا وہ فرماتے ہیں۔ تقریبا 32 بتیس مقامات پر جہاں اللہ تعالی نے نماز کا حکم فرمایا ہے۔ من جملہ ان آیات کے ایک یہ آیت ہے۔ فرمایا حافظوا علی الصلوات کہ نمازوں پر محافظت کرو۔ خصوصا صلوۃ وسطی کی اللہ تعالی نے ہمیں نماز کی محافظت کا حکم فرمایا ہے یعنی نمازوں کو بروقت تمام شرائط کے ساتھ ادا کرنا۔ اس کے بعد صلوۃ الوسطی کا ذکر اس کی فضیلت اور اظہار شرف کے لئے ہے۔ صلوۃ وسطی کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ بعض کا قول ہے۔ صلوۃ الوسطی صبح کی نماز ہے۔ بعض کا قول ہے کہ نماز ظہر۔ بعض مغرب وعشاء کے قائل ہیں۔ اکثر کا قول یہ ہے کہ صلوۃ وسطی نماز عصر

یہی قول امام ابو حنیفہ کا ہے ۔ اس پر احادیث دلیل ہیں ۔ بخاری شریف باب الجہاد
میں ہے ۔ دوران جنگ آپ کی نماز عصر قضا ہو گئی ۔ تو آپ نے بد دعا فرمائی ۔ چونکہ
نماز کی عدم ادائیگی کا سبب کفار ہوئے ۔ تو آپ نے بد دعا فرمائی ۔ اس سے نماز عصر کی
اہمیت ثابت ہوتی ہے کہ آپ نے بد دعا فرمائی ۔ یہ نکتہ قابل غور ہے ۔ کہ غزوہ احد
میں امام کائنات علیہ السلام کے دندان مبارک شہید ہوئے تو آپ کا چہرہ مبارک
خون سے رنگین ہو گیا ۔ آپ کی یہ حالت صحابہ کرام پر ناگوار گزری تو انہوں نے
عرض کیا کہ آپ کفار پر بد دعا کیجیے ۔ تو آپ نے فرمایا ۔ انی بعثت داعیا ورحمۃ
اللہم اھد قومی فانھم لا یعلمون ۔ شفا درج اول ص ۶۱ آپ کا اخلاق کریمہ
بے مثال ہے ۔ آپ رحمۃ للعالمین ہیں ۔ غزوہ احد لب پر بد دعا ہو رہی
ہے ۔ یہ حکمت معلوم ہوتی ہے ۔ آپ نے فرمایا جہاں تک میری ذات کا تعلق
ہے ۔ اگر کوئی مجھے اذیت دے تو انتقام نہیں لوں گا ۔ بد دعا نہیں کروں گا ۔ لیکن
جب میرے خدا کی عبادات اور میرے مابین حائل ہوں گے ۔ اس میں بد دعا کروں گا ۔

یہ بدعا بھی میری رضا کے لیے تھی - ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ نے صلوٰۃ الوسطیٰ کے اسی
قول کو ترجیح دی - بطور دلیل حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ ذکر فرمایا - اس
کا واقعہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ نماز ظہر کے بعد آپ تیز رو جہاد کے گھوڑے پیش کیے گئے۔
آپ اس کے پیش نظر نماز عصر ادا نہ کر سکے۔ سورج غروب ہو گیا (سورۃ ص) -
عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۱۳ (پ ۲۳ قصہ) فرماتے ہیں - ہزار گھوڑے تھے - ۹۰۰ پیش
کیے گئے - تقاضۃ صلوٰۃ العصر دیکھیے ایک نماز فوت ہو جانے پر آپ مغموم ہوئے
کس قدر شدت سے احساس ہوا - تو فرمایا: تو آپ نے تلوار لے کر ان گردنوں کو
کاٹنا شروع کیا - یہ غصہ بھی اللہ کی رضا کیلئے تھا - تو اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں کے بدلے
ہوا تابع کر دی - شیخ محقق رحمہ اللہ فرماتے ہیں - سلیمان علیہ السلام حبیب علیہ السلام
کے درمیان فرق یہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے ہوا کے ذریعہ تخت پر بیٹھ کر
زمین کے مشرق و مغرب کو دیکھا - لیکن نبی علیہ السلام کی خدمت میں مشرق و مغرب
سمٹ کر آ گیا -

۲۶ ،۳۰ — ۳. — ۲.
۷ ۱۴۴۷ — ۹. — ۱.۲

۱۲۵ ۔ شانِ خلیل علیہ السلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝ واذ ابتلی ابراہیم ربہ بکلمات فاتمھن ۔۔۔۔ الظالمین ۝

سورۃ البقرہ ۱۲۴ ۔ اللہ تعالی نے اپنے خلیل اور پیارے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چند کلمات چند امور کے ساتھ آزمائش فرمائی ۔ آپ نے اللہ تعالی کی توفیق سے تمام کو پورا کیا ۔ اللہ تعالی نے خود ہی ارشاد فرمایا ۔ فاتمھن آپ نے پورے کر دکھایا یہاں لفظ ابتلی بیان فرمایا جس کا معنی ہے ۔ آزمائش امتحان ۔ کیونکہ اس کا مثل ہمارے طرف سے آزمائش امتحان کی جہت سے ہوتا ہے کیونکہ جو کسی کو کسی کام کا حکم کرے ۔ تو وہ امر نہیں جانتا کہ مامور اس کام کو پورا کر سکے گا ۔ یا نہیں ۔ وہ اس میں کامیاب ہوگا یا ناکام ۔ دیکھئے استاد شاگرد کو تعلیم دیتا ہے ۔ تو اس کا امتحان لیتا ہے ۔ باوجود تعلیم خود دینے کے استاد نہیں جانتا کہ شاگرد اس امتحان میں کامیاب ہوگا یا ناکام ۔ تو سوال یہ ہے ۔ کہ اللہ تعالی نے یہ لفظ اپنی طرف کیوں منسوب کیا ۔ تو امام رازی ؒ فرماتے ہیں ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اس لفظ کا استعمال ہمارے عرف میں بکثرت ہے تو

اللہ تعالیٰ نے اپنے امر و نہی کو مجازاً اس کے ساتھ موصوف کیا۔ لانہ لا یجوز علیہ
الاختبار والامتحان۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ازل سے ابد تک علی سبیل تمام معلومات
کا عالم ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمام معلومات کا علم ہے۔ اسی لفظ سے
مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے سامنے اس کو ظاہر فرما دیتا ہے۔ تو فرمایا۔ وابراہیم
الذی وفّٰی۔ النجم۔ کہ ابراہیم علیہ السلام کو جن تکالیف کا مکلف بنایا ہے۔ اگر مخلوق
میرے ابراہیم علیہ السلام نے وہی کیا۔ جو میرے علم میں تھا۔ تو مفسرین کا اختلاف
ہے۔ کہ [illegible] کیا۔ ان کلمات پر دلیل ہے یا نہیں۔ تو بعض علماء نے
فرمایا۔ لفظ ان پر دلیل ہے۔ وہ کلمات وہ ہیں۔ جن کا اللہ تعالیٰ نے اس کے
بعد ذکر فرمایا۔ اما قصہ تطہیر بیت تعمیر کعبہ اور نبی علیہ السلام کی بعثت کی دعا
تو یہ تمام امور شاقہ ہیں رہی امامت تو اس جگہ اس سے مراد نبوت ہے۔
تو یہ تکلیف بہت بڑی مشقتوں پر مشتمل ہے۔ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
پر لازم ہے۔ کہ تمام مشقتوں کو برداشت کرتے ہوئے تبلیغ رسالت پر

عمل کرے۔ اور اس کی ادائیگی میں بالکل خیانت نہ کرے۔ قلنا ان ثواب ونبی علیہ

السلام اعظم من ثواب آپ نے بالکل تبلیغ کی تمام امور شرعیہ پہنچائے۔ توحید

الہی کا اعلان فرمایا۔ تمام نمرودیوں کے مقابلہ میں ڈٹ گئے۔ ترک وطن کیا۔ پرواہ

نہیں کی۔ نار نمرود میں گئے۔ پرواہ نہیں کی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے خلیل بنایا۔ آپ

نے وہی کر دکھایا۔ جو مقام خلیل کے لائق تھا تو پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ سند

دی فرمایا۔ انی جاعلک للناس اماما۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام لوگوں کا امام بنا دیا۔

یہ خلیل اللہ کی شان ہے۔ یہاں حبیب اللہ کی شان بیان کرنا مناسب ہے

آپ نے فرمایا۔ اذا کان یوم القیامۃ کنت امام النبیین مشکوٰۃ۔ باب فضائل

سید المرسلین۔ دیکھئے حبیب و خلیل میں فرق یہ ہے کہ خلیل اللہ کو اللہ

تعالیٰ نے لوگوں کا امام بنایا۔ اور آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے نبیوں کا امام بنایا۔

جن میں خلیل اللہ بھی شامل ہیں۔ معلوم ہوا سارا ایمان دار مقتدی

ہیں۔ اور آپ امام ہیں۔ امام جہاں بھی ہو امام ہوتا ہے۔

آپ دنیا میں بھی امام مسجد اقصیٰ میں بھی امام ۔ قیامت میں بھی امامت

حدیث شریف میں ہے۔ آپ نے مدینہ شریف میں آنے سے قبل انصار

مدینہ عبداللہ بن ابی منافق کو امیر بنانے والے تھے۔ لیکن جب امام کائنات

کی مدینہ شریف آمد ہوئی۔ تو منافق ابی کی امارت ختم ہو گئی۔ انصار مدینہ

نے امام کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی و امیر تسلیم کرلیا۔ صاحب فیض الباری

جلد ۲ صفحہ فرماتے ہیں۔ اس بد بخت کو یہ معلوم نہیں تھا۔ کہ آپ ذات

وہ ہیں۔ کہ آپ جہاں تھے۔ وہیں امام تھے۔ عالم ارواح میں عالم دنیا میں

عالم آخرت میں۔ بخاری شریف کتاب الجنائز اللہ تعالیٰ ہمیں نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کی غلامی میں رکھے۔ اور خاتمہ بالخیر فرمائے آمین

۰۸ — — PM

منگل

۰۳ — ۰۳ — ۲۰۲۶

۱۴ — ۰۹ — ۱۴۴۷

شانِ علم

بسم اللہ الرحمن الرحیم قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔ انما یتذکر اولوا الالباب۔ زمر ۱۔ آیت ھذا میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اے محبوب فرما دیں کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں۔ نہیں برابر نہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے علم اور جہل کے مابین مساوات کی نفی فرمائی۔ تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ جب بینا اور نابینا کی مثل نہیں ہو سکتا۔ اور نور ظلمت کی مثل نہیں ہو سکتا۔ ایسے ہی عالم جاہل کی مثل نہیں ہو سکتا۔ دیکھیے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کا حکم فرمایا۔ انہیں آدم علیہ السلام کے آگے جھکا دیا۔ وجہ یہ تھی کہ عابد تو تھے عالم نہیں تھے۔ فرشتوں کو خلیفۃ اللہ فی الارض کے سامنے جھکا کر یہ ثابت کر دیا کہ عابد کتنی ہی عبادت کرے لیکن عالم کا مقام اس سے بلند ہوتا ہے کیونکہ عابد کا فائدہ اس کی ذات تک محدود ہوتا ہے لیکن عالم کے علم کا فائدہ دوسروں تک پہنچتا ہے۔ عابد کا فائدہ اس کی عبادت سے دوسروں کو نہیں ہے۔ جہاں تک علم کا تعلق ہے۔ علماء اعلام و فقہاء عظام فرماتے ہیں۔ کہ علم نبی

نفسہ کوئی برا نہیں ہے۔ دیکھئے علم سحر برا نہیں یعنی نفسہ برا نہیں۔ دیکھئے عمل حرام ہے۔
اس کو سیکھنا سحر زائل کرنے کیلئے مستحسن ہے۔ لیکن سحر کرنے کیلئے بہت بڑا
سخت گناہ ہے۔ یہ گناہ استعمال پر ہے تعلیم پر نہیں۔ دیکھئے یہی علم سحر تھا
جو کہ موسیٰ علیہ السلام کے جادوگروں کو ایمان بالغیب بن گیا۔ جب انہوں نے
اپنے کرتب کا مظاہرہ کیا۔ ان کے درمیان لاٹھیاں سانپ بن گئے۔ تو جب
موسیٰ علیہ السلام نے ما فوق العادت اپنے اعجاز کا مظاہرہ کیا۔ عصائے کلیم
اللہ اژدھا بن کر ان کے سانپوں کو کھا گیا۔ چونکہ وہ علم سحر کے ماہر تھے۔
جب اعجاز کلیم اللہ دیکھا۔ تو سمجھ گئے۔ کہ یہ سحر نہیں بلکہ کلیم اللہ کا معجزہ ہے۔
تو فوراً مسلمان ہو گئے۔ اور صحابی بن گئے۔ امام ابواللیث فرماتے ہیں۔
عصائے کلیم اژدھائے غفلت کا گروں کا سہارا۔ عصائے محمد یہ فرق ہے۔
عصائے کلیم اللہ اور عصائے حبیب میں۔ روایت میں ہے۔ حضرت عبداللہ
رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو خالد بن سفیان کے قتل

لکھنے بھیجا۔ حضرت عبداللہ جب تعمیل کر کے واپس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنا عصا مبارک عطا فرما دیا۔ اس کے ساتھ جنت میں چلے جانا۔ عصائے کلیم اژدہائے عظمت تھا۔ لیکن آپ کا عصا سہارا تھا۔ ذکر جمیل ص ۲۹۳ لہذا علم بڑی دولت ہے۔ علم دین حاصل کرو۔ جو کہ مشکوٰۃ نبوت سے مستفاد ہوتا ہے۔ بلکہ والدین کا حق ہے کہ بچوں کو قرآن کی تعلیم دلائیں۔ احکام شرعیہ سے آگاہ کر دیں۔ تاکہ مستقبل میں ان میں محبوب علیہ السلام کی صورت و سیرت کے حسن کا جلوہ نظر آئے۔ نبی علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ ادبوا اولادکم علی الثلث خصال حب نبیکم وحب اہل بیتہ وتلاوۃ القرآن حدیث میں پہلے صاحب قرآن کا ذکر بعد میں قرآن کا ذکر ہے۔ جب اس پر عمل ہوا تو قیامت کے دن جب ~~نظر ان~~ قرآن کی اور صاحب قرآن کی شفاعت ہوگی تو ہمارا بیڑا پار ہوگا۔ جہاں تک نبی علیہ السلام کی محبت کا تعلق تو یہ روح ایمان تو کیا بلکہ عین ایمان ہے۔ عمدۃ القاری جز اول ص ۱۳۹ حدیث پاک حضرت

395

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقام کس قدر بلند ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
سے قرآن پڑھا۔ علم دین حاصل کیا تو امام کائنات نے ارشاد فرمایا۔ انا مدینۃ
العلم وعلی بابہا۔ جس کے حصہ میں علم آیا۔ وہ بڑا خوش بخت ہے حضرت
علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ مشتی ہو کے لئے علم ہے حال غنی کیلئے ہے۔
یہ مکمل حدیث نزہۃ المجالس میں موجود ہے۔ آپ کا علم اس قدر وسیع تھا۔
کہ کچھ خارجیوں نے سوال کیا کہ علم افضل ہے یا مال۔ تو آپ نے علم کی فضیلت
میں ایسے جواب دیئے کہ وہ حیران ہو گئے۔ اور تسلیم کیا۔ کہ واقعی آپ باب
مدینۃ العلم ہیں

۲۰۲۶ — ۳ — ۰۶
۱۴۴۷ — ۰۹ — ۱۶
جمعۃ المبارک PM ۵ — ۳

۱۲۷۔ شانِ ابراہیم علیہ السلام

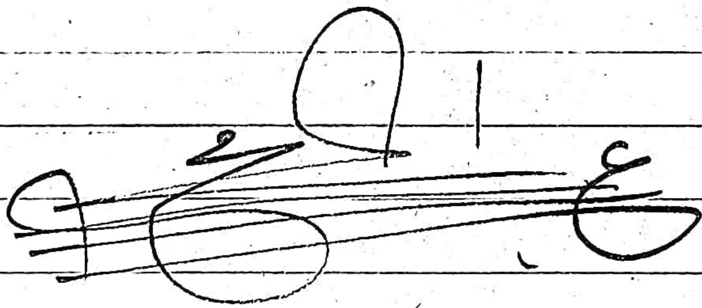
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ واذ یرفع ابراہیم القواعد من البیت ــــــ العلیم۔ بقرہ ۱۲۷

اللہ تعالیٰ نے آیت ھذا میں عظیم المرتبت عظیم الشان رسول حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر خیر بیان فرمایا ہے۔ مزاج خلیل علیہ السلام میں نہایت درجہ تسلیم و رضا اور اطاعت الٰہی کا جذبہ موجود تھا۔ آپ نے رضائے الٰہی کی خاطر وطن چھوڑا۔ اپنی جان کو نارِ نمرود میں پیش کیا۔ رضائے الٰہی کی خاطر بیٹا قربان کیا۔ آخری مرحلہ یہ تھا۔ کہ رب کریم نے حکم فرمایا کہ اے خلیل علیہ السلام میرا گھر بناؤ تم تعمیر کرو۔ آپ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام تعمیر کعبہ کیلئے مصروف ہو گئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ واذ یرفع ابراہیم القواعد۔ جب حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام بیت اللہ شریف کی دیواریں بلند کر رہے تھے۔ یہاں لفظ قواعد ہے۔ جو قاعدہ کی جمع ہے بمعنی اساس بنیاد معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبہ شریف کے اساس نہیں تھے۔ بلکہ مجدد تھے۔ جب آپ نے کعبہ تعمیر کیا۔ تو بنیاد پہلی موجود تھی۔ معلوم ہوا۔ کعبہ پہلے کا ہے۔ چنانچہ علماء نے بیان فرمایا۔ کہ کعبہ شریف چھ مرتبہ تعمیر ہوا۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ پہلے فرشتوں نے بنایا۔ پھر

آدم علیہ السلام پھر ابراہیم علیہ السلام پھر قریش پھر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ۔ پھر حجاج بن
یوسف۔ یہ تعمیر وہاں ہے۔ بخاری شریف میں ہے۔ جلد اول ص ۵۸۵ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ سے فرمایا کہ اگر تمہاری قوم کا جاہلیت کا زمانہ قریب
نہ ہوتا۔ تو میں خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کا حکم دیتا اور اس سے جو حصہ نکال دیا ہے اسے
اس میں شامل کر دیتا۔ اس کو زمین سے ملا دیتا۔ اور اس میں دو دروازے رکھتا۔
ایک مشرق کی طرف دوسرا مغرب کی طرف اور بنیاد ابراہیم علیہ السلام کے مطابق
کرنے کا حکم دیتا۔ وہ حدیث تھا جس نے ابن زبیر کو کعبہ منہدم کرنے پر آمادہ کیا۔
یہاں فرمایا من البیت اور آیت نمبر ۲۵ میں فرمایا۔ ان طہرا بیتی للطائفین یہاں
بیتی فرمایا۔ وہاں بیت۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جلد ۲ ص ۲۶ یہ شرف
کعبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو اپنی طرف اضافت کرنے کے ساتھ مخصوص فرمایا۔
بیتی اور مومنوں کو عبدیت کی صفت کے ساتھ اپنی طرف مضاف کیا۔
قل یا عبادی الذین اسرفوا ـــــ دونوں اضافتیں تخصیص و تکریم

کی ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یا مومن انت عبدی و کعبۃ بیتی والصلوٰۃ خدمتی
فاقبل بوجہک فی خدمتی الی بیتی وتقلبک الی۔ جب نماز میں یہ کیفیت
ہو تو یہی مومن کی معراج ہے۔ یہی سبب عظمت ہے۔ کعبہ بیت اللہ اس
لیئے ہے۔ کہ یہ مرکز خاص انوار و تجلیات الٰہی کا مظہر ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں
نازل ہوتی ہیں۔ یہاں دیواروں میں وہ پتھر ہیں جن کو ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام
کے ہاتھوں سے نسبت ہے۔ یہ تقدس فضیلت مقام کعبہ ہے۔ جس کا
رات دن طواف ہوتا ہے۔ لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
کعبہ کو منہ کر کے نماز پڑھنا۔ امر رب العزت ہے۔ جو ہم کرتے ہیں ورنہ عصیت
میں ایک مومن کامل کا مقام کعبہ سے افضل ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
فرماتے ہیں۔ کہ میں نے دیکھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں۔
اور فرما رہے ہیں۔ والذی نفسی بیدہٖ۔ لحرمۃ المومن اعظم عند اللہ حرمۃ منک
اللہ کے نزدیک ایک مومن کی عزت و حرمت تیری عزت و حرمت سے زیادہ ہے

فرمان محبوب علیہ السلام سے ثابت ہوا۔ کہ مومن ولی کامل کی حرمت کعبہ کی حرمت سے زیادہ ہے۔ یہ تسلیم ہے۔ کہ تمام مومنین کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔ لیکن ایسی شخصیات بھی گزری ہیں۔ کہ کعبہ شریف ان کا طواف کرتا ہے۔ امام اہل سنت حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں۔ کہ سارے اقطاب جہاں کعبے کا طواف اور کعبہ آپ کا ہے۔ طواف در والا تیرا۔ اللہ تعالیٰ بجاہ حبیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم گنہگاروں کو صفت ایمان یا ایمان کامل سے متصف فرمائے۔ اور خاتمہ ایمان پر فرمائے ـــــ آمین



۲۶ — ۲ — ۳ — ۸

۱۴۲۴ — ۹ — ۱۹

اتوار

PM — ۷ — ۱۰

۱۲۸۔ شانِ حج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ۷؎ واذن فی الناس بالحج یاتوک۔ شمعین حج = حضرت
سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا یہ شرف ہے کہ تعمیر کعبہ کیلئے آپ کا انتخاب فرمایا۔
جب آپ اس سے فارغ ہوئے۔ تو اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا۔ کہ
آپ لوگوں میں حج کا اعلان فرمائیں۔ کہ میں اس آیت میں تعمیر کعبہ شریف
کی حکمت اور غرض و غائیت کا بیان ہے۔ تاکہ اس گھر کا حج کیا جائے۔ حج
کی فرضیت دوسری آیت سے ثابت ہے۔ وللہ علی الناس حج البیت۔ سبیلا۔
جہاں تک حج کا تعلق ہے۔ یہ ارکان اسلام میں سے ایک اہم ترین رکن ہے
چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے
ہیں کہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ علی خمس شہادۃ لا
الہ الا اللہ وان محمداً عبدہ ورسولہ۔ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ والحج
وصوم رمضان بخاری شریف۔ حج کی اہمیت و رکنیت کتاب و سنت سے
ثابت ہو گئی۔ باقی ان عبادات میں جو حکمتیں چھپی ہیں ان تک انسانی

عقل کی رسائی نہیں۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ شریعت مطہرہ
میں عبادات کی دو قسمیں ہیں۔ بعض ان میں سے وہ ہیں جن کی اصل
معقول ہے۔ لیکن تفصیل معقول نہیں۔ مثلاً نماز کی اصل معقول ہے اللہ
تعالیٰ کی تعظیم کا اظہار عبدیت۔ رہی نماز کی رکعات کی کیفیت وہ غیر معقول
ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کی اصل معقول ہے۔ فقیر کی حاجت کو پورا کرنا۔ رہی نصاب
کی کیفیت وہ غیر معقول ہے۔ روزے کی اصل معقول وہ نفس کو مقہور کرنا
کیفیت وہ غیر معقول ہے۔ رہا حج یعنی مخصوص کیفیات کے ساتھ معین
جگہ کی طرف سفر کرنا۔ تو اس عبادت کی کیفیات اور اس کی اصل
میں جو حکمت ہے۔ وہ بھی غیر معقول ہے۔ محققین فرماتے ہیں۔ حج کی
عبادت کو ادا کرنا۔ کمال عبودیت کمال خضوع اور انقیاد پر دلیل
ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ حج میں انبیاء علیہم السلام کی اداؤں پر عمل ہے۔
وہ اعمال بارگاہ ربوبیت میں ایسے مقبول ہوئے۔ ایمان والوں کو حکم ہوا

کہ ان پر عمل کرو۔ ہماری نجات ہو جائے گی۔ مثلاً احرام۔ علامہ نیشاپوری
رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ حج میں پانچ چیزیں حج کے اعمال سے ہیں۔ احرام تلبیہ کے
ساتھ۔ آواز بلند کرنا۔ جمرات میں رمی۔ طواف میں سعی اس میں بات ثابت ہے
کہ حج کی فرضیت نص قطعی سے ثابت ہے۔ اور اس پر فرض ہے۔ جو
صاحب استطاعت ہو۔ اور عمر میں ایک بار فرض ہے۔ اس میں علماء کی
بحث ہے۔ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مسلک ہے۔ کہ حج کی ادائیگی علی الفور ہے
اور امام شافعی اس کے قائل ہیں۔ کہ تاخیر سے جو سن ۹ ہجری میں
فرض ہوئی۔ تو آپ نے تاخیر سے سفر میں ادا کیا۔ جو دلیل تاخیر ہے۔
اور احناف نے اس کا جواب یہ دیا ہے۔ کہ آپ نے تاخیر اس لئے کی
آپ کو معلوم تھا۔ کہ میری زندگی ابھی باقی ہے۔ میں تبلیغ کی تکمیل کے بعد
حج ضرور کروں گا۔ جانبین کے دلائل عمدۃ القاری جزء ۹ صفحہ ۱۲۸ بنی علیہم السلام
اور امتی میں یہی فرق ہے۔ در مختار میں ہے۔ علامہ شامی '' فرماتے ہیں۔

اس کا حاصل جج کا وجوب احتمالاً علی الفور ہے۔ اور تاخیر میں فوت کے ڈر سے ہونا اور آپ کے حق میں یہ منتفی ہے۔ لانہ کان لیعلم بقاء حیاتہ الی ان لیعلم الناس مناسکھم تکمیلاً تبلیغہ دیکھئے کسی کو علم نہیں۔ کہ کب موت آئیگی۔ اور کہاں دفن ہوگا۔ لیکن انبیاء خصوصاً سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بتانے سے جانتے تھے۔ کہ کہاں دفن ہونگے۔ فرمایا ما بین بیتی ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ امام بخاری ارشاد فرماتا ہیں۔ فصل ما بین القبر والمنبر کہا گیا۔ کہ ترجمہ لفظ قبر کے ساتھ کیا ہے۔ اور حدیث میں لفظ بیت تخریج کیا ہے۔ پس اس کا ثبوت ہونا صحیح ہے۔

[signature]

۲-۲۶ — ۳ — ۹

۱۴۴۷ — ۹ — ۱۹ پیر

۲۶ — ۹ — ۵۰ AM

اطاعت رسول کا انعام

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵ ومن یطع اللہ والرسول ــــــ رفیقا ۵ نساء ۔

اللہ سبحانہ وتعالٰی نے آیت ھذا میں ایسی چار جماعتوں کا ذکر بیان فرمایا ہے۔

جن پر اللہ تعالٰی نے انعام فرمایا ہے۔ یہ نفوس قدسیہ منعم علیھم ہیں۔ مثلاً انبیاء

صدیقین شہدا اور صالحین۔ شہادت دین حقہ میں بہت بڑا عظیم الشان

مرتبہ ہے۔ مفسرین و محدثین نے اسلام کی خاطر جہاد کرتے ہوئے جان قربان

کرنے والے کو شہید کے نام سے موسوم کئے جانے کی وجہ بیان فرمائی۔ علامہ

بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ شہید کی فضیلت و عظمت کا اندازہ

ہوتا ہے۔ کیا یہ فضیلت کم ہے۔ کہ استقبال کیلئے فرشتے حاضر ہوتے

ہیں۔ اس وقت عجیب منظر ہوتا ہے۔ فرشتوں کی نگاہیں شہید کے چہرہ

پر ہوتی ہیں۔ اور شہید کی نگاہیں جمال الوہیت پر ہوتی ہیں۔ دیدار

الٰہی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں۔ اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

فرمان الشہید تحفہ الم القتل کی حکمت سمجھ میں آتی ہے۔ یعنی جن لوگوں

نے حسن یوسف علیہ السلام کو دیکھا۔ انگلیاں کٹ گئیں۔ خون بہا لیکن
درد محسوس نہیں ہوا۔ وجہ یہ تھی کہ سامنے جمال یوسف جلوہ گر تھا۔
معلوم ہوا سامنے جمال یوسف علیہ السلام ہو تو درد نہیں ہوتا تو جب سامنے
جمال رب یوسف ہو تو درد کیسے ہو سکتا ہے۔ شہید کی فضیلت کو اللہ
تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا۔ ولا تحسبن الذین قتلوا ــــ آل عمران میں ہے
بل احیاء عند ربھم یرزقون ــــ معلوم ہوا۔ کہ شہدا کی حیات ایسی کامل
ہے۔ کہ نہ صرف زندہ بلکہ انہیں رزق بھی ملتا ہے۔ حیات شہداء کے متعلق
امام رازی رح فرماتے ہیں۔ کہ وہ فی الوقت زندہ ہیں۔ یا قیامت کے دن زندہ
ہوں گے۔ اگر قول سے فی مراد ہو تو اس میں شہداء کی کوئی فضیلت نہیں۔ قیامت
میں تمام زندہ ہوں گے۔ لہذا قول اول کو ترجیح ہے۔ اکثر مفسرین کا یہی قول
ہے۔ امام رازی بطور دلیل فرماتے ہیں۔ فرعون کے بارے میں ہے۔ النار یعرضون
علیھا غدوا وعشیا ویوم تقوم الساعۃ ادخلوا آل فرعون اشد العذاب

فرماتے ہیں۔ جب عذاب قبر ثابت ہوا۔ تو ثواب قبر کا قول بھی بطریق اولی
ثابت ہوا۔ کیونکہ عذاب اللہ تعالی کا بندے پر حق ہے۔ اور ثواب بندے کا
اللہ تعالی پر بطور تفضل حق ہے۔ پس عذاب کو ساقط کرنا ثواب کو
ساقط کرنے سے زیادہ احسن ہے۔ وہ طول ہے۔ اور یہ فضل ہے اللہ
تعالی رحیم و کریم ہے۔ اور صاحب تفسیر مظہری رح نے فرمایا کہ حیات شہدا
عام اموات کی حیات سے اس اعتبار سے اعلی ہے۔ فرمایا ان اللہ تعالی
یعطی الارواحھم قوۃ الاجساد ۔۔۔۔۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کا واقعہ ایک
بھولے ہوئے کو مدد کرنا۔ مقام شہادت کی عظمت کا اس سے اندازہ ہو
سکتا ہے۔ دیکھئے آپ کو اولاد رسول علیہ السلام ہونے کا شرف بھی
حاصل تھا۔ صحابیت کا بھی۔ بایں ہمہ شرف شہادت بھی ازل سے
آپ کے مقدر میں تھا۔ اس کی خبریں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے دے دی
تھیں۔ کہ میرا نواسہ اسلام کی عظمت سربلندی کیلئے میدان کربلا میں

شہید ہوگا۔ اور جبرائیل علیہ السلام نے اس جگہ کی مٹی بھی آپ کو لاکر دی۔ بفضلہ تعالیٰ جب وہ وقت آیا۔ تو آپ باطل کے مقابلہ میں ڈٹ گئے۔ اور اسلام کی خاطر اپنے رفقاء کو قربان کرنے کے بعد اولاد کو قربان کیا۔ بعد ازاں آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ اور جابر و ظالم کے سامنے سر تو دے دیا لیکن ہاتھ نہیں دیا۔ قربان نبوی ہے سید الشہدا حمزۃ بن عبد المطلب لہٰذا آپ مجاہد اعظم شہید اعظم رضی اللہ عنہ ہیں

۱ ــــــ ۳ ــــــ ۲۶
۲ ــــــ ۹ ــــــ ۱۹۹۷
منگل ۱۱ ــــــ ۲ ــــــ A.M

۱۳۰۔ واقعہ کربلا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط۔ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ ــــ راہ حق میں اسلام کی سربلندی کیلئے جہاد کرنا اور رضائے الٰہی کیلئے سر کٹانا بہت بڑی سعادت ہے۔ قرآن کریم میں اس کو شہید سے موسوم کیا گیا ہے۔ شہادت اسلام میں بہت بڑا اعزاز ہے۔ جہاں تک حضرت حسینؓ کربلا کا تعلق ہے۔ آپ کو ابنائے رسول علیہ السلام ہونے کا شرف حاصل تھا۔ اور مقام صحابیت بھی حاصل تھا۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ نے مقام شہادت بھی ازل سے آپ کے مقدر میں کر دیا تھا۔ شہادت سری امام حسن رضی اللہ عنہ کے حصہ میں اور شہادت جہری حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی۔ جب کوئی کمال ازل سے مقدر ہوتا ہے۔ تو اس کے اسباب پیدا ہوتے ہیں۔ امام حسین کی شہادت کا سبب یہ ہوا۔ کہ یزید پلید مسند امارت پر مسلط ہوا۔ چونکہ شریر تھا اس کا نا اہل تھا۔ اس لئے وہ غایت درجہ کا ظالم فاسق شرابی تھا۔ تو وہ امام عالی مقام کے نزدیک مسلمانوں کی امارت و سیادت

کا اہل نہیں تھا۔ اور نہ ہی قواعد مسلمہ کے مطابق متفقہ طور پر اس کی امارت قائم ہوئی تھی۔ آپ کے نزدیک اس کی امارت باطل تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان آپ کے پیش نظر تھا۔ ابو سعید خدری رض فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں جو شخص کوئی برائی دیکھے تو چاہیے کہ اسے اپنی قوت بازو سے نیکی سے بدلے۔ اور اگر وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ تو زبان سے اس کی مذمت کرے۔ اور اگر اس کی بھی استطاعت نہیں تو دل سے برا سمجھے۔ اور یہ ایمان کا ضعیف ترین درجہ ہے۔ جس کے گھر سے ایمان و ہدایت کے چشمے جاری ہوئے تھے۔ جس کے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم نے بے پناہ تکالیفوں کو برداشت کر کے برائیوں کو مٹایا۔ اور بھلائیوں کو رائج کیا۔ وہ کیسے برداشت کر سکتے تھے۔ کہ برائیاں پھر وجود میں آئیں۔ آپ کے بازوں میں قوت بھی تھی۔ زبان میں استطاعت بھی تھی۔ بلاشبہ آپ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جرأت و شجاعت کے مظہر تھے۔

یہ ضرارت انہیں بارگاہ رسول علیہ السلام سے حاصل تھی۔ حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری میں حضرت فاطمۃ الزاہرا علیہا السلام حضرت حسنین کو لے کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی عرض کی کہ آپ کے بچے ہیں۔ ان کو بطور ورثہ کچھ عطا فرمائیں۔ ارشاد ہوا۔ اما الحسن فلہ ھیبتی وسیدی۔ واما الحسین فلہ جرأتی وجودی امام پاک کے لئے میری ہیبت اور سرداری ہے۔ امام حسین کیلئے میری جرأت اور میری سخاوت ہے (سبحان اللہ) دونوں شہزادوں سے وہی کچھ ظاہر ہوا جو بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انہیں عطا ہوا۔ چنانچہ آپ نے بیعت یزید سے انکار کیا۔ امام حسین نے جانا مناسب سمجھا جہد نہ مقبول رب العزت ہے ومن دخلہ کان امنا۔ آپ مکہ شریف تشریف لائے۔ ادھر اہل کوفہ نے آپ کو مسلسل خطوط بھیجے کہ آپ تشریف لائیں ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔ آپ نے مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیجا۔ انہوں نے بکلی اطلاع

دی کہ حالات تسلی بخش ہیں۔ آپ تشریف لائیں۔ چنانچہ آپ نے کوفہ کی طرف قصد فرمایا۔ رفقاء کو ساتھ لیا۔ جب آپ کوفہ کے قریب پہنچے تو مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی۔ اور حر کے مشورہ سے آپ نے رات کو سفر شروع کیا۔ جب صبح طلوع ہوا تو ایک میدان میں پہنچے جہاں سواریاں خود بخود رک گئیں۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ میدان کربلا ہے۔ آپ نے وہاں خیمے نصب کئے۔ سواریاں باندھ دیں۔ اور ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ آپ میدان کربلا میں خیمہ زن ہیں۔ اس نے وہاں فوج بھیجنی شروع کی۔ روایات کے مطابق بائیس ہزار کا لشکر وہاں جمع ہو گیا۔ جس کی قیادت عمر بن سعد کر رہا تھا۔ یہ تمام واقعہ کربلا کتابوں میں موجود ہے

۱۰ — ۰۳ — ۲۰۲۶

۱۲ — ۳۶ — PM　　۲۰ — ۰۹ — ۱۴۴۷

منگل

612

۱۳۱۔ شانِ شفاعت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥ لیس لک من الامر شیء او یتوب علیھم۔ آل عمران ۱۲۸

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء و رسل علیھم السلام کو جملہ اوصاف نبوت و رسالت عطا فرمائے ہیں۔ جو اوصاف و کمالات انہیں انفرادی طور پر حاصل ہوئے ہیں، وہ تمام کمالات نبوت و رسالت حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کو مجموعی طور پر حاصل ہیں۔ اس فضیلت کے متعلق شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کے کمالات ذات بابرکات عالی صفات منبع البرکات حضرت سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم احاطہ تحریر و تقریر سے خارج ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان تک فرمایا۔ ہر چہ در خزانہ قدرت و مرتبہ امکان از کمالات متصور است ہمہ او را حاصل است مدارج النبوۃ۔ صفحہ ۳۹ باوجود اس کہ اس امت سے متعلق رافت و رحمت شفقت و عنایت درجہ آپ کو عطا فرما کر دنیا میں جلوہ گر فرمایا۔ جو شفقت باپ کو بیٹے پر آقا کو غلام پر استاد کو شاگرد پر ہوتی ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر آپ کو شفقت عطا فرمائی۔ ہر انسان میں انتقام کا جذبہ موجود ہے۔ کوئی کسی کو

سب و شتم کرے تو وہ انتقام لیتا ہے۔ محبوب علیہ السلام کی شان دیکھئے۔ کافروں نے مظالم کی انتہا کر دی۔ آپ پر پتھر برسائے گئے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا نہیں کی۔ جب دشمنوں پر آپ کا یہ کرم ہے۔ تو دوستوں پر نوازشات کا کیا عالم ہوگا۔ چنانچہ آپ صفا میں کہ غزوہ احد میں جو ۳ھ میں ہوا۔ جبلہ احد کے دن آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے اور چہرہ مبارک زخمی ہوا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کیف یفلح قوم خضبوا وجہ نبیھم بالدم عینی جلد ۱۷ صفحہ ۱۵۵ اور خود کے دو حلقے آپ کے رخسار میں پیوست ہو گئے۔ شارح فرماتے ہیں۔ کہ مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے آپ کے رخسار مبارک سے خون چوس کر نگل لیا تو امام کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من مس دمی ودمہ لم تصبہ النار۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عقیدت دیکھیے۔ خون کے استعمال سے ہر شخص نفرت کرتا ہے۔ لیکن وہ خون عالم اور یہ نبوت کا خون تھا۔ اس میں لذت محسوس کرتے ہیں۔ آپ نے بشارت دی کہ میرے خون میں نبوت کا خون تحلیل

ہوچکا ہے لہذا تم پر دوزخ کی آگ اثر انداز نہیں ہوگی لہذا تم جنتی ہو۔ غزوہ
احد میں یہ کھشن مرحلہ تھا۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضرت فاطمہ
علیہا السلام زخم دھو رہی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پانی ڈال رہے تھے۔ فاطمہ
علیہا السلام نے دیکھا۔ کہ خون نہیں رکتا۔ تو چٹائی جلا کر زخم میں بھر دی۔ تو خون
رک گیا۔ علامہ صاوی رحمۃ فرماتے ہیں کہ ان الفاظ سے آپ نے بددعا کا قصد کیا
وہ فرماتے ہیں۔ اقرب یہ ہے۔ کہ آپ کا یہ قول ان کے عدم ایمان پر بطور حزن
تھا۔ کیونکہ آپ کا مقصود ان کی ہدایت تھا۔ جب ان سے یہ فعل اور بے ادبی
واقع ہوئی۔ جو کہ ان کے عدم ایمان پر دلیل ہے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا
مقصد فوت ہوگیا۔ کیونکہ جو آپ کا باادب ہوگا۔ وہ خدا کا منظور نظر
ہوگا۔ لہذا وہ جنتی ہے۔ اور جو آپ کا بے ادب ہے خدا اس پر ناراض ہوگا
لہذا وہ جنت میں نہیں جا سکتا۔ فرمایا تعزیز علیہ ما عنتم یہ جو فرمایا لیس
لک من الامر من شئی یعنی آپ ان کے لئے نفع کا اختیار نہیں رکھتے کہ

ان کی اصلاح کریں ۔ نہ ضرور کا کہ ان کو ہلاک کریں علامہ صاوی فرماتے ہیں
کہ اس کی نفی ایجاد کی حیثیت سے ہے ۔ رہا دلالت اور شفاعت کی حیثیت
سے فھو الدلیل الشفیع المشفع جعل اللہ مفاتیح خزائنہ بیدہ یہاں خزائن
فرمایا ۔ خزانہ مال ہو یا علم یا ایمان یا جنت جو بھی خزانے ہیں آپ خازن ہیں
نہ صرف خازن بلکہ قاسم ہیں انما انا قاسم واللہ یعطی لہذا آپ غلاموں میں
یہ خزانے تقسیم فرما رہے ہیں ۔ اسی طرح آپ حقیقت کے خزائن شفاعت
کر کے غلاموں میں تقسیم کریں شفاعت سے متعلق حدیث شریف
مشکوۃ شریف میں موجود ہے ۔

بدھ

۱۱ — ۰۳ — ۲۰۲۶
۲۱ — ۰۹ — ۱۴۴۷
۰۹ — ۲۱ — AM

۱۳۲ - کمال رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۰ فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین ط حجر ۹۴ -

ہر نبی علیہ السلام نے دنیا میں تشریف لا کر توحید باری تعالیٰ کا اعلان فرمایا۔ اور اپنے دور میں کما حقہٗ تبلیغ فرمائی۔ اسی سلسلے کے مطابق جب امام کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دنیا میں تشریف لائے۔ تو پہلے آپ نے مخفی طور پر تبلیغ فرمائی۔ تو اس آیت کو نازل فرما کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ جس چیز کا آپ کو حکم ہے۔ برملا اس کا اعلان فرمائیں۔ باوجود اس کے سارا مکہ آپ کا مخالف تھا۔ لیکن آپ نے تبلیغ کے سلسلہ میں کوئی کوتاہی نہیں فرمائی۔ ذات الٰہی پر آپ کا نہایت درجہ اعتماد اور توکل ہے کہ آپ نے ان کی مخالفت کی پرواہ نہیں کی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میں ہی آپ کا حافظ و ناصر ہوں۔ آپ کو کامیاب کرنے والا۔ اور آپ کے کلمہ کو بلند کرنے والا ہوں۔ کافر آپ کو ہر طرح روکنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن وہ اپنے ناپاک ارادہ میں کامیاب نہیں ہوسکے۔ ارشاد رب العزت ہے۔ یریدون لیطفئوا نور اللہ ---- الکفرون - وہ خود مغلوب ہوگئے۔ نیست و

نابود ہو گئے۔ لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ساری کائنات میں جاری
وساری ہے۔ آپ کا ذکر تحت الثریٰ کی پستیوں سے لے کر عرش علی کی بلندیوں تک
جاری ہے۔ اور جاری رہے گا۔ ے عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام
— جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رب کائنات کی حفاظت حاصل تھی۔
تو کسی کافر کا شر آپ پر اثر انداز نہیں ہو سکا۔ روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی ایک جماعت نے جن میں ابو جہل اور ولید بن مغیرہ تھا۔ آپ کے
قتل پر مشورہ کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے آپ کی
کی قرأت سنی تو انہوں نے ولید کو قتل کرنے کیلئے بھیجا۔ تو وہ اس مکان میں آیا۔
جہاں آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ فجعل یسمع قراتہ ولا یراہ۔ واپس لوٹ گیا۔
اور انہیں بتایا۔ تو وہ آپ کے پاس آئے۔ جب انہوں نے آپ کی قرأت سنی
تو آواز کا قصد کیا۔ فاذا الصوت من خلفھم سیرت حلبیہ ص ۵۱۸
تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی۔ وجعلنا من بین ایدیھم ـــ یبصرون تک

محبوب سامنے تھے لیکن کنار کو تسلی نہ آئی۔ ہے انداز حسینوں کو سکھائے۔
ہنس جاتے۔ یوں جن کو محبوب دکھائے ہنس جائے۔ اسی لئے امام اللہ کا مقصود
ان کا یہ فقرہ ہے کہ محبوب کو دیکھنے کے دیدار کیلئے صدیق اکبر کی آنکھ چاہیئے
عشاق کی آنکھیں چاہییں۔ احادیث میں آتا ہے۔ کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
کو نبی علیہ السلام سے ملنا ہوتا تو جس کوچہ سے خوشبو محسوس کرتے تو
سمجھ لیتے کہ یہاں سے محبوب علیہ السلام کا گزر ہوا ہے۔ اس بازار میں صحابہ
جاتے۔ تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مل جاتے حدیث شریف باب الایمان
میں ہے۔ کہ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ آپ ہم سے دور چلے
گئے۔ تاخیر ہو گئی۔ تو ہم تلاش کیلئے نکلے۔ تو میں ایک باغ کے قریب گیا محسوس
کیا۔ کہ محبوب علیہ السلام یہاں ہیں۔ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ ابی
ہریرہ رضی اللہ عنہ نے خوشبو نبوت دور سے محسوس کر لی۔ یہاں ابی ہریرہ
ہیں دور سے خوشبوئے نبوت محسوس کرتے ہیں۔ وہاں ابوجہل کے قریب

سرکار رہیں ۔ پھر بھی نظر نہیں آئے ۔ بات یہ ہے کہ ذہن و عقل درست ہو محبوب
کی غلامی نصیب ہو تو خوشبو محسوس ہوتی ہے ۔ جہاں بد عقیدگی سما جائے
تو وہاں ذات رسول خوشبو رسول وہاں محسوس نہیں ہوتی ۔ اللہ تعالیٰ
ہم سب کو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی غلامی نصیب ہو جائے

۱۳ — ۳ — ۲۰۰۶
۲۴ — ۴ — ۱۴۲۷
۱۱ — ۲۲ — AM
جمعۃ المبارک

۱۳۳۳۔ عبادت خداوندی ۴۲۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم ہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ہ الذاریات

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ تخلیق جن و انس مقصد یہ ہے کہ میری عبادت

کریں۔ معلوم ہوا کہ تخلیق انسان بے مقصد و بے کار نہیں۔ بلکہ انسان کو

اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات قرار دے کر اسے شرعی احکامات کا مکلف

قرار دیا ہے۔ جہاں تک ساری کائنات کا تعلق ہے اس کے متعلق فرمایا

وان من شئی الا یسبح بحمدہ۔ اس کے غیر مکلف ہونے کے باوجود ہر شئی

تسبیح خوان ہے۔ تو انسان کا حق یہ ہے کہ سب سے بڑھ کر اللہ

تعالیٰ کی عبادت کرے۔ عبادت کا معنی ہے کہ مومن اپنی جبین نیاز

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رکھ کر اپنی عبدیت اور اللہ تعالیٰ کی معبودیت کا اعلان

کرتا ہے۔ اور عبادت الٰہی میں رضائے الٰہی اور اخلاص شرط ہے۔ جو

اعمال کی قبولیت کیلئے شرط ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ کہ جبرائیل علیہ السلام

نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احسان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا

اللہ کی عبادت ایسے کرو جیسے تم اُسے دیکھ رہے ہو۔ اگر ایسا نہیں ہو سکے

تو یوں خیال کرو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ احسان سے مراد اخلاص ہے۔

شارح اربعین نووی رح فرماتے ہیں۔ بندے کے عبادت میں تین مقامات ہیں۔

پہلا عبادت اس حیثیت سے کرنا۔ کہ اس کے ساتھ طلب ساقط ہو

کہ عبادت تمام شرائط و ارکان کے ساتھ کرے۔ دوسرا شرائط و

ارکان کو پورا کرتے ہوئے۔ نماز میں یہاں تک مستغرق ہو گویا کہ وہ اللہ

تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ کما قال و جعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ۔ تیسرا شرائط

کے ساتھ ادا کرتے ہوئے اس پر یہ خیال غالب ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کا مشاہدہ

کر رہا ہے۔ یہ مقام مراقبہ ہے۔ فان لم تکن تراہ۔ مقام مکاشفہ سے مقام

مراقبہ کی طرف نزول ہے۔ یہ تینوں مقامات احسان ہیں۔ روایت میں

ذوق ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں۔ جب تو نے نفس کو فنا کر لیا ہے اسے

یہ سمجھا تو نے اپنے رب کا مشاہدہ کر لیا ہے۔ کیونکہ یہ روایت باری تعالیٰ

سے جواب ہے فاذا لقیب الحجاب بشارۃ المآب امام ملا علی قاری
فرماتے ہیں۔ کہ ابداع خلق امداد رسالت کا مقصد اللہ تعالیٰ کی تجلیات ہے۔
حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فرشتوں کو جواب دنیا قبر میں
اخبار الاخیار اپنی دلائل کے پیش نظر انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں۔ کہ
قبور انبیاء و اولیاء میں یہ حضرات نمازیں پڑھتے ہیں۔ تلاوت قرآن کرتے
ہیں۔ حدیث بخاری شریف میں ہے۔ احترام نبوت کے متعلق امام مالک
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ان احترام النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
بعد وفاتہ کما کان فی حیاتہ فی البیہقی عن انس رضی اللہ عنہ۔ ان الانبیاء احیاء
فی قبورھم یصلون۔ شارح حدیث فرماتے ہیں۔ معنی یہ ہے۔ کہ ان الارواح
الانبیاء لیست بمعطلۃ عن العبادات المیتہ والافعال المبارکہ۔
بل ھم مشغولون فی قبورھم الدنیا کما کانوا لمشغولین حین حیاتھم
وصلوٰۃ وحج کذالک حال تابعھم علی قدر المرتبت اس لیے مزارات

اولیاء کاملین کے پاس جا کر ان کی عبادت سے مانوس ہوتے ہیں۔ اور فیض

حاصل کرتے ہیں۔ فیض الباری جلد ۲ ص ۶۴ ان کے قرب میں دعائیں قبول ہوتی

ہیں۔ لہذا ان کی زندگی عبادت سے ساقط نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ

کی شام خیبر میں ایک نماز قضا ہوئی محبوب علیہ السلام کی دعا سے ڈوبا

سورج نماز عصر پڑھ لی گئی۔ تو ادا پڑھی۔ اس میں اختیار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کا ثبوت ہے۔ اشارے سے چاند چیر دیا گیا

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے عبادت کا ذوق

نصیب فرمائے۔

[signature]

۱۳ ـــــ ۰۳ ـــــ ۲۰۲۶

۲۴ ـــــ ۰۹ ـــــ ۱۴۴۷

جمعۃ المبارک ۰۶ ـــــ ۰۷ ـــــ PM

[signature]

۱۳۴ شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ لقد جاءکم رسول من انفسکم ——— اللہ تعالیٰ نے آیت ھذا میں عظیم الشان رسول علیہ السلام کی تشریف آوری کا ذکر خیر بیان فرمایا ہے۔ اس میں آپ کے میلاد شریف کا ذکر ہے۔ میلاد انبیاء علیہم السلام اس اعتبار سے بھی عظیم الشان ہے۔ کہ دنیا میں آپ کی جلوہ گری اور قبل از ولادت ان کی بشارت دی۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے بڑھاپے میں بیٹے کی طلب کی۔ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ جبرائیل علیہ السلام زکریا علیہ السلام کو یحییٰ علیہ السلام کی بشارت دی۔ اذ قالت الملائکہ ان اللہ یبشرک بیحیی وھو قائم یصلی فی المحراب دیکھئے میلاد رسول علیہ السلام کس حد تک عظیم الشان موضوع ہے۔ کہ جبرائیل علیہ السلام میلاد یحییٰ علیہ السلام کی بشارت دے رہے ہیں۔ اور یحییٰ علیہ السلام مصروف نماز ہیں ان کی نماز کی حالت میں یحییٰ علیہ السلام کے میلاد کا ذکر ہو رہا ہے۔ اسی واسطے علماء کرام فرماتے ہیں۔ کہ میلاد کی اصل قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ آیت تو یہ ہے۔ اور حدیث شریف میں کہ آپ نے ممبر شریف پر کھڑے ہو کر میلاد کا ذکر کیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے آپ کی

نبوت کے متعلق کوئی بات سنی تو رنجیدہ ہوئے۔ تو فقام النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
علی المنبر فقال من انا فقالوا انت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو آپ نے اپنے نسب
کی شرافت و کرامت کے متعلق فرمایا۔ انا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب اللہ تعالیٰ نے مخلوق
پیدا کی مجھے بہتر مخلوق میں کیا۔ پھر فرقے بنائے مجھے بہترین فرقے میں کیا۔ پھر قبیلے بنائے
مجھے بہتر قبیلے میں رکھا۔ پھر گھر بنائے مجھے بہتر گھر میں رکھا۔ فانا خیرھم نفسا وخیرھم
نسبا۔ میرا گھر سب سے بہتر میرا نسب سب سے بہتر ہے۔ امام ملا علی قاری کا
فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ میں ہر اعتبار سے باعتبار ذات کے تمام مخلوق سے بہتر
ہوں۔ حیث خلقنی انسانا رسولا خاتما کامل للرسول تتمم دائرۃ الرسل بی وجعلنی
نقطۃ تلک الدائرۃ سے عبارت کا مفاد یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے انسان رسول
بنایا ہے اور مزید برآں رسولوں کا دائرہ مجھ پر ختم کیا۔ دائرہ کی جہاں سے ابتداء
ہوتی ہے۔ وہیں پر دائرہ ختم ہوتا ہے مقصد یہ ہے۔ کہ نبوت کی ابتداء آپ سے ہوئی
اور آپ پر ختم ہوئی نہ آپ سے پہلے کوئی نبی تھا۔ نہ آپ کے بعد کوئی ہوگا۔

آپ ایسی دائرہ نبوت کے مرکز ہیں۔ نبوت کی خیرات آپ کے واسطے وسیلہ سے

ہے انبیاء علیہم السلام کو نصیب ہوئی۔ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ وکلھم من رسول

اللہ ملتمس غرفا من البحر اور شفا من الدیم تمام انبیاء و رسل علیہم السلام

اپنی استعداد کے مطابق آپ سے فیض حاصل کر رہے ہیں۔ آپ مفیض ہیں وہ

مستفیض ہیں۔ فیض وجود فیض نبوت و رسالت علم و حکمت سب آپ

کے وسیلہ سے ہی ملا۔ جب انبیاء کو فیضان وجود آپ کے وسیلہ سے ملا۔ تو دیگر

مخلوق بطریق اولیٰ۔ اگر آپ وجود مبارک مقصود نہ ہوتا۔ تو کائنات کا وجود نہ ہوتا۔

انہی کے دم قدم کی باغ عالم کی بہار ہے وہ نہ تھے یہ عالم نہ تھا۔ گر وہ نہ ہوں عالم نہیں۔

آپ کا سینہ علوم و معارف کا خزینہ اور آپ کا قلب گرامی تمام علوم و فیوض

کا مرکز ہے جس کے وصف میں فرمایا۔ الم نشرح لک صدرک یہ انشراح

صدر ایسا بلند ترین مقام ہے۔ جو صرف آپ علیہ السلام کیلئے خاص ہے

ہے کلام الہٰی میں شمس و ضحی تیرے چہرہ نور فضا کی قسم شب تار میں راز یہ کھلا۔

کہ حبیب کی زلف دوتا کی قسم۔ تو چہرے کی شمس وضحی والیل ہے۔ تیری کی زلف دوتا سینے کی صفت ہے الم نشرح تیرے دل کی فضیلت کا کیا کہنا۔ اور حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں جب آپ بکریاں چرانے گئے۔ تو پہلی مرتبہ آپ کا شق صدر مبارک ہوا یہ واقعہ سیرت کی کتابوں میں مفصل ہے

۲۰۲۶ — ۰۳ — ۱۷

۱۴۴۷ — ۰۹ — ۲۸

پیر وار ۰۸ — ۴۶ — PM

— ۵ —

۲۸ھ ۱۳۵ ـــ شانِ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝ انا اعطینٰک الکوثر ـــــ اس سورۃ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی
جانب سے جو فضائل و کمالات آپ کو حاصل ہوئے۔ ان کا ذکر ہے۔ یہ کلمہ جوامع الکلم
سے ہے۔ باوجود اختصار کے دنیا و آخرت سب کو شامل ہے۔ شیخ محقق
رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر تمام علمائے عاملین و کاملین اور عارفین اس کی شرح
کریں۔ تو اس کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ اس کی تفصیل و توضیح و تشریح عقل
انسانی سے وراء ہے۔ علماء نے اپنے ذوق کے مطابق اس کی تفسیر کی ہے
ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کوثر سے مراد الخیر
الکثیر الذی اعطاہ اللہ ایاہ۔ بخاری شریف حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کوثر
سے مراد بھلائی ہے۔ نبوت و رسالت معجزات شفاعت ہر خیر محبوب
علیہ السلام کو حاصل ہے۔ رفعت مرتبت میں اللہ تعالیٰ کے انداز بیان دیکھو
فرمایا۔ انا اعطینٰک لفظ ماضی سنعطیک لفظ مستقبل سے نہیں۔ یہ اس پر دلیل
ہے۔ کہ آپ کے دائرہ وجود میں آنے سے پہلے ہی یہ عطا آپ کو حاصل تھی۔

اس میں آپ کی علامات و ریاضت کو دخل نہیں۔ جب وجود میں آنے سے
پہلے آپ پر یہ نوازشات ہیں۔ تو وجود میں آنے کے بعد نوازشات کا کیا عالم
ہوگا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اور سوال کا جواب دیا۔ اگر کہیں کہ اس میں تو تمام
انبیاء بلکہ تمام لوگ شامل ہیں۔ کہ تمام کو جو کچھ وجود میں آنے کے بعد ملا وہ کچھ
ازل سے اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا۔ تو جواب یہ ہے۔ کہ مراد یہ ہے کہ عالم ارواح
میں آپ کی نبوت کا اظہار اس طرح کیا گیا۔ کہ تمام انبیاء نے آپ
کی روحانیت سے فیض حاصل کیا۔ اسی لئے آپ آفتاب نبوت و
رسالت ہیں۔ جیسے آفتاب خود روشن ہے۔ جب وہ پردہ
میں چھپ جاتا ہے۔ تو ستاروں کو روشن کرتا ہے۔ اسی طرح جب آپ کا
نور گرامی اصلاب و ارحام آباء میں مستور و مخفی تھا۔ تو اس وقت آپ ہی
حضرت انبیاء علیہم السلام کو فیضیاب کر رہے تھے۔ امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ
ہیں۔ وکل آی اتی الرسل الکرام بہا فانما اتصلت من نورہ بہم

فانہ شمس فضل ھم کواکبھا یظھرن انوارھا للناس فی الظلم ۔

شارح فرماتے ہیں ۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لذاتہ ھو نور سائر الانبیاء میں نور ہے لیکن جب آپ کا نور نبوت و رسالت مکہ میں طلوع ہوا تو تمام شرائع انبیاء منسوخ ہو گئے ۔ اور کفر و شرک کی تاریکی کے بادل چھٹ گئے ۔ امام اہلسنت احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں ۔ قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی چاند بدلی سے نکلا ہمارا نبی — چاند بدلی کے پردے میں ہو تو اندھیرا ہوتا ہے جب ظاہر ہو تو دنیا چمک اٹھتی ہے ۔ جب آپ پیدا ہوئے تو ساری دنیا نور مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے روشن ہو گئی (روح البیان) روایت ہے کہ آپ کا نور کریم حضرات انبیاء کرام حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جناب عبداللہ تک پاک اصلاب و ارحام میں منتقل ہوتا رہا ۔ جب آپ کی ولادت کا وقت قریب ہوا ۔ بے شمار خیر کی چہل پہل ہوئی — قحط سالی دور ہو گئی ۔ اور زمین میں عالم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور گرامی سے فیض حاصل کیا ۔ کہ

اس نے ولادت کی رات فرشتوں کو صفیں باندھے ہوئے اور بیت اللہ کو جھکے ہوئے دیکھا۔ اور پہاڑ سجدہ کر رہے ہیں۔ اس کی ایک لڑکی اپاہج تھی۔ نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے صحت یاب ہو گئی۔ وہ اور اس کی بیوی مسافت طے کر کے مکہ شریف پہنچے اور آپ کی زیارت سے مستفیض ہو کر اسلام لائے۔ روض الفائق صفحہ ۲۴ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب علیہ السلام کی محبت ہم سب کو نصیب فرمائے۔ نور گرامی جب روم میں پہنچا تو صہیب رومی اسلام لائے۔ نور حبیب جب حبشہ میں پہنچا تو حضرت بلال اسلام لائے۔ لیکن ابوجہل اندھیرے میں رہا۔ معجزات دیکھے مگر ایمان نہ لایا۔ کنویں میں گرا مگر ایمان نہ لایا۔

۱۸ — ۰۳ — ۲۰۲۶

۲۸ — ۰۹ — ۱۴۴۷

منگل 11 — 51 — AM

۱۳۶ ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝ ورفعنا لک ذکرک - اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ
اے محبوب علیہ السلام ہم نے آپ کے لیے آپ کے ذکر کو بلند کر دیا - رفعت ذکر
محبوب علیہ السلام کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی طرف کی - اب رہا سوال
کہ ذکر محبوب علیہ السلام کہاں تک بلند ہے - تو رب العزت نے اس کی حد بیان
نہیں کی مطلق فرمایا - ورفعنا ہم نے بلند کیا - معلوم ہوا ذکر محبوب علیہ السلام
کی بلندی کو خدا جانتا ہے جس نے اس کو بلند کیا ہے - انسانی عقل کی وہاں
تک رسائی نہیں - امام بوصیری فرماتے ہیں - انسان جہاں تک ذکر محبوب علیہ السلام
کو بیان کرے تو آپ کا مقام اس سے بلند ہے - ہاں بالاجمال احادیث میں فرمان
رسول علیہ السلام اگر تلاش کیا جائے تو بالاجمال اس کا ذکر ملتا ہے جیسا کہ حدیث
شریف میں ہے - حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرائیل امین سے اس آیت کے متعلق پوچھا - تو اللہ تعالیٰ
نے ارشاد فرمایا - اذا ذکرت ذکرت معی - اذان واقامت تشہد

وغیرہ میں جہاں ذکر خدا ہوگا وہاں ذکر مصطفےٰ ہوگا۔ سے اذان کیا جہاں ذکر ہو الملان

والو ذکر حق ذکر ہے مصطفےٰ کا۔ علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ذکر محبوب یہاں

تک ہی مقصود نہیں بلکہ ہر جگہ مشارق و مغارب میں ذکر محبوب کے چرچے ہیں بلکہ

فرش سے لیکر عرش تک ذکر محبوب علیہ السلام جاری ہوگا۔ عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ

صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں۔ یہ آیت و حدیث کا تقاضا ہے۔ ان

الملاء الاعلی اذا یذکرون اللہ کان یذکرون معہ محمداً صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی تائید

حضرت آدم علیہ السلام کی اس وصیت سے ہوتی ہے۔ جو آپ نے حضرت شیث

علیہ السلام کو فرمائی تھی۔ ابن عساکر نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے تحریر کیا۔ آدم

علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام کو وصیت فرمائی۔ کلما ذکرت

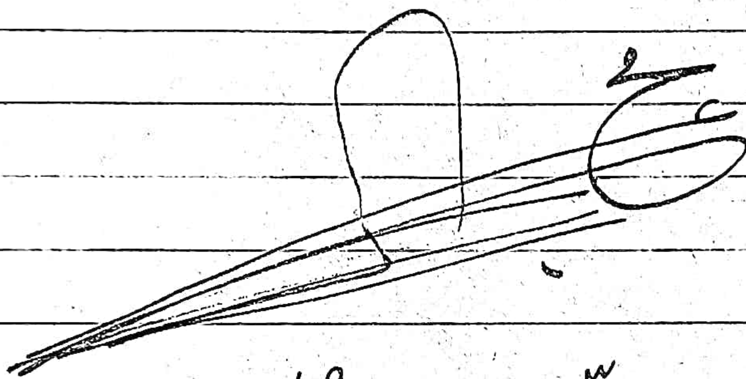
اللہ فاذکر الی جنبہ اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فانی رایت اسمہ مکتوبا علی ساق

العرش وانا بین الروح والطین اسی عظمت محبوب علیہ السلام کو دیکھ کر جب

آپ سے خطا سرزد ہوئی تو آدم علیہ السلام نے آپ کے وسیلہ سے دعا کی۔

تو اللہ تعالیٰ نے خطا معاف فرمائی۔ ثم انی طوفت فلم ارنی فی السماء ---- رایت اسم محمد مکتوبا علیہ وسلم ارنی فی الجنۃ قصرًا ولا غرفۃ الا ورایت اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم مکتوبا علیہ۔ دیکھئے محبوب علیہ السلام کے اسم گرامی کی بلندی اور ہر جگہ جلوہ گری۔ یہ وہ اسم گرامی ہے جو دافع البلیات حل المشکلات ہے۔ نبی علیہ السلام کی ذات گرامی اس اعتبار سے بھی بے مثل ہے کہ جیسے پیدا ہوتے ہیں۔ پیدائش پہلے ہوتی ہے نام بعد میں ہوتا ہے۔ اور کام بھی بعد میں ہوتا ہے۔ لیکن محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وشان کو دیکھئے کہ آپ کی پیدائش بعد میں ہوئی لیکن نام پہلے تھا۔ اسی اسم گرامی کے واسطے سے انبیاء علیہم السلام نے دعائیں کیں۔ اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا۔ صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں۔ فان ما وصل بالانبیاء والامم من الکرامات ودافع البلیات کان ببرکۃ نورہ۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علامہ عینی دلیل فرماتے ہیں کہ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔ کنت اول الخلق وآخرھم فی البعث جو فضائل کمالات صفات انبیاء

علیہم السلام کو نصیب ہوئے۔ وہ نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت تھی جب
حضرت آدم علیہ السلام مسجود ملائکہ ہوئے۔ یا آپ کی خطا معاف ہوگی۔ نوح
سے رکی پھر کشتی نبی علیہ السلام کے نور کی گرد لگی کی تھی۔ اللہ ہمیں کی نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سے فیض یاب ہونے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ مظہری جلد ہم ۱۲



۱۹ — ۰۳ — ۲۰۲۶
۱۴۴۷ھ
جمعرات ۰۷ — ۴۶ — PM

۱۳۷ - شانِ محبوبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ والضحیٰ والیل اذا سجیٰ - چاشت کی قسم اور رات کی جب
پردہ ڈالے اس سورۃ کا شانِ نزول یہ ہے - کہ ایک دفعہ کچھ دنوں کیلئے حکمت
کے مطابق وحی بند ہوگئی - تو بدباطن کفار بولے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے
رب نے چھوڑ دیا - اور انہیں ناپسند فرمایا - ان کے جواب میں یہ سورۃ نازل
ہوئی - ان دونوں وقتوں کی قسم اٹھانے میں یہ حکمت ہے - موسیٰ علیہ السلام کی
پہلی تبلیغ جادوگروں پر فتح فرعون سے نجات نیز حضور علیہ السلام کو عطائے
نبوت چاشت کے وقت ہوئی - اور حضور علیہ السلام کو معراج رات کو ہوئی -
معلوم ہوا کہ ان دونوں وقتوں کو حبیب وکلیم مصطفیٰ سے نسبت ہے ثابت
ہوا کہ جس چیز یا وقت کو مقربین بارگاہ حضرات انبیاء سے نسبت ہو جائے
تو وہ بھی ایسے متبرک ہو جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قسم اٹھائی - بعض
مفسرین نے فرمایا - کہ ضحیٰ اشارہ ہے - رخ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور واللیل
اشارہ ہے محبوب علیہ السلام کی زلف کی طرف اس کائنات میں بڑے

حسین و جمیل ہوئے۔ لیکن خالق کائنات نے کسی کے حسن کی قسم نہیں اٹھائی۔ یہ ہمارے
آقا علیہ السلام کی خصوصیت ہے کہ رب کائنات نے محبوب علیہ السلام کے رخ زیبا کی
قسم اٹھائی ہے۔ رخ مصطفےٰ گویا مرآۃ جمال الہٰی ہے۔ مصطفےٰ آئینہ ذات خدا،
منعکس در وے ہمہ خوئے خدا ۔ وہ مبارک صحابہ رضی اللہ عنہم جنہوں نے رخ مصطفےٰ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن کے جلووں کا مشاہدہ کیا۔ یہ انہی کا نصیب تھا۔
احادیث سے ثابت ہے۔ کہ اکثر اوقات حسن محبوب علیہ السلام کے اوصاف کے
متعلق ان کی توجہ مبذول ہوتی۔ حدیث شریف میں ہے۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے
پوچھا اکان وجه النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مثل السیف قال لا بل مثل القمر
کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک تلوار کی طرح تھا۔ تو فرمایا نہیں بلکہ
چاند کی طرح بخاری جلد ۲ ص ۵۰۳ شارح بخاری فرماتے ہیں۔ احتمال ہے کہ سائل
نے مثل السیف سے لمبائی مراد لی ہو۔ تو براء نے فرمایا۔ لا بل مثل القمر نیز
احتمال ہے کہ سائل نے چمک اور صفائی میں تلوار کی مثل مراد لی ہو۔ تو براء

نے فرمایا۔ لا بل مثل القمر الذی فوق السیف فی ذالک کیونکہ چاند تدویر اور
لمعان کو شامل ہے۔ شارح فرماتے ہیں۔ حسین چہرے کیلئے چاند سے تشبیہ
شائع و ضائع ہے۔ تو براءت فرمایا حسن محبوب علیہ السلام تدویر لمعان و اشراق
کا جامع تھا۔ جیسے حسن ہی کا۔ ان کا جلوہ نما انوار کا عالم کیا ہوگا۔ مخلوق خدا سے
بن دیکھے دیدار کا عالم کیسا ہوگا۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ہم
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چاندنی رات میں دیکھا۔ آپ پر سرخ
حلہ تھا۔ میں کبھی چاند کو دیکھتا کبھی حسن مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتا
آخر میں نے یہ فیصلہ کیا۔ فاذا ھو احسن عندی من القمر۔ چاند سے تشبیہ
دنیا یہ بھی کیا انصاف ہے۔ چاند کے منہ پہ سیاہیاں مدنی کا چہرہ صاف
ہے۔ لفظ عندی تخصیص کیلئے نہیں۔ بلکہ جس نے آپ کے حسن کو دیکھا
یہی فیصلہ کیا۔ کہ آپ سب سے زیادہ حسین ہیں۔ حسن یوسف علیہ
السلام اور حسن محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہی فرق ہے۔ کہ مصر کی عورتوں

نے ہاتھ کاٹ لیے۔ جب حسن یوسف علیہ السلام سامنے تھا۔ لیکن مردانِ عرب
نے صرف آپ کا نام سن کر سر کٹا لیے۔ احمد رضا فرماتے ہیں حسن
یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ
عرب۔ وہاں حسن تھا۔ یہاں نام تھا۔ وہاں کٹنا تھا۔ یہاں کٹانا تھا۔
عرب کی عورتیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلووں کو دیکھ کر قربان ہو گئیں۔
ایک عورت نے جناب عبداللہ رضی سے کہا کہ آپ مجھ سے شادی کر لیں۔ آپ
نے فرمایا۔ والدین سے اجازت لے کر چنانچہ آپ کی شادی حضرت آمنہ سے
ہو گئی۔ تو کچھ دنوں کے بعد آپ کا گزر اُدھر سے ہوا تو آپ نے اُس عورت
سے کہا۔ تو اُس نے کہا۔ میں بدکار نہیں ہوں۔ میں تو اُن جلووں کی مشتاق تھی
جو آپ کی پیشانی سے نظر آ رہے تھے۔ اب جب وہ نظر نہیں آ رہے۔
سیرت حلبیہ نیز جب حضرت حلیمہ مکہ میں آئیں تو آپ کے حسن کو دیکھ کر
قربان ہو گئیں

۱۳۸ - رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝ وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین ۝ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سے قبل انبیاء و رسل علیہم السلام اپنی امتوں کی ہدایت و راہنمائی کیلئے تشریف
لائے اور انہوں نے سلسلہ تبلیغ پر عمل کرتے ہوئے اپنی امتوں کو دین و صراطِ مستقیم
کی طرف راہنمائی فرمائی۔ لیکن جب انہوں نے ایمان لانے سے انکار کیا۔ اور ان کا
انکار و استکبار انتہا کو پہنچ گیا تو رب کائنات نے ان کو تباہ کر دیا۔ کسی کو
پانی سے غرق کیا۔ کسی کو پتھروں کی بارش برسائی گئی۔ کوئی سخت ہوا سے تباہ
ہوئے۔ لیکن جب رب کائنات کو اس امت مرحومہ کا تا قیامت باقی رکھنا مقصود تھا۔
ان کی طرف اپنے حبیب علیہ السلام کو سراپا رحمت بنا کر مبعوث فرمایا۔ ارشاد ہوا
وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین۔ اس میں رحمت مصدر بمعنی اسم فاعل ہے۔ تقدیر
عبارت یوں ہے۔ وما ارسلنٰک الا راحما للعالمین۔ آپ تمام عالمین
کیلئے راحم ہیں۔ علماء کا فرمان ہے۔ کہ اس میں رحمۃ للعالمین اسی طرح اپنے
عموم پر ہے۔ جیسے رب العالمین یعنی جس کا خدا رب ہے۔ اس کے لئے آپ رحمت

ہیں۔ امام اہلسنت فرماتے ہیں۔ جیسے سب کا خدا ایک ہے ویسے ہی ان کا

تمہارا ہمارا نبی۔ ملک کونین میں انبیاء تاجدار تاجداروں کا آقا ہمارا نبی لہذا

جو خود محروم ہونے سے انکار کرے۔ تو اس کی غلطی ہے۔ آپ کے عموم رحمت

میں کوئی نقص نہیں۔ حدیث میں ہے۔ کہ آپ نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا۔

کیا میری رحمت سے تجھے حصہ ملا ہے۔ عرض کی ہاں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ آپ پر نازل

شدہ قرآن میں میری ثنا خوانی بیان کی۔ ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع

ثم امین۔ شیخ محقق علیہ رحمۃ فرماتے ہیں۔ صاحب کشاف کا تمسک کس قدر

خفیف ہے۔ اس سلسلے آیت ہذا سے نبی علیہ السلام پر جبرائیل کی فضیلت کا

استدلال کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اس کو یہ معلوم نہیں۔ کہ یہ اوصاف جبرائیل

علیہ السلام کو آپ کی رحمت کے طفیل ملے ہیں۔ اگر آپ نہ ہوتے۔ تو جبرائیل

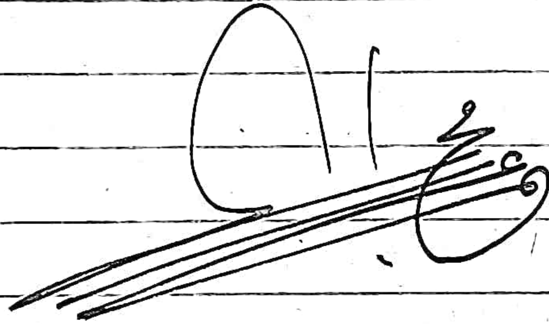
نہ ہوتے بلکہ کائنات نہ ہوتی۔ نہ ہی نزول قرآن ہوتا آپ ہوگئے تو جبرائیل ہوئے

قرآن نازل ہوا۔ یہ ساری بہاریں آپ کی آمد کا صدقہ ہیں یہ وہ جو نہ کرے

تو کچھ نہ تھا۔ صاحب مظہری فرماتے ہیں۔ ذی قوۃ سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ اور اس کی قوت یہ ہے۔ کہ انہوں نے لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیوں کو بمعہ زمین اٹھا کر آسمان کے قریب لے جا کر الٹ دیا۔ قوم ثمود پر چیخ ماری تو وہ دو زانو کے بل گر کر تباہ ہو گئے۔ اور آسمان سے زمین کی طرف چشم زدن میں پہنچ جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں یا مراد ذی قوۃ سے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ وہ جذب الی اللہ اس طرح قوت والے ہیں۔ کہ نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی تو تھوڑے ہی ایمان لائے۔ اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت میں ۲۳ برس رہے۔ آپ کا دین آفاق میں منتشر ہو گیا۔ اور حجۃ الوداع میں آپ کے ہمراہ ایک لاکھ ۲۴ ہزار صحابہ کرام تھے۔ اور آپ ساتویں آسمان سے لامکان تک تشریف لے گئے۔ جہاں تک جبرائیل علیہ السلام نہ جا سکے۔ جہاں جبرائیل کی پرواز ختم ہو گئی۔ وہاں سے محبوب علیہ السلام کا سفر جاری ہوتا ہے۔ آپ نے خدا کا دیدار کیا۔ یہ تو آپ کی روحانی طاقت ہے۔ شیخ فرماتے ہیں سب کو

رحمت ملی۔ کسی نے مجھ سے پوچھا۔ کیا شیطان کو بھی رحمت سے حصہ ملا۔ تو انہوں
نے فرمایا۔ میں نے جواب دیا کہ بفرمان الٰہی جاء الحق و زھق الباطل کا مقتضاء
یہ ہے کہ شیطان نیست و نابود ہو جاتا اور انتظار کا حکم متغیر و منسوخ
ہو جاتا۔ یہ میرے آقا کی رحمت کا صدقہ ہے کہ قیامت تک مہلت کا حکم باقی
رہا۔ شیطان نے خود آپ کو رحمت تسلیم کیا ہے۔ روایت میں ہے۔ کہ ۱۲
ربیع الاول کو جب محبوب علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ تو علامہ محقق رحمۃ اللہ
علیہ فرماتے ہیں۔ جب آپ پیدا ہوئے تو شیاطین کو آسمان سے روکا گیا۔
اس لیے کہ وہ آسمانوں کے پاس جا کر فرشتوں کی باتیں سنتے تھے۔ تو شیاطین
جمع ہو کر ابلیس کے پاس گئے تو اس نے کہا۔ زمین کے مشارق و مغارب دیکھیا
زمین میں یہ واقعہ رونما ہوا ہے۔ تو جب وہ مکہ میں آئے۔ حتی اتو مکۃ فرؤا
فیھا نبیا حفتہ الملائکۃ و سطع منہ نور الی السماء فرشتے ایک دوسرے کو مبارک
دے رہے تھے۔ تو انہوں نے خبر کی تو ابلیس نے کہا۔ خرج ابنۃ العالم ورحمۃ

بنی آدم - تو اس وقت عبد المطلب کعبہ میں تھے۔ کعبہ سجدہ ریز ہوا۔ بت اوندھے منہ گر گئے۔ جب وہ گھر آئے تو دیکھا کہ فرشتے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کر رہے ہیں۔ ساری خدائی آسمانوں کی زمین پر آگئی۔ آمنہ رضی اللہ عنہ کا گھر انوار و تجلیات الہی کا مرکز بن گیا۔



۲۲ — ۰۳ — ۲۰۲۶
۰۲ — ۱۰ — ۱۴۴۷
اتوار ۱۰ — ۴۸ — AM

—۰—

۱۳۹- شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ انا اعطینٰک الکوثر ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقام محبوبیت عطا فرمایا ہے۔ اس کا مقتضا یہ ہے۔ کہ اگر کوئی کسی کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو برا کہے۔ عیب جوئی کرے تو محب کو غصہ آتا ہے۔ بلاشبہ آپ اللہ تعالیٰ کے محبوب اعظم ہیں۔ قرآن کریم میں جب بھی کفار نے آپ کی طرف کوئی غلط بات منسوب کی تو اس کا جواب خود خدا نے دیا۔ چنانچہ یہ بابرکت سورۃ بھی اسی سلسلے میں نازل ہوئی۔ کوئی بدبخت عاص بن وائل نے آپ کو ابتر کہا۔ معاذ اللہ تو اس کا جواب خود رب کائنات نے دیا۔ فرمایا انا اعطینٰک ۔۔۔ ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا جس کی شان یہ ہے۔ وہ ابتر نہیں ہو سکتا۔ لفظ کوثر باوجود اعجاز و اختصار کے دین و دنیا کی بھلائی۔ اور خیر کو اپنے ضمن میں لئے ہوئے ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اے محبوب انا اعطینٰک الکوثر ما اعطانت الکثیر۔ آپ کے پاس کوثر کی کوئی کمی نہیں۔ لہٰذا آپ بھی اتنا کثیر عطا فرمائیں

کہ سائل آئندہ کیلئے بے غم ہو جاتا ہے۔ ادھر فرمایا انا اعطینک الکوثر ادھر
مقام پر فرمایا واما السائل فلا تنھر آپ کے پاس کمی نہیں بلکہ کوثر ہے لہذا
سائل کو جھڑکیں نہیں بلکہ ملاطفت فرمائیں۔ دنیا کے مالداروں کے دروازوں پر سائل
آکر سوال کرتے ہیں۔ تو کچھ ملتا ہے۔ لیکن محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ ایسی
ہے کہ سوال بعد میں ہوتا ہے۔ خیرات پہلے مل جاتی ہے۔ حدیث پاک میں ہے
حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ سے اجازت طلب کی کہ مجھے اجازت دو۔
کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں۔ اور آپ کے ہمراہ مغرب
کی نماز پڑھوں۔ فاصلی معہ المغرب واسئلہ ان یستغفر لی ولک تو میں آپ
کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ کے ہمراہ مغرب کی نماز پڑھی پھر آپ نے عشاء
کی نماز پڑھی۔ آپ واپس چلے۔ تو میں آپ کے پیچھے چلا۔ تو آپ نے میری
آواز سنی۔ فرمایا۔ من ھذا حذیفہ عرض کی ہاں فرمایا۔ ما حاجتک غفر اللہ
لک ولامک مشکوٰۃ ص ۵۷۱ آپ نے ان کے عرض کرنے سے پہلے دل کا

معلوم کر کے مغفرت کی دعا کر دی بے سائل نے سوال نہیں کیا ۔ حاجت پہلے پوری ہو گئی ۔ معلوم ہوا آپ کی بارگاہ سے ہر سوال پورا ہوتا ہے ۔ ہر مشکل آسان ہوتی ہے ۔ باذن الٰہی یہ آپ اللہ تعالیٰ کی صفت جواد کے مظہر ہیں ۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔ "واہ کیا جود و کرم ہے شاہ بطحیٰ تیرا ۔ نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا" ۔ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔ فان من جودك الدنيا وضرتها ومن علومك علم اللوح والقلم کوئی مال کی خیرات کرتا ہے ۔ کوئی روپیہ پیسہ کی خیرات کرتا ہے ۔ لیکن آپ کی شان کہ آپ نے دنیا و آخرت کی خیرات کی ۔ اگر آپ نہ ہوتے تو دنیا و آخرت نہ ہوتی پھر فرمایا کہ لوح و قلم کا علم آپ کے علوم کا حصہ ہے ۔ حالانکہ لوح و قلم میں ما کان وما یکون کا علم ہے ہم آپ کے علوم کی وسعت یہاں تک ہے ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جمیع انبیاء کے علوم اور کمالات عطا فرمائے ہیں ۔ روایت میں ہے ۔ جب آپ دنیا میں تشریف لائے حضرت آمنہ فرماتی ہیں ۔ کہ میں نے آسمان کی طرف سے ایک سفید ابر

دیکھا۔ جس میں گھوڑوں کے ہنہنانے طائروں کے بازوؤں کی حرکت اور فرشتوں

کی آواز سنی اس نے مجھے ڈھانپ لیا۔ اور مجھ سے غائب کر دیا۔ تو ایک منادی

نے ندا کی۔ کہ آپ کا دورہ زمین کے مشارق و مغارب کا طواف اور دریاؤں

کی سیر کراؤ۔ اور ہر ذی روح جن و انس وحوش طیور اور ملائکہ کے سامنے

پیش کرو۔ تاکہ تمام مخلوق آپ کے نام اور آپ کی صفات حسن کو پہچان

لیں۔ اور آپ کو آدم علیہ السلام کا خلق شیث علیہ السلام کی معرفت

نوح علیہ السلام کی شجاعت ابراہیم علیہ السلام کی خلت اسماعیل علیہ

السلام کی زبان اسحٰق علیہ السلام کی رضا۔ صالح علیہ السلام کی فصاحت لوط

علیہ السلام کی حکمت یعقوب علیہ السلام کی بشارت موسیٰ علیہ السلام کی

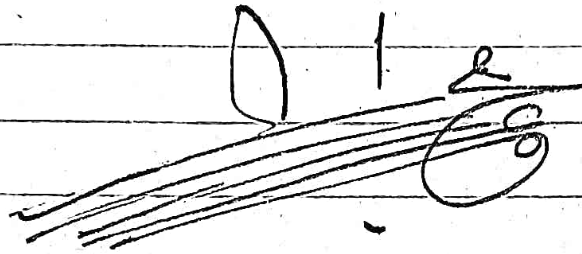
قوت ایوب علیہ السلام کا صبر یونس علیہ السلام کی اطاعت یوشع علیہ السلام

کا جہاد داؤد علیہ السلام کی آواز دنیال علیہ السلام کی حب الیاس علیہ السلام

کا وقار۔ یحییٰ علیہ السلام کی عفت عیسیٰ علیہ السلام کا زہد عطا کرو۔ تمام

انبیاء علیہم السلام کے اخلاق میں غوطہ دو۔ تا کہ تمام انبیاءؑ کے اوصاف آپ میں جمع ہوں۔ یہاں اولو العزم رسول کا ذکر ہوا۔ قرآن کریم میں ہے۔ ومنھم من قصصنا علیک ومنھم من لم نقصص علیک (مومن) حالانکہ انبیاءؑ ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کو تمام انبیاء علیہم السلام کے اسماء و احوال کا علم نہیں تھا۔ حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ اگر قرآن میں مذکور رسل علیہم السلام کے اسماء کا علم ہی مراد ہو۔ تو اس کا علم تو آپ کے غلاموں کو بھی حاصل ہے۔ تو اس امت اور نبی علیہ السلام کے علم مساوات ہو گی۔ تو یہ عقیدہ کا مسئلہ ہے۔ کہ کسی امتی کا علم نبی علیہ السلام کے علم مساوی نہیں ہو سکتا۔ تو اس کا جواب علامہ صاوی فرماتے ہیں۔ کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا قرآن کریم میں ذکر نہ کرنا امت پر رحمت اور تخفیف کیلئے ہے کہ ان تمام کے اسماء کو حفظ کرنے سے عاجز نہ آ جائیں۔ قرآن میں ۲۵ رسل علیہم السلام کا ذکر ہے۔ امد یہاں تک آپ کا خلق ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کم

یخرج من الدنیا حتی علم جمیع الانبیاء تفصیلا کیف لا وهم مخلوقون منه وهو خلفه لیلة القدر فی بیت المقدس لہذا آپ کو تمام انبیاء علیہم السلام کے اسماء کا علم تھا ۔



۲۲ — ۰۳ — ۲۰۲۶

۰۲ — ۱۰ — ۱۴۴۷

اتوار ۰۴ — ۵ — PM



۱۴۰ - شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰ لقد جاءکم رسول من انفسکم ___ اس آیت ھذا
میں اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری اور میلاد شریف
کا ذکر فرمایا ہے۔ جہاں تک مہینہ اور دن کا تعلق ہے۔ اس میں علماء کا اتفاق
ہے۔ کہ آپ کی ولادت ماہ ربیع الاول اور بروز پیر وار ہوئی۔ یہی جمہور کا
قول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے وقت مہینوں
میں ربیع الاوّل کا انتخاب فرمایا۔ اور دنوں میں پیر وار ہے۔ حالانکہ سال میں
رجب محرم رمضان شریف کے مہینے افضل و محترم ہیں اور دنوں میں جمعہ
کا دن افضل ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ ان سید الایام یوم الجمعۃ وفیہ
خلق آدم علیہ السلام اور ان مہینوں میں اور اس دن میں آپ کی ولادت
نہیں ہوئی۔ اس میں حکمت یہ ہے۔ کہ اگر آپ محرم و رمضان میں پیدا
ہوتے۔ اور دن جمعۃ کا ہوتا۔ تو اکثر کا خیال یہ ہوتا۔ کہ آپ کو عظمت
و افضلیت اس مہینہ اور دن کی وجہ سے ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیر

میں پیدا فرما کر یہ ثابت کر دیا۔ کہ پیر کو فضیلت اس وجہ سے ہے۔ کہ آپ

اس دن میں پیدا ہوئے۔ شیخ محقق فرماتے ہیں۔ آپ جس زمانہ میں جس

مکان جس شہر میں پیدا ہوئے۔ آپ کی نسبت کا صدقہ ان کو عزت

نصیب ہوئی۔ کہ ایسی عزت سبحان اللہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قسم اٹھائی۔

لااقسم بھذا البلد۔ نیز فرمایا والعصر۔ تو آپ کے شہر کی قسم اٹھائی۔

لیکن آپ کے چہرہ کی قسم اٹھائی ہے کلام الٰہی میں شمس و ضحیٰ۔ آپ کی

آمد پر کعبہ شریف خوشی اور مسرت میں جھوم اٹھا اور سجدہ ریز ہوا۔ اور اللہ

تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ کہ مجھ کو بتوں کی نجاست سے پاک کرنے والا محبوب

آگیا ہے۔ اس خوشی کرنے پر کعبہ کو یہ فضیلت ملی۔ کہ قیامت تک کے لئے

دنیائے اسلام کا قبلہ ہو گیا۔ امام رازی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ کہ صوفیا کا

ایک قول ہے۔ کہ نصاریٰ کا قبلہ مشرق ہے۔ کیونکہ حضرت مریم علیہا السلام

مشرق کی طرف گئیں۔ مکاناً شرقیاً فرمایا۔ اس امت پر مومن کا قبلہ جو

مکہ میں ہے۔ قبلہ اس لیئے ہوا۔ کہ اس میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے۔ تو نصاریٰ نے مشرق کو قبلہ بنایا۔ اور مومنوں نے کعبہ کو اس لیئے کہ لانھا قبلۃ خلیل اللہ و مولد حبیب اللہ بعض نے کہا۔ استقبلت النصاری مطلع الانوار وقد استقبلت مطلع سید الانوار وھو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فمن نورہ خلقت الانوار جمیعًا آپ تمام انوار کی اصل ہیں تفسیر رازی جلد ۴ صفحہ ۱۰۶ ہر ایک کی جہت اور قبلہ ہے۔ فرمایا محبوب آپ کے جسم کا قبلہ بیت اللہ ہے۔ وقبلہ روحًا وانت قبلتی اور اس میں آپ کی محبوبیت کا بیان ہے۔ کہ آپ کی خواہش پر قبلہ بدل گیا۔

۲۲ ـــ ۰۳ ـــ ۲۰۲۱

۰۲ ـــ ۱۰ ـــ ۱۴۴۲

الوار ۴ ـــ ۴۶ ـــ PM

۱۴۱ شان اولیاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝ الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیہم ـــــ یتقون۔

(یونس) سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم وہ جو ایمان

لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آیت ھذا میں اپنے برگزیدہ

پسندیدہ بندوں کا ذکر بیان فرمایا۔ جنہیں قرآن کریم نے اولیاء اللہ سے موسوم کیا

ہے۔ ان کے وصف جمیل یہ ہیں۔ کہ ان پر کچھ خوف ہوگا۔ اور نہ ہی وہ غمگین

ہوں گے۔ اور قرآن کریم نے اولیاء اللہ کی تعریف مختصر مگر جامع کی ہے فرمایا اولیاء

اللہ وہ ہیں۔ الذین امنوا وکانوا یتقون اسکی تفسیر میں تفسیر جلالین میں ہے

وکانوا یتقون اس کا تعمیل حکم الٰہی ان کے پیش نظر ہوتا ہے۔ ہر قول وفعل

شریعت مبارکہ کے مطابق ہوتا ہے۔ علامہ صاوی فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ

کا ولی وہ ہے۔ جو کہ ہر اس عمل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرے جو

اللہ تعالیٰ نے اس پر فرض کیا ہے۔ ویکون مشتغلا باللہ مستغرق القلب

فی نور معرفۃ جلال اولیاء اللہ کو یہ مقام حاصل ہو تو وہ اللہ کا ولی ہوتا

ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کا ولی ہوتا ہے۔ اللہ ولی الذین امنوا ۔ ابتداء میں فرمایا کہ وہ
نوافل سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے۔ بخاری شریف میں اس کی تائید
ہوتی ہے۔ عام انسان کی نگاہ کی رسائی محدود ہے۔ ایک مقام پر جاتی
ہے۔ پھر اگر ظاہری طور اسباب کے درمیان کوئی چیز حائل ہو جائے تو مقام کی
نگاہ رک جاتی ہے۔ لیکن ولی کامل کی نگاہ وہاں تک دیکھ سکتی ہے،
جہاں تک ایک عام آدمی کی نگاہ رک جاتی ہے۔ عام آدمی کا دیکھنا
بطریق عادت ہے۔ لیکن ولی کامل کا دیکھنا بطریق خارق عادت اور کرامت
ہے۔ چنانچہ الشیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ۔ کے ہم عصر الشیخ عبد الرحمٰن
کے متعلق منقول ہے۔ کہ انہوں نے نماز جمعہ کا ارادہ کیا۔ رکاب میں پاؤں
رکھا۔ تاکہ اپنی خچر پر سوار ہوں۔ پھر ایک ساعت ٹھہر گئے۔ پھر سوار ہو گئے
عرض کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ میں نے شیخ عبد القادر کو بغداد میں دیکھا
ہے۔ جہاں اوروں کی نگاہ نہیں پہنچی۔ وہاں ان کی نگاہ پہنچ گئی۔

قلائد الجواہر صفحہ ۱۰۴ ۔ اور پھر انہوں نے آپ کا بھی ادب کیا ۔ آپ پاس تابعین تمام
اولیاء کاملین غوث پاک کا ادب کرتے ہیں ۔ جو ولی قبل تھے یا بعد میں ہوئے
یا ہوں گے ۔ غوث المعظم کا مرتبہ سب اولیاء سے بلند تر ہوا ۔ آپ کی نگاہ
کی پرواز کا یہ عالم ہے ۔ فرماتے ہیں ۔ یعرضون علی ان عینی فی اللوح المحفوظ ۔ آپ
کا فیضان ولایت عام ہے ۔ آپ کی شان و عظمت بہت بلند ہے ۔
اللہ تعالیٰ اولیاء کرام کا ادب کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ۔

۲۲ — ۳ — ۲۰۲۶

۳ — ۱ — ۱۴۴۷

اتوار ۸ — .. pm

۱۴۲۔ شانِ علم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝ قال لہ موسیٰ ھل اتبعک علی ــــــ کہف (۶۶)

اس میں موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں آپ کی تابعداری کروں کہ آپ مجھے اس نیک علم کو سکھا دیں۔ جو آپ کو سکھایا گیا ہے۔ انسان اپنی زندگی میں مختلف سفر اختیار کرتا ہے۔ مثلاً کبھی حصول معاش کیلئے سفر کرتا ہے کبھی سفر معصیت ہوتا ہے۔ اور ایک سفر حرمین طیبین کی زیارت کیلئے ہوتا ہے۔ یعنی سفر حج یہ بہت بابرکت سفر ہے۔ علاوہ ازیں ایک سفر علم شرعیہ کے حصول کیلئے ہوتا ہے۔ اس سفر کے فضائل و برکات شارع علیہ السلام نے احادیث مبارکہ میں بیان فرمائے ہیں۔ جہاں تک علم شرعیہ کے حصول کا تعلق ہے۔ یہ بہت باعث خیر و برکت ہے۔ حصول علم کے ہوتے ہوئے مزید علم حاصل کرنا حکم الٰہی ہے۔ رب کائنات نے اپنے محبوب علیہ السلام کو جو کہ اعلم الناس اکمل الناس ہیں مزید علم کا حکم فرمایا فرمایا اے محبوب علیہ السلام دعا کیجئے قل رب زدنی علماً کہ میرے علم میں اضافہ فرما۔ دیکھیے حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام باوجود کہ منصب نبوت و رسالت پر تھے۔

کلیم خدا تھے۔ نیز محل اعلیٰ کی سیادت پر ہوتے ہوئے مزید طلب فضیلت و کمال
آپ کو اس مانع نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ آپ نے بحر و بر کی صعوبتیں برداشت کر کے
حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی۔ اس کا یہ سبب ہوا۔ کہ آپ نے بنی اسرائیل
میں ایک بلیغ اور موثر خطبہ ارشاد فرمایا۔ تو ایک شخص نے آ کر عرض کیا۔ ھل تعلم
احدًا اعلم منک "قال موسیٰ لا" کیا آپ جانتے ہیں۔ کہ آپ سے زیادہ بھی کوئی عالم ہے
آپ نے فرمایا نہیں (بخاری شریف) اس کے تحت صاحب فیض الباری فرماتے ہیں۔
وصدق موسیٰ لانہ کان نبی الوقت وھو یکون اعلم من امتہ قطعًا سوال یہ ہے۔ کہ جب جواب
ٹھیک تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ناپسند کیوں فرمایا۔ جواب یہ ہے۔ کہ آپ کی قدر و منزلت
کے اعتبار سے آپ پر لفظی مؤاخذہ کیا گیا۔ کیونکہ آپ کیلئے زیادہ مناسب اور
آپ کی شان کے لائق یہ تھا۔ کہ آپ علم اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتے (واللہ اعلم) جب
آپ بطور تادیب وہاں پہنچے تو حضر علیہ السلام نے عرض کیا۔ انک لن تستطیع معی
صبرًا کہ حضر علیہ السلام کی ایک قسم کے حامل تھے۔ اور وہ علوم تکوینیہ تھے۔

اور موسیٰ علیہ السلام دوسری قسم علوم ذات وصفات علم شریعت کے حامل تھے۔ یہ علم اعلیٰ ہے۔ علامہ فرماتے ہیں۔ تجربہ ہے۔ کہ اہل تصرف کے کشف کا اکثر حصہ امور تکوینیہ میں ہوتا ہے۔ رہے ان میں سے اہل علم تو ان کا اکثر حصہ امور الٰہیہ اور امور تشریعیہ کے ساتھ متعلق ہوتا ہے۔ مثلاً حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ اور بعض شخصیات ایسی ہیں۔ جو دونوں قسم کے علوم میں کامل ہوتے تھے۔ علم ظاہر بھی علم باطن بھی علم کشف بھی اور علم شریعت بھی من جملہ ان الشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ جن کا علم ظاہر بھی درجہ کمال پر تھا۔ اور علم باطن وکشف بھی درجہ کمال پر تھا آپ کا سینہ مبارک مجمع البحرین تھا۔ کہ آپ کا سینہ علم شریعت اور علم طریقت کا چشمہ تھا۔ امام اہلسنت فرماتے ہیں "واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا۔ اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا۔ تو حسنی حسینی کیوں نہ محی الدین ہو اے خضر مجمع بحرین ہے۔ چشمہ تیرا علم ظاہر علم شریعت کا کمال دیکھنے عراق کے سو فقیہ چند مسائل جمع کر کے آپ کے امتحان کیلئے آئے روایت

میں آئے۔ جب بیٹھ گئے۔ تو آپ نے سر ذرا نیچے کیا! اطرق الشیخ فنظرت
منی صدره۔ بازفة من نور ـــــ تو وہ بڑے متحیر ہوئے آپ نے منبر پر
جلوہ گر ہو کر تمام کے مسائل کا جواب دیا تمام نے آپ کی فضیلت کا
اعتراف کیا۔ نیز آپ کا کشف کہ آپ نے ایک قافلے کی دستگیری فرمائی۔ جن
پر رہزنوں نے حملہ کیا تھا۔ آپ کیلئے ایسا انکشاف کہ آپ نے بغداد
میں بیٹھ کر دور قافلہ کو دیکھ لیا۔

۲۳ ـــ ۰۳ ـــ ۲۰۲۶
۰۳ ـــ ۱۰ ـــ ۱۴۴۷
پیر وار ۰۲ ـــ ۱۸ ـــ PM

۱۴۳۔ شانِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ وقال الذین کفروا ان ھذا الا افک افتراہ فرقان ۴

اور کافر بولے یہ تو نہیں مگر ایک بہتان جو انہوں نے بنالیا ہے۔ اور اس پر اور لوگوں نے انہیں ——— یہاں کفار کی بدفہمی لعد جہاں کا ذکر ہے آیت

ھذا سے ماقبل کفار مکہ کی طرح کفر ہے اسی طرح انکار نبوت بھی کفر ہے۔ بارگاہ الٰہی میں آپ کی نبوت کا مقام اس قدر ارفع ہے۔ کہ جب آپ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت آپ کی بیعت اللہ تعالیٰ کی بیعت اسی طرح آپ کی نبوت کا انکار بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار ہے۔ کفار کے قول کا مقولہ۔ کہ یہ قرآن ان کا اپنا بنایا ہوا ہے۔ استغفر اللہ۔ قرآن پاک جو کہ کلام مجید اپنے الفاظ الٰہی کے اعتبار سے معجزہ ہے۔ انہوں نے ایسی جامع کتاب کا انکار کیا۔ جس نے قرآن کا انکار کیا ویسے ہی صاحب قرآن کا انکار کیا۔ کفار کہتے تھے۔ وقالو مالی ھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق۔ یعنی جس طرح ہم میں سے ہر ایک چلتا ہے اگر یہ نبی ہوتے تو دوسروں سے ممتاز

ہوتے۔ جب دوسروں سے ممتاز نہیں تو نبی نہیں - کافر کہتے تھے کہ تم بازاروں
میں چلتے ہو۔ بادشاہ بازاروں میں نہیں چلتا۔ صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں
میں کہتا ہوں - ان کی یہ کلام فاسد ہے - نہ تو آپ نے ملکیت کا دعویٰ کیا - نہ کسی
سلطنت کا - بل قال انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الی - آپ کا نبوت کا دعویٰ
کرنا - کھانا کھانے اور بازاروں میں چلنے کے منافی نہیں۔ کیونکہ یہ تو تقاضہ بشریت
ہے۔ التی من لوازم البشرۃ کان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا یکون الا بشر - کیونکہ
افادہ اور استفادہ کیلئے مجانست ہم جنس شرط ہے کیونکہ فرشتہ رسول
مبلغ قاصد ہے - وہ بھی نبی علیہ السلام تک اور حضرات رسول بعض مبلغ
ہیں - تبلیغ اور اصلاح انسان کیلئے ہم جنس شرط ہے۔ ورنہ ظاہر بشریت
ہوتے ہوئے آپ کی حقیقت کوئی نہ معلوم کر سکا۔ مفتی احمد یار رح فرماتے ہیں
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئینہ جمال کبریا ہیں۔ اور آئینہ میں تب ہی پورا عکس
آتا ہے۔ جب کہ ایک طرف شفاف ہو - اور دوسری جانب مصالحہ ہو -

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک طرف نور ہیں۔ دوسری طرف آپ بشریت کا غلاف ہے۔ تاکہ مکمل آئینہ ہو آپکی دونوں حیثیتیں ہیں۔ جہت نورانیت اور جہت بشریت نورانیت کی جہت بشریت کے اعتبار سے معجزہ ہے۔ اور بشریت کی جہت نورانیت کے اعتبار سے معجزہ اور دونوں کے اجتماع کی وجہ سے آپکی ذات سراپا معجزہ ہے۔ کائنات آپکی حقیقت معلوم کرنے سے عاجز ہے۔ اور عارف کامل نے یہاں روی کا لفظ کیوں استعمال کیا۔ انہیں کب معلوم ہوا کہ تمام عاجز ہیں۔ اسکا جواب یہ ہے۔ جو انہوں نے فرمایا صحیح فرمایا۔ کیونکہ آپ نے یہ قصیدہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھا ظاہر ہے۔ کہ یہ شعر بھی پڑھا۔ تو آپ نے تمام کی تصدیق کی جب آپ مصدق ہیں۔ تو آپ کا بے مثل ہونا آپ نے ایک چادر جس میں نقش لگا رکھے۔ کہ نماز پڑھی جب فارغ ہوگئے تو فرمایا۔ یہ چادر اسکو دیدو۔ اسکی تفصیل جو کہ علامہ بدرالدین عینی نے بیان فرمائی۔ آپ کا بے مثل ہونا۔ عمدۃ القاری جزء ۴ ص ۹۳ ص ۹۴ ص ۹۵

۱۴۴۴ - قیامت کا دن

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط فاذا نفخ فی الصور فلا انساب ــــــ (مومنون) جب

صور پھونکا جائے گا - تو نہ رشتے رہیں گے - اور نہ کوئی ایک دوسرے سے حال پوچھے

گا - جہاں ہم زندگی گذار رہے ہیں - یہ عالم فنا ہے - اس کے بعد مرنے کے بعد قبر

عالم برزخ ہے - اور اس کے بعد عالم آخرت ہے - جس کو قرآن کریم نے یوم القیمہ

سے موسوم کیا ہے ــــ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قیامت کے دن کی سختیاں ہولناکیاں

اکثر مقامات پر بیان فرمائی ہیں ــــ چنانچہ اللہ تعالیٰ آیت طذا میں فرماتا ہے - جب

صور پھونکا جائیگا اور لوگ قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے - تو ان کے مابین رشتہ

نسب باقی نہیں رہے گا - یعنی کوئی انسان اس دن کسی کو نفع نہیں دے سکے گا -

اور نہ ہی باپ اپنے بیٹے کی طرف دیکھے گا - حالانکہ یہ سب سے قریب کا

رشتہ ہے لیکن قیامت کی صورت حال کو دیکھ کر حالت بدل جائیگی

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں - جب قیامت کا دن ہوگا - تو ایک

اعلان کرنے والا اعلان کریگا - آگاہ ہو جو مظلوم ہے - وہ آکر اپنا حق

لے لے۔ قال فیفرح المرء ان یکون لہ حق علی والدہ او ولدہ او زوجتہ۔
وان کان صغیرا اس کا مصداق اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے۔ فاذا نفخ
فی الصور ـــــ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس سے ابن مسعود کے قول
کی تصدیق ہوتی (ابن کثیر) یوم یفر المرء من اخیہ ـــــ یغنیہ۔
ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایک فکر ہو گی۔ جو اسی کو ہو گی۔ یعنی ہر شخص
اپنے فکر میں مبتلا ہو گا۔ ہر ایک کو اپنی جان کا غم ہو گا۔ اور کائنات میں ایک ایسی
ہستی ہے۔ روف الرحیم، شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین۔ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کو جہان کا غم ہو گا۔ بلکہ مخلوق جب عرصات قیامت میں اولوالعزم رسول
علیہم السلام حضرت آدم علیہ السلام ابراہیم ـــــ عیسیٰ علیہ السلام
کے دروازوں پر جائے گی۔ تو وہ شفاعت نہیں کریں گے۔ سب نفسی نفسی
کہتے ہوں گے۔ پھر آپ کے دروازے پہ حاضر ہو گی۔ صرف آپ کی آواز امتی امتی
ہو گی۔ آپ مقام محمود پر جلوہ گر ہو کر شفاعت کریں گے۔ غم غلط ہو جائیں گے

سب سے پہلے نبی کہیں گے نفسی نفسی اذھبوا الی غیری مگر ہمارے کریم کے لب پر انا لہا ہوگا
چنانچہ حدیث شریف مشکوٰۃ شریف حضرت سیدنا انس رضی اللہ روایت کرتے
ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ قیامت کے دن انا مستشفعہم
اذا حبسوا لفظ خا بفتح و کسرہ دو قرأتیں ہیں۔ پہلی صورت میں معنی یہ ہوگا۔ کہ مجھ
سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت طلب کی جائے گی۔ بر وجہ ثانی۔ کہ میں خود اللہ
تعالیٰ سے طلب کروں گا۔ شفاعت کو کہ لوگوں کی شفاعت کروں گا۔ جب مخلوق
آپ کے پاس حاضر ہو کر طلب شفاعت کرے گی۔ تو آپ مقام محمود میں شفاعت
کر دیں گے۔ آپ شفاعت کریں گے۔ اور ان شاء اللہ ہم گنہگاروں کی نجات ہوگی۔
انا مبشرہم اذا ــــ یعنی جب انبیاء علیہم السلام سے شفاعت کی
جرأت نہیں ملے گی۔ تو شفاعت و رحمت کی میں بشارت دوں گا۔ الکرامۃ
والمفاتیح یومئذ بیدی۔ کیا شان محبوبی ہے۔ اے محبوب! کلید شفاعت
آپ کے ہاتھ میں ہے۔ شفاعت کر کے جسے چاہے جنت میں داخل کر لو۔

تو فرمان رب العزت ہے۔ کہ اس دن نسب کام نہیں آئیں گے۔ آپ نے فرمایا قیامت کے دن نسب منقطع ہو جائیں گے۔ سوائے میرے نسب کے کہ وہ قیامت کے دن بھی کام آئیگا۔ اسی واسطے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب سے نکاح کیا۔ کہ یہ نسب قیامت کے دن کام آئیگا

(ابن کثیر)

۲۳ — ۳ — ۲۰۲۶
۰۴ — ۱ — ۱۴۴۷
پیر وار ۰۷ — ۴۴ — PM

—

۱۴۵ - شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝ اذ قال موسیٰ لاھلہ انی انست نارا - سورۃ النمل ۷

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں توحید ورسالت سے متعلق آیات اور آیات احکام

کے علاوہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کے قصص وواقعات بالتکرار بیان فرمائے ہیں

اور ان حضرات کے واقعات میں ہمارے لئے درس عبرت ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ

علیہ السلام نے مدین سے مصر کی طرف طویل سفر کیا - اور سفر کی صعوبتیں برداشت

کیں۔ مفسرین فرماتے ہیں - کہ آپ کا یہ طویل سفر اپنی والدہ اور اخی محترم ہارون

علیہ السلام کی زیارت کیلئے تھا۔ معلوم ہوا کہ والدہ کی زیارت کیلئے سفر کر کے جانا

سنتِ انبیاء کلیم اللہ علیہم السلام ہے۔ نیز اس سفر میں آپ کے لئے ازل

سے ہی حصول نبوت مقدر تھا - جب کلیم اللہ وادی مبارک کے پاس آئے تو تاریک رات

کے علاوہ سردی بہت تھی - آپ کو آگ نظر آئی - تو آپ نے اپنی اہلیہ سے

فرمایا - کہ تم ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے۔ یا تو آگ مل جائے گی۔ یا راستہ کی راہنمائی

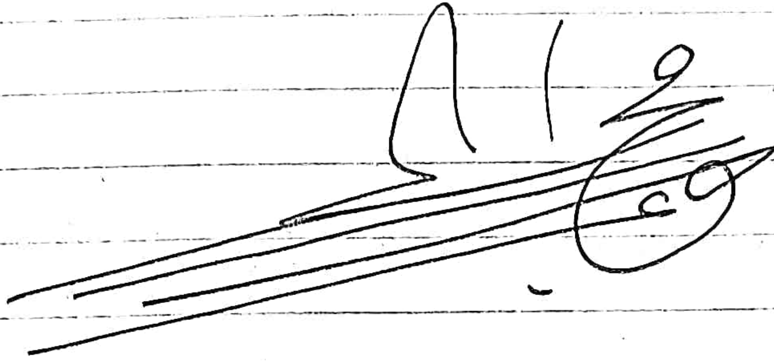
ہوگی - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب آپ آگ کے پاس آئے تو ندا کی گئی۔ کہ برکت

دیا گیا۔ وہ جو اس آگ کی جلوہ گاہ میں ہے۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام جو آس پاس
ہیں۔ یعنی فرشتے صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں۔ ان بورک من فی النار
بعض کا قول ہے۔ بورک من فی طلب النار او من فی مکان النار بحذف مضاف
یعنی جو آگ کی طلب میں آئے۔ وہ بھی مبارک ہو گئے۔ اور اس آگ کی جگہ
میں جو دوسری جگہ تھی۔ وہ بھی مبارک ہوئی اس لئے کہ وہ جگہ اللہ تعالیٰ کے نور کی جلوہ
گاہ تھی۔ وہ جلوہ جس مکان پر وارد ہوا۔ وہ بھی مبارک ہوا۔ اور اس جلوہ کی
جس ذات موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا۔ وہ بھی مبارک ہوا۔ یہاں بیان کرنا بر
محل ہوگا۔ یہاں انوار و تجلیات الٰہی کا مشاہدہ تھا۔ یہ شان کلیم ہے اور
شان حبیب علیہ السلام دیکھئے آپ نے کنت نوراً بین یدی ربی باربعۃ
عشر الف عام قبل خلق آدم علیہ السلام کہ میں تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے
۱۴۔۔۔ ہزار سال اللہ کی بارگاہ میں نور تھا۔ وہاں تخلیق آدم علیہ السلام نہیں
صرف آپ ہی ہیں۔ انوار الٰہی کی جلوہ گاہ تھی۔ دیکھئے موسیٰ علیہ السلام نے ان جلوؤں کا

کا مشاہدہ کیا۔ تو اس قدر مبارک ہوئے کہ جہاں آپ کا قدم آیا وہ جگہ
بھی مبارک ہوگئی۔ کہ وہ برکت وہاں سے منتشر ہوگئی کہ تمام ارض شام متبرک
ہوگئی۔ موسیٰ علیہ السلام کا جہاں قدم پڑا تو وہ حصہ بابرکت ہوگیا۔ اور جوذات
چودہ ہزار سال انوار الٰہی کی جلوہ گاہ رہے۔ جب ان کا قدم زمین پر آیا۔
تو آپ کے قدم کی برکت سے ساری زمین پاک ہوگئی۔ رشد وجود شن الرحمۃ
للعالمین آپ نے ارشاد فرمایا۔ من جملہ میرے خصائص میں سے یہ ہے کہ جعلت
لی الارض مسجداً وطھوراً آپ کے قدم مبارک کی برکت سے ساری زمین
بقیہ 475
مسجد اور پاک ہوگئی۔ باوجودیکہ وہ آپ کا سنگین تھا۔ لیکن آپ نے اپنے
اخلاق عظیم کا اظہار فرماتے ہوئے اس کی عیادت کرتے تھے۔ مزید برآں اس
کی گذارش پر آپ نے اس کا جنازہ پڑھا۔ اور اسے اپنی پاکیزہ قمیص
عطا فرمائی۔ جب دشمن پر یہ کرم تھا۔ تو غلاموں پر کیوں نہ ہوگا۔ بے شک
آپ صفت رحمۃ عامہ کو بروئے کار لا کر قیامت کے دن ہی جاری شفاعت

فرمائیں گے تو اللہ تعالیٰ سے نجات کی امید ہے۔ تفصیل عمدۃ القاری جلد ۸

ص ۵۴ =

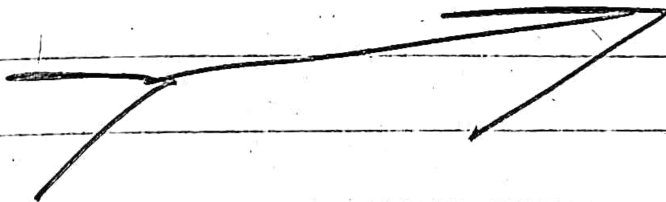


۲۰۲۶ — ۳ — ۲۴

۱۴۴۷ — ۱۰ — ۵

منگل PM — ۳۹ — ۷

باقی صفحہ 475



۱۴۶- شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥ لقد جاءکم رسول من انفسکم ـــــــ اللہ تعالیٰ کا اس امت مرحومہ پر بہت بڑا احسان ہے۔ کہ ہم گنہگاروں کی ہدایت کیلئے اپنے محبوب حبیب کبریا جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صفت رسالت سے متصف فرما کر دنیا میں جلوہ گر فرمایا۔ تو آیت ھذا میں اسی احسان عظیم کا بیان ہے۔ کہ اس نے اہل ایمان کی طرف رسول علیہ السلام ان کی لغت اور زبان میں مبعوث فرمائے۔ تاکہ افادہ اور استفادہ میں آسانی ہو۔ یہی نہیں بلکہ آپ کی ذات والاصفات میں بہت سے اوصاف کو جمع فرما کر مبعوث فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بھی یہی دعا تھی۔ ربنا وابعث فیھم رسولا منھم۔ اس میں آپ کی دعا کی قبولیت کا بیان ہے۔ علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے چھ صفات کو جمع فرمایا۔ رسالت نفاست۔ عزت۔ دنیا وآخرت میں اپنی امت پر خیرات برکات بہانے پر آپ کی حرص رافت اور رحمت۔ حضرت حسین بن فضل رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے کسی نبی کیلئے اپنے اسماء میں سے دو اسم کسی

کیلئے ۔ مجتمع نہیں فرمائے ۔ سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حیث قال بالمومنین
رءوف رحیم وقال عزوجل ان اللہ بالناس لرءوف الرحیم رءوف رحیم اللہ
تعالیٰ کی صفتیں ہیں ۔ اور رب کائنات نے دونوں صفتیں اپنے محبوب علیہ السلام
کو عطا فرمائیں خدا کی صفتیں بالذات ہیں آپ کی صفتیں بالعطا ہیں آپ
اوصاف خداوندی کے مظہر ہیں ۔ خدا بھی بے مثل ہے ۔ مصطفیٰ بھی بے مثل
خداوند کریم کے رؤف رحیم ہونا ہے ۔ حدیث میں ہے کہ ایک عورت
قیدی کا بچہ گم ہو گیا ۔ وہ پریشان حال اس کو تلاش کر رہی تھی ۔ جب
وہ مل گیا ۔ تو وہ بڑی خوش ہوئی ۔ تو آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے
فرمایا ۔ کیا یہ عورت گوارہ کر سکتی ہے ۔ کہ اس کا بچہ آگ میں جائے عرض
کیا نہیں ۔ تو آپ نے فرمایا ۔ جتنی شفقت اس عورت کو اپنے بچے پر ہے
اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ مہربان ہے ۔ کہ اس کا کوئی بندہ دوزخ میں نہ
جائے ۔ تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رافت کا یہ عالم ہے ۔ کہ آپ

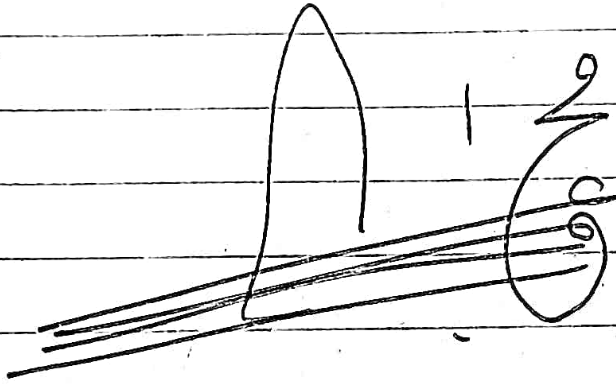
رحمۃ للعالمین ہیں۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں۔ زیر آیت فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم
آل عمران ۱۵۷ اے۔ کہ رحمت رأفت ذات رسول علیہ السلام پر غالب تھی۔ تو
اس غلبہ رحمت کی وجہ سے اپنے تو کیا آپ بے گانوں پر بھی کرم فرماتے تھے۔
چنانچہ روایت میں ہے۔ قبل اس کے کہ آپ مدینہ شریف کی طرف ہجرت
کریں۔ تو اہل مدینہ عبداللہ بن ابی کو اپنا رئیس بنانا چاہتے تھے۔ تو جب آپ
مدینہ شریف آئے۔ تو صورت حال بدل گئی۔ تو آپ کی آمد سے اس بدبخت
کو کون پوچھتا تھا۔ وہ حسد کرنے لگا۔ تو آپ امیر بن گئے۔ حسد جوالا پر کیف
لا قد کان ــــــ وفی بیت المقدس عند مجتمع النبیین وسوف یکون
امیراً فی المحشر فیض الباری جلد ۲ ص ۱۲۱ حقیقت یہ ہے۔ کہ حسد ہر جگہ
حسد ہے آپ کی نبوت کے آفتاب نے ترقی فرمائی۔ تو وہ ظالم حسد کی آگ میں
جلتا رہا۔ آپ کی ہر وقت مخالفت کرتا رہا۔ علامہ بدر الدین عینی نے کچھ امور
کی طرف نشاندہی فرمائی۔ مثلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ تبوک

475

سے واپس پھرے تو وہ سن ۹ ہجری ماہ ذوالحجہ میں مر گیا۔ امام واقدی فرماتے ہیں

وکان مرضہ عشرین لیلۃ وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھتے

عمدۃ القاری جلد ۱ صفحہ ۵۴ باقی صفحہ 470 پر ہے۔



۳۵ ــ ۳ ــ ۲ ــ ۲۶

۵ ــ ۱۰ ــ ۱۴۴۷

پر ۵ ــ ۳ ــ ۲۳ ــ ۲۹

ــــــــــ

۱۴۷ - شانِ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ لا یستوی منکم ــــــــ بما تعملون خبیرہ حدید ۱۰ -

اسلام میں جماعت کا بہت بلند ترین مرتبہ ہے ۔ صحابی وہ ہے جس نے ایمان کی حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار کیا ۔ اور ایمان پر خاتمہ ہوا ۔ اور دنیا میں غازی نمازی ہو سکتے ہیں ۔ لیکن صحابی نہیں ہو سکتا ۔ اس لئے آپ بعد از وصال دیدار اپنے ساتھ لے گئے ۔ دنیا کی کائنات کے تمام اولیاء غوث قطب ایک ادنیٰ درجہ کے صحابی کو نہیں پہنچ سکتے ۔ تمام صحابہ کی مغفرت اور جنتی ہونا قطعی ہے ۔ جس میں شبہ نہیں ۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ۔ اولئک اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کانوا افضل صفوۃ الامۃ ــــــــ قرآن کریم سے حقائق و معارف کا استخراج انہیں کا حصہ ہے آثار میں ہے ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے تمام دلوں میں نظر کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب گرامی کو روشن ترین اور پاک تر پایا ۔ اس میں نور نبوت رکھا ۔ اور آپ کے صحابہ کے دلوں کو صاف تر اور لائق تر پایا ۔ تو انہیں آپ کی صحبت کیلئے منتخب فرمایا ۔ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔ کوئی عاقل پسند نہیں

کرتا تھا کہ یاران پیغمبر ہوں۔ اور مریدان محبوب علیہ السلام ہوں۔ تمام عمر آپ کے سایہ میں تربیت ہوں۔ صاف نشدہ و بدرجہ کمال نرسیدہ مشائخ کے مریدوں کو دیکھو۔ کہ ان کی خدمت میں رہ کر کس درجہ پہنچ جاتے ہیں۔ عارف رومی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ یک زمانہ صحبت با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا۔ ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا گو نشیند در حضور اولیاء۔ جب اولیاء کی صحبت میں رہنے والے کو یہ مقام نصیب ہوتا ہے۔ تو جو حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں تمام عمر رہے ہوں۔ ان کی بلندی مقام کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ ارشاد رب العزت ہے۔ لا یستوی منکم ـــــ یعنی فتح سے پہلے اور بعد خیرات کرنے والے جہاد کرنے والوں کے درجات مختلف ہیں۔ یہ تسلیم ہے لیکن تمام جنتی ہیں۔ وکلا وعد اللہ الحسنیٰ ای الجنۃ تفسیر جلالین۔ تفسیر کبیر میں امام رازی رحمۃ اللہ نے فرمایا۔ یہ آیت ابی بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں نازل ہوئی ہے۔ آپ پہلے وہ ہیں۔ جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ

میں مال خیرات کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نبی کریم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تھا۔ آپ کے پاس حضرت ابوبکر
رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے۔ ان پر ایک چادر تھی۔ جس کو سینے سے ٹانکا
لگا ہوا تھا۔ جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے۔ تو عرض کیا کہ ابی بکر
رضی اللہ عنہ پر چادر ہے۔ جس کو ٹانکا ہے۔ فرمایا۔ انفق مالہ علی
قبل الفتح یہ آیت دلیل ہے۔ کہ اللہ کی راہ میں خیرات اور اعلاء اللہ
سے قتال فتح سے پہلے صادر ہوا۔ وہ عظمت والا ہے۔ ان سے جن
سے یہ امور فتح کے بعد صادر ہوئے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں.
صاحب انفاق ابی بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور صاحب قتال وہ حضرت علی
رضی اللہ عنہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صاحب انفاق کو ذکر میں صاحب قتال
پر ذکر میں مقدم کیا۔ اس میں ابوبکر کی تقدیم کی طرف اشارہ ہے۔
کیونکہ انفاق باب رحمت سے ہے۔ اور قتال باب غضب سے ہے۔

قال اللہ تعالیٰ سبقت رحمتی علی غضبی پس سبقت صاحب اتفاق کو سے میں کہتا ہوں۔ کہ حبیب اللہ تعالیٰ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ذکر میں مقدم کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابی بکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھاتے میں سب صحابہ پر مقدم کیا۔ تو ان کو موخر کون کر سکتا ہے ثابت ہوا۔ مقام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بلند و بالا ہے۔

۲۵ — ۳ — ۲۰۲۶

۵ — ۱۰ — ۱۴۴۷

منگل ۴ — ۲۳ — PM

480

۱۴۸ - شانِ صدقہ - 1

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝ امنوا باللہ ورسولہ وانفقوا مما جعلکم - کبیر حدید ۵

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا - اور سارا کو ہی انسان

کیلئے اس کی تمام ضروریات کو پیدا فرمایا - روئے زمین پر ہر شئے کی تخلیق

انسان کیلئے ہے - ارشاد رب العزت ہے - ھو الذی خلق لکم ما فی الارض -

پس انسان کا اپنی ضروریات زندگی کو حاصل کرنا اور مال و دولت کو

جمع کرنا مذموم نہیں - بلکہ مباح ہے - بلکہ ایسا مال موجب خیر و برکت اور

فلاح ہے - جبکہ اس میں حقوق واجبہ ادا کیے جائیں - اللہ تعالیٰ آیت ھذا

میں پہلے ایمان باللہ ھالامون بالرسول کا حکم فرماکر انفاق فی سبیل

اللہ کا حکم فرماتا ہے - علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں - اللہ تعالیٰ کامل

وجہ پر اپنی ذات پر اور رسول علیہ السلام پر ایمان لانے اور اس

مدام ثبات استمرار کا حکم فرمارہا ہے - اور اس مال کو خرچ کرنے پر

ترغیب دے رہا ہے - جس میں تم کو اوروں کا جانشین کیا - اس میں اشارہ

کہ یہ حال تمہارا نہیں۔ ایک وقت تھا۔ یہ حال تم سے پہلے لوگوں کے ہاتھ میں تھا۔

پھر تمہارے پاس آیا۔ تو اس حال کو اس کی اطاعت میں خرچ کرنے کی تمہیں

ترغیب دی تو اس پر ثواب مرتب ہوگا۔ ورنہ بصورت دیگر قیامت کے دن

اس پر حساب ہوگا۔ اور واجبات کی عدم ادائیگی کی صورت میں انہیں

عذاب ہوگا۔ دوسری آیت میں ہے۔ والذین یکنزون الذھب۔ توبہ ۳۴

لفظ کنز جو ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ جس کی زکوٰۃ دی

جائے۔ وہ کنز نہیں۔ اگرچہ ساتویں زمین کے نیچے ہو۔ اور جو زمین کے

اوپر ہو۔ اور اس کی زکوٰۃ نہ دی وہ کنز ہے۔ یہ ابن عباس جابر ابی ہریرہ

رضوان اللہ علیہم کا قول ہے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا اس میں اختلاف

ہے کہ یہ آیت کس کے حق میں نازل ہوئی بخاری شریف کتاب الزکوٰۃ

عمدۃ القاری جلد ۱ صفحہ ۲۶۱ حضرت زید بن وھب فرماتے ہیں۔ کہ میں

حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ سے ملا تو میں نے عرض کیا کہ یہاں آنے کا سبب

0370—0018128

کیا ہے فرمایا میں شام میں تھا۔ آیت والذین یکنزون میں میرا اور معاویہ

کا اختلاف ہوا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ آیت اہل کتاب کے بارے

میں ہے۔ فقلت نزلت فینا و فیھم میرے اور ان کے درمیان نزاع ہوا۔ تو

انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو میری شکایت کی۔ تو مجھے مدینہ شریف

بلالیا۔ تو صورت حال دیکھ کر میں سلمہ میں آ گیا علامہ عینی فرماتے ہیں۔

حضرت معاویہ نے آیت کے سیاق کو دیکھا کہ ماقبل اہل کتاب کا

ذکر ہے۔ حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ نے آیت کے عموم کی طرف نظر کی ہے۔

کہ جو زکوٰۃ کے وجوب کو جائز سمجھتے ہوئے ادا نہ کرے یہ وعید شدید

اس کو لاحق ہے۔ اس میں حضرت ابی ذر رضی اللہ کے انتہائی کا

بیان ہے۔ آپ کا مذہب یہ تھا۔ کہ ضرورت سے زائد کو جمع

کرنا انسان پر حرام ہے۔ بعد میں ہونے کی واقعات کی میرے آقا

نے پہلے میرے نبی علیہ السلام نے ابو ذر سے فرمایا۔ ——— وہی ہوا۔

جو آپ سے حضرت ابی ذر کو خبر دی۔ ولحیثہ وغیرہ وموتہ وحدہ شفا شرح الشفا

جلد اول ص ۲۲۶ پر حضرت ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتہائی سادگی

اور دنیا سے بے رغبتی تھی۔ کہ جب وصال ہوا تو کوئی ایسا کپڑا میسر

نہیں تھا۔ جس سے انہیں کفن پہنایا جائے۔ روایت میں ہے۔ کہ جب

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی موت کا وقت قریب آیا تو ان کی بیوی نے

رونا شروع کیا۔ آپ نے سبب پوچھا۔ تو عرض کی کہ آپ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب سے ہیں۔ تو اب تم فوت ہو رہے ہو

میرے پاس کپڑا نہیں کہ جس میں تمہیں کفن دوں۔ فرمایا جب میں فوت

ہو جاؤں تو ٹیلے پر چڑھ کر اعلان کرنا کوئی آپ کی امانت کرے گا۔

تو وہ ٹیلے پر چڑھیں۔ فیض الباری جلد ۳ ص ۹ اکثر صوفیا نے

ایسا ہی زہد اختیار رکھا۔ مثلاً بشر حافی رحمۃ اللہ کا واقعہ مخزن اخلاق

جمعرات ۲۶ ـــ ۳ ـــ ۲۰۲۶

۷ ـــ ۱۵ ـــ pm ۷ ـــ ۱۰ ـــ ۱۴۴۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ الشیطان یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشاء ۔۔۔ العلیم

ارکان اسلام میں سے زکوٰۃ ایک اہم ترین رکن ہے ۔ اس کی اہمیت کا اس

سے اندازہ ہو سکتا ہے ۔ کہ تدبر سے تلاوت قرآن کریم کرنے والے پر مخفی نہیں

کہ اس کا ذکر قرآن کریم میں بکثرت ہے ۔ جن علماء محققین نے تلاوت قرآن

تدبر سے کی ہے ۔ انہوں نے فرمایا ۔ کہ قرآن کریم میں ۳۲ مقامات ایسے

ہیں ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں نماز کا ذکر کیا اس کے متصل ہی زکوٰۃ خیرات

انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر فرمایا ۔ اور زکوٰۃ دینے پر اجر و ثواب کا اس

پر مترتب ہونا اور عدم ادائیگی کی صورت میں عذاب کا ہونا قرآن کریم سے

ثابت ہے ۔ بلا شبہ صدقہ خیرات بہت محمود عمل ہے ۔ اور اہل ایمان کی

کامیابی اور اس کی نجات مغفرت کا سبب ہے ۔ لیکن شیطان اہل ایمان کو

امور خیر سے روکتا ہے ۔ آیت ھذا میں ہے الشیطان یعدکم

کہ شیطان ایمان دار کو کہتا ہے کہ اگر تو نے خیرات کی تو تو فقیر ہو جائے گا

اور فحشا اور بخل کا حکم کرتا ہے۔ وہ شیطان ہے۔ اور یہ ذات رحمان
ہے۔ فرماتا ہے۔ واللہ یعدکم مغفرۃ منہ ـــــ ایک طرف شیطان ہے
اور دوسری طرف رحمان ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ بقول ان
المنفقت الوجود ـــــ مغفرت سے مراد تکفیر ذنوب ہے۔ جرات
کی قدر و فضیلت انسان کی تخلیق خطاء نسیان پر ہے۔ اگر خیرات
کی برکت سے مغفرت ذنوب ہو جائے تو بڑی سعادت ہے۔ اور آیت
میں مغفرۃ منہ اس مغفرت کے کمال پر دلیل ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ
فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کا کمال کرم اور عنایۃ جود تمام عقلا کو معلوم ہے
اور اس ذات کی طرف سے مغفرت کا ہونا بھی ایک کو معلوم ہے
باوجود اس کے جب اس مغفرت کو خاص کیا۔ کہ وہ اسی کی طرف
تھی۔ معلوم ہوا کہ اس مغفرت کی عظمت پر دلیل ہے۔ امام رازی
رح فرماتے ہیں۔ کہ معطی کی عظمت عطیہ کی عظمت پر دلیل ہے۔ اور

اس مغفرت کا کمال احتمال ہے۔ کہ اس سے مراد وہ ہے۔ جو دوسری آیت میں ہے۔ فاولئک یبدل اللہ سیاتھم حسنات اور احتمال ہے ان یکملہ ستفیہا فی غفران ذنوب سائر المذنبین دیکھئے خیرات کی فضیلت کہ قیامت کے دن نہ صرف اس کے گناہ بخشے جائیں گے بلکہ اس کی سفارش سے گنہگاروں کے گناہ بخشے جائیں گے۔ یہ تو اسلام کی حالت میں خیرات کی برکت بلکہ امام بخاری رح کتاب الزکوٰۃ میں ایک باب منعقد کیا ہے۔ باب من تصدق فی الشرک ثم اسلم اور حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے حالت شرک میں اعمال خالصات کئے ہیں۔ مثلاً۔ صدقہ غلامی صلہ رحمی اس کا بھی مجھے کوئی فائدہ ہوگا۔ تو آپ نے فرمایا اسلمت علی ما سلف من خیر۔ کہ تو انہی پہلی نیکیوں کی وجہ سے ہی تو مسلمان ہوا۔ مشکوٰۃ بخاری جلد اول صہ ۱۹۲ اور اس حدیث کی شرح عمدۃ القاری جلد اول صہ ۲۱۳

پر ہے۔ صدقہ کی فضیلت کے بارہ میں تنبیہ الغافلین میں ہے کہ عیسیٰ علیہ

السلام کے زمانہ مبارک میں ایک شخص اپنے بخل کی وجہ سے ملعون سے

موسوم تھا۔ ایک شخص جہاد کا ارادہ کر کے آیا۔ تو اس سے کہا۔ کہ اے ملعون

مجھے تلوار دے دے۔ کہ اس سے میں میدان جہاد میں مرجاؤں اور اس سے جہنم

سے بچ جاؤں۔ اس نے اعراض کیا۔ اور کچھ نہ دیا۔ وہ شخص لوٹا تو ملعون نادم

ہوا۔ تو اسے بلا کر تلوار دے دی۔ جب وہ غازی فارغ ہو کر واپس آیا

تو عیسیٰ علیہ السلام نے ایک عابد کے ہمراہ اس کا استقبال کیا۔ تو آپ

نے فرمایا۔ یہ تلوار کہاں سے لی ہے۔ تو جواب دیا۔ کہ مجھے ملعون نے دی

ہے۔ فخرج عیسیٰ علیہ السلام لعبد قتہ ملعون اپنے دروازہ پر بیٹھا ہوا

تھا۔ جب عیسیٰ علیہ السلام عابد کے ہمراہ گذرے فقال الملعون فی نفسہ

اقوم وانظر الی وجہ عیسیٰ علیہ السلام والی وجہ العابد تو وہ ملعون اُٹھا

احترامًا لتعظیمًا نبی اللہ ولی اللہ کے لئے کھڑا ہوا۔ اور ان کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ

نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی ۔ کہ اس میرے عابد مذنب کو کہہ دو ان
قد غفرت لہ لحبہ رقیۃ بالسیف و محبہ ایاک صدقہ اور عیسیٰ علیہ السلام
کی محبت کی وجہ سے اس کی مغفرت ہو گئی ۔ تو عابد نفرت کرتے ہوئے بھاگا۔
تو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا ۔ کہ عابد کو کہہ دو ۔ کہ وہ جنت میں
شرابور متقی رہا ہے۔ تو عابد نے کہا۔ کہ میں اس کے ساتھ جنت نہیں چاہتا۔
تو فرمایا ۔ میرے بندے سے کہہ دو ۔ کہ تو میرے فیصلے پر راضی نہیں تو نے میرے
بندے کو حقیر سمجھا تو میں نے تجھ کو ملعون بنا دیا ہے ۔ اسے جنت دی
اور تجھے دوزخ دی۔ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کا احترام اور اولیاء کا
احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

٢٧ — ١٣ — ٢-٢٦
١١ — ١٣ AM ٠٧ — ١ — ١٤٤٧
جمعۃ المبارک

۱۵۰ - معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ سبحٰن الذی اسری بعبدہٖ ـــــ البصیر ○

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اسرا اور

ما فوق العرش ـــــ اللہ تعالیٰ تک معراج کا ایک عظیم الشان معجزہ قرآن

میں قرآن فرمایا ہے۔ لیکن شب معراج کا سفر فرش سے لے کر ما فوق العرش

خالق سے مخلوق کی طرف سفر کرتا ہے۔ آپ نے مخلوق ہو کر خالق کی طرف

سفر کیا۔ آپ نے یہ سفر خود نہیں کیا۔ کہ آپ کو یہ سفر کرا دیا گیا۔

ارشاد فرمایا سبحٰن الذی اسرٰی ـــــ کیونکہ اس میں اسرٰی کا فاعل

الذی ہے۔ جو ذات خداوندی ہے۔ اور اسرٰی کے مفعول بہ بعبدہ ہے

کہ وہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ معلوم ہوا کہ آپ عام عباد کی طرح

نہیں ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے عبدہ ہیں۔ حضرت علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

کہ تمام عباد ہیں۔ اور حضور علیہ السلام عبدہ ہیں۔ حضرت سیدنا عیسیٰ

علیہ السلام کا سفر معراج بھی قرآن پاک میں ہے۔ کہ جب آپ کو در

پہر گئے تو فرمایا ۔ فلما جاء موسیٰ ——— یہاں جاء کے فاعل موسیٰ

علیہ السلام ہیں ۔ معراج کلیم و حبیب میں فرق ہے معلوم ہوا کہ یہاں جاء

کے فاعل موسیٰ علیہ السلام ہیں ۔ وہاں اسریٰ کے فاعل ذات الوہیت

ہے ۔ معلوم ہوا ۔ خود گئے ۔ اور حبیب بلائے ہوئے گئے ۔ جو خود جاتا ہے

وہ کلیم ہوتا ہے اور جو بلایا ہوا جائے وہ حبیب ہوتا ہے ۔ طور اور معراج

کے قصہ سے ہوتا ہے معلوم ۔ ان کا جانا اور ان کا بلانا اور ہے ۔

علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں ۔ جزء ۵ فرماتے ہیں ۔ اسریٰ کلیم و حبیب

میں یہ فرق ہے ۔ اللہ تعالیٰ اور کلیم علیہ السلام کے درمیان شرف ہم

کلامی کیلئے ایک وعدہ اور مدت مقرر تھی ۔ لیکن جب نبی علیہ السلام

کا معراج جو ہوا اس میں درمیان میں میعاد نہیں ہے ۔ بلکہ فوراً

بلا تاخیر بلائے گئے ۔ ما بین ذالک من ھذا اس کمال کو کمال

موسیٰ علیہ السلام سے کیا نسبت معراج کی کلیم سے کیا نسبت ان کو

طور پر بلایا گیا۔ لیکن آپ کو بیت المعمور کی بلندیوں تک بلایا گیا
وبین من سمٰوات له الریح مسیرة شهر وبین من ارتقی من
العرش الی الفرش فی ساعة زمانیة بہرحال ہر اعتبار سے آپ کا
معراج بے مثل ہے۔ آپ کے لئے کئی ہزار فرشتے بھیجے گئے۔ جبرائیل
علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے براق لایا گیا۔ کس قدر شان و
شوکت سے سواری چلی زمین کے عجائبات غرائبات ملاحظہ
فرمائے۔ اقصیٰ پہنچے یہاں سے آسمان دنیا کی طرف تشریف لے
گئے۔ اور جبرائیل علیہ السلام نقادمانہ حیثیت سے ساتھ رہے
اس کا ذکر بخاری شریف کی حدیث میں ہے۔ کہ جب جبرائیل ؑ
آسمان اول پر پہنچے تو دروازہ کھلوایا۔ فقیل من ھذا۔ پوچھا گیا
کہ کون ہے۔ کہا جبرائیل پوچھا تمہارا ساتھ کون ہے۔ کہا محمد صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم قیل وقد ارسل الیہ۔ پوچھا گیا انہیں کیوں بلایا گیا ہے

قال نعم کہا گیا۔ خوش آمدید۔ علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں فرشتوں کی یہ گفتگو جبرائیل کے ساتھ ہوئی اور آپ کو کیسے پہچانا فرماتے ہیں۔

بعض نے کہا۔ کہ احتمال ہے کہ آسمان کے شفاف ہونے کی وجہ سے مشاہدہ کے ساتھ ہو لیکن مناسب یہ کہا جائے ان احبابہم

بذالک کان بزیادہ انوار ظھرت نعم اس سے آپ کی نورانیت ثابت ہوتی ہے۔ آپ اصل انوار ہیں تمام انوار آپ کی ذات سے مستفاد ہیں۔

۲۶-۳-۲۷

۱۴۴۷-۱۰-۲

جمعۃ المبارک

۵-۴۰ PM

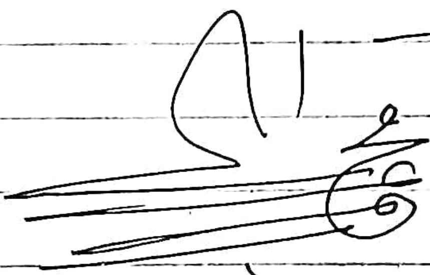
۱۵۱ - معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم -

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥ سبحن الذی اسری بعبدہ ٥ ——— جو
فضائل وخصائص معجزات نبوت ورسالت جملہ انبیاء ورسل علیہم
السلام کو عطا فرمائے ہیں - ان تمام کمالات وفضائل کا منبع و
مخزن خاتم الانبیاء صلعم حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء کی ذات والاصفات
ہے ۔ یہ مسئلہ مسلمہ کتاب وسنت سے مستفاد ہے بلکہ محدثین
محققین نے یہ تصریح فرمائی ہے - کہ یہ مسلمہ اور کمال ایمان ہے ۔ چنانچہ
شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں - ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے
ہیں - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سے کمال تمام کمال ایمان میں سے
ہے ۔ کہ یہ اعتقاد رکھے کہ کسی آدمی کی ظاہری صورت میں ایسی حسن لطافت
جمع نہیں ہوا جس قدر آپ کی ذات میں جمع ہوا - جس طرح کہ کسی کے
باطن میں فضل وکمال اس قدر جمع نہیں ہوا - جس قدر ذات رسول
علیہ السلام میں جمع ہوا - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف میں جاد

اور ضابطہ یہ ہے۔ معلوم ہوا کہ سیدنا آدم علیہ السلام کا مقام و کمال
مقام اصطفاء ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کمال مقام خلت ہے
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کمال مقام تکلم ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کا کمال مقام رضا ہے۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو ایسا
مقام عطا فرمایا ہے۔ جو تمام مقام انبیاء پر مشتمل ہے۔ اور وہ ہے مقام
محبوبیت اس میں مقام اصطفا بھی ہے اور مقام تکلم بھی ہے تمام انبیاء علیہم
السلام سابقہ ادوار میں گزرے۔ جب حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی آخر
میں جلوہ گری ہوئی تو آپ کو تمام کمال عطا فرما کر مقام محبوبیت عطا فرمایا۔
تو جب محب اللہ تعالیٰ نے محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بارگاہ میں بلانا
چاہا تو تمام انبیاء عالم برزخ میں تھے۔ تو رب کائنات نے ان کو اقصیٰ
میں بلایا تاکہ وہ دنیا میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ کہ محبوب کی شان
کس قدر بلند ہے۔ یہ بات مسلمہ ہے کہ والد اپنے بیٹے کو کمالات علمی

وعملی کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام وابراہیم علیہم السلام نے آپ کے کمالات کو دیکھ کر اظہار مسرت کیا۔ رب کائنات نے یہ ثابت کر دیا۔ کہ آپ کے عروج کا انتہا اقصیٰ تک محدود نہیں۔ بلکہ وہاں سے فارغ ہو کر آپ کی معراج کی ابتدا آسمان اول سے شروع ہوئی جب آپ معیت جبرائیل علیہ السلام آسمان اول پر پہنچے تو آپ نے دروازہ کھلوایا ۔ بعض نے کہا سوال اس لئے تھا۔ کہ وہ مبعوث ہو گئے ہیں۔ کیونکہ آپ کی بعثت ملکوت میں مشہور تھی یہ سوال کی کیا ضرورت تھی۔ شیخ فرماتے ہیں قول اول بھی ضعف سے خالی نہیں۔ کیونکہ معلوم ہے۔ کہ کوئی بے اذن امر الٰہی جبرائیل علیہ السلام کے ہمراہ آسمان پر نہیں آسکتا۔ احسن اقوال میں سے یہ ہے کہ ~~یہ سوال~~ کیونکہ یہ آپ کے قدوم مبارک سے مکہ کو شرف ملا۔ بلکہ ساری زمین اسی طرح آسمان کو بھی آپ کی آمد سے شرف نصیب ہوا۔ اور چلانکہ

آپ کی زیارت سے مستفیض ہو گئے۔ حدیث شریف میں ہے یعنی وہ دروازہ کھول دیا گیا۔ تو ہم آسمان دنیا کے اوپر چلے ایک شخص پر نظر پڑی جو بیٹھے ہوئے تھے۔ تو ان کی دائیں جانب کچھ لوگ تھے۔ اور کچھ ان کے بائیں جانب تھے۔ جب وہ دائیں جانب دیکھتے تو مسکرا دیتے۔ جب بائیں جانب دیکھتے تو رو دیتے ——— حالانکہ آپ تھے اور جبرائیل تھے۔ تو اس پر دلیل ہے۔ کہ ان دونوں کے ہمراہ اور دوسرے فرشتے تھے۔ اور فرشتے اپنے مقام پر ہیں۔ رب کائنات نے محبوب علیہ السلام کی خاطر تمام اجازت دے دی آخر جبرائیل علیہ السلام نے ایک مقام پر معذرت کر دی۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی آقا میں اس سے آگے نہیں گذر سکتا۔ ——— مرحلہ جاری ہے ۲۲



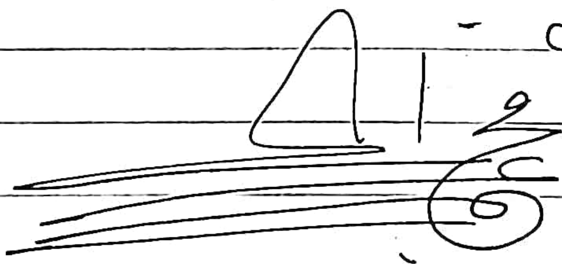
۲۹ ——— ۳ ——— ۲۰۲۶
۰۹ ——— ۱۰ ——— ۱۴۴۷
اتوار ۲ ——— ۵۵ ——— pm

۱۵۲۔ جمعۃ المبارک۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ یا ایہا الذین امنوا اذا نودی للصلوۃ
نماز ایک بڑی عبادت ہے ۔ اور نماز دین کا ستون اور مومن کی معراج
ہے ۔ اس کی فضیلت قرآن و احادیث سے بھی مسلم ہے ۔ کہ شریعت مطہرہ
کو تمام احکام جو دوسرے عبادت جیسے زکوۃ، روزہ، حج، ہیں زمین پر فرض ہوئے ۔ لیکن
جہاں تک نماز کا تعلق ہے ۔ تو رب کائنات نے امام کائنات
کو شب معراج تمام حجابات اٹھا کر دنا اور ادنیٰ پر بلا کر فرض کیا ۔ یہ اس
کی فضیلت پر دلیل ہے ۔ صلوٰۃ خمسہ کے علاوہ ایک نماز جمعہ ہے ۔ جس
کی فرضیت نص قطعی سے ثابت ہے ۔ محدثین نے کتب احادیث میں اور
فقہاء نے کتب فقہ میں جمعہ کی فرضیت اور فضیلت پر مستقل علیحدہ
باب منعقد کیا ہے ۔ چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف باب
منعقد کیا ہے ۔ باب فضل الجمعۃ یعنی جمعہ کی فضیلت کا باب علامہ بدرالدین
عینی فرماتے ہیں ۔ اس کی فضیلت اس وجہ سے ہے ۔ کہ جمعہ جو عبادت

بدنی ہے۔ جو شخص جمعہ میں جاتا ہے وہ عبادت بدنی کے ساتھ گویا دست والی ادا
کرتا ہے۔ یہ جمعہ کی فضیلت پر دلیل ہے۔ اسکی ارشاد اللہ رب العزت ہے۔ اے ایمان
والو۔ جب نماز کیلئے اذان دی جائے۔ تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑو۔ اور کاروبار
بار تجارت چھوڑ دو۔ اذان سے مراد ملا جیون فرماتے ہیں۔ کہ وہ نداء
اول ہے۔ جو باجماع علماء ثابت ہے۔ نہ کہ ندا ثانی جو کہ سے پر خطبہ سے
متصل ہے۔ فرماتے ہیں فاسعو الی ذکر اللہ — لہذا ہر شخص اذان اول کے سنتے
بلا تاخیر مسجد کی طرف آئے۔ تو اس کی فضیلت حدیث شریف سے ثابت ہے
حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ صدقہ کا ثواب ہے۔ فرشتوں کا ذکر
الیس ہے۔ وہ شرقیت ہے۔ کسی بندے کا ذکر اللہ تعالیٰ کو ایسا پسند ہے کہ فرشتے
بلندیوں کو چھوڑ کر زمین پر آتے ہیں گویا رب کائنات فرماتا ہے۔ اے فرشتو اب
تم خاموش ہو جاؤ۔ میرے بندے میری حمد و ثنا کے خطبے پڑھ رہے ہیں۔ اب خاموش
ہو کر سنو۔ یہ تخلیق بشریت میں حکمت تھی۔ جس کو فرشتے سمجھ نہ سکے۔ جب

اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنانا چاہا ـــــ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو مصلحت میں
تخلیق آدم علیہ السلام ہے جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے ۔ علامہ صاوی فرماتے
ہیں ۔ انسان میں تین چیزیں ہیں قوۃ شھویۃ قوۃ غضبیۃ اور قوۃ عقلیۃ ۔
پہلی دونوں کے ساتھ نقص اور پستی حاصل ہوتی ہے اور آخری چیز کے ساتھ کمال
اور عروج حاصل ہوتا ہے ۔ فرشتوں نے پہلی دو کو دیکھا ۔ اور تیسری کو نہ دیکھا ۔
بشر وہاں تک عروج کر سکتا ہے ۔ جہاں تک فرشتوں کو رسائی نہیں ۔
نیز یہ بھی حکمت تھی ۔ فان منھم الانبیاء والرسل والاولیاء وان لم یکن
منھم الا سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ کی عظمت سے
مومن کی عظمت بڑی ہے ابن ماجہ ۔



۲۹ ـــ ۰۳ ـــ ۲۰۲۶
۰۹ ـــ ۱۰ ـــ ۱۴۴۷
اتوار ـــ ۰۴ ـــ ۳۴ ـــ PM

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝ ثم دنی فتدلی فکان ـــــ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے مبارک سفر کا آغاز مسجد حرام سے ہوا - اور آپ کے سفر کا منتہا کے
عروج مقام قاب قوسین او ادنی ـــ یہ ایک ایسا مقام عروج ہے - جہاں تک
عقل بشر کی رسائی نہیں - جملہ مخصوص انبیاء و رسل اپنے اپنے مقام پر رہے -
جہاں جبرائیل علیہ السلام کی پرواز ختم ہو گئی - جبرائیل علیہ السلام وہاں ہی رکے
آپ کا سفر جاری رہا ـــ اس لئے آپ کا مقام اس سے بھی آگے تھا - اور
آپ وہاں پہنچے جس کو رب کائنات نے قاب قوسین سے تعبیر فرمایا - ثم
دنی فتدلی کا سفر شروع ہوا - جو زیادہ نزدیکی چاہا تو ہو گیا مقدار دو کمان
کی یا زیادہ نزدیک ـــ آیت ھذا میں دنی اور تدلی کا فاعل کون ہے اس میں
اختلاف ہے - اکثر مفسرین نے لیا ہے اس کا فاعل جبرائیل علیہ السلام
ہے - کہ جبرائیل آپ کے قریب ہوا ـــ مقدار دو کمانوں کے صاحب تفسیر مظہری کا
فرماتے ہیں - کہ جبرائیل علیہ السلام کی طرف ـــ دیکھا اور ان کا دو کمانوں کا

مقدار سہونا بنی علیہ السلام کیلئے کمال نہیں ۔ فان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان

افضل من جبرائیل علیہ السلام یہاں رب العزت کا اپنی شان کے لائق

محبوب علیہ السلام کے قریب ہونا مراد ہے ۔ مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں

صوفیا فرماتے ہیں ۔ جب کسی کو آغوش محبت میں لینا ہوتا ہے ۔ تو دونوں

ہاتھوں کی کمانیں ملا کر دائرہ بنا لیتے ہیں ۔ اور بیچ میں محبوب کو لے کر گلے لگاتے

ہیں ۔ خیال رہے ۔ کہ دو کمانوں کے ملنے سے دائرہ بن جاتا ہے ۔ اس وقت

نظارہ یہ تھا ۔ کہ چار طرف رحمت خدا تھی بیچ میں محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم

تھے ۔ شیخ محقق فرماتے ہیں ۔ جب آپ از زیارت آیات الٰہی فارغ

ہو گئے ۔ سدرہ سے آگے ۔ گذر گئے کوئی فرشتہ بھی آپ کے ہمراہ نہ تھا ۔ کئی حجابات

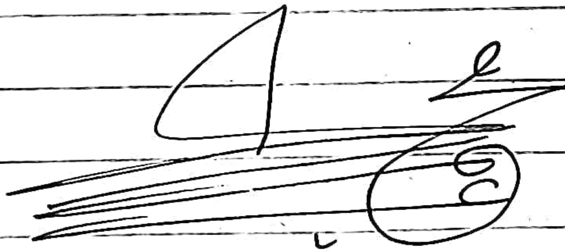
نوری طے کیے ۔ پس ندا آئی ادن یا خیر البریۃ ۔ یا محمد ۔ امام اہلسنت فرماتے ہیں

کہ یہ خدا کی بے نیازی ہے ۔ تبارک اللہ یہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے ۔ بے نیازی

کہیں تو جوش لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے ۔ فرمایا محمد مجھ کو پروردگار تیرا

ایسا عطا کیا۔ اور کس طرح قریب ہوا۔ کہ فرمایا ثم دنیٰ فتدلیٰ کی تعبیر یہ ہو دو کا ذکر جب

سے پوچھا۔ میں جواب نہ دے سکا۔ اس نے اپنا دست قدرت میرے شانوں کے درمیان رکھا۔ تو میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی مجھ کو علوم اولین وآخرین عطا کیے۔ ایک علم ایسا تھا۔ عہد لیا مجھ سے اس کے چھپانے کا کہ کوئی شخص اس علم کا متحمل نہیں ہو سکتا سوائے میرے دوسرا علم تھا۔ اس میں مجھے اختیار دیا۔ اظہار کا۔ اور ایک علم تھا۔ کہ خاص و عام کو اس کی تبلیغ کرنے کا مجھے حکم کیا مدارج جلد اوّل ۲۰۳ اور اس کے علاوہ علم ایسا تھا۔ جس میں فرشتے ایک ہزار برس سے الجھے ہوئے جس کا وہ حل تلاش نہ کر سکے جس رات حضور علیہ السلام کی معراج ہوئی۔ تو رب کائنات نے ارشاد فرمایا۔ اے فرشتو جس مسئلے کا تم حل تلاش نہیں کر سکے وہ تشریف لائے ہیں تم ان سے سوال کرو۔ وہ مجیب ہوں گے آپ نے ایسا جواب دیا۔ جس سے وہ مشکل حل ہو گئی۔ اس کا ذکر احادیث مبارکہ میں موجود ہے نیز یہ واقعہ شرح قصیدہ بردہ ص ۱۷۱ میں موجود ہے۔ یہ ہے شان حبیب کبریا علیہ السلام



۳۰ — ۰۳ — ۲۰۲۶

۱۵ — ۱۰ — ۱۴۴۷

۱۲ — ۴۲ — PM

پیر وار

503

۱۵۴ - شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۞ تلک الرسل فضلنا بعضھم ــــ فرمایا یہ رسول ہیں

ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ان میں بعض وہ ہیں۔ جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا
اور ان میں بعض کو کئی درجے بلندیاں عطا فرمائی۔ اس آیت سے ثابت ہوا۔ کہ نفس
رسالت کے اعتبار سے ان کے مابین یکسانیت ہے۔ اور جہاں تک فضائل کمالات
اور درجات کا تعلق ہے۔ تو اس اعتبار سے ان کے مابین فرق ہے۔ بعض بعض سے
افضل ہیں۔ یہ اسم اشارہ ان رسل علیہم السلام کی طرف عائد ہے۔ جو سورۃ البقرہ
کی ابتداء سے یہاں تک مذکور ہوئے۔ مثلاً آدم و موسیٰ و ابراہیم و اسماعیل
یعقوب علیہم السلام ہیں۔ ان کے مابین تفاضل ہے فرمایا۔ منھم من کلم اللہ
ہیں کہ اس سے مراد حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام مراد ہیں۔ آپ سے اللہ تعالیٰ
نے طور پر کلام فرمایا بلا واسطہ مفسرین فرماتے ہیں۔ شرف ہم کلامی سے
تو امام کائنات علیہ السلام بھی شب معراج مشرف ہوئے ہیں۔ باوجود اس کے
کلام کے ساتھ آپ مشہور نہیں ہوئے۔ تو اس کا جواب علامہ صاوی رحمۃ اللہ نے
اس طرح دیا ہے۔ کہ آپ ایسے مقام و مرتبہ پر پہنچے جو کمال مکالمہ سے اشرف
واعلیٰ ہے۔ رویت خداوندی یعنی کلیم اللہ کو کلام کی فضیلت تو ملی لیکن دیدار
نہیں۔ اور حبیب علیہ السلام کو کمال کلام بھی نصیب ہوا۔ اور دیدار بھی۔
موسیٰ علیہ السلام دیدار مانگتے ہیں۔ جواب لن ترانی فرمایا۔ اے موسیٰ نہ تو دیکھے۔
نہ جیسے انبیاء دیکھے مجھے دیکھی تو نگاہ مصطفیٰ دیکھے سے مشرف فرمایا۔ ورفع بعضھم درجات
تفسیر جلالین میں ہے۔ درجات سے مراد مثلاً عموم دعوت ختم نبوت تمام
امتوں پر آپ کی امت کی فضیلت معجزات متکاثرہ خصائص آپ کی
مراد معجزہ دیگر انبیاء معجزات لے کر آئے آپ سراپا معجزہ بن کر آئے۔
دیگر معجزے انبیاء کو خدا نے ہمارا نبی معجزہ بن کے آیا۔ یہاں اللہ تعالیٰ
نے درجات بیان فرمائے۔ درجہ واحد درجتین تثنیہ اور جمع درجات

اللہ تعالیٰ نے آپ کے درجات کو جمع کے لحاظ سے تعبیر فرمایا۔ اور جمع کی حد نہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے درجات کی حد بیان نہیں فرمائی۔ اور آپ کے درجات کو متعین کوئی نہیں کر سکتا ہے۔ لہذا رفعت درجات محبوب علیہ السلام تک انسان کی عقل کی رسائی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جیسے محبوب علیہ السلام کیلئے درجات کا لفظ استعمال فرمایا تو اسی طرح محبوب علیہ السلام کے غلاموں کو آپ کے صدقہ جنت میں بھی بلند ترین درجات نصیب ہوں گے۔ ارشاد رب العزت ہے۔ ومن یاتہ مومنا قد عمل الصالحات فاولئک لہم الدرجات (طٰہٰ ۷۵) کہ وہ درجات بلندیوں احادیث میں بھی ان کا ذکر ہے۔ چنانچہ مقبول بارگاہ صمدیت خواجہ شاہ توکل ابدال پوری کے خلیفہ اعظم عارف حقانی عالم ربانی خواجہ محبوب عالم فرماتے ہیں۔ کہ میں حدیث پڑھا رہا تھا۔ ذکر آیا بہشت میں ایک محل پانچ سو برس کی راہ کی مسافت اونچا ہوگا۔ ایک ایک بھی اتنا اونچا ہوگا۔ ایک درویش نے حدیث سن کر مسکرا کر عرض کیا۔ حضور بہشتیوں کو بڑی مصیبت ہوگی فرمایا وہ کیسے عرض کیا پانچ سو برس تو چڑھنے میں لگ جائیں گے۔ پھر میوے کس طرح کھائیں گے۔ فرمایا جب بہشت والے ارادہ کریں گے۔ وہ درخت خود بخود ان کے سامنے آکر جھک جائیگا۔ وہاں توت کا پھل دار درخت تھا۔ حضور کے دروازہ سے شمال کی طرف حضور نے اس توت کی طرف اشارہ فرمایا بس کہ فرمایا۔ مثلاً جس طرح یہ درخت کھڑا ہے اگر اسے کہیں آجا تو فوراً سامنے آکر جھک جائیں گے۔ بمجرد آپ نے اس فرمان سے وہ درخت میرے اوپر سے جھکتا ہوا۔ حضور کے سامنے زمین پر آگیا۔ یہ آپ کی کرامت مزید تفصیل ذکر خیر صفحہ ۲۳۳ پر موجود ہے۔

۳۰ — ۳ — ۲۰۲۶

۱۰ — ۱۰ — ۱۴۴۷

۴ — ۱۱ — ۰۰ PM

(پمبر)

505

۱۸۵۔ شانِ نماز (۱)

۴۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝ اتل ما اوحی الیک من الکتاب واقم الصلوٰۃ — العنکبوت

انسان کی تخلیق کا مقصد عبادت اور ذکر الٰہی یا یادِ الٰہی ہے۔ جو عبادت کے ساتھ مخصوص ہے۔ وہ تین ہیں۔ اقتضاء حق۔ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار رسل علیہم السلام کی حقانیت اور حشر و نشر قیام قیامت۔ جنت و دوزخ کا اقرار یہ تمام امور عقیدہ میں داخل ہیں۔ اور برحق ہیں۔ دوسرا عبادت لسانی وہ ذکر حق یا یاد حق ہے۔ تیسرا دینیہ خارجیہ وہ اعمال صالحہ۔ المشاہدہ نبی علیہ السلام اور المتقین امتی میں فرق یہ ہے۔ کہ نبی علیہ السلام کو یہ المشاہدہ بالعین حاصل تھا۔ اس المشاہدہ سے امتی کے جو ایمان سے حاصل ہوا۔ ان چیزوں پر ہم کو ایمان بالغیب حاصل ہے۔ لیکن امام کائنات علیہ السلام کو شب معراج اللہ تعالیٰ نے لامکان پہ بلا کر پہلے زمین پر عالم برزخ کا نظارہ دکھایا۔ پھر آسمانوں پر بلا کر جنت و دوزخ حور و غلمان دکھائے۔ اور سیر کرائی۔ یہ عقیدہ الگ مرتبہ کا نہیں ہے لیکن جہاں تک ذکر اور عبادت ہر نبی کا تعلق ہے۔ یہ ممکن التکرار ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ آپ کو ارشاد فرماتا ہے۔ اتل ما اوحی الیک جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں۔ کہ مقصود اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ہے۔ تلاوت قرآن مجید یہ اقامت صلوٰۃ ہر مقصود ذکر الٰہی ہے۔ علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ فالذکر افضل الاعمال وھو المقصود من تلاوۃ القرآن ومن الصلوٰۃ روایت ہے۔ کہ جب گنہگار سیہ کار آپ کے پاس پر توبہ کرنے کے ارادہ سے آتے تو آپ انہیں ذکر تلقین فرماتے۔ اس کی کثرت کا حکم فرماتے۔ تو اس کا مفاد یہ ہوتا کہ قلوب کو ذکر الٰہی کی برکت سے دلوں کی غفلت تاریکی زائل ہو جاتی۔ اور ان کے دل تجلیات الٰہی کے انوار سے منور ہو جاتے۔ اسی حکمت کے پیش نظر مسلسل پانچ نمازوں کے قیام کا حکم ہے۔ فرمایا ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر اس کی تفسیر میں علامہ جلال الدین محلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ای من شانھا ذلک مادام المرء فیھا یعنی آدمی جب تک نماز میں ہو تو نماز بے حیائی اور امر منکر سے روکتی ہے لیکن علامہ صاوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ ھذا احد قولین والقول الصحیح انھا تنھی عنھما۔

فی سائر الاوقات روایت ہے۔ کہ ایک انصاری نوجوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
نماز پڑھا کرتا تھا۔ تو وہ باوجود اس کے ہر برائی کا ارتکاب کرتا آپ کی خدمت میں عرض کیا
گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ ان صلوۃ ستنہاہ تو کچھ وقت گزرا کہ نماز کی برکات سے
اس کی حالت سدھر گئی۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ نماز کے فوائد میں سے ایک
یہ فائدہ جو ہے کہ نماز بدعقیدگی سے روکتی ہے۔ مثلاً تعطیل اور شراب سے تعطیل سے
مراد اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار اور اشراب غیر اللہ کی الوہیت کا اثبات تعطیل فحش
عقیدہ ہے۔ اس کی برائی ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وجود اظہر من الشمس ہے۔ ہر شے میں
اللہ تعالیٰ کی نشانی ظاہر ہے۔ وفی کل شیء لہ آیۃ تدل علی انہ واحد تو نماز اس فحشاء
اور منکر سے روکتی ہے۔ نمازی جب نماز میں شروع ہوتا ہے۔ تو اللہ اکبر کہتا ہے۔ تو اس
کے اللہ کہنے سے تعطیل کی نفی ہو گئی۔ اکبر کہنے سے شرک کی نفی ہو گئی۔ اور نماز کے آخر میں
اشہد ان لا الہ الا اللہ کہتا ہے۔ پھر دوبارہ وہ شرک اور تعطیل کی نفی ہو گئی۔ اس جگہ لطیفہ
یہ ہے۔ کہ نماز کا اول لفظ اللہ اور اس کا آخر لفظ اکبر تاکہ نمازی جان لے انہ من
اول الصلوۃ الی آخرھا مع اللہ تعالیٰ ——— تفسیر کبیر زیر آیت ←

۳۱ — ۳ — ۲۰۲۶
۱۱ — ۱۰ — ۱۴۴۷
منگل وار ۱۱ — ۳۶ — AM

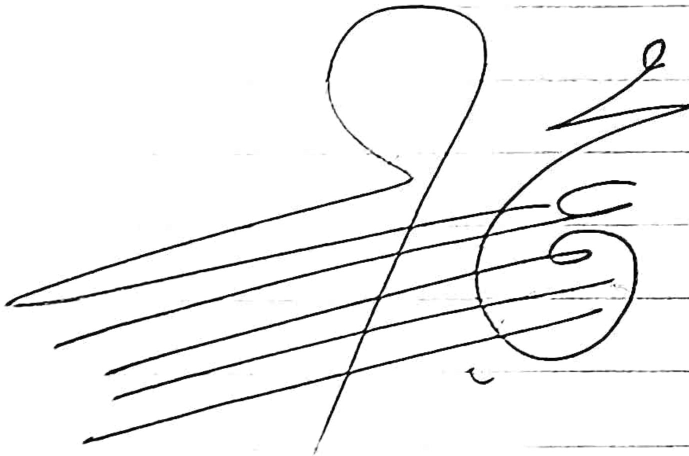
۱۵۶- شان نماز (۲)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں - اگر قائل کہے کہ نماز میں قولہ اشہد ان محمد رسول اللہ
ہے اور آپ پر صلوٰۃ وسلام بھی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ نماز کے آخر میں
یہ اشیاء ذات ملائکہ سے خارجی معنی کی وجہ سے داخل ہوتی ہیں۔ وہ اس طرح کہ
نماز ذکر اللہ ہے۔ اور معراج مومن اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری ہے۔ لہذا بندہ
جب نماز کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو۔ اور مصیبت الہٰی نصیب ہو تو اس
کے دل میں یہ خیال نہ ہو۔ کہ وہ اس مقام کے حصول میں مستغنی ہے۔ اور امام کائنات
صلی اللہ علیہ وسلم سے مستغنی اور بے نیاز ہے۔ بلکہ یہ کرم اور خیرات آقا سے ہے کہ اس
ذات نے ہم گنہگاروں کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آنا سکھایا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمایا
حقیقت یہ ہے۔ امتی تو کیا رسل علیہم السلام اور خلیل علیہ السلام بھی آپ سے
مستغنی نہیں ہو سکتے۔ امام اہلسنت احمد رضا رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔
وہ جہنم میں گیا جو اُن سے مستغنی ہوا۔ ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے۔ شہد اللہ انہ لا الہ الا هو ________ الحکیم ہے آل عمران ۱۸
اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اللہ تعالیٰ
کا وحدہ لا شریک ہونا ایسا مسلمات سے ہے۔ موجودات ارض وسماوی کی پرستش
کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی الوہیت خالقیت ربوبیت پر شاہد ہے۔ ہر عمل اس
کی آیت تدل علی انہ واحد یہ ظاہر ہے کہ مفعول کیلئے فاعل کا ہونا ضروری ہے۔ اور مخلوق کے
لیے خالق کا ہونا ضروری ہے۔ باوجود اس کے اللہ تعالیٰ خود ہی اپنی الوہیت کی گواہی دے رہا ہے
ارشاد فرمایا یشہد اللہ ________ یہاں لفظ شہد ہے۔ اور شہادت کا معنی زبان
کے ساتھ اقرار اور دل کے ساتھ تسلیم کرنا۔ اور یہ چیز اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔ اس لیے
مفسرین یہاں شہد کا معنی یہ کیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے قطعی دلائل کے ساتھ اپنی مخلوق
کیلئے الوہیت کو بیان کیا۔ اور ظاہر فرمایا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے۔ لیکن اس
کے ساتھ فرشتوں اور اولی العلم کی گواہی کو بھی شامل کر لیا۔ پھر بطور تاکید

فرمایا لا الٰہ الا ہو العزیز الحکیم ۔ پھر فرمایا ان الدین عند اللہ الاسلام یعنی اللہ تعالیٰ کو نزدیک
دین اسلام ہی ہے ۔ توحید الٰہی پر مبنی کس قدر بڑی شہادت ہے ۔ روایت میں ہے کہ
کہ شام کے احبار میں سے جب دو شخص مدینہ شریف آگئے تو انہوں نے ایک دوسرے کو
کہا ۔ یہ مدینہ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کس قدر مشابہ ہے ۔ جو کہ آخر زمانہ میں
تشریف لائیں گے ۔ جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو کہا انت محمد قال
نعم قال وانت احمد قال انا محمد و احمد کہا ۔ ہم نے آپ سے ایک چیز کے متعلق سوال
کرتے اگر آپ نے اس کی خبر دے دی ۔ اخبرنا بك و محمد شہادت تو کہا قرآن کریم میں کون
بڑی شہادت ہے جو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ۔ وہ دونوں مسلمان ہو گئے ۔ علامہ
زیر آیت امام علامہ صاوی فرماتے ہیں ۔ آیت کے نازل ہونے کے وقت بیت اللہ
شریف کے گرد تین سو ساٹھ بت تھے ۔ جب آیت نازل ہوئی یہ حقیقت ہے جب
حق آجائے تو باطل نہیں ٹھہر سکتا ۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک
دین اسلام ہی ہے ۔ اور اس دین کو اللہ تعالیٰ نے خود پسند فرمایا ۔ الیوم اکملت ۔ دنیا
اس امت مرحومہ پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے ۔ کہ جو دین اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ہے اپنے
محبوب علیہ السلام کی وساطت سے ہم گنہگاروں کو عطا فرمایا ۔ لہٰذا جو انسان قرب حق
کا متلاشی ہے ۔ تو تمام راستے قرب حق کیلئے مسدود ہیں ۔ صرف ایک راستہ ہے ۔
وہ دین اسلام ہے ۔ یہی ہے شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیونکہ جو حکم بارگاہ رسول ﷺ
علیہ السلام سے نافذ ہوگا ۔ وہ ہی حکم الٰہی ہے ۔ کیونکہ محبوب علیہ السلام اپنی خواہش
سے نہیں بولتے آپ وہی بولتے ہیں ۔ جو حکم الٰہی ہوتا ہے ۔ اب دوسرے دروازوں پر جانے والے
ہمیشہ ولکو کبھی بھی ذات الوہیت تک رسائی نہیں ہو سکتی ۔ اگر میرا قرب چاہتے ہو تو
میرے محبوب علیہ السلام کے دروازے پر آجاؤ ۔ باوجود دیکھا ایمان کے کامل ہونے
کے اللہ تعالیٰ نے دین کو آسان بنایا ہے ۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک باب منعقد کیا
ہے ۔ باب الدین یسر ۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم احب الدین الی اللہ الحنفیۃ
دین بہت آسان ہے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا تعالیٰ کے نزدیک سب سے

زیادہ محبوب وہ دین ہے جو سچا اور سیدھا ہے۔ بخاری شریف جلد اول ص ۱۰۰ [illegible]
فرماتے ہیں۔ اس باب سے ماقبل باب صوم رمضان احتسابا من الایمان ہے اور ان دونوں
بابوں کے درمیان مناسبت یہ ہے کہ صوم رمضان دین اسلام [illegible] ہے۔ اور یہاں
بیان کیا کہ دین آسان ہے۔ اس لیے کہ صوم رمضان میں تیسیر کا [illegible] ہے اس
طرح کہ صوم رمضان اس کے وقت سے مریض اور مسافر کے لیے موخر کرنا جائز ہے [illegible]
کے نیز شیخ فانی کے حق میں روزے کو بالکل ترک کرنا جائز ہے۔ [illegible]
یہ طریق تیسیر ہے۔ نیز صوم رمضان بارہ مہینوں میں صرف ایک [illegible]
الیسیر ہے۔ یعنی آسانی والا دین یا سیدھا [illegible] علی سبیل المبالغۃ گویا [illegible]
تیسیر کثرت تیسیر کی وجہ سے نفس تیسیر ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے [illegible]
آسان ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس امت سے بوجھ اٹھا دیا ہے۔ جو ان سے پہلے لوگوں
پر تھا ـــــ



۱ ـــ ۴ ـــ ۲۰۲۶

۱۲ ـــ ۸ ـــ ۱۴۴۷

بروز [illegible] ۱۱ ـــ ۹ ـــ ۰ AM

۱۵۴ ـ رمضان المبارک

یا ایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام ـــــــ ۱۸۳ بقرہ ـ اے ایمان والو تم پر روزے فرض کر دئیے ہیں ـ جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض ہوئے تھے ـ کہ کہیں تم پرہیزگار بنو۔ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے ـ کہ گذشتہ سال کی طرح اس سال بھی ماہ رمضان المبارک رحمتوں اور برکتوں سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائی ـ اللہ رب العزت نے رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت کو بہت بڑے احسن انداز میں بیان فرمایا ـ اہل ایمان کو مخاطب ہو کر فرمایا یا ایھا الذین امنوا ـ پھر فرمایا کہ یہ روزے صرف تم پر ہی فرض نہیں ـ بلکہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض تھے ـ اس سے معلوم ہوا ـ کہ روزہ بڑی پرانی عبادت ہے۔ دوسرا یہ کہ روزہ تقویٰ کا ذریعہ ہے ـ اس کی فرضیت میں یہی حکمت ہے ـ یاد رہے کہ مسلمان کی شان یہ ہے ـ کہ مان لینا اور اس میں حکمت کو تلاش نہ کرنا یہ امر مسلمات سے ہے ـ کہ اللہ تعالیٰ نے تمام احکام شرعیہ کو نبی علیہ السلام کی زبان پر جاری فرما کر شریعت بنا دیا ـــ اور ان احکامات میں حکمت ضرور ہوتی ہے ـ حکمت معلوم کرنے کے ہم مکلف نہیں ـ ہمارا کام ہے ـ ماننا یہی کمال اسلام ہے ـ عمدۃ القاری جز ۹ صفحہ ۲۴۱ میں ہے ـ کہ امور شریعت دو قسم پر ہے ـ پہلی جس کی علت حکمت منکشف معلوم ہو ـــ اور جس کی علت معلوم نہ ہو ـ اور اس میں یہ عظیم فائدہ ہے ـ کہ نبی علیہ السلام نے جو کام کیا ـــ اس میں آپ کی اتباع کی جائے ــ اگرچہ اس میں حکمت معلوم نہ ہو ـ جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سراپا تسلیم و رضا تھے ـ آپ کے حکم پر جان کو قربان کرتے تھے ـ یہاں موقع کی مناسبت سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہے ـ بخاری شریف میں حدیث ہے عابس بن ربیعہ کا بیان ہے ـ کہ آپ حجر اسود کے پاس آئے ـ تو آپ نے اسے بوسہ دیا ـــــــ دیکھئے حضرت فاروق اعظم دین کے معاملہ میں بڑے سخت تھے ـ اگر کوئی خلاف شریعت کا کام کرتا نظر آتا تو آپ کی تلوار بے نیام ہو جاتی ـ لیکن یہاں گردن جھک گئی ـ اور بوسہ دیا ـ اور آپ کے عمل نے یہ ثابت کر دیا ـ کہ بتوں کو پوجنا اور ہے ـ اور حجر اسود کو چومنا اور ہے ـ فاشرک ہے اور یہ عبادت ہے ـ ــ مصنوعی دیکھنا پھر تصویر ایسے بنائی ہو ـ ادھر حکم الہیٰ ہو ادھر گردن جھکائی ہو ـ فاروق اعظم نے کہا ـ میں حجر اسود کو اس لئے چومتا ہوں ـ کہ حضور

5.11

نے چوما ہے۔ اور محبوب علیہ السلام نے اس لئے چوما ہے۔ کہ یہ حکم الٰہی تھا۔ الوہیت کے تحت
تواضع تھی۔ ورنہ امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ والا فالعقل متحیر فی تقبیل
سید الکونین الذی لولاہ لما خلق الافلاک لحجر من الاحجار الذی من جنس الجمادات
مرقاۃ جلد ۵ ص ۳۲۵ — تو یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ روزہ رکھو جو کہ فرض ہے۔ کہ اس
میں پابندی یہ کرو۔ کہ طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک اکل و شرب اور تمام مفطرات
سے پرہیز کرو۔ تمہیں تقویٰ پرہیزگاری کا بلند ترین انعام حاصل ہوگا۔ یہ حکمت ہے۔ اس
کے علاوہ اور بھی اس میں حکمتیں ہیں۔ جس کو مرقاۃ جلد ۴ ص ۲۲۹ میں ہے۔ روزہ فقراء و غرباء
پر رحمت و شفقت کا موجب ہے۔ کیونکہ جب کوئی بعض اوقات میں بھوک کا الم مشقت برداشت
کرے تو وہ ان کو یاد کرتا ہے۔ کہ جن کا یہ حال تمام اوقات میں ہوتا ہے۔ تو اس کے دل
میں رقت پیدا ہوتی ہے۔ تو خیرات کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ ان فوائد میں سے فقراء
کی موافقت جس کا وہ بعض — اوقات میں تحمل کرتے ہیں۔ منقول ہے کہ بشر حافی —
رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔ سردی کے موسم میں تو آپ کو اس حال میں
پایا کہ آپ بیٹھے کانپ رہے ہیں۔ اور کپڑے علیحدہ پڑے ہیں۔ عرض کی حضور اس کی وجہ کیا
ہے۔ فرمایا یا اخی الفقراء کثیر ولیس لی طاقۃ مواساتھم بالثیاب — اس لئے بعض
اولیاء کاملین عارفین ہر لقمہ کے وقت یہ دعا کرتے تھے — ثابت ہے۔ کہ سیدنا یوسف علیہ السلام
قحط سالی کے سال میں باوجود کثرت مال کے شکم سیری سے نہیں کھاتے تھے۔ روایت میں ہے
کہ حضرت یوسف علیہ السلام غلہ دیتے رہے۔ آخر غلہ ختم ہو گیا۔ اور صرف گندم میں تین
مہینے رہ گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ جو آپ کے دیدار کرا دو۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا دیدار
کرنے سے بھوک ختم ہو جائے گی۔ کسی نے شکم سیر نہ کھایا تھا۔ تین مہینے اپنی طاقت

۰۱ — ۰۴ — ۲۰۲۶
۱۲ — ۱۰ — ۱۴۴۷
۴ — ۵۵ — PM
بدھوار

۱۵۸ - رمضان المبارک

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ ومن کان مریضا ۔ بقرہ ۱۸۵ - ترجمہ
میں جو کوئی یہ مہینہ پائے ضرور اس کا روزہ رکھے اور جو بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے
اور دنوں میں ۔ اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا ۔ اور اس لئے کہ تم
گنتی پوری کرو ۔ اور اللہ کی بڑائی بولو ۔ اس پر کہ تمہیں ہدایت کی ۔ اور کہیں تم حق گزار ہو جاؤ ۔
اللہ تعالیٰ کا اس امت پر خاص انعام ہے ۔ کہ اس خالق کائنات نے امام کائنات صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی وساطت سے ہمیں جو دین اسلام عطا فرمایا ہے ۔ وہ فضیلت کے
اعتبار سے اکمل ترین اور تمام ادیان سے افضل اور اعلیٰ عمل کے اعتبار سے انتہائی آسان
کہ جس پر عمل کرنا کوئی دشوار نہیں ہے ۔ مزید اہم یہ کہ یہ دین خود اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ
ہے ۔ اس ذات نے اپنا پسندیدہ دین ہمیں عطا کر دیا ارشاد فرمایا ۔ الیوم اکملت لکم
------ (فائدہ) یہ آیت حجۃ الوداع میں بروز جمعۃ المبارک میدان عرفات بعد نماز عصر
نازل ہوئی ۔ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ۔ اس امت پر اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی
نعمتوں میں سے یہ ہے ۔ کہ اس نے دین کو کامل کر دیا لہذا نہ تو ان کے لئے کسی دین
کی ضرورت ہے ۔ اور نہ ہی کسی نبی کی ولکن جعلہ اللہ خاتم الانبیاء وبعثہ الی الانس
والجن ۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک باب منعقد کیا ہے ۔ الدین یسر قال النبی صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم احب الدین الی اللہ الحنیفیۃ السمحۃ دین بہت آسان ہے ۔ نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک سب سے وہ محبوب وہ دین ہے
جو سچا اور سیدھا ہے ۔ مثلاً روزہ ہے ۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ۔ فمن شھد
------ جو یہ مہینہ پائے ۔ وہ ضرور اس کے روزے رکھے ۔ اس میں بیمار مسافر بھی
شامل ہے ۔ تو اللہ تعالیٰ بطور آسانی ان کا استثناء فرمایا ومن کان مریضا
------ یہاں یہ دین کی آسانی کا ذکر ہے ۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فرماتے ہیں ۔ نماز اور روزے کی تین حالتیں ہیں ۔ پہلے سولہ سترہ مہینے تک مدینہ
میں آکر بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ قد نری تقلب ------
امام سدی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں ۔ چونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں ۔ اور تحویل

قبلہ میں آپ کی محبوبیت کا اظہار ہے۔ فرماتے ہیں مشاہدہ میں ہے کہ جب کوئی گروہ
میں سے دوسرے کی محبت سے اس کا موصوف ہو تو لوگ علی جہۃ التمثیل کہتے ہیں۔ فلاں
فلاں کے لئے قبلہ بدل دیتے لیتی وہ اس سے ہم راز ہیں۔ جو محب ہے۔ محبوب وہاں کرے۔
یہ تمثیل ہے۔ تحقیق نہیں ہے۔ قال اللہ تعالیٰ فتحویل القبلۃ لاجل حبیبہ محمد صلی
اللہ علیہ وسلم۔ علی جہۃ التحقیق اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یا محمد
کل احد یطلب رضائی وانا اطلب رضاک فی الدارین کہ اللہ کی مرضی سب چاہیں
اللہ رضا ان کی چاہتا ہے۔ فرمایا کوئی مراد ہمیں نہ دیکھے محبوب آپ کے چہرہ کو ہم دیکھ رہے
ہیں۔ جدھر آپ کا چہرہ بدلے ادھر قبلہ بدل جائے گا۔ [illegible] جلد ۲ صفحہ ۱۰۶
دوسری تبدیلی نماز کیلئے ایک دوسرے کو پکارتے تھے۔ لیکن بعد میں اذان شروع ہوئی
یہ دوسری تبدیلی پہلے یہ دستور تھا۔ کہ جب آپ نماز پڑھاتے کوئی آتا تو پوچھتا کتنی
رکعت ہے وہ جواب دیتا کہ اتنی۔ حضرت معاذ ایک مرتبہ آئے تو کہنے لگے۔ میں تو جس
حال میں حضور کو پاؤں گا۔ اسی میں مل جاؤں گا۔ جو نماز چھوٹ گئی۔ اسے بعد میں ادا کر دوں
گا۔ تو آپ نے سلام پھیر کر فرمایا۔ معاذ نے تمہارے لئے اچھا طریقہ نکالا ہے۔ تم بھی اب یونہی
کیا کرو۔ روزوں کی تبدیلیاں جب آپ مدینہ آئے تو ہر مہینہ میں تین روزے رکھتے اور عاشورہ
کا روزہ رکھنے کا دستور تھا۔ پھر اللہ نے یہ آیت کتب علیکم الصیام ۲ —— نازل فرما کر رمضان
کے روزے فرض کئے۔ دوسرا ابتداء یہ حکم تھا جو چاہے روزہ رکھے جو چاہے روزہ نہ رکھے۔
اور فدیہ دے دے۔ پھر یہ آیت فمن شہد —— تیسری تبدیلی ابتداء میں کھانا پینا
عورتوں کے پاس آنا سونے سے پہلے جائز تھا۔ سوگیا تو پھر گو رات ہی کو جاگے۔ لیکن کھانا پینا
اس کے لئے منع تھا۔ حضرت صرمہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ بعد آسانی کی یہ آیت نازل ہوئی
ثم اتموا الصیام ۲ —— اور مغرب کے بعد سے لے کر صبح صادق تک کے طلوع ہونے تک
رمضان کی راتوں میں کھانے پینے کی رخصت ہوگئی۔ بلکہ روزے کی تقویت کے واسطے اور
دوران روزہ تلاوت ذکر واذکار کی تقویت کے واسطے سحری کھانا مستحب قرار
دیا۔ نبی علیہ السلام کے کرم کے قربان جائیے کہ آپ نے سحری کھانے پر بھی ثواب

کے قائم رہنے کے ساتھ ثواب کی بھی بشارت سنائی۔ بلکہ آپ نے ارشاد فرمایا ـ
کہ نعمتوں کے استعمال پر حساب ہوگا لیکن جو نعمتیں سحری کے وقت استعمال ہوں ان پر
حساب نہیں ہوگا۔ نیز آپ نے فرمایا۔ لا یزال الدین ظاہرا ما عجل الناس الفطر الخ کتاب

الترغیب ۔ کتاب الصوم باب السحر میں ہے ۔ بلکہ سرکار علیہ السلام کی ایک سنت پر
عمل مسلمانوں کے غالب اور دشمنوں سے مغلوب ہونے کی دلیل ہے ۔ یہاں تک عزت
آپ کی سنت پہ عمل کرنے پر وابستہ ہے۔

۱ ــــ ۴ ــــ ۲۰۲۶
۱۳ ــــ ۱۰ ــــ ۱۴۴۷
بدھوار ۔ ۷ ــــ ۳۶ ــــ PM

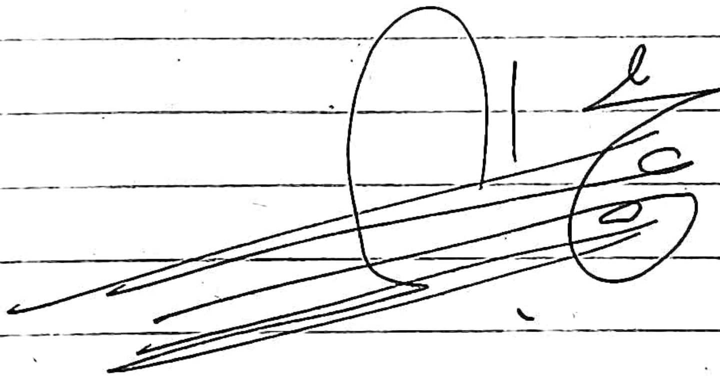
۱۵۵ - اللہ کا قرب

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ واذا سألک عبادی عنی فانی قریب ۔۔۔ اس آیت میں اللہ تعالی کے وسعت علم اور اجابت دعا کا بیان ہے ۔ اس آیت سے ماقبل رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت و فضیلت کا ذکر ہے ۔ اور اس کے بعد بھی روزوں سے متعلق مسائل کا ذکر ہے ۔ اور آیت ھذا وسط میں ہے ۔ کہ ماقبل بھی اور مابعد بھی روزوں کا ذکر ہے اس کو درمیان لانے کی حکمت یہ بتانا ہے ۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے ۔ کہ عام حالات میں میں نہ صرف بندہ کے قریب ہوں ۔ بلکہ ان کی دعاؤں کا بھی مجیب ہوں ۔ اور جہاں تک رمضان شریف کا تعلق ہے ۔ اس میں روزہ دار جو دعا مانگے میرا وعدہ ہے ۔ کہ میں ضرور قبول کرتا ہوں ۔ رد نہیں کرتا ۔ حدیث شریف میں ہے ۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ۔ روزے دار کیلئے افطار کے وقت ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے ۔ مگر ہم لوگ اس وقت کھانے پر اس طرح گرتے ہیں ۔ کہ دعا مانگنے کی کی تو کہاں فرصت خود افطار کی دعا بھی یاد نہیں رہتی ۔ (دعا افطار) کتب احادیث میں یہ دعا بیان ہے ۔ حضرت عمر بن عبداللہ بن عمر بن عاص رضی اللہ فرماتے ہیں ۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افطار کے وقت یہ دعا فرماتے ۔ اللھم انی اسئلک برحمتک التی وسعت کل شئی ان تغفرلی ۔ اے اللہ تیری رحمت کے صدقے جو ہر چیز کو شامل ہے یہ مانگتا ہوں ۔ کہ تو میری مغفرت فرمادے ۔ یا اللہ تیری رحمت ہر شئے کو محیط ہے ۔ میں بھی شئے ہوں ۔ اس قاعدہ کے مطابق تیری وسیع رحمت مجھ کو چھپالے تو کرم سے کیا بعید ہے احادیث سے افطار کے وقت اور روزہ کی حالت میں اجابت دعا ثابت ہے ۔ حکیم ترمذی نوادر الاصول میں اس حکمت کو بیان فرماتے ہیں ۔ کہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت تمام امتوں سے دعا کی قبولیت کے بارے میں مخصوص کی گئی ہے ۔ یہ خاصیت انبیاء کی تھی ۔ فاعطیت ھذہ الامۃ ما اعطیت الانبیاء یہ وعدہ تو مسلم ہے ۔ لیکن جب اہل شہوت کے دلوں پر شہوت کا غلبہ ہوا ۔ ان کے دل محجوب ہو گئے ۔ چونکہ روزہ نفس کو شہوت سے روکتا ہے ۔ جب صائم اپنے قلب سے شہوات کو روکتا ہے ۔ تو قلب صاف شفاف ہوکر انوار و تجلیات الہی کا جلوہ گاہ بن جاتا ہے ۔

شہوات کی ظلمات ختم ہو جاتی ہیں۔ تو جب وہ دعا کرتا ہے۔ الفاظ دعا ختم نہیں ہوتے ہیں۔ قبول پہلے ہو جاتی ہے ــــ اب یہاں سوال یہ ہے۔ کہ اکثر دعا ہوتی ہے۔ لیکن اس کی قبولیت کے آثار بظاہر نظر نہیں آتے۔ یا دعا تاخیر سے قبول ہوتی ہے تو اس کے متعلق روایت میں ہے۔ حضرت داتا علی ہجویری۔ رحمۃ اللہ علیہ کے استاد محترم حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رسالہ قشیریہ صفحہ ۱۳۱ پر روایت نقل کرتے ہیں۔ بندہ اللہ سے دعا کرتا ہے۔ وہ اللہ اس سے محبت کرتا ہے۔ تو جبرائیل علیہ السلام کو فرماتا ہے۔ یا جبرائیل اخر حاجۃ عبدی فانی احب ان اسمع صوتہ کہ اس بندہ۔ دعا کرتا ہے۔ بندہ اس سے بخش رکھتا ہے۔ فرماتا ہے بندے کی حاجت جلد پوری کر دے۔ میں اس کی دعا پسند نہیں کرتا۔ معلوم ہوا اجابت دعا میں تاخیر کی بھی حکمت ہوتی ہے۔ دیکھیئے حضرت آدم علیہ السلام سے جب لغزش ہوئی تو تین سو سال روتے رہے۔ جب محبوب علیہ السلام کا وسیلہ پیش کیا۔ دعا قبول ہو گئی۔ معلوم ہوا۔ استاد کے قدموں میں شاگرد اچھا لگتا ہے۔ مرشد کے قدموں میں مرید اچھا لگتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بندہ اچھا لگتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دعا قبول ہوتی ہے جس وقت بھی ہو جس زبان میں ہے۔ اور جس زبان سے دعا ہو ــــ لیکن محبوب علیہ السلام کی زبان خدا کو بہت پسند ہے۔ لہذا جب حضور علیہ السلام کے زبان مبارک سے یہ بولے ہوئے الفاظ سے دعا کی جائے۔ تو اللہ تعالیٰ رد نہیں کرتا ہے کیونکہ بندہ گرچہ گنہ گار رہتا ہے۔ لیکن الفاظ تو میرے محبوب کے بول رہا ہے۔ علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں ــــ ابو بکر رازی فرماتے ہیں۔ میں محدث ابی نعیم رح کے پاس اصفہان میں گیا۔ ان سے حدیث لکھا کرتا تھا۔ اس جگہ ایک شخص تھے۔ جنہیں ابو بکر بن علی رحمۃ اللہ علیہ۔ کہا جاتا ہے۔ فتوٰی کا دار و مدار انہیں پر تھا۔ کسی وجہ سے سلطان وقت نے انہیں قید کر دیا۔ فرایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام و جبرائیل علیہ السلام عن یمینہ ــــ فرماتے ہیں میں نے صبح کے وقت انہیں خبر دی تو انہوں نے یہ دعا پڑھی اللہ تعالیٰ نے دعا کی برکت سے انہیں رہائی دی سبحان اللہ اس سے معلوم ہوا محبوب علیہ السلام کو اپنے غلاموں کی خبر ہے۔ اگر کوئی مشکل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

و مصیبت میں ہو تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے مشکل کشائی فرماتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ آپ بخاری
شریف کی تمام احادیث سے خبر ہے۔ روایت میں جلال الدین سیوطی رحمہ نے آپ کو
۲۲ مرتبہ زیارت کی۔ شیخ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو استاد کی مصیبت میں آپ کے سامنے
بخاری شریف پڑھی اور احادیث کو صحیح کرایا۔ کشتی نوح میں نار نمرود میں بطن ماہی
میں یونس کی فریاد پر تیرا نام نامی حل علی ہر جگہ ہر مصیبت میں کام آگیا۔ آپ کی
ذات پر درود شریف پڑھنے والوں پر آپ کی خصوصی نظر۔ عمدۃ القاری جلد ۲۲ ص ۲۰۳



۰۲ — ۰۴ — ۲۰۲۶

۲۴ — ۱ — ۱۴۴۷

۳ — PM

(جمعرات)

— و —

رمضان المبارک

بسم اللہ الرحمن الرحیم شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن (البقرہ ۱۸۵) اس آیت
میں صراحۃً ذکر ہے کہ ماہ رمضان میں قرآن نازل کیا گیا۔ الذی انزل فیہ القرآن کا معنی
یہ ہے۔ انزل فی شانہ القرآن اور یہ آیت ہے۔ یاایھا الذین امنوا کتب ــــ کہ اس مہینہ میں
قرآن لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف نازل کیا گیا۔ پھر تھوڑا تھوڑا ایک ایک آیت
سورۃ سورۃ باعتبار بہ ضرورت نازل ہوا۔ ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ فیہ دلیل واضح
ان لیلۃ القدر یکون فی رمضان کیونکہ اس جگہ سے معلوم ہوا کہ قرآن رمضان شریف میں
نازل ہوا۔ اور دوسری جگہ میں فرمایا۔ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر تو ان دونوں کے
مابین تطبیق اس طرح ہے۔ کہ قرآن کریم فرقان حمید رمضان شریف کے مہینہ میں نازل ہوا۔
لیکن معین رات میں جو لیلۃ القدر کے نام سے مشہور ہے۔ فعلم ان لیلۃ القدر یکون فی
رمضان ۔ لیلۃ القدر کی تعیین میں بہت اختلاف ہے۔ صحیح معتمد قول یہ ہے کہ
شب قدر رمضان شریف کی ستائیسویں رات ہے۔ ابو اسحٰق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
نے فرمایا۔ لیلۃ القدر کے حروف ۹ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے سورۃ قدر میں اس رات کا ذکر
تین بار ذکر فرمایا۔ اس تین کو نو سے ضرب دی تو ستائیس ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس
رات کی فضیلت کی وضاحت اس طرح فرمائی۔ لیلۃ القدر خیر من الف شہر۔ کہ شب
قدر ہزار مہینہ کی عبادت سے بہتر ہے۔ اور صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ومن قام ــــ جس
نے ــــ دیکھئے فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شب قدر کی رات کی فضیلت ثابت ہوگی
نیز یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اگر مکفرات سیئات سے ملیں تو مکفرات سیئات کو محو کر دیتی
ہیں۔ اگر صغیرہ ہوں۔ اور سیئات کو تخفیف کر دیتی ہیں۔ اگر کبیرہ ہوں۔ والا تکون
موجبہ لرفع الدرجات فی الجنات یعنی جو قیام اللیل کرتا تہجد پڑھے نفلی عبادت
کرے۔ گنہگار رہے۔ یا ابرار و نیکوکار رہے۔ اگر گنہگار ہے تو قیام اللیل کی برکت سے اس
کے گناہ مٹ جائیں گے۔ اور بصورت دیگر نیک ہے۔ تو قیام اللیل کی برکت سے
جنت میں اس کے درجات بلند ہوں گے۔ یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ انسان اگر گنہگار رہا

اگر وہ عبادت الٰہی سے بے نیاز نہیں ہے اگر سرا پا معصومیت ہو تو بھی عبادت الٰہی سے بے نیاز نہیں رب کائنات سید المرسلین امام کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتا ہے ومن اللیل فتہجد ـــــ محمودا ـ کہ آپ رات کے کچھ حصہ میں تہجد پڑھتے یہ زیادتی خاص آپ کے واسطہ ہے ـ قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر کھڑا کرے گا ـ کہ سب آپ کی تعریف کریں گے ـ اس وقت آپ کی محمدیت کا ظہور اتم ہو گا ـ کہ خالق بھی آپ کی تعریف کرے گا ـ اور مخلوق بھی آپ خالق کے بھی محمد ہوں گے اور مخلوق کے بھی ـ کمال ظہور فرماتے ہیں ـ صوم رمضان قیام رمضان قیام لیلۃ القدر امور ثلاثہ پر ایک ہی امر مرتب ہے ـ جو ہے غفران ذنوب پر اس پر تنبیہ ہے ـ کہ فتوحات الٰہی اور عواطف ربانیہ کا نتیجہ غفران ذنوب ہے ـ قال اللہ تعالیٰ انا فتحنا لک ـــــ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ـ ظاہری باطنی فیوض وبرکات فتوحات اور ظاہری باطنی کرامات وبرکات جناب کبریا حق ـ جو آپکو عطا ہوئی ہیں وہ لا متناہی ہیں من جملہ ان میں سے فتح بدر شیخ عباد حصول غنائم تقویت دین ہیں من جملہ ان فتوحات کے سب سے بڑی فتح فتح مکہ ہے ـ جو کہ رمضان شریف میں ہوا ـ اسی میں سوال وجواب سورۃ فتح میں جو کہ امام رازی نے بیان فرمائے ـ اور آپکا مکہ شریف کو فتح کرنا آپ نے بیت اللہ شریف مستحکم ہونے کا اشارہ فرمایا ـ تو تمام ٹوٹے گئے کچھ بت توڑنے کیلئے آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وہ خود مشکل تو توڑیں ـ اور اس کا واقعہ جو شیخ محقق نے بیان فرمایا ہے اور اس کی تفصیل کتب سیرت میں موجود ہے

۰۲ ـــ ۰۴ ـــ ۲۰۲۶

۱۴ ـــ ۱۰ ـــ ۱۴۴۷

۰۴ ـــ ۲۲ ـــ ۰۰ PM

(خطبات مکمل ہو گئے)

جمعرات

کتابِ مبین

قرآن پاک میں تیس پارے ہیں۔ قرآن پاک میں ۶۶۶۶ آیات مبارکہ ہیں۔ قرآن پاک میں سب سے بڑی سورۃ البقرہ ہے۔ قرآن پاک میں سب سے چھوٹی سورۃ سورۃ الکوثر ہے۔ قرآن پاک میں لفظ محمدؐ چار مرتبہ آیا ہے۔ قرآن پاک کا دل سورۃ یٰسین ہے۔ قرآن پاک کی دلہن سورۃ رحمٰن ہے۔ قرآن پاک میں سات منزلیں ہیں۔ قرآن پاک کی سورۃ اخلاص میں صرف ایک زیر ہے۔ قرآن پاک میں لفظ الف زیادہ مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ قرآن پاک میں سب سے نافرمان قوم بنی اسرائیل ہے۔ قرآن میں سب پیغمبروں میں سب سے زیادہ ذکر حضرت موسیٰؑ کا ہے۔ قرآن پاک میں ۲۶ نبیوں کے نام آئے ہیں۔ قرآن میں چھ نبیوں کے نام پر سورتیں آئی ہیں۔ قرآن میں تین مشہور خواتین کے نام آئے ہیں۔ قرآن میں ...۷ جگہ نماز کی تاکید کی گئی ہے۔ قرآن میں ۱۱۴ سورتیں ہیں۔ قرآن میں ۱۳ غزوات آئے ہیں۔ قرآن میں ۸۶ مکی اور ۲۸ مدنی سورتیں ہیں۔ قرآن میں ۱۵۰ مرتبہ خیرات کا ذکر آیا ہے۔ قرآن میں چودہ سجدے ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ کا نام ۲۶۹۷ مرتبہ آیا ہے۔ قرآن کا مفہوم انسان کا ہے۔ قرآن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔ قرآن میں پہلی سورۃ فاتحہ ہے۔ قل میں چار قل شریف ہیں

قرآن کی سورۃ توبہ میں بسم اللہ نہیں پڑھی جاتی۔ قرآن میں کل نقطے دس لاکھ پانچ ہزار چھ سو اسی ہیں۔ قرآن میں کل جملے (۲۶-۸۴) ہیں۔ قرآن کے حروف کی تعداد (۳۲۳۹۱۳) ہیں۔ قرآن کے اجزاء کو سورۃ کہتے ہیں۔ اور سورۃ کے اجزاء کو آیت کہتے ہیں۔ قرآن کے ۳۰ پارے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں یہ سات حصوں میں تھا۔ قرآن کی پہلی آیت ۱ نبوی کو غار حرا میں نازل ہوئی۔ آخری آیات ۱۱ھ کو حج الوداع کے موقع پر نازل ہوئی۔ قرآن کی مدت نزول ۲۲ سال ۵ ماہ ۱۴ دن ہیں۔ قرآن میں حجاج بن یوسف نے ۷۴ھ میں اعراب لگائے تھے۔ قرآن پر خلیل بن احمد مصری نے تشدید ہمزہ اور مد لگائے تھے۔ قرآن کی دو سورتیں ایسی ہیں جن کے نام ایک ہی حروف تہجی پر مشتمل ہیں۔ سورۃ ص۔ سورۃ ق ہیں۔ قرآن کی سورتیں۔ سورۃ الکوثر۔ سورۃ العصر اور سورۃ النصر صرف تین تین آیات پر مشتمل ہیں قرآن کی سورۃ نمل میں دو بار بسم اللہ پڑھی جاتی ہے۔ قرآن میں سب سے زیادہ نماز قائم کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ قرآن میں نزول کے اعتبار سے آخری سورۃ کا نام سورۃ

تو یہ ہے۔ قرآن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ کی زندگی میں کتابی شکل میں نہ ہو سکا تو حضرت ابو بکر

صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک جلد میں جمع کیا۔ قرآن کے ۳۰ جز پارے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بنوائے تھے۔ قرآن

میں رکوع کی تعداد ۵۴۰ ہیں۔ منزلوں کی تعداد سات ہیں۔ قرآن میں کلمات کی تعداد چھیاسی

ہزار چار صد تیس ہے۔ قرآن کی صحیح قرأت کیلئے جو علامات مقرر ہیں۔ انہیں رموز کہتے ہیں۔ قرآن

میں آٹھ پارے ایسے ہیں۔ جن کا آغاز نئی سورتوں سے ہوتا ہے۔ قرآن کی ۳ قسمیں ہیں

طویل متوسط اور مختصر۔ قرآن میں تین ایسے افراد ہیں جو نبی نہیں تھے۔ لیکن ان کا

قرآن میں اچھے الفاظ سے پکارا گیا ہے۔ وہ لقمان۔ عزیز مصر۔ اور ذوالقرنین ہیں۔

قرآن پاک میں سب سے زیادہ احکام سورۃ البقرہ میں ہیں۔ قرآن پہلی وحی کے بعد اڑھائی

برس تک بند رہا۔ ایسے عرصے کو دور فترت کہتے ہیں۔ قرآن پاک حدیث کے مطابق

ایک حرف پڑھنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں۔ قرآنی آیات کو سب سے پہلے حضرت

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے شمار کیا۔ قرآن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گیارہ مرتبہ

یاایھاالنبی کہہ کر خطاب کیا گیا ہے۔ قرآن میں چار مساجد کا نام آیا ہے۔ قرآن کا

کا کلام اللہ جب کفار نے نہ مانا۔ تو اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کے دروازے پر
سورۃ الکوثر لٹکا دی قرآن کے آخری وحی کے کاتب حضرت ابی بن کعب تھے
قرآن تین امہات المومنین کو حفظ تھا۔ وہ حضرت عائشہؓ حضرت حفصہ
حضرت ام سلمٰی قرآن میں تین حشرات الارض کا ذکر آیا ہے۔ وہ چیونٹی
مکڑی۔ اور شہد کی مکھیاں۔ قرآن پاک کے لفظ سورۃ کے معنی ہیں۔ آیت
کے معنی ہیں نشانی۔ قرآن کی سورۃ نمل کا ایک رکوع مکہ معظمہ میں اور
ایک رکوع دس سال کے بعد مدینہ میں نازل ہوا یہ سورۃ صرف
دو رکوعات پر مشتمل ہے۔

۰۳ — ۲ — ۲۰۲۶
۱۴ — ۰۸ — ۱۴۴۷
۔۷ — ۷ — pm

منگل

وہ حسین جو کہ دین کی پناہ بن گیا
وہ حسین جو بنا ہے کہ الہ الدین گیا
وہ حسین جس پہ کہ نازشِ انبیاء ہیں نازشِ ہے
وہ حسین جو کہ کبریا کا راز ہے

وہ ہمارے نبی ہیں ہم ان کے امتی
امتی تیری قسمت پہ لاکھوں سلام

وہ ہمارے نبی ہیں ہم ان کے امتی
امتی تیری قسمت پہ لاکھوں سلام
وہ ہمارے نبی ہیں ہم ان کے امتی
امتی تیری قسمت پہ لاکھوں سلام

الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

الخطیب الجلیل

علی

الجامع التفسیر الحدیث الجمیل

علامہ عبد الجلیل

183 ای بی